

تاریخ احمدیت

جلد چہارم

جلسہ خدام الاحمدیہ مرکزیہ پاکستان کے پہلے سالانہ اجتماع سے
لے کر جماعت احمدیہ کے سالانہ جلسہ ۱۳۳۰ھ تک -
۱۹۵۱ء

مؤلف

دوست محمد شاہد

الناشر:- ادارۃ المصنفین، ربوہ

نام کتاب	:	تاریخ احمدیت جلد سیزدہم
مرتبہ	:	مولانا دوست محمد شاہد
طباعت موجودہ ایڈیشن	:	2007
تعداد	:	2000
شائع کردہ	:	نظارت نشر و اشاعت قادیان
مطبع	:	پرنٹ ویل امرتسر

ISBN - 181-7912-120-8

TAAREEKHE-AHMADIYYAT

(History of Ahmadiyyat

Vol-13(Urdu)

By: Dost Mohammad Shahid

Present Edition : 2007

Published by: Nazarat Nashro Ishaat Qadian-143516

Distt. Gurdaspur (Punjab) INDIA

Printed at : Printwell Amritsar

ISBN - 181-7912-120-8

سیدنا حضرت مصلح موعودؑ اور حضرت صاحبزادہ مرزا البشیر احمد صاحب
انجینئر گنگ کالج لاہور کے احمدی طلباء میں رونق افروز ہیں (۲ ماہ شہادت ۱۳۳۰ھ / ۱۹۵۱ء)



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

پیش لفظ

اللہ تعالیٰ کا یہ بہت بڑا احسان ہے کہ اس نے ہمیں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی میں داخل فرماتے ہوئے اس زمانہ کے مصلح امام مہدی و مسیح موعود علیہ السلام کو ماننے کی توفیق عطا کی۔ قرون اولیٰ میں مسلمانوں نے کس طرح دُنیا کی کایا پلٹ دی اس کا تذکرہ تاریخ اسلام میں جا بجا پڑھنے کو ملتا ہے۔ تاریخ اسلام پر بہت سے مؤرخین نے قلم اٹھایا ہے۔

کسی بھی قوم کے زندہ رہنے کیلئے اُن کی آنے والی نسلوں کو گذشتہ لوگوں کی قربانیوں کو یاد رکھنا ضروری ہوا کرتا ہے تا وہ یہ دیکھیں کہ اُن کے بزرگوں نے کس کس موقعہ پر کیسی کیسی دین کی خاطر قربانیاں کی ہیں۔ احمدیت کی تاریخ بہت پرانی تو نہیں ہے لیکن خدا تعالیٰ کے فضل سے الہی ثمرات سے لدی ہوئی ہے۔ آنے والی نسلیں اپنے بزرگوں کی قربانیوں کو ہمیشہ یاد رکھ سکیں اور اُن کے نقش قدم پر چل کر وہ بھی قربانیوں میں آگے بڑھ سکیں اس غرض کے مد نظر ترقی کرنے والی قومیں ہمیشہ اپنی تاریخ کو مرتب کرتی ہیں۔

احمدیت کی بنیاد آج سے ایک سو اٹھارہ سال قبل پڑی۔ احمدیت کی تاریخ مرتب کرنے کی تحریک اللہ تعالیٰ نے حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دل میں پیدا فرمائی۔ اس غرض کیلئے حضور انور رضی اللہ عنہ نے محترم مولانا دوست محمد صاحب شاہد کو اس اہم فریضہ کی ذمہ داری سونپی جب اس پر کچھ کام ہو گیا تو حضور رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کی اشاعت کی ذمہ داری ادارۃ المصتفین پر ڈالی جس کے نگران محترم مولانا ابوالمیر نور الحق صاحب تھے۔ بہت سی جلدیں اس ادارہ کے تحت شائع ہوئی ہیں بعد میں دفتر اشاعت ربوہ نے تاریخ احمدیت کی اشاعت کی ذمہ داری سنبھال لی۔ جس کی اب تک 19 جلدیں شائع ہو چکی ہیں۔

ابتدائی جلدوں پر پھر سے کام شروع ہوا اس کو کمپوز کر کے اور غلطیوں کی درستی کے بعد دفتر اشاعت ربوہ نے

اس کی دوبارہ اشاعت شروع کی ہے۔ نئے ایڈیشن میں جلد نمبر ۱۴ کو جلد نمبر ۱۳ بنایا گیا ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے قادیان سفر کے دوران تاریخ احمدیت کی تمام جلدوں کو ہندوستان سے بھی شائع کرنے کا ارشاد فرمایا چنانچہ حضور انور ایدہ اللہ کے ارشاد پر نظارت نشر و اشاعت قادیان بھی تاریخ احمدیت کے مکمل سیٹ کو شائع کر رہی ہے ایڈیشن اول کی تمام جلدوں میں جو غلطیاں سامنے آئی تھیں ان کی بھی تصحیح کر دی گئی ہے۔ موجودہ جلد پہلے سے شائع شدہ جلد کا عکس لیکر شائع کی گئی ہے چونکہ پہلی اشاعت میں بعض جگہوں پر طباعت کے لحاظ سے عبارتیں بہت خستہ تھیں ان کو حتی الوسع ہاتھ سے درست کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ تاہم اگر کوئی خستہ عبارت درست ہونے سے رہ گئی ہو تو ادارہ معذرت خواہ ہے۔ اس وقت جو جلد آپ کے ہاتھ میں ہے یہ جلد سیزدہم کے طور پر پیش ہے۔ دُعا کریں کہ خدا تعالیٰ اس اشاعت کو جماعت احمدیہ عالمگیر کیلئے ہر لحاظ سے مبارک اور بابرکت کرے۔ آمین۔

خاکسار

برہان احمد ظفر دڑانی

(ناظر نشر و اشاعت قادیان)

وَعَلَىٰ عِبَادِهِ السُّجُودُ

تاریخ احمدیت کی چودھویں جلد

اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی توفیق اور اس کی عنایت سے جلسہ سالانہ ۱۹۷۳ء کی مبارک تقریب پر تاریخ احمدیت کی چودھویں جلد طبع ہو کر اجاب کی خدمت میں پیش ہو رہی ہے یہ جلد ۱۹۴۹ء کے مجلس خدام الاحمدیہ کے مرکز ربوہ میں پہلے اجتماع سے لے کر سالانہ جلسہ ربوہ ۱۹۵۱ء تک کے ایمان افزہ روح پرور اور انقلاب آفرین واقعات پر مشتمل ہے اس جلد کی ایک بڑی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں سیدنا حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کے بہت سے غیر مطبوعہ پیغامات مراسلات اور تحریرات کے علاوہ حضور کے سفر صحیرہ کے موقع کی پر معارف تقریر پہلی بار مکمل طرز پر شائع ہو رہی ہے اس طرح متعدد نیاں اور بالکل غیر مطبوعہ نوٹوں جو مصلح موعودؑ کے خدائنا عبد مبارک کی پیاری یاد کو تازہ کر رہے ہیں نہایت عمدہ طباعت کے ساتھ شامل اشاعت ہیں

۱۹۵۱ء میں السید عبدالوہاب عسکری عراقی نمائندہ مؤثر عالم اسلامی ربوہ تشریف لائے ان کے اعزاز میں جامعۃ المبشرین میں دعوت دی گئی جامعۃ المبشرین ان دنوں اس کچی عمارت میں تھا جو جلسہ سالانہ کے انعقاد کے لئے بنائی گئی تھی اس تقریب میں حضرت مولانا جمال الدین صاحب شمس اور حضرت سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب مرحوم اور مکرم شیخ نور احمد صاحب منیر مبلغ بلا دعوہ بھی شامل ہوئے خاکسار ان دنوں جامعۃ المبشرین کے پرنسپل کے فرائض ادا کر رہا تھا اس تقریب کے فوٹو لئے گئے ان میں سے دو فوٹو خاکسار کے پاس محفوظ تھے۔ وہ بھی اس جلد میں تاریخی یادگار بن رہے ہیں۔

زمانہ کے حالات بڑی سرعت سے بدل رہے ہیں پچھلے سال کی نسبت اس سال بہت زیادہ ہنسگانی ہو گئی ہے اور تقریباً ہر چیز کی قیمت گئی اور بعض چیزوں کی قیمت دگنی سے زیادہ ہو گئی ہے کاغذ جو پچھلے سال ۴ روپے رم تھا اب اتنی روپے رقم خرید گیا ہے ان حالات میں انرجات طباعت کا بڑھ جانا ناگزیر تھا بہر حال قیمت تقریباً لاکھ کے مطابق رکھی گئی ہے اجاب سے درخواست ہے کہ وہ کتاب کو خرید کر تعاون فرمائیں تاکہ تاریخ احمدیت کی تکمیل کے فرض سے ہم جلد سبکدوش ہو سکیں۔ بالآخر اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہماری مساعی کو قبول فرمائے (آمین)

خاکسار ابوالمنیر نور الحق
میننگ ٹو، فریجیڈ اڈا، قادیان، پاکستان۔ ربوہ۔

فہرست مضامین تاریخ احمدیت جلد چہارم

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۳۱	حضرت امیر المؤمنین کا رہائش رقبہ کے بعد پہلا مدح پر وزیرِ خطابہ تمبھ	۱	پہلا باب محسب خدام الامامیہ مرکزیہ پاکستان کے پیشہ سالانہ اجتماع سے لے کر اذکارہ اللہ و اولیہ کی
۳۷	مناقضہ طبع لوگوں کی اصلاح کرنے اور خلیفہ وقت کو اصلاح دینے کی تحریک	۱	کے شہدائے احمدیت کی شہادت کے معاملات تک ترقیوں اور ابتلاؤں کا متوازی سلسلہ
۴۱	حضرت امیر المؤمنین کا پیکر سرگودھا		فصل اول
۴۲	نصیل پنجم احمدیہ مسلم مشن گنگا سکو کا قیام		محسب خدام الامامیہ مرکزیہ کا پہلا سالانہ اجتماع
۴۳	مشن کی بنیاد		فصل دوم
۴۴	ابتدائی تبلیغی سرگرمیاں		اخبار الرحمت کا اجراء اور حضرت مصلح موعود
۴۶	اسلم ہیر لڈ کا اجراء	۵	کا بصیرت افزوز افتتاحی مضمون
۴۷	آج بپشہ آف یارک اند پوپ کی دعوت مذکورہ		فصل سوم
۴۸	حلقہ اشاعت اسلام میں وسعت	۱۵	مسجد مبارک ربوہ کے رنگ بنیاد کی تقدیر تقریب
۴۹	مصلح اسلام کا ایثار	۱۶	حضرت امیر المؤمنین کی تشریف آوری
۵۰	ٹریبیڈ اور گورڈنگ	۱۷	بیرونی مخلصین کی آمد
۵۱	گلابوشن اور تبلیغ لندن کی بارہا استقامت	۱۸	حضرت مصلح موعود کی حدیثاتِ خصوصیہ
۵۲	مشن کے دو نشان کی خدمات پر ایک نظر	۱۹	نماز عصر اور بنیاد کی تقریب
۵۳	حضرت امیر المؤمنین خلیفہ المسیح الثالث کا سفر شکار	۱۹	حضرت امام مہمام کا ایمان انور خطاب
	فصل ششم	۲۰	تعمیر مسجد سے قبل حدیث
۵۴	کوائف قادیان	۲۰	مسجد مبارک کی تعمیر اور افتتاح
۵۵	قادیان کے متعلق حکومت کی پالیسی میں تبدیلی		فصل چہارم

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۱۰۲	حضرت علیؓ کے مورخوں کا ایک نام بیان	۵۶	دشمنانِ اسلام اور حضرت کا ایسا ہونا کہ منصف اور انصاف کا نام
	کشمیر میں استقبالیہ رات کے سلاسل	۶۰	جلسہ قادیان کے لئے پہلا پاکستانی وفد
۱۰۴	ناپید یا ناکثان اور امریکہ میں کاہنوں کا لڑنے		پاکستانی وفد کا اخیر مقدم
۱۰۹	ایٹالی پولیس میں حضرت امام جماعت احمدیہ کا تذکرہ		فصل ہفتم
۱۱۰	مبلغین کی بیرونی مملکت سے آمد اور ان کی		قادیان اور ربوہ میں سالانہ جلسہ (۱۹۲۹)
۱۱۰	نئی مشہوریات	۶۶	جلسہ ربوہ
	فصل ہشتم	۶۰	حضرت امیر المؤمنین کی دوسری تقریریں
۱۱۲	کتاب اسلام اور ملکیت زمین کی اہمیت	۶۹	جلسہ ربوہ کی بعض خصوصیات
	مجلس مشاورت ۱۳۲۹ھ / ۱۹۵۰ء کا انعقاد		فصل ہشتم
	دفاع وطن کی تیاری میں حصہ لینے اور جدید طریق	۶۲	جلیل القدر صحابہ کا انتقال
	تیار کرنے کی تحریک حضرت علیؓ کو غزوہ کا سفر کو مشورہ		فصل نہم
	سنہ ۱۰۰ کا ذکر اور اہل بیتؑ میں دو اور بیرون ملک	۹۵	۳۲۸ ہجرت (۱۹۴۹ء) کے بعض مشفقوں کو انعام
	شہادت و خلافت نامہ ۲۷۷ء و ۳۲۹ھ	۹۵	خانقاہ حضرت سید محمد غوث علی نقوی قادریہ دست
۱۱۲	اسلام اور ملکیت زمین کی اہمیت		نصرت گزرتی ہوئی سکول ربوہ میں
۱۱۶	مجلس مشاورت کا انعقاد	۹۶	حضرت امیر المؤمنین کی مسلمانانِ عالم کو اہمیت
۱۱۸	دفاع وطن کی تیاری میں حصہ لینے کی پوزیشن	۹۶	جوین ازولم کو حضرت علیؓ کو غوث کا خصوصی ارشاد
۱۲۳	تسلیم ارضام کے لئے جدید اور صحیح تیار کرنے کی تحریک	۹۶	حضرت علیؓ کو غوث اخبار نویسوں کے
۱۲۵	حضرت علیؓ کو غوث کا سفر کو مشورہ سنہ ۱۰۰	۹۶	قادریت محاذ کشمیر
	ایضاً خاص علمی تقریریں		انجمن حمایت اسلام کے مشورہ میں احمدی
۱۲۶	کو مشورہ میں دوسرا فقرہ	۹۶	سبحانہ کے کلام کی استبرائیت
۱۲۶	جگہ علم سے تعلق اور مشابہت	۱۰۰	پاکستانی مسلمانوں کو نصرت
۱۲۶	حیدرآباد میں انعام اور کوئی نام کے حضور پانچویں	۱۰۰	جماعت احمدیہ لاہور کی بیانیہ تعلیمی جمعیوں میں

صفحہ	نوائے	صفحہ	نوائے
۲۰۰	دعوت چائے میں شرکت اور مباحثت	۱۳۵	کراچی میں ایک خاص خطبہ جمعہ
	فصل دوم	۱۴۱	کراچی پریس کانفرنس
۲۰۱	کوائف قاریان ۱۳۲۹ھ تا ۱۹۵۰ء	۱۴۵	مسلم لیگی حکومت کا معاندانہ رویہ اور
۲۰۲	حضرت مصلح موعودؑ کی اہم سکیم		حضرت مصلح موعودؑ کی راہ نمائی
۲۰۳	نظام عمل میں خوشگوار تغیر	۱۴۹	اداکارہ اور اس کے ماحول کی آتش فضا
	فصل سوم	۱۵۱	مارٹر غلام محمد صاحب کا واقعہ شہادت
۲۰۵	سالانہ جلسہ قاریان ۱۳۲۹ھ تا ۱۹۵۰ء	۱۵۳	پنجاب پریس کا جانبدارانہ رویہ اور تقسیم کی معدمت
	اور حضرت مصلح موعودؑ کا روح پرور پیغام	۱۵۴	اجناب تقسیم پاکستان کا پوزیشن اور حکومت سے مطالبہ
۲۰۹	کوائف جلسہ	۱۵۶	حضرت مصلح موعودؑ کی طرف سے جماعت احمدیہ کو اپنے
۲۱۲	قافلہ پاکستان کے مختصر حالات		اندرونی انقلاب برپا کرنے کی تلقین۔
	فصل چہارم	۱۵۸	راد لپڈی میں چوہدری عبداللہ صاحب کی شہادت
	کوائف ربوہ ۱۳۲۹ھ تا ۱۹۵۰ء	۱۵۹	اخبارات کی بھرتی مگر اکن اور متضاد خبریں
۲۱۵	ربوہ باقاعدہ سیشن بن گیا	۱۶۰	سیدنا حضرت مصلح موعودؑ کی طرف سے
۲۱۶	حضرت مصلح موعودؑ کی ذاتی لائبریری ربوہ میں		جماعت کو تبلیغ حق کا خصوصی ارشاد
۲۱۶	مصباح کا اجراء		دومرا باب
	مکانات کی تعمیر کا آغاز	۱۶۴	حضرت مصلح موعودؑ کے سفرِ ہجرت سے لے کر
۲۱۷	مرکزی عملیات کا سنگ بنیاد اور تعمیر		احمدیہ مسجد ہند کی حادثہ آتشزدگی تک
	فصل پنجم		۲۵ نومبر ۱۳۲۹ تا ۱۳۳۰ھ ۱۷۳۰ھ تا ۱۹۵۰ء
۲۱۹	سالانہ جلسہ ربوہ اور حضرت مصلح موعودؑ کی		فصل اول
	طرف سے مخالفین اور حیرت کے دوازمات	۱۶۴	حضرت مصلح موعودؑ کا سفرِ ہجرت
	کا حقیقت افروز جواب	۱۶۸	حضرت امیر المؤمنین کا اہل ہجرت سے
۲۲۰	برطانوی ایجنٹوں کے الزام کا جواب		پرمعارف اور ایمان افروز خطاب

صفحہ	ننوان	صفحہ	ننوان
۲۶۶	سلسلہ احمدیہ کے متعلق ایک تاریخی روایت اور حضرت مصلح موعودؑ کی رہنمائی	۲۶۸	باؤڈری لکیش میں الگ میوزنڈم پیش کرنے کے اعتراض کا جواب
۲۶۷	سلسلہ احمدیہ کے متعلق ایک تاریخی روایت کے بارے میں ایک مقابل روایت حضرت مصلح موعودؑ کا ایک ارشاد خاص	۲۶۷	انجیل و تنظیم ریب ورس سالانہ جلسہ ربوہ کی رپورٹ
۲۶۹	عالمگیر اسمی نظام کے قیام سے متعلق	۲۶۹	فصل ہفتم جلیل القند صحابہ کا انتقال
۲۶۹	حضرت مصلح موعودؑ کا ایک مختصر مگر پرمعارف نوٹ	۲۵۶	۱۳۲۹ھ / ۱۹۵۰ء کے بعض متفرق مگر اہم واقعات
۲۷۰	جماعت احمدیہ اور مغربی پاکستان پرپس	۲۵۶	صاحبزادہ محمد اکرم خان صاحب کی شہادت
۲۷۱	درد مند دل مقتدر کشمیری مسلمانوں کی طرف سے احراری شورش کے خلاف احتجاج	۲۵۷	حضرت مصلح موعودؑ کا انگریزی زبان میں خطاب
۲۷۱	خدا کے لئے کشمیر اور کشمیریوں پر دم کریں	۲۵۷	جلسہ سیکولٹ پر سنگاری اور
۲۷۹	حضرت امیر المومنین کی ایک اہم نصیحت	۲۵۸	ایک سعید رون کا قبول احمدیت
۲۸۱	نوجوانان احمدیت کو قربانیوں کی دعوت	۲۵۸	چوہدری مظفر اللہ خان صاحب کو قتل کرنے کی عداوت اور حضرت مصلح موعودؑ کی آخری وصی
۲۸۲	بیرونی مشنوں کی تبلیغی سرگرمیاں	۲۵۹	چوہدری مظفر اللہ خان صاحب کے بارے میں ایک نشوونما ناک خبر
۲۸۲	جماعت احمدیت کی مرکز میں نشر و اشاعت	۲۶۰	حضرت امیر المومنین کی طرف سے احرار کے ایک جعلی ٹریڈ مارک کی تردید
۲۸۲	علمائے سلسلہ کی نئی مطبوعات	۲۶۱	مسلمانوں اور پاکستان کا قیام اسلام کے قیام پر منحصر ہے
۲۸۷	فصل ہشتم دعاؤں کے جذبہ کی خاص تحریک	۲۶۳	جماعت احمدیہ کی مرکز کی تنظیموں اور علماء سلسلہ کو احساس ذمہ داری کی تلقین
۲۸۷	طلبہ ایجنڈا کالج لاہور سے پورا خطاب	۲۶۵	خاندان حضرت مصلح موعودؑ کے متعلق ایک ضروری بیان
	نمائندہ آفاق عبدالوہاب عسکری کی ربوہ آمد		
	احمدی وفد مؤخر عالم اسلامی کے دوسرے سالانہ		

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
	ربوہ ۳۳۰ ایش / ۱۹۵۱ء تک فصل اول		املاک میں بنیادی حقوق کی رپورٹ پر علماء مسلمہ کا تبصرہ محبت الہی کے موضوع پر پرمعارف خطبات احمدیہ مسجد محمدی کی آئین زندگی۔
۳۱۰	جامعہ نصرت کا افتتاح اور حضرت مصلح موعودؑ کا ایمان افزوز خطاب		خلافتِ ثانیہ کا ۳۸ سالہ والد سال ۳۳۰ ایش / ۱۹۵۱ء
۳۱۰	جامعہ نصرت ربوہ کا پس منظر	۲۸۷	دعاؤں کے حلقہ کی خاص تحریک
۳۱۴	جامعہ نصرت کا افتتاح	۲۹۲	تحریک دعا کی اہمیت پر مزید روشنی
۳۱۵	حضرت امیر المؤمنین کا بصیرت افزوز خطاب	۲۹۳	اصحیہ صحابہ معنوں کا والہاد ایک
۲۶۶	ابتدائی سائنس	۲۹۳	ملتان کانفرنس کے جوہر میں افضل کا خصوصی قہر
۲۲۶	دوسرے کوائف	۲۹۴	طلباء پنجبرنگ کا بل لاہور سے حضرت امیر المؤمنین کا پراثر خطاب
۲۲۷	حضرت مصلح موعودؑ کی دعاؤں کے نتیجے میں جامعہ نصرت کی حیرت انگیز ترقی	۲۹۴	عبدالوہاب اعمری کی ربوہ میں آمد
۳۲۸	جامعہ نصرت کا فاضل اور شان کا نامی ماحول	۲۹۵	اسمعی وندھو ٹر عالم اسلامی کے دوسرے سالہ جلسے
۳۲۸	سیدنا حضرت مصلح موعودؑ کا اظہارِ حق تعالیٰ	۲۹۸	رندھیوں میں حلقہ تبلیغ دین کرنے کی تحریک
	فصل دوم	۲۹۹	بنیادی حقوق کی کمیٹی کی رپورٹ پر علماء مسلمہ کا تبصرہ
	تحریک جدید کی طرف سے سیلون کنونشن کا		محبت الہی کے موضوع پر پرمعارف خطبات احمدیہ مسجد محمدی کی آئین زندگی
۳۳۹	قیم اور اس کی تعلیم انسان اسلامی خدمت	۳۰۱	خلع لاکھ پور کے معزز مسلمانوں کا
۲۷۰	سیدنا حضرت مہدی مہبوب کی تحریرات	۳۰۲	کھلا اظہارِ نصرت
	مالدیپ اور سیلون میں حضرت صوفی علامہ محمد صاحب کی شہینہ مساعی		روزنامہ جدید نظام کا احتجاج
۳۴۱	مشکلات کے باوجود جماعت سیلون کی خاص خدمت	۳۰۷	ٹیلیگرام
۳۴۳	حضرت مفتی محمد صادق صاحب کی تشریحی لکھی اور بھاریہ میں احمدیت کا زبردست پھر چلا۔		جامعہ نصرت ربوہ کے افتتاح سے کرنا لائبریری

صفحہ	ننوان	صفحہ	ننوان
۲۵۷	ربوہ سے رسالہ التبلیغ کا اجراء	۳۴۶	حضرت مولوی عبداللہ صاحب مالاباری
۲۴۰	رسالہ کی پیری بندش		کی پر جو کس تبلیغی جدوجہد
	حضرت امیر المؤمنین کے دو پیغام	۳۴۸	اسلامیہ سورن کا اجراء
۲۴۰	یوم تحریک جدید کے موقع پر	۳۴۸	تحریک جدید کے سلیوٹیشن کا فیصلہ
۲۴۲	صوبہ سرحد میں دو احمدیوں کی در مذاک شہادت	۳۴۸	جماعتی تربیت و اصلاح کا نظام
۲۴۳	ذواب زادہ لیاقت علی خان کی مخالفت اور	۳۴۹	مالی قربانیوں میں ترقی
	سفاکانہ قتل	۳۴۹	لائبریریوں کا فیصلہ
۲۴۶	جماعت احمدیہ کی حرمت سے گہرے رنج و غم	۳۵۰	دی مینج کا احیاء
	کانہارا اور خدمت ملک قوم کے عزم کا اعلان	۳۵۱	مشرقی صوبہ میں ذیلی مشن کی بنیاد
۲۴۷	حضرت امیر المؤمنین صالح الموعود کا حادثہ قتل	۳۵۱	سنہلی زبان میں سلسلہ احمدیہ کا وسیع لٹریچر
	پر بصیرت افزا تبصرہ	۳۵۲	اسلامک لٹریچر سنٹر
۲۷۸	حادثہ قتل کے تحقیقاتی کمیشن کی رپورٹ	۳۵۲	شائع ہونے والے اسلامی لٹریچر کی تفصیل
۲۷۹	رپورٹ کے حق میں پاکستانی پریس کی آواز	۳۵۲	ملک بھر کے وسیع دورے اور اس کا اثر
۲۸۱	حضرت مصلح موعودؑ کی پانچ ہدایات	۳۵۵	قرآنی اسباق کی وسیع اشاعت
	فصل چہارم	۳۵۵	مشن کی اسلامی خدمات کا رد عمل
۳۸۲	حضرت مصلح موعودؑ کا خصوصی پیغام جماعت	۳۵۶	منتقل کے لئے انتظامیہ کی تشکیل
	انڈونیشیا کے نام		فصل سوم
۳۸۷	اخبار الرحمت اور عزال غفارا		رسالہ التبلیغ کا اجراء صوبہ سرحد کے
۳۹۰	ملتان اور لائل پور کے سلسلہ ہائے سیرت انہی		دو احمدیوں کی شہادت
	میں ہنگامہ آرائی		ذواب زادہ لیاقت علی خان صاحب
۳۹۱	جلبہ سیرت انہی ملتان		وزیر اعظم پاکستان کا سفاکانہ قتل
۲۹۲	جلبہ سیرت انہی نکل پور	۳۵۷	اور حضرت مصلح موعودؑ کا حقیقت افزا تبصرہ

صفحہ	ننوان	صفحہ	ننوان
۳۹۹	تغییرات عالم اور جماعت احمدیہ	۳۹۴	اجرا سید کا دوبارہ اجراء اور سیدنا حضرت
۴۰۰	عالم اسلام کے مسائل پر تبصہ		مصلح موعود کا انتہائی مضمون
	امرو عاصیٰ خاص کی تحریک		فصل پنجم
۴۰۱	عقیدہ احمدیت کی فاتحانہ شان		حضرت امیر المؤمنین مصلح الموعودؑ کی علم و معرفت
۴۰۲	تحریک احمدیت کے دس بنیادی اصول		سے لبریز تقاریب
	انداک کی بڑی	۳۹۸	سالانہ جلسہ ربوہ ۲۲۰ شمارہ ۱۹۵۱ء کی
۴۰۳	اسلام کے روحانی غلبہ کا شاندار تصور		مقدم تقریب پر
۴۱۱	عالم روحانی کا دوبارہ خاص ضمیمہ	۳۹۹	مناقشہ کو انعام سمجھنے اور سالانہ جلسہ کے پیام کو شکر گزاری کی طرح لبر کرنے کی تلقین

تصاویر

- ۱- سیدنا حضرت امیر المؤمنین مصلح الموعود اور حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب انجمن بیگم کالج لاہور کے احمدی طلبہ میں رونق افروز ہیں۔
- ۲- سیدنا حضرت مصلح موعود کا ورود کراچی
- ۳- سیدنا حضرت مصلح موعود کے سفر کراچی ۱۹۵۰ء کا ایک منظر
- ۴- سیدنا حضرت مصلح موعودؑ کراچی پریس کانفرنس کو خطاب فرما رہے ہیں۔
- ۵- حضرت مصلح موعودؑ اہل بحیرہ سے خطاب فرما رہے ہیں۔
- ۶- مسجد مبارک ربوہ کا ایک خوبصورت منظر
- ۷- الہامیہ عبد الوہاب عسکری عراقی المناشدہ مؤثر عالم اسلامی جامعہ المبتشرین میں
- ۸- جلسہ لائبروہ ۱۹۵۱ء کے رُوح پرور نظارے۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ — مُحَمَّدٌ لَا وَنُصَلِّي عَلَى رَسُولِهِ الْكَرِيمِ
وَعَلَى عَبْدِ الْمَسِيحِ الْمَوْعُودِ

پہلا باب

مجلسِ ختمِ الاممِ و کرمیہ پاکستان کے پہلے سالانہ اجتماع سے لیکر
اوکاڑہ اور راولپنڈی کے شہدائے احمدیت کی شہادت کے حالات تک

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعودؑ کی
ترقیوں اور ابتلاؤں کا متوازی سلسلہ | ہجرت ربوہ کا واقعہ پھل جلد میں آچکا ہے۔ اس
اہم اور ناقابل فراموش واقعہ کے بعد جماعت احمدیہ کا قدم عظیم الشان ترقیات اور خوفناک ابتلاؤں
کے ایک متوازی سلسلہ میں داخل ہو گیا۔

یہ زمانہ احمدیت کے لئے بڑی تنگی اور مصیبت کا زمانہ تھا مگر جہاں خدا تعالیٰ نے اپنے فضلوں اور
قدرتوں کے پے درپے جلوے دکھائے وہاں حضرت مصلح موعودؑ اور دوسرے بزرگانِ سلسلہ احمدیہ نے

بالخصوص اور باقی افرادِ جماعت نے بالعموم علیٰ قدرِ مراتب اپنے مولیٰ کریم سے وفاداری اور صبر و توکل کا وہی بے مثال نمونہ دکھایا جس کا نقشہ حضرت مہدی مہمود و مسیح موعود علیہ السلام نے درج ذیل الفاظ میں کھینچا ہے:-

” ایک قوی توکل ان کو عطا ہوتی ہے اور ایک محکم یقین ان کو دیا جاتا ہے اور ایک لذیذ محبت الہی جو لذت وصال سے پرورش یاب ہے اُن کے دلوں میں رکھی جاتی ہے۔ اگر اُن کے وجودوں کو ہاؤن مصائب میں پسیا جائے اور سخت شکنجوں میں دسے کر پھوڑا جائے تو ان کا عرق بجز حُبِ الہی کے اور کچھ نہیں۔ دنیا اُن سے ناواقف اور وہ دنیا سے دُور تر و بلند تر ہیں۔ خدا کے معاملات ان سے خارقِ عادت ہیں۔ اُن پر ثابت ہوا ہے کہ خدا ہے۔ اُنہی پر کھلا ہے کہ ایک ہے۔ جب وہ دعا کرتے ہیں تو وہ ان کی سنتا ہے۔ جب وہ پکارتے ہیں تو وہ انہیں جواب دیتا ہے۔ جب وہ پناہ چاہتے ہیں تو وہ ان کی طرف دوڑتا ہے۔ وہ باپوں سے زیادہ ان سے پیار کرتا ہے اور ان کی درو دیوار پر برکتوں کی بارش برساتا ہے۔ پس وہ اس کی ظاہری و باطنی و روحانی و جسمانی تائیدوں سے شناخت کئے جاتے ہیں۔ اور وہ ہر ایک میدان میں اُن کی مدد کرتا ہے کیونکہ وہ اس کے اور وہ اُن کا ہے۔“ لہ

تحریکِ احمدیت کے خلاف ہنگامہ آرائیوں اور کھلی جارحانہ کارروائیوں کا دائرہ تو زیادہ تر برصغیر پاک و ہند میں ہی محدود رہا مگر جماعتِ احمدیہ کی شاندار پیش قدمی نہ صرف برصغیر کے اندر بلکہ دنیا بھر میں ایک فاتحانہ شان کے ساتھ جاری رہی۔ پہلے سے قائم شدہ احمدی مشنوں میں اسلام کی پاک و مقدس خدمات کا سلسلہ زور پکڑ گیا۔ نئے مشن قائم ہوئے۔ نیا لٹریچر شائع ہوا۔ علاوہ ازیں سلسلہ احمدیہ کا جدید مرکز دیکھتے ہی دیکھتے ایک عالی شان شہر میں تبدیل ہو گیا جس کی بدولت انوارِ قرآنی قدیم و جدید دنیا تک بڑی تیزی سے پھیلنے لگے۔

فَاَلْحَمْدُ لِلّٰہِ اَدَلًا وَّ اٰخِرًا وَّ ظَاہِرًا
وَّ بَاطِنًا۔ اَسَلَمْنَا لَہٗ هُوَ مَوْلَانَا فِی الدُّنْیَا وَّ الْاٰخِرَةِ نَعْمَ الْمَوْلٰی وَ نِعْمَ النَّصِیْرُ

فصل اول

مجلس خدام الاحمدیہ کئزیمہ پاکستان کا پہلا سالانہ اجتماع | دُنیا کی مذہبی تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ انبیاءِ علیہم السلام پر ابتدائے زمانہ میں ایمان لانے والے زیادہ تیر جوان ہی ہوتے ہیں۔ عمدتاً شباب میں قوی مضبوط اور طاقت ور ہوتے ہیں اور دلوں میں ایک اُمنگ و لولہ اور جوش موجزن ہوتا ہے اس لئے وہ ایک لمبے عرصہ تک نُورِ صداقت کو پھیلانے اور اس کی اشاعت و ترویج میں حصہ لے سکتے ہیں۔ خاص طور پر نسلِ نئی، اصلاحی اور جمالی سلسلوں کے لئے تو اور بھی ضروری ہے کہ اُن کے اندر آسمانی تعلیم کو مدتِ دراز تک اپنی اصلی صورت میں محفوظ رکھنے کے لئے تعلیم کو ایک نسل سے دوسری نسل تک منتقل کرنے کا مفید اور بابرکت نظام پورے تسلسل سے موجود رہے تا وہ اپنے ظاہری ڈھانچے اور حقیقی رُوح دونوں کے ساتھ رائج و نافذ ہو اور پختہ بنیادوں پر جاری رہ سکے۔

تاریخ مذاہب کے اسی انقلابی اصول اور اعلیٰ فلسفہ کی بناء پر حضرت مصلح موعودؑ نے ۴ فروری ۱۹۳۸ء کو مجلس خدام الاحمدیہ عیسوی عالمی تنظیم کی بنیاد رکھی جس کے متحدہ ہندوستان میں (۱۳۲۵ھ/۱۹۰۷ء تک) ۹ سالانہ اجتماعات ہوئے۔

پاکستان میں مجلس کا پہلا سالانہ مرکزی اجتماع ۳۱، ۳۰، ۲۹، ۲۸، ۲۷، ۲۶، ۲۵، ۲۴، ۲۳، ۲۲، ۲۱، ۲۰، ۱۹، ۱۸، ۱۷، ۱۶، ۱۵، ۱۴، ۱۳، ۱۲، ۱۱، ۱۰، ۹، ۸، ۷، ۶، ۵، ۴، ۳، ۲، ۱ اکتوبر و یکم نبوت / نومبر ۱۳۲۸ھ / ۱۹۰۹ء کو لہوہ کے بے آب و گیاہ اور ویلح میدان میں منعقد ہوا۔ اس اجتماع کی ایک نمایاں خصوصیت یہ تھی کہ حضور نے خدام الاحمدیہ کے نظام میں اس بنیادی تبدیلی کا اعلان فرمایا کہ خدام الاحمدیہ نے چونکہ دینداری کی ان تمام توقعات کو اس حد تک پورا نہیں کیا جس حد تک میں چاہتا تھا اس لئے آئندہ کے لئے مجلس خدام الاحمدیہ کا صدر میں ہو کر رہے گا اور شوریٰ کی طرح اس کے اجتماع بھی میری ہی صدارت میں ہو کر رہے گا اور نائب صدر کا کام محض تنفیذ احکام صدر ہوگا حضرت امیر المؤمنین نے اس تنظیمی تبدیلی کی نسبت یہ وضاحت فرمائی کہ اس کا تعلق میرے ساتھ ہے تمہارے ساتھ نہیں۔ نائب صدر میرا نمائندہ ہوگا لہذا تمہیں نائب صدر کے احکام کی پابندی صدر ہی کے احکام سمجھ کر

کرنا ہوگی۔ نائب صدر اپنے عہدہ کی حیثیت سے صدر انجمن احمدیہ کا ممبر ہٹوا کرے گا۔ لے
پاک تائی دور کے اس پہلے سالانہ اجتماع میں نوجوانین احمدیت نے تین دن خالص علمی، ورزشی
اور دینی مصروفیات میں گزارے اور حضرت مصلح موعودؑ نے اس اجتماع میں احمدی نوجوانوں کو تین بار
خطاب سے نوازا اور ان کو بہت سی قیمتی نصائح فرمائیں جو ہمیشہ مشعل راہ کا کام دیں گی مثلاً:-
۱۔ خدام الاحمدیہ ایک روحانی جماعت ہے لہذا اس سے توقع کی جاتی ہے کہ یہ روحانی تقاضوں
کو پورا کرے۔

۲۔ انتخاب میں محض اس لئے کوئی نام تجویز کرنا کہ یہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اولاد میں سے
ہے خدام الاحمدیہ کی اس رُوح کے منافی ہے جس کے قیام کے لئے یہ تحریک جاری کی گئی ہے۔ دیکھنا یہ
چاہیے کہ اس کا عمل اسلام اور احمدیت کی شان کے مطابق ہے یا نہیں۔ اہل بیت کے معاملے میں تو
قرآن کریم کا ارشاد نہایت ہی سخت ہے کہ اگر وہ کوئی غلطی کریں گے تو انہیں دُگنی سزا ملے گی۔ پس
جب تک مذہب کی صحیح رُوح کسی شخص میں پیدا نہ ہو جائے اس وقت تک کوئی صحیح مومن نہیں ہو سکتا۔
۳۔ احمدی نوجوان کے معنی یہ ہیں کہ اسے اپنی زبان پر قابو ہو، وہ جھنٹی ہو، وہ دیندار ہو، وہ
پنجوقتہ نمازی ہو، وہ قربانی و ایثار کا مجتہد ہو اور کلمہ حق کو زیادہ سے زیادہ پہچانے میں نڈر ہو۔ لے

۴۔ فرمایا "فیشن اور سماج کے رواج تمہیں مرعوب نہ کرنے پائیں۔ انبیاء کی تاریخ پر نظر دوڑا کر
دیکھو وہ کہاں فیشن سے مرعوب ہوتے تھے؟ انہوں نے کب نوکریاں چلے جانے کے ڈر سے اپنے فرائض
کی صحیح ادائیگی چھوڑ دی تھی؟ کلمہ حق کو ہر حال میں نڈروں کی طرح پہچانے کے لئے تیار ہو جاؤ مجھے
ہرگز ان عقل مندوں کی ضرورت نہیں جو قدم قدم پر لوگوں سے مرعوب ہوتے پھریں بلکہ مجھے ان دیوانوں
اور پاگلوں کی ضرورت ہے جو خدا کی بات سنا کر ہی چھوڑیں۔ اپنے اندر عمل کا جذبہ پیدا کرو اور
دُنیا والوں کے تمسخر کی پروا نہ کرو۔ یاد رکھو تعریف وہی اچھی ہے جو آسمان پر ہو دُنیا والوں کی تعریف
اس آسمانی تعریف کے مقابلہ میں کوئی حیثیت ہی نہیں رکھتی۔ لے

۱۔ الفضل ۲، نبوت ۱۳۲۸ھ / نومبر ۱۹۴۹ء ص ۵۰

۲۔ الفضل یکم نبوت ۱۳۲۸ھ / نومبر ۱۹۴۹ء ص ۵۰

۳۔ الفضل ۴، نبوت ۱۳۲۸ھ / نومبر ۱۹۴۹ء ص ۲۰

۵۔ قواعد کی پابندی ہر حالت میں لازمی ہوتی ہے۔ جو قومیں دلیلوں سے قاعدے توڑنے کا جواز نکالنا شروع کر دیتی ہیں ان کی ذہنیتیں شکست خوردہ ہو جاتی ہیں۔ افسر جو قانون بنائیں سب سے پہلے اس پر خود کار بند ہوں۔ لہ

خلاصہ یہ کہ حضرت امیر المومنین المصلح الموعودؑ نے اپنی زندگی بخش اور رُوح پرور تقریروں میں مجلس کی گذشتہ جہد و جد کا تجزیہ کیا، اس کے عمدہ کاموں کو سراہا اور خامیوں کو دور کرنے کی تلقین فرمائی اور آئندہ کے لئے قوم کے نوہالوں کی تربیت کی باگ ڈور خود اپنے مقدس ہاتھ میں لے لی۔ لہ حضور کی اس بروقت توجہ اور براہ راست نگرانی کا نتیجہ یہ ہوا کہ یہ مجلس بہت جلد چوکس اور بیدار ہو کر پہلے سے زیادہ خدمتِ خلق میں سرگرم عمل ہو گئی۔

فصل دوم

اخبار "الرحمت" کا اجراء اور حضرت مصلح موعودؑ کا
پابندی عائد کردی تھی حضرت مصلح موعودؑ
نے حکم دیا کہ ہندوستان کی احمدی جماعتوں
کے لئے ایک نیا اخبار لاہور سے جاری کیا جائے جو خالصتاً تبلیغی اور اخلاقی اقدار کا علمبردار ہو۔

لہ الفضل ۴، نبوت ۲۸، ۱۳ / نومبر ۱۹۳۹ء ص ۲

۳۔ اجتماع کے پہلے روز خدام کی تعداد ڈیڑھ ہزار تھی اور ۸۹ خیمے نصب ہوئے۔ اجتماع میں ذہنی معلومات اور پیمائشِ ذہنی کے امتحانات ہوئے جن کے دلچسپ پرچے، الفضل ۲، نبوت ۲۴، نبوت ۲۸، ۳۱ میں چھپ چکے ہیں۔ پیمائشِ ذہنی کا پرچہ شعبہ نفسیاتِ تعلیم الاسلام کالج نے مرتب کیا تھا۔ خدام کے ساتھ ساتھ لطفال کے علمی اور روز نشی مقالوں کے پروگرام جاری رہے۔ پہلے دن احمدی بچوں نے اپنے مقام اجتماع میں ۲۶ خیمے لگائے؛ (الفضل یکم نبوت ۲۸، ۱۳ / نومبر ۱۹۳۹ء ص ۳)

اس پر ۲۱ نبوت ہفتہ ۱۳۲۸ھ / نومبر ۱۹۴۹ء کو مکرم شیخ روشن دین صاحب تنویر کی ادارت میں الرحمت جاری کیا گیا جو سبجرت ہفتہ ۱۳۳۵ھ / مئی ۱۹۵۱ء تک ایک کامیاب دینی ترجمان کی حیثیت سے باقاعدگی کے ساتھ نکلتا رہا۔

اخبار الرحمت کے پرنٹر و پبلشر مکرم مسعود احمد خاں صاحب دہلوی اور منیر مکرم مولوی محمد عبد اللہ صاحب اعجاز تھے۔ شروع میں یہ اخبار کو اپریٹو کیپٹل پرنٹنگ پریس وطن بلڈنگ لاہور میں چھپتا تھا لیکن بعد میں اس کی طباعت پہلے ویسٹ پنجاب پرنٹنگ پریس موہن لال روڈ لاہور میں پھر پاکستان ٹائمز پریس لاہور میں ہوئی۔ درمیان میں اس کے بعض پرچے جیلانی الیکٹرک پریس ہسپتال روڈ لاہور میں بھی چھپتے رہے۔

اخبار الرحمت کی بلیا چونکہ حضرت مصلح موعودؑ کے مبارک ہاتھوں سے رکھی گئی تھی اس لئے جماعت کے اس نئے ترجمان نے اس خلاء کو فوری طور پر بہت حد تک پورا کر دیا جو اخبار الفضل کی برہی بنائش نے پیدا کر دیا تھا۔ اس اخبار میں پورے التزام کے ساتھ حضرت مصلح موعودؑ کے رُوح پر ور خطبات چھپتے تھے بڑھئیہ پاک و ہند کے علماء و سلسلہ کی تقاریر اور مضامین نیز بیرونی ممالک کے مجاہدین کی معلومات افزا رپورٹیں بھی شائع کی جاتی تھیں۔ تبوہ کی تازہ خبریں بھی باقاعدگی سے درج کی جاتی تھیں۔ علاوہ ازیں اس میں مرکز احمدیت قادیان اور دوسری ہندوستانی جماعتوں کی تبلیغی اور تنظیمی جدوجہد پر بھی روشنی ڈالی جاتی تھی۔

سیدنا حضرت امیر المؤمنین مصلح موعودؑ نے الرحمت کے اجراء پر ایک نہایت مفصل، بخصیقت افزا افتتاحی مضمون سپرد قلم فرمایا جو اس کے پہلے شمارہ کے صفحہ ۳ اور ۴ پر شائع ہوا۔ ذیل میں اس مبارک مضمون کا متن درج کیا جاتا ہے:-

اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم

بسم اللہ الرحمن الرحیم ۞ نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

و السلام علی عبدہ المسیح الموعود

سے اس پہلے پرچہ میں "اسلام ایک رحمت کا پیغام ہے" کے عنوان سے حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب کا ایک قیمتی نوٹ بھی شائع ہوا ہے۔

خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ

ہوا اللہ

بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرِدْهَا وَمَرْسَلَهَا

”الرَّحْمٰتِ“

آج سے چھتیس سال پہلے نہایت خطرناک حالات اور بالکل بے بسی اور بیکسی کی صورت میں میں نے افضل اخبار جاری کیا تھا جو پہلے ہفتہ وار شروع ہوا اور اب روزانہ اخبار کی صورت میں شائع ہو رہا ہے اور اس وقت ملک کے مقتدر پرچوں میں شمار کیا جاتا ہے۔ تقسیم ہند کے بعد یہ پرچہ ہندوستان سے پاکستان میں آ گیا۔ اپنی مرضی سے نہیں کجیوری سے۔ ملک کے حالات ہی کچھ ایسے ہو گئے کہ مشرقی پنجاب میں مسلمانوں کا رہنا اور مغربی پنجاب میں ہندوؤں اور سکھوں کا رہنا قریباً ناممکن ہو گیا۔ یہ حالات یقیناً تکلیف دہ تھے۔ تکلیف دہ ہیں اور تکلیف دہ رہیں گے۔ لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان حالات کے پیدا کرنے میں قدرت کی کوئی مصلحت بھی تھی۔ وہ کیا تھی؟ شاید اس کا بیان ابھی مناسب نہ ہو۔ بہر حال ان حالات کی وجہ سے علاوہ افراد کے ہمدردی اور سکھ اخبار بھی مغربی پنجاب سے نکل کر مشرقی پنجاب کی طرف منتقل ہو گئے اور بہت سے مسلمانوں کے اخبار مشرقی پنجاب سے نکل کر مغربی پنجاب میں آ گئے۔ جہاں تک اخباروں کا تعلق ہے، شاید نقصان ہندوؤں اور سکھوں کا زیادہ ہو، اور مسلمانوں کا کم کیونکہ مشرقی پنجاب میں مسلمانوں کا ایک ہی مقتدر اخبار افضل تھا لیکن مغربی پنجاب میں ہندوؤں کے کئی بڑے بڑے پرچے تھے مثلاً ”ٹریبون“ ”پرتاپ“ ”ملاپ“ ”اجیت“ ”ویر بھارت“۔

جو پرچے جس ملک میں گئے، لازماً ان کی ہمدردیاں ان ممالک سے وابستہ ہوئیں۔ افضل کو ایک مذہبی پرچہ تھا لیکن کبھی کبھار اس میں نیم سیاسی مضامین بھی شائع ہوتے تھے جن میں اپنی دیرینہ پالیسی کے مطابق پوری جستجو سے کام لیا جاتا تھا اور خیال رکھا جاتا تھا کہ بین الاقوامی منافرت کی کوئی صورت پیدا نہ ہو لیکن ایک پاکستانی اخبار کے جذبات بہر حال پاکستانی ہی ہو سکتے تھے میرے علم میں تو ایسی کوئی بات نہیں مگر ہندوستان کے بعض صورتوں کی حکمتوں نے افضل کے بعض مضامین کو

قابل اعتراض سمجھ کر اس کا داخلہ بند کر دیا۔ اور اب تو قریباً سارے ہندوستان میں ہی سوائے دہلی کے اس کا داخلہ بند ہے۔ ہندوستانی حکومت کے پاس جب اس کے متعلق احتجاج کیا گیا تو انہوں نے جواب میں لکھا کہ مرکزی حکومت نے افضل کے خلاف کوئی قدم نہیں اٹھایا اور براہ راست اس کے ماتحت علاقوں میں اس کا داخلہ ممنوع قرار نہیں دیا گیا۔ باقی رہیں صوبہ جاتی حکومتیں سو وہ اس معاملہ میں آزاد ہیں۔ اگر کسی صوبہ جاتی حکومت نے ایسا کیا ہو تو آپ اس سے براہ راست احتجاج کریں۔ افضل چونکہ ایک مذہبی پرچہ تھا اس لئے ہندوستان کی جماعتوں کے جذبات کو مد نظر رکھتے ہوئے یہ فیصلہ کیا گیا کہ اس پرچہ میں سیاسی مضامین کلیتاً ممنوع قرار دئے جائیں تاکہ کسی غیر گورنمنٹ کو اس پر اعتراض کا موقع نہ ملے لیکن یہ تدبیر بھی کارگر نہ ہوئی اور باوجود اس کے کہ افضل میں سیاسی مضمون چھپنے بند ہو گئے ہندوستان کے مزید صوبوں میں اس کا داخلہ بند کیا جاتا رہا۔ اور جیسا کہ اوپر لکھا جا چکا ہے اب قریباً سارے ہندوستان میں اس کا داخلہ بند ہے۔ جس طرح ہماری سمجھ میں یہ بات نہیں آئی تھی کہ افضل کے کونسے مضامین کی وجہ سے اس کا داخلہ ممنوع قرار دیا جانے لگا ہے اسی طرح ہماری سمجھ میں یہ بات بھی نہیں آئی کہ افضل میں سیاسی مضامین کے ممنوع ہوجانے کے باوجود اس کا داخلہ مزید صوبوں میں کیوں بند کیا جاتا رہا مگر بہر حال یہ حکومت اپنے مصالح کو خود سمجھتی ہے اور دوسرے لوگوں کی سمجھ میں خواہ وہ مصالح آئیں یا نہ آئیں ان کے لئے احکام حکومت کی پابندی لازمی اور ضروری ہوتی ہے خصوصاً جماعت احمدیہ کے لئے جس کے اصول میں یہ بات داخل ہے کہ جس حکومت کے ماتحت رہو اس کے احکام کی فرمانبرداری کرو اس لئے ہم نے مناسب سمجھا کہ بجائے اس کے کہ افضل کے خلاف جو قدم اٹھایا گیا ہے اس پر پریوینٹ کریں اور اس کے ازالہ کے لئے کوئی بندو باند کر دیں ایک نیا اخبار جاری کر دیا جائے جو کلیتاً سیاسیات سے الگ ہوتا کہ ان جماعت ہائے احمدیہ کی تنظیم اور تبلیغ میں کوئی روک پیدا نہ ہو جو ہندوستان میں رہتی ہیں۔ اس ارادہ کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کرتے ہوئے کہ وہ اس پرچہ کو بابرکت بنائے اور ان مقاصد کی اشاعت میں کامیاب کرے جن کا ذکر ذیل میں کیا جائے گا۔

بیں ”الرحمت“ کو جاری کرتا ہوں۔ یہ پرچہ خالص مذہبی پرچہ ہو گا۔ اور جہاں اس کی پالیسی یہ ہو گی کہ یہ اصافہ اور عدل کے قوانین کے مطابق مختلف مذاہب کے لوگوں میں عقل اور اخلاق کی پیروی

کی رُوح پیدا کرے وہاں اس کی یہ بھی پالیسی ہوگی کہ وہ سیاسیات سے الگ رہتے ہوئے پاکستان اور ہندوستان کے درمیان ایک بہتر فضا پیدا کرنے کی کوشش کرے۔

ہمیں نہایت ہی افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ کئی ہندوستانیوں نے مسٹر گاندھی کے ان اعلانات کو بھلا دیا ہے کہ ہر ہندو اور سکھ اور غیر مسلم کو جو پاکستان میں رہنا ہے پاکستان کا مخلص اور وفادار شہری ہو کر رہنا چاہیے۔ اور کئی مسلمانوں نے قائدِ اعظم کے ان اعلانات کو بھلا دیا ہے کہ ہر مسلمان کو جو ہندوستان میں رہنا ہے ہندوستانی حکومت کا مخلص اور وفادار شہری ہو کر رہنا چاہیے۔ ان لیڈروں کے منشاء کے خلاف کچھ لوگ ایسے پیدا ہو گئے ہیں جو یہ سمجھتے ہیں کہ کسی غیر مسلم کو پاکستان میں رہنا ہی نہیں چاہیے اور اگر ایسا ہو تو پھر پاکستان میں رہنے والے غیر مسلم کو دل میں پاکستان سے دشمنی رکھنی چاہیے اور ہندوستان میں رہنے والے مسلمان کو دل میں ہندوستان سے دشمنی رکھنی چاہیے۔ اگر گاندھی جی اور قائدِ اعظم کے بیانات نہ بھی ہوتے تب بھی یہ جذبہ اور رُوح نہایت افسوسناک اور نڈھال اور اخلاق کے خلاف تھی مگر ان دو زبردست ہستیوں کے اعلانات کے خلاف اس قسم کے جذبے کا پیدا ہونا نہایت ہی تعجب انگیز اور افسوسناک ہے۔ ہندوستان کی موجودہ دُعاؤں میں تقسیم بعض مصلحتوں کے ماتحت ہوئی تھی۔ ان مصلحتوں سے زیادہ کھینچتاں کر اس مسئلہ کو کوئی اور شکل دینا کسی صورت میں جائز نہیں ہو سکتا۔ جب تقسیم اٹل ہو گئی تھی تو میں نے اسی وقت یہ اعلان کیا تھا کہ اگر یہ تقسیم ہوتی ہی ہے تو پھر کوشش کرنی چاہیے کہ دونوں ملکوں کے باشندوں کو ایک دوسرے کے ملک میں بغیر پاسپورٹ کے آنے جانے کی اجازت ہو۔ تجارت پر کسی قسم کی کوئی پابندیاں نہ ہوں بلکہ لیکن افسوس کہ اُس وقت میری آواز صدِ اصحرا ثابت ہوئی اور شاید آج بھی یہ آواز صدِ اصحرا ثابت ہوگی

میں نے حضرت مسلح موجودہ کے اس خیال کے پیچھے صرف یہ جذبہ کار فرما تھا کہ بھارت کو تبلیغِ اسلام کے ذریعہ پھر سے مسلم ہند یعنی پاکستان بنانے کا راستہ کھلا رہے چنانچہ فرماتے ہیں:-

”ہم ہندوستان کو چھوڑ نہیں سکتے یہ ملک ہمارا ہندوؤں سے زیادہ ہے۔ ہماری کسستی اور غفلت سے عارضی طور پر یہ ملک ہمارے ہاتھ سے گیا ہے۔ ہماری تلواریں جس مقام پر جا کر گنڈ ہو گئیں وہاں سے ہماری زبانوں کا حملہ شروع ہو گا اور اسلام کے خوبصورت اصولوں کو پیش کر کے (بقیہ ناشیہ اگلے صفحہ پر)

اگر میری بات کو مان لیا جاتا تو وہ خون ریزی جو مشرقی پنجاب اور کشمیر میں ہوئی ہے ہرگز نہ ہوتی۔ ہم کئی طور پر آزاد بھی ہوتے مگر ہماری حیثیت ان دو بھائیوں سے مختلف نہ ہوتی جو اپنے والدین کی جائداد تقسیم کر کے اپنے چوہے الگ کر لیتے ہیں۔ وہ تقسیمنا اپنی اپنی جائداد کے کئی طور پر مالک ہوتے ہیں اور ایک دوسرے کے ماتحت نہیں ہوتے۔ ان کا کھانا پینا بھی الگ الگ ہوتا ہے۔ ان کی آمدنیں بھی الگ ہوتی ہیں اور ان کے خرچ بھی الگ ہوتے ہیں مگر باوجود اس کے وہ بھائی بھائی ہوتے ہیں۔ اگر ماں باپ کی جائداد کے تقسیم کرنے سے دو بھائی دشمن نہیں بن جاتے تو ہندوستان کے تقسیم کرنے سے مسلمان اور ہندو کیوں دشمن بن جائیں تقسیم دشمنی نہیں پیدا کرتی تقسیم کے کچھ کسی غلط رُوح کا ہونا دشمنی پیدا کرتا ہے میں چاہتا تھا کہ اس غلط رُوح کو کچل دیا جائے اور بھائیوں بھائیوں کی طرح مسلمان اور ہندو اپنی آباؤ اجداد کی تقسیم کا فیصلہ کریں مگر میری اس آواز کو اُس وقت نہ سنا گیا۔ میری اس آواز کو بعد میں بھی نہ سنا گیا۔ پاکستان کے ایک متعصب عنصر نے میرے ان خیالات کی وجہ سے مجھے پاکستان کا فقہ کا مسٹ قرار دیا اور انہوں نے یہ نہ سوچا کہ میں وہی کہہ رہا ہوں جس کا اعلان بار بار قائد اعظم نے کیا تھا۔ صرف فرق یہ تھا کہ قائد اعظم نے ایک محل اصل بیان کیا تھا اور میں مشروع سے ان تفصیل کو بیان کر رہا تھا جن تفصیل کے ذریعہ سے ہی قائد اعظم کا بیان کردہ اصل عملی صورت اختیار کر سکتا تھا۔ میرے ان خیالات کی وجہ سے ہندوستان کے احمدیوں کو بھی ہندوستان میں گشتی اور

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ :- ہم اپنے ہندو بھائیوں کو خود اپنا جزو بنالیں گے مگر اس کے لئے ہمیں

راستہ کو کھلا رکھنا چاہیے“ (الفضل ۶ شہادت ۱۳۲۵ ص ۷۱)

”الرحمت“ چونکہ ہندوستان کے لئے جاری کیا گیا تھا اس لئے برصغیر کے ماحول کو اشاعت اسلام کے لئے سازگار بنانے کا مسئلہ اولیت رکھتا تھا ورنہ حضور ایک بین الاقوامی تبلیغی جماعت کے آسمانی راہ نمائے اسلئے اس کے معاملہ میں بھی علاقائی یا ملکی سطح کی بجائے مستقل طور پر ایک عالمی مسلک رکھتے تھے جو حضور کے الفاظ میں یہ ہے :-

”ہمارا تو یہ عقیدہ ہے کہ ساری دنیا کی ایک حکومت قائم ہونا باہمی فسادات دُور ہوں اور انسانیت بھی اپنے

جوہر دکھانے کے قابل ہو مگر ہم اس کو آزاد قوموں کی آزاد رائے کے مطابق دیکھنا چاہتے ہیں“

(الفضل ۲۲، ۲۳، ۲۴، ۲۵، ۲۶ اکتوبر ۱۹۴۵ ص ۷۱)

گردن زدنی سمجھا گیا۔ شاید کسی اور مسلمان فرقہ کو اس قدر نقصان ہندوستان میں نہیں پہنچا جس قدر کہ احمدی جماعت کو پہنچا ہے۔ اور اس کی وجہ صرف یہ تھی کہ ان کا امام گاندھی جی کے بیان کردہ اصل کی ترجمانی کے صحیح طریق ان کے سامنے پیش کر رہا تھا۔ ہم نے ایک سچائی کے لئے دونوں ملکوں میں تکلیف اٹھائی اور شاید دونوں ملکوں کے متعصب لوگوں کے ہاتھوں سے آئندہ بھی ہم دونوں ملکوں میں تکلیف اٹھائیں گے لیکن ہم اس دائمی سچائی کو جو قرآن کریم میں بار بار بیان کی گئی ہے کبھی نہیں چھوڑ سکتے کہ جو شخص جس حکومت میں رہتا ہے وہ اس کا فرمانبردار رہے اور اس کے ساتھ پوری طرح تعاون کرے۔ اور اگر کسی وقت وہ یہ سمجھتا ہے کہ وہ اپنے مذہب اور اخلاق کو قائم رکھتے ہوئے اس ملک میں رہ نہیں سکتا تو اس ملک سے ہجرت کر جائے۔ اگر اس ملک کی حکومت اُس کو ہجرت بھی نہ کرنے دے تو پھر وہ آزاد ہے کہ خدا تعالیٰ نے اسے جو بھی ذریعہ بخشا ہو اُسے کام میں لاتے ہوئے اپنی آزادی کی جدوجہد کرے۔ جب کانگریس گورنمنٹ کے خلاف کھڑی ہوئی تھی تو انہی اصول کی وجہ سے میں نے کانگریس کی مخالفت کی تھی ورنہ میں کانگریس کا دشمن نہیں تھا۔ نہ ملک کی آزادی کا دشمن تھا۔ کانگریس کے کئی لیڈر میرے واقف تھے اور بعض دوست بھی اور وہ مختلف اوقات میں مجھ سے تبادلہ خیالات کرتے رہتے تھے۔ وہ جانتے تھے اور جانتے ہیں کہ میں ملک کی آزادی کا اُن سے کم حامی نہیں تھا۔ مجھے ان سے اختلاف صرف اُس طریقہ کار کے متعلق تھا جو میرے نزدیک ملکی حکومت کے بن جانے پر بھی تفرقہ کو بڑھانا پسلا جاتا ہے۔ جو کچھ میں نے اس وقت کہا تھا آج پاکستان اور ہندوستان میں لفظاً لفظاً صحیح ثابت ہو رہا ہے۔ حکومت کے بائیکاٹ کے اعلانات کئے جا رہے ہیں۔ سٹرائیکس کی جا رہی ہیں اور ملک میں رہتے ہوئے انتشار اور اختلاف کے سامان پیدا کئے جا رہے ہیں۔ میں جو انگریز کے زمانہ میں انگریز کے خلاف ایسی باتوں کی اجازت نہیں دیتا تھا۔ یہ کس طرح ہو سکتا تھا کہ خود ملکی حکومتوں کے قائم ہو جانے کے بعد پاکستان یا ہندوستان میں میں ایسی باتوں کی اجازت دے دیتا۔ چنانچہ ہر ایسے موقع پر جو پاکستان یا ہندوستان میں پیدا ہوا میں نے اپنی جماعت کو یہی حکم دیا کہ وہ حکومت وقت کی پورے طور پر وفاداری کریں اور جو ذمہ داریاں حکومت کی طرف سے شہریوں پر عائد کی جائیں ان ذمہ داریوں کو دیا ننداری سے ادا کریں۔ یقیناً تعظیم پاکستانی اور ہندوستانی حکومتوں کی نظر میں ایک نعمتِ غیر مترقبہ سمجھی جانی چاہیے تھی مگر افسوس کہ ہندوستان میں ایسا نہیں کیا گیا اور بعض صوبائی حکومتوں نے اس قیمتی خزانے کی قدر

نہیں کی جو احمدیہ جماعت کی صورت میں اُن کے ملک کو حاصل ہوا تھا۔ احمدی جماعت ہر ملک کیلئے ایک قیمتی جوہر ہے۔ وہ وفاداری اور اخلاص کے ساتھ اپنے ملک کی حکومت کے ساتھ تعاون کرتی ہے اور کرتی رہے گی۔ وہ انصاف اور عدل کے لئے قربانی کرنے والی جماعت ہے مگر حکومت کے ساتھ عدم تعاون اس کے اصولوں کے خلاف ہے۔ وہ عدل اور انصاف کو عدل اور انصاف کے ذریعوں سے ہی حاصل کرنا چاہتی ہے۔ وہ عدل اور انصاف کے حاصل کرنے کے لئے غیر منصفانہ اور غیر عادلانہ ذرائع کے اختیار کرنے کو جائز قرار نہیں دیتی۔ ہر سمجھدار انسان اس جماعت کو سراور آنکھوں پر بٹھائے گا۔ ہر سمجھدار حکومت ایسی جماعت کو قدر اور عزت کی نگاہوں سے دیکھے گی اور یوں اُمید کرتا ہوں کہ اگر اس سے پہلے نہیں تو آئندہ ہندوستان کی مختلف صوبائی حکومتیں اور مرکزی حکومت ان احمدی تعلیمات کو نظر رکھ کر جو یوں نے اوپر بیان کی ہیں احمدیوں کے متعلق اپنے رویہ کو تبدیل کرے گی۔

مجھ سے بعض ہندوستانی جو ادھر آتے رہتے ہیں انہوں نے بعض دفعہ ان امور پر تبادلہ خیالات کیا ہے اور بعض ایسے سوالات کئے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے ہمارے نقطہ نگاہ کو پورے طور پر نہیں سمجھا مثلاً یہ کہ اگر آپ ہندوستان کے احمدیوں کو ہندوستان کی وفاداری کی تعلیم دیتے ہیں تو کیا پاکستان کے احمدی کشمیر کے معاملہ میں پاکستان حکومت کا ساتھ نہیں دیں گے؟ میری اوپر کی تشریح کے بعد یہ سوال کیسا مضحکہ خیز معلوم ہوتا ہے۔ جو کچھ میں نے اوپر بیان کیا ہے اُس کا تو یہ مطلب ہے کہ ہمارے نزدیک قرآن کریم کی تعلیم ہے کہ جو شخص جس حکومت میں رہے وہ اس کا فرمانبردار رہے اور اُس کے ساتھ تعاون کرے۔ اس تعلیم کا یہ مطلب ہے کہ ہر پاکستان میں رہنے والا احمدی اپنی حکومت کا پوری طرح فرمانبردار ہوگا اور اس کے مقاصد اور مفاد میں پوری طرح تعاون کرے گا۔ اور ہندوستان میں رہنے والا ہر احمدی حکومت ہندوستان کا پوری طرح فرمانبردار ہوگا اور اس کے مقاصد اور مفاد میں اس سے پوری طرح تعاون کرے گا۔ اتنی واضح تعلیم کے بعد اس قسم کا شبہ پیدا ہی کس طرح ہو سکتا ہے؟ یہ سوال تو بے شک کیا جا سکتا تھا کہ کیا ہندوستان میں رہنے والا احمدی اپنی حکومت کے ساتھ پوری طرح تعاون کرے گا؟ اس کا جواب یقیناً میں یہ دیتا کہ ہاں کرے گا۔ لیکن ہر حکومت کی وفاداری کی تعلیم منکر یہ کہنا کہ کیا پاکستان میں رہنے والا احمدی پاکستان کی حکومت سے بغاوت کرے گا باطل الحقائق اور جاہلانہ سوال ہے۔ اوپر کی بیان کردہ تعلیم کا یہ

لازمی نتیجہ ہے کہ پاکستان میں رہنے والا ہر احمدی حکومت پاکستان کی پوری فرمانبرداری کرے گا اور اُس کے تمام مقاصد اور مفاد میں اس کے ساتھ تعاون کرے گا۔ اگر پاکستان ہم سے یہ مطالبہ کرے کہ ہم ہندوستان کے احمدیوں کو ہندوستان سے بغاوت کی تعلیم دیں تو ہم ایسا کبھی نہیں کریں گے۔ اور اگر ہندوستان کی حکومت ہم سے یہ مطالبہ کرے کہ ہندوستان میں رہنے والے احمدیوں کو امن سے رہنے دینے کی قیمت ہمیں یوں ادا کرنی چاہیے کہ پاکستان کے احمدی پاکستان کی حکومت سے غداری کریں یا اس سے عدم تعاون کریں تو ہم ایسا کبھی نہیں کریں گے۔ ہمارا مذہب یہ کہتا ہے کہ جس حکومت میں رہو اس کے فرمانبردار رہو۔ پس جو ہندوستان میں رہتے ہیں ہم اُن کو یہی کہیں گے کہ ہندوستان کی حکومت کی فرمانبرداری کرو اور جو پاکستان میں رہتے ہیں ہم اُن کو یہی کہیں گے کہ پاکستان کی حکومت کی فرمانبرداری کرو۔ اور یہی تعلیم ہماری انڈونیشیا، عرب، یونائیٹڈ سٹیٹس آف امریکہ، انگلستان، فرانس، جرمنی، ہالینڈ، سوئٹزرلینڈ، ایبے سینیا، مصر اور دیگر حکومتوں کے ماتحت رہنے والے احمدیوں کو ہوگی۔ کسی کی سمجھ میں ہماری بات آئے یا نہ آئے ہماری سمجھ میں بھی یہ بات نہیں آتی کہ ہمارے بیان کردہ اصولوں کے بغیر دنیا میں امن قائم کس طرح رہ سکتا ہے؟ اگر ہندوستانی اپنے سے ہمدردی رکھنے والے لوگوں کو یہ تعلیم دیں کہ وہ جہاں کہیں جائیں ہندوستان کے ایجنٹ بن کر رہیں تو دوسری قومیں ان کو برداشت کس طرح کریں گی؟ اور اگر پاکستانی اپنی رعایا یا اپنے سے ہمدردی رکھنے والے لوگوں کو یہ تعلیم دیں تو اسی سلوک کی اُن کو بھی امید رکھنی چاہیے۔ ہر سیاسی حکومت کو اپنے باشندوں کو یہی حکم دینا ہوگا کہ تم اپنی حکومت کے فرمانبردار رہو۔ اور اگر باہر جاؤ تو عارضی طور پر اُس حکومت کے قوانین کی پیروی کرو اور ایک مذہبی گروپ کو اپنے افراد کو یہی تعلیم دینی ہوگی کہ تم جس ملک کے باشندے ہو اُس ملک کے وفادار رہو۔

پس یہ اخبار اسی پالیسی کے ماتحت ہر ملک کے احمدیوں کو یہ تعلیم دے گا کہ وہ اپنی اپنی حکومت کے فرمانبردار اور مطیع رہیں اور اُس کے ساتھ سچا تعاون کریں۔

۲۔ اس وقت سب سے بڑی مصیبت دنیا پر یہ آئی ہوئی ہے کہ حکومتیں اپنے آپ کو اخلاقی نظام سے باہر سمجھتی ہیں۔ اخلاقی نظام کی پابندی صرف افراد کے لئے ضروری سمجھی جاتی ہے۔ اس کے نتیجے میں بہت سے فساد اور خرابیاں پیدا ہو رہی ہیں۔ "الرحمت" اس مسئلہ کو بار بار سامنے لائے گا اور اپنی

اس کمزور آواز کو بلند سے بلند کرتا چلا جائے گا کہ حکومتیں اور افراد دونوں ہی اخلاقی ذمہ داریوں کو اپنے اوپر حاکم تصور کریں اور اپنے آپ کو اخلاقی حکومت سے بالا خیال نہ کریں ہم سمجھتے ہیں کہ سچائی، دیانت اور عدل کے قوانین کو اگر پوری طرح مد نظر رکھا جائے تو بہت سی مشکلات جو اس وقت ناقابل حل معلوم ہوتی ہیں آسانی سے حل ہو سکتی ہیں۔ ہر قوم کو دوسری قوم کا حق دینا چاہیے اور ایک ملک میں رہنے والی سب قوموں کو آپس میں بھائی بھائی بن کر رہنا چاہیے۔ سیاسی اختلافات کی بنیاد ملک کی ترقی پر رکھنی چاہیے نہ کہ قوموں کے اندر اختلاف اور الشقاق پیدا کرنے پر۔ ہماری یہ کوشش ہوگی کہ ہم سب سے پہلے جماعت احمدیہ کو اس کے اخلاقی فرائض کی طرف توجہ دلائیں جس میں ان کے مذہبی پیشواؤں نے ہم سے اتفاق کیا ہے اور ان کو اپنے پیشواؤں کی سچی پیروی کی ہدایت کریں۔

۳۔ اس وقت ایک عظیم الشان حادثہ کی وجہ سے مسلمانوں میں انتشار پیدا ہو رہا ہے اور وہ حیران ہیں کہ انہیں کیا کرنا چاہیے؟ اس اثر سے احمدی جماعت بھی آزاد نہیں۔ ہمارے نزدیک اس انتشار کی کوئی وجہ نہیں تھی۔ ملک کی تقسیم کے بعد بھی مسلمان ہندوستان میں آزادی سے رہ سکتا ہے اگر وہ عقل سے کام لے سیاسی پہلوؤں کو نظر انداز کرتے ہوئے ہم مذہبی اور اخلاقی پہلو جماعت اور دوسرے مسلمانوں کے سامنے رکھتے رہیں گے جن کی روشنی میں وہ ہندوستان کی حکومت کا ایک مفید جزو بن سکیں اور ہندوستان میں امن اور عزت کی زندگی بسر کر سکیں۔ ہم ایسی ہی خدمت ان ہندوؤں اور سکھوں کی بھی کرنے کے لئے تیار رہیں گے جنہوں نے پاکستان میں رہنے کا فیصلہ کیا ہوا ہے یا جو آئندہ ایسا فیصلہ کریں۔

غرض اس پرچہ کی بنیاد مذہب اور اخلاق پر ہوگی اور صلح اور آشتی پر ہوگی۔ یہ پرچہ سیاسیات سے الگ رہے گا۔ اختلافات کو بڑھائے گا نہیں کم کرنے کی کوشش کرے گا۔ جہاں تک عوامی تعلقات کا سوال ہے یہ پاکستان اور ہندوستان کے عوام کے جوش میں آئے ہوئے جذبات کو ٹھنڈا کرنے کی کوشش کرے گا اور ہر قدری کی رُوح کو خواہ وہ پاکستان میں سر اٹھائے یا ہندوستان میں سر اٹھائے دبانے کی کوشش کرے گا بلکہ صرف ہندوستان اور پاکستان میں ہی نہیں دنیا کے ہر گوشہ کے لوگوں کے لئے "الرحمت رحمت کا نشان بننے کی سعی کرے گا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس ارادہ میں پورا اترنے کی

توفیق دے اور اس رستہ کی مشکلات کا مقابلہ کرنے کی ہمت بخشنے اور اپنی مدد اور نصرت سے سچائی، عدل اور انصاف کے غلبہ کے سامان مہیا کرے۔

میں پھر اسی آیت کو دہراتے ہوئے جس کو میں اُوپر لکھ چکا ہوں اس مضمون کو ختم کرتا ہوں بِسْمِ اللّٰهِ
مَجْرَدَهَا وَصَرَّسَهَا لَعْنَى اے خدا! میں اس کمزور کشتی کو ایک متلاطم سمندر میں پھینکتا ہوں تیرائی
نام لیتے ہوئے اور تجھ ہی سے مدد طلب کرتے ہوئے تو اپنے فضل سے اس متلاطم سمندر میں اس کشتی کو آرام سے
چلنے میں مدد دے اور اپنی حفاظت میں اس کے منزل مقصود پر پہنچنے کے سامان پیدا فرما۔ آمین ۱۰

فصل سوم

۳۱ اثناء ۱۳۲۸ھ / اکتوبر ۱۹۴۹ء کو
مسجد مبارک ربوہ کے سنگ بنیاد کی مقدس تقریب

تاریخ حقی جو سب مسلمانانِ عالم کے لئے عموماً اور دنیا کے احمدیت کے لئے خصوصاً دوہری خوشیوں اور
مسترتوں کا موجب بنی کیونکہ اُس روز نمازِ عصر کے بعد ٹھیک اس وقت جبکہ دنیا بھر سے عشاقِ رسول
عربی صلے اللہ علیہ وسلم میدانِ عرفات میں وقوف کر کے خدا تعالیٰ کے حضور متضرعانہ دعاؤں میں مصروف
تھے خلیفہ وقت امام بہام سیدنا حضرت مصلح موعودؑ نے اپنے مقدس ہاتھوں سے تحریکِ احمدیت کے
نئے مرکز — ”ربوہ“ کی مسجد مبارک کا سنگ بنیاد رکھا۔ اس مقدس تقریب میں روحانی اور معنوی
اعتبار سے دنیا کے دوسرے احمدیوں کو شامل کرنے کے لئے سیدنا مصلح موعودؑ کی ہدایت پر پاک و ہند
کی جماعتوں اور لنڈن مشن کو بذریعہ تارا طلاعات دی گئیں نیز ”الفضل“ میں بھی اعلان کر دیا گیا کہ
۳۱ اثناء کو ساڑھے پانچ بجے بعد دوپہر مسجد کا بنیادی پتھر رکھا جائے گا اور دعا ہوگی۔ احباب بھی اپنی
اپنی جگہ دعائیں شریک ہوں۔ ۱۰

۱۰ ”الرحمت“ ۲۱ نومبر ۱۳۲۸ھ / نومبر ۱۹۴۹ء ص ۲۰۲ ۱۰ فضل ۲۱ اثناء ۱۳۲۸ھ / اکتوبر ۱۹۴۹ء۔

حضرت مرزا بشیر احمد صاحب نے ”الفضل“ کا یہ اعلان پڑھتے ہی درویشانِ قادیان کو پہلے تار دیا پھر نوٹ کر کے اس بات
کی تسلی کر لی کہ آپ کا پیغام صحیح صورت میں درویشوں تک پہنچ گیا ہے ۱۰

حضرت امیر المؤمنین المصلح الموعودؑ سراناء / اکتوبر کو لاہور سے ۹ بجکر چالیس منٹ پر بذریعہ کارروانہ ہونے اور بارہ بجکر

پینتالیس منٹ پر ربوہ پہنچے حضور کے ہمراہ خاندانِ مسیح موعودؑ کی بیگمات کے علاوہ صاحبزادہ ڈاکٹر مرزا منور احمد صاحب اور مکرم میاں محمد یوسف صاحب پرائیویٹ سیکرٹری بھی تھے۔

چونکہ افضل ہیں اس سجد کے سنگ بنیاد رکھے جانے کی خبر شائع ہو چکی تھی اور

بیرونی مخلصین کی آمد دفتر پرائیویٹ سیکرٹری کی طرف سے بذریعہ تار بھی جماعتوں کو اطلاعات بھجوائی جا چکی تھیں اس لئے لاہور، منٹگری، سرگودھا شہر، چک ۴۱ جنوبی سرگودھا، چک ۴۲، چک ۸۳ چک ۹۸، چک ۹۹، چک ۱۲۲ سرگودھا، لائل پور، چک ۶۸ لائل پور، جھنگ مگھیانہ، جڑانوالہ، سیالکوٹ شہر، میانوالی، بھکر، چنیوٹ، احمد نگر اور لالیال وغیرہ کے بہت سے مخلص افراد اس تاریخی تقریب میں شمولیت اور دعا کی غرض سے ربوہ پہنچ گئے۔ میانوالی سے صاحبزادہ مرزا مظفر احمد صاحب P. P. S. ڈپٹی کمشنر بھی تشریف لائے۔ لاہور سے آنے والے دوستوں میں شیخ بشیر احمد صاحب بی۔ اے، ایل ایل۔ بی ایڈووکیٹ امیر جماعت احمدیہ لاہور، چوہدری اسد اللہ خاں صاحب، میاں غلام محمد صاحب انٹر پرسنل آفیسر ریلوے، چوہدری عبدالحمید صاحب انجینئر، اور چوہدری عبداللہ خاں صاحب خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ جماعت احمدیہ ربوہ کے تمام مردوں اور بچوں کے علاوہ مقامی خواتین بھی دعا کی غرض سے موجود تھیں۔

بنیاد رکھے جانے کا وقت بعد نماز عصر مقرر تھا اور چونکہ یہ

حضرت مصلح موعودؑ کی ہدایات خصوصی ایک مقدس تقریب تھی جس میں اللہ تعالیٰ کے گھر کی بنیاد رکھی جانے والی تھی اس لئے حضرت امیر المؤمنین المصلح الموعودؑ کی ہدایت کے ماتحت نظارتِ علیانے وہ دعائیں جو حضرت ابراہیم اور حضرت اسمعیل علیہما السلام نے بیت اللہ کی بنیاد میں اٹھاتے وقت فرمائی تھیں دستی پریس پر طبع کروادی تھیں تا لوگ ان دعاؤں کو یاد رکھیں اور بنیاد رکھے جانے کے وقت اور اس سے قبل باواز بلند دہراتے رہیں چنانچہ نماز عصر کے وقت یہ طبع شدہ دعائیںہ اور اوراق لوگوں میں تقسیم کئے گئے اور سب دوست ان دعاؤں کو دہراتے رہے۔

عصر کی نماز سے قبل حضرت امیر المؤمنین المصلح الموعودؑ کی مندرجہ ذیل ہدایات موصول ہوئیں جو

مولانا جلال الدین صاحب شمس قائم مقام ناظر اعلیٰ نے پڑھ کر سنائیں :-

” دعا کے وقت اینٹوں اور گارے تک تین صفیں ہوں گی۔

۱۔ صحابہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ایک صف۔

۲۔ دوسری صف خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زہینہ افراد کی۔

۳۔ تیسری صف واقفین زندگی کی۔

یہ تینوں متوازی ہوں گی اور اینٹ گارا اس کی جگہ سے پکڑ کر وہاں تک پہنچائیں گی جہاں میں کھڑا ہوں گا۔ ایک ایک تغاری گارے یا چونے کی اور تین تین اینٹ ہر ایک صف کے لوگ مجھ تک پہنچائیں گے۔ اس وقت چند حفاظ ادعیر رفیع بیت اللہ بلند آواز سے دہراتے جائیں گے اور ساتھ ہی سب حاضرین دعائیں دہرائیں گے۔ اس کے بعد نماز مغرب ہوگی عصر کی نماز بنیاد رکھنے سے پہلے ہوگی۔ اس کے بعد بنیاد شروع ہوگی۔

والسلام خاکسار

مرزا محمود احمد

بعد ازاں حضور کے ارشاد پر مزید یہ اعلان ہوا کہ ان کے علاوہ جو تھی صف امراء جماعت تھے احمدیہ اور ناظران سلسلہ کی اور پانچویں صف مہاجرین قادیان کی ہوگی۔ باقی دوست ایک طرف کھڑے ہو کر دعائیں مشغول رہیں۔

اس کے بعد حضور نے اس مقام پر پہنچ کر خاندان حضرت مسیح موعود کی خواتین مبارکہ اور صحابیات و مہاجرات قادیان کی دو مزید صفوں کا بھی حکم دیا۔

حضرت امیر المؤمنین المصلح الموعود نے نماز عصر اسی جگہ پڑھائی
نماز عصر اور بنیاد کی تقریب | جہاں بنیاد رکھی جائے وہاں تھی اور جہاں دھوپ سے بچاؤ کے لئے عجم کا استعمال کیا گیا تھا جب حضور نماز عصر سے فارغ ہوئے تو اس کے مقابلہ تمام دوست اوپر کی بیان کردہ تقریب کے مطابق اپنی اپنی صفوں میں پہنچ گئے اور پھر دست بدست حضور کی خدمت میں اینٹیں اور سینٹ کی تغاریاں پہنچانی گئیں تین اینٹیں خاندان حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زہینہ افراد نے تین اینٹیں صحابہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تین اینٹیں واقفین زندگی نے

تین اینٹیں امراءِ جماعت تھے احمدیہ اور ناظرانِ سلسلہ نے تین اینٹیں مہاجرینِ قادیان نے تین اینٹیں خاندانِ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیگمات نے اور تین اینٹیں صحابیاتِ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور مہاجرات نے پیش کیں۔ اسی طرح ہر دفعہ سیمینٹ کی تغاری بھی دستِ بدست حضورِ تک پہنچائی جاتی رہی۔ خاندانِ مسیح موعود کی بیگمات اور صحابیات سے حضورِ نفسِ نفیس آگے بڑھ کر تغاری لیتے اور بنیادوں تک لاکر استعمال فرماتے رہے۔

اس جگہ یہ امر قابلِ ذکر ہے کہ بنیادی اینٹوں میں اوپر کی تعداد کے علاوہ دو اینٹیں مسجدِ مبارک (قادیان) کی اینٹوں میں سے بھی لگائی گئیں جو صاحبزادہ ڈاکٹر مرزا منور احمد صاحب الشہادت اپریل ۱۳۲۸ھ کو قادیان سے لائے گویا کل ۲۳ اینٹیں بنیاد میں لگائی گئیں۔ اس دوران میں حضرت امیر المؤمنین بار بار بلند آواز سے دعائیں مانگتے چلے جاتے تھے اور تمام مجمع بھی رقت اور سوز کے ساتھ ان دعاؤں کو دہراتا رہا۔ حضور کی آوازیں اُس وقت ایک خاص قسم کا درد اور سوز پایا جاتا تھا جب تمام اینٹیں رکھی جا چکیں تو حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعود نے کھڑے ہو کر نہایت خشوع و خضوع اور انتہائی عاجزی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے حضور پھر یہ دعائیں کیں کہ:-

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا ۖ إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ۝ رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمِينَ
لَكَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَا أُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ وَأَرِنَا مَنَاسِكَنَا وَتُبْ عَلَيْنَا ۖ إِنَّكَ
أَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ ۝ رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ
آيَاتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ ۗ إِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۝
(البقرہ: آیت ۱۲۸ تا ۱۲۹)

ایک ایک دعا حضور نے کئی بار دہرائی اور حضور کے ساتھ ہی تمام مجمع ان دعاؤں کو دہراتا چلا گیا۔ مجمع پر ایک رقت کا عالم طاری تھا اور سینکڑوں آنکھیں پُر آب تھیں۔ اس کے بعد حضور نے فرمایا اب میں خاموشی سے دعا کروں گا دوست بھی میرے ساتھ شریک ہوں چنانچہ حضور نے ہاتھ اٹھا کر لمبی دعا فرمائی اور دوسرے دوست بھی دعائیں مشغول ہو گئے۔

حضرت امام ہمام کا ایمان افروز خطاب | الصلح الموعود منبر پر رونق افروز ہوئے۔ حضور

نے سورۃ فاتحہ کی تلاوت کی اور اس کے بعد فرمایا:-

”حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ایک امام تھا کہ آپ کے ہم اور غم نے اسمعیل کا درخت اُگایا۔ اس میں یریشگیوئی تھی کہ ایک ایسا زمانہ آنے والا ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام یا اُن کی رُوح کے لئے نہایت تکلیف دہ ہوگا ایسا تکلیف دہ کہ آپ کی رُوح تڑپ تڑپ کر اور زاری کر کر کے خدا تعالیٰ کے حضور جھکے گی اور اس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ اسمعیل کا درخت اُگائے گا۔ اسمعیل کا درخت کیا ہے؟ اسمعیل کا درخت خانہ کعبہ ہے۔ اس امام میں یریشگیوئی تھی کہ ایک زمانہ میں احدیوں کو قادیان سے ایک حد تک ہاتھ دھونا پڑے گا اور ان کے ہاتھ دھونے کے بعد اللہ تعالیٰ ایک نئے مقدس مقام کی بنیاد رکھے گا۔ ہم کہتے ہیں کہ ہم خدا تعالیٰ کے فضل سے اسی مقام کی بنیاد رکھ رہے ہیں اور چونکہ یہ ایک مرکزی مقام ہے اور ساری دُنیا کے لوگوں سے اس کا تعلق ہے اس لئے ساری دُنیا کے لوگوں کو ہمیں اس کی تعمیر میں حصہ دینا چاہیئے۔ پس میں اس موقع پر تمام جماعتوں کو توجہ دلاتا ہوں کہ وہ اپنی اپنی توفیق کے مطابق اس مسجد کی تعمیر میں حصہ لیں۔ میرا خیال ہے کہ میں پچیس ہزار روپیہ بلکہ تیس سینتیس ہزار تک اس پر خرچ ہو جائے گا۔ ربوہ کی جماعت کو چاہیئے تھا کہ وہ اس میں سہل کرتی مگر غالباً یہاں کے کارکنوں کا ذہن ادھر گیا نہیں۔ لاپٹور کی جماعت کا ذہن ادھر گیا اور وہ اپنا چندہ آج اپنے ساتھ لائی ہے جو ۷۳۳ روپیہ آٹھ آنہ ہے۔ آخر یہ مسجد تعمیر ہوگی یہ مرکزی مسجد ہوگی اس وجہ سے اس میں ساری ہی جماعت کا حصہ بھی چاہیئے۔ ہماری جماعت تو مخلصین کی جماعت ہے۔ مومنین کی جماعت ہے۔ عارفین کی جماعت ہے۔ مکہ کے لوگ جن میں مشرک پایا جاتا تھا اور جو دین سے دُور چلے گئے تھے ان میں بھی خانہ کعبہ کی تعمیر میں حصہ لینے کا اتنا جذبہ پایا جاتا تھا کہ ایک دفعہ جب کہ خانہ کعبہ کی عمارت کمزور ہو گئی انہوں نے ارادہ کیا کہ چندہ کر کے وہ اس کی تعمیر نئے سرے سے کریں۔ تعمیر کرتے وقت جب وہ اس مقام پر پہنچے جہاں حجرِ اسود رکھا جاتا تھا تو سارے قبائل میں

لہ ”يُخْرِجُ هَمَّهُ وَغَمَّهُ دَوْحَةَ اِسْمٰعِيْل“ (بدار ۱۶ فروری ۱۹۰۶ء ص ۲۰
والحکم ۱۰ فروری ۱۹۰۶ء ص ۱۰)

لطائی شروع ہو گئی کچھ کہتے تھے کہ اسے ہم اٹھا کر رکھیں گے۔ یہ لڑائی اتنی بڑھی کہ لوجوانوں نے تلواریں کھینچ لیں اور انہوں نے کہا کہ ہم اپنے مخالف کے خون کی ندیاں بہا دیں گے مگر اپنے سوا کسی اور کو یہ شرف حاصل نہیں ہونے دیں گے۔ آخر قوم کے بڑھوں نے کہا کہ یہ صورت تو خطرناک ہے چلو یہ فیصلہ کر لو کہ جو شخص اس وقت کے بعد سب سے پہلے ادھر آئے اُس کے ہاتھ سے ہم بنیاد رکھو ایں اور اُس کے فیصلہ کو قبول کر لیں اور سب نے اس سے اتفاق کر لیا۔ چونکہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک خانہ کعبہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں آنے والا تھا اس لئے اس فیصلہ کے بعد جو شخص سب سے پہلے نمودار ہوا وہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ آپ کو دیکھ کر سب کے سب اس بات پر متفق ہو گئے کہ ہم بنیاد کا معاملہ آپ کے ہی سپرد کرتے ہیں۔ آپ نے ایک چادر لی اور حجر اسود کو اپنے ہاتھ سے اٹھا کر اُس پر رکھ دیا اور پھر ہر قبیلہ کے سردار کو کہا کہ اس چادر کا ایک ایک کونہ پکڑ لو چنانچہ تمام قبائل کے سرداروں نے اُس چادر کا ایک ایک کونہ پکڑ لیا اور اُسے اٹھا کر اُس مقام پر لے گئے جہاں اُسے رکھنا تھا۔ جب وہاں پہنچ گئے تو آپ نے پھر اپنے ہاتھوں سے حجر اسود کو اٹھایا اور اس کے اصل مقام پر اُسے رکھ دیا۔ اس طرح وہ سارے کے سارے خوش ہو گئے۔ مگر اس کے ساتھ ہی اللہ تعالیٰ نے یہ پیش گوئی بھی کروادی کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ ہی آئندہ خانہ کعبہ کی تعمیر ہوگی خانہ کعبہ کی تعمیر کے ثواب میں شامل ہونے کے لئے اگر عرب کے مشرکین اتنا اصرار کرتے تھے تو مؤمنین کو تو بہر حال ان سے زیادہ ایمانی غیرت کا مظاہرہ کرنا چاہیئے۔ جہاں بھی قومی طور پر کسی کام کا سوال ہو زندہ قوم کے زندہ افراد اصرار کیا کرتے ہیں کہ میں اس میں حصہ دیا جائے پس ربوہ کے مخلصین کو چاہیئے تھا کہ چاہے وہ غریب تھے اپنے ایمان کے لحاظ سے وہ اس میں دوسروں سے پہلے حصہ لیتے۔ بہر حال جیسا کہ میں پہلے کہ چکا ہوں باہر کی جماعتوں میں سے سب سے پہلے لاطور کی جماعت نے ۳۳ روپے آٹھ آنے اسی غرض کے لئے پیش کئے ہیں اسکے علاوہ کچھ وعدے اور کچھ نقد روپیہ بھی اکٹھا ہوا ہے۔

میں نے اپنی طرف سے ۲۱ روپے نقد دیئے ہیں اور پانچ سو روپے کا وعدہ کیا ہے۔ اس کے علاوہ ہمارے خاندان کے افراد کے چندے کی فہرست یہ ہے:-

۲۱/- روپے

صاحبزادہ مرزا منورا احمد صاحب مع بیوی بچے

۱۰/-	روپے	مہر آپا سیدہ بشری بیگم صاحبہ
۲۱/-	"	مرزا مظفر احمد صاحب مع سیدہ امۃ القیوم صاحبہ
۲۰/-	"	حضرت اُمّ المؤمنین
۵/-	"	(حضرت) سیدہ اُمّ وسیم احمد صاحبہ
۳۰/-	"	(حضرت) سیدہ اُمّ ناصر احمد صاحبہ
۱۰/-	"	سیدہ امۃ النصیر صاحبہ

اس موقع پر حضور نے فرمایا کہ بعض جو یہاں نہیں ان کے رشتہ داروں نے خود ان کی طرف سے چند لکھوا دیا ہے تا وہ پہلے دن کے چندہ میں شامل ہو جائیں ان کی فہرست یہ ہے :-

۲۱/-	روپے	(حضرت) مرزا ناصر احمد صاحب
۲۱/-	"	مرزا مبارک احمد صاحب
۵/-	"	مرزا حفیظ احمد صاحب
۵/-	"	مرزا فریح احمد صاحب
۵/-	"	مرزا خلیل احمد صاحب
۲۱/-	"	مرزا وسیم احمد صاحب
۵/-	"	مرزا طاہر احمد صاحب
۵/-	"	مرزا انظر احمد صاحب
۵/-	"	میال عبدالرحیم احمد صاحب و سیدہ امۃ الرشید صاحبہ و بچگان
۵/-	"	سید داؤد احمد صاحب و سیدہ امۃ الحکیم صاحبہ
۳۱/-	"	میال مسعود احمد خاں صاحب لہ
۲۱/-	"	(حضرت) مرزا بشیر احمد صاحب مع بیگم صاحبہ
۲۱/-	"	(حضرت) مرزا شریف احمد صاحب
۱۰/-	"	(حضرت) سیدہ نواب مبارک بیگم صاحبہ

لہ آپ نے جماعت لائل پور میں دس روپے چندہ الگ بھی دیا ہے

روپے	۱۱/-	{	حضرت) نواب میاں عبداللہ خاں صاحب و (حضرت) سیدہ امتہ الحفیظ بیگم صاحبہ۔
"	۵/-		مرزا حمید احمد صاحب مع اہلیہ صاحبہ
"	۵/-		مرزا امیر احمد صاحب
"	۵/-		مرزا مبشر احمد صاحب
"	۵/-		مرزا مجید احمد صاحب
"	۵/-		امتہ الحمید بیگم صاحبہ
"	۵/-		امتہ الجبید بیگم صاحبہ
"	۵/-		(حضرت) مرزا عزیز احمد صاحب
"	۵/-		نصیرہ بیگم صاحبہ اہلیہ (حضرت) مرزا عزیز احمد صاحب
"	۵/-	{	(حضرت) سیدہ اُمّ داؤد صاحبہ اہلیہ (حضرت) میر محمد اسحاق صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
"	۵/-		بشری بیگم صاحبہ بنت (حضرت) میر محمد اسحاق صاحب
"	۱۰/-		مرزا انور احمد صاحب
"	۱۱/-		مرزا منصور احمد صاحب و سیدہ ناصرہ بیگم صاحبہ
"	۱۰/-		مرزا رفیق احمد صاحب
"	۵/-		مرزا حنیف احمد صاحب
"	۵/-		مرزا محمد احمد صاحب
"	۵/-		مرزا ظفر احمد صاحب مع اہلیہ صاحبہ
"	۱۱/-		(حضرت) سیدہ مریم صدیقہ صاحبہ (اُمّ متین)
"	۵/-		اچھی آمان صاحبہ
"	۵/-		والدہ سید محمد احمد صاحب (امتہ اللطیف صاحبہ)
"	۵/-		سید محمد احمد صاحب

روپے ۱۱/-	پیر صلاح الدین صاحب و امۃ اللہ بیگم صاحبہ
" ۵/-	امۃ القدوس صاحبہ
" ۱۱/-	مرزا داؤد احمد صاحب مع اہلیہ صاحبہ
" ۵/-	نوابزادہ میاں عباس احمد صاحب مع اہلیہ صاحبہ
روپیہ ۱/-	بے بی
روپے ۱۱/-	مرزا رشید احمد صاحب مع اہلیہ صاحبہ و بچکان
" ۱۰/-	مرزا نعیم احمد صاحب
" ۵/-	امۃ الحفیظ صاحبہ

اس کے بعد حضور نے فرمایا :-

بعض جماعتوں کی طرف سے میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک سنت کی اتباع میں خود ان کا نام چندہ کی فہرست میں لکھ دیا ہے جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ مکہ میں تھے اور بیعت رضوان ہو رہی تھی تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ایک ہاتھ دوسرے ہاتھ پر رکھا اور فرمایا یہ عثمان کا ہاتھ ہے میں سمجھتا ہوں کہ اگر وہ یہاں ہوتا تو بیعت سے کبھی پیچھے نہ رہتا۔ باہر کی جماعتوں کو چونکہ یہ آواز دیر میں پہنچے گی اس لئے میں نے ان کو ثواب میں شریک کرنے کے لئے ان کی طرف سے خود بخود چندہ تجویز کر دیا ہے۔ ان لوگوں کا چندہ پہلے دن کے ثواب میں شمولیت کی وجہ سے میں نے لکھ دیا ہے۔ وہ زیادہ کر سکتے ہیں لیکن اگر کم کریں تو میں ادا کر دوں گا :-

روپیہ ۱۰۰۰/-	جامعہائے مشرقی پاکستان
" ۱۰۰۰/-	جامعہائے سندھ اسٹیٹس
" ۵۰۰/-	جامعہ کوئٹہ
" ۱۰۱/-	جامعہ لاہور
" ۱۰۱/-	جامعہ شام
" ۱۰۱/-	جامعہ اندونیشیا

روپیہ	۱۰۱/-	جامعہ مارشیس
"	۱۰۱/-	جامعہ فلسطین
"	۱۰۱/-	جامعہ سوئٹزرلینڈ
"	۱۱/-	جامعہ لنڈن
"	۱۱/-	جامعہ ہالینڈ
"	۱۱/-	جامعہ جرمنی
"	۱۱/-	جامعہ سپین
"	۱۱/-	جامعہ فرانس
"	۱۰۱/-	(حضرت) سیٹھ عبداللہ بھائی صاحب
"	۵۱/-	خانہ عالی (حضرت) سیٹھ محمد غوث صاحب
"	۳۱۳/-	جامعہ قادیان
"	۱۰۱/-	چوہدری محمد ظفر اللہ خاں صاحب
"	۱۰۰/-	آمنہ بیگم صاحبہ زوجہ چوہدری عبداللہ خاں صاحب (انہوں نے خود چنڈہ لکھوایا اور نقد ادا کر دیا)
"	۱۰۰۰/-	جامعہ امریکہ
"	۱۰۰۰/-	جامعہ مشرقی افریقہ
"	۱۰۰۰/-	جامعہ مغربی افریقہ
اس سے آگے وہ فہرست ہے جنہوں نے خود اس موقع پر چنڈہ لکھوایا :-		
"	۱۰۱/-	میال محمد یوسف صاحب پرائیویٹ سیکرٹری مع بچکان
"	۱۰۱/-	میال غلام محمد صاحب اختر پرسنل آفیسر ریٹوے مع اہل و عیال
"	۵۲۱/-	چوہدری اسد اللہ خاں صاحب مع اہل و عیال
"	۲۱/-	کیپٹن مبارک احمد صاحب و ائمہ الحجیب صاحبہ اختر بنت اختر صاحبہ
"	۲۱/-	قریشی عبدالرشید صاحب مع اہلیہ صاحبہ

۵۰/-	روپیہ (نقد ادائیگی)	جماعت احمدیہ ناسنور (کشمیر)
"	۱۰۱/-	حضرت چوہدری فتح محمد صاحب سیال
"	۵۱/-	چوہدری غلام محمد صاحب کڑیال شہید
"	۱۰۰۰/-	شیخ بشیر احمد صاحب ایڈووکیٹ لاہور (شیخ مشتاق حسین صاحب کے خاندان کی طرف سے)
"	۲۰۰/-	جماعت احمدیہ
"	۳۰۰/-	محمد شریف صاحب خاں کی پھوپھی صاحبہ کا ترکہ

(حضور نے فرمایا محمد شریف صاحب خاں کی پھوپھی فوت ہو گئی ہیں ان کا ترکہ تین سو روپے تھا جو انہوں نے اسی غرض کے لئے رکھا ہوا تھا کہ مسجد کے لئے دیں گے چنانچہ اب وہ یہ روپیہ پیش کرتے ہیں)

حضور کی طرف سے جب ان وعدوں کے اعلانات ہوئے تو جمع میں سے اکثر دوستوں نے اپنے اپنے وعدے پیش کرنے شروع کر دیئے اس پر حضور نے فرمایا کہ افراد اپنے وعدے دفتر بیت المال میں لکھوائیں یہاں صرف جماعتوں کے وعدے لکھے جائیں گے چنانچہ اس پر جن جماعتوں نے اپنے وعدے لکھوائے وہ یہ ہیں:-

۱۰۰/-	روپے	مدرسہ احمدیہ
"	۵۲۱/-	جماعت شیخوپورہ
"	۳۰۱/-	جماعت منٹگری شہر
"	۵۱/-	جماعت چک ۹۹ شمالی ضلع سرگودھا
"	۷۱/-	جماعت رسالپور
"	۱۱/-	جماعت رشی نگر
"	۱۰۱/-	واقفین ربوہ
"	۴۷/-	جماعت چک ۶۸ لائل پور
"	۱۰۱/-	جماعت چک ۹۸ شمالی سرگودھا

روپے	۵۰۰/-	سرگودھا شہر
"	۲۰۰/-	جماعت ڈسکہ
"	۳۰/-	جماعت ہوساں (کشمیر)
"	۴۰۰/-	جماعت سیالکوٹ
"	۵۰/-	جماعت کوٹلی ضلع میرپور آزاد کشمیر
"	۱۰۱/-	دفتر پرائیویٹ سیکرٹری
"	۱۰۱/-	تعلیم الاسلام ہائی سکول
"	۱۱/-	جماعت میانوالی
"	۱۰۰/-	چک ۸۶، ۸۷ شمالی سرگودھا
"	۳۱/-	جماعت کہوٹہ
"	۲۰۰/-	جماعت چنیوٹ
"	۵۰/-	جماعت سیالکوٹ چھاؤنی
"	۱۱/-	جماعت صریح چک ۹۶ تحصیل جڑوالہ
"	۱۱/-	جماعت برہٹ (آزاد کشمیر)
"	۲۰۰/-	جماعت لاہور چھاؤنی
"	۱۱/-	بزم محمود (احمدنگر)
"	۵/-	بزم احمد (احمدنگر)
"	۱۲۰/-	کارکنان صدر انجمن احمدیہ
"	۵/-	جماعت الہ آباد ریاست بہاولپور
"	۱۰۱/-	تاجستان ریلوے
"	۵۰۰/-	جماعت کلکتہ
"	۵۰/-	جماعت چک ۲۶۶ گوکھووال
"	۲۵/-	جماعت بھکر

۵۲۱/- روپے	مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ
" ۵/-	جماعت خلیفہ پور ضلع گجرات
" ۱۰/-	جماعت پنڈی بھلیاں
" ۵/-	جماعت چک ۲۴ ریاست بہاولپور
" ۵۱/-	جماعت احمدیہ احمدنگر
" ۵۰/-	جماعت لالیان
" ۳۰/-	جماعت چک ۲۵ ضلع لائل پور
" ۲۱/-	جماعت احمدیہ اونچے مانگٹ
" ۱۰۱/-	ہسلول پور ضلع لائل پور
" ۲۱/-	اطفال الاحمدیہ ربوہ
" ۵۰/-	جماعت چک ۲۵ جنوبی سرگودھا
" ۵۰/-	جماعت حافظ آباد ضلع گوجرانوالہ
" ۵۱/-	لجنہ اماء اللہ مرکزیہ
" ۱۰۰/-	جماعت بدولہی
" ۱۰/-	جماعت پیرکوٹ ضلع گوجرانوالہ
" ۲۱/-	جماعت بھیرہ
" ۵۰/-	جماعت علی پور چک ۲۴ ضلع لاہور
" ۱۱/-	جماعت چیچہ وطنی

ان وعدوں کے علاوہ مختلف افراد نے دفتر بیت المال میں پہنچ کر جو وعدے لکھوائے یا نقد رقم ادا کیں ان تمام کی مجموعی میزان سترہ ہزار سے اوپر نکل گئی۔

نماز مغرب تقریب کے بعد حضور نے وہیں مغرب کی نماز پڑھائی جس کی آخری رکعت میں پھر ان دعاؤں کو دہرایا جو حضرت ابراہیم اور حضرت اسمعیل علیہما السلام نے خانہ کعبہ کی تعمیر کے وقت کی تھیں اور اس طرح یہ مبارک تقریب اختتام پذیر ہوئی۔

دیگر کوائف | اس مبارک تقریب میں خاندانِ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے جن نرینہ افراد نے حصہ لیا ان کے اسمائے گرامی یہ ہیں:-

صاحبزادہ مرزا مظفر احمد صاحب، صاحبزادہ مرزا منور احمد صاحب، صاحبزادہ مرزا رفیع احمد صاحب، میر داؤد احمد صاحب، میاں سعید احمد خاں صاحب، صاحبزادہ مرزا رفیق احمد صاحب، صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب، صاحبزادہ مرزا غلام احمد صاحب (ڈاکٹر مرزا منور احمد صاحب کے صاحبزادے)، صاحبزادہ مرزا غلام احمد صاحب (ابن حضرت مرزا عزیز احمد صاحب)، صاحبزادہ میاں محمود احمد خاں صاحب، میاں سعید احمد خاں صاحب کے صاحبزادے)۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مقدس خاندان کی جن مبارک خواتین کو اس میں حصہ لینے کا موقع ملا ان کے اسمائے گرامی یہ ہیں:-

حضرت سیدہ اُمّ نامہ احمد صاحب، حضرت سیدہ اُمّ و سیم احمد صاحب، حضرت سیدہ بشری بیگم صاحبہ، سیدہ اُمّہ القیوم بیگم صاحبہ، سیدہ اُمّہ الباسط صاحبہ، سیدہ اُمّہ النیسر صاحبہ، سیدہ اُمّہ الجلیل صاحبہ، سیدہ محمودہ بیگم صاحبہ، بیگم صاحبہ ڈاکٹر مرزا منور احمد صاحب، سیدہ ریحانہ بیگم صاحبہ بنت حضرت مرزا عزیز احمد صاحب علیہ

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جن صحابہ کو اس مبارک تقریب میں شمولیت کا موقع ملا ان کے نام حسب ذیل ہیں:-

- | | |
|---------------------------------------------------------|--------------------------------------------|
| ۱۔ حضرت مفتی محمد صادق صاحب | ۲۔ حضرت قاضی عبدالرحیم صاحب |
| ۳۔ حضرت قاضی محمد عبداللہ صاحب | ۴۔ حضرت سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب |
| ۵۔ مکرم سید محمود عالم صاحب | ۶۔ مکرم چوہدری برکت علی خاں صاحب |
| ۷۔ حضرت مولوی غلام نبی صاحب مصری | ۸۔ مکرم ڈاکٹر غلام غوث صاحب |
| ۹۔ مکرم میاں محمد یوسف صاحب پرائیویٹ سیکرٹری | ۱۰۔ مکرم سید محمود اللہ شاہ صاحب |
| ۱۱۔ مکرم سید محمد اسماعیل صاحب | ۱۲۔ مکرم شیخ فضل احمد صاحب |
| ۱۳۔ مکرم منشی کلیم الرحمن صاحب ٹیڈ کلرک نظام الامور عام | ۱۴۔ مکرم منشی عبدالخالق صاحب |

- ۱۵ - مکرم منشی سر بلند خاں صاحب
 ۱۶ - مکرم چوہدری محمد شریف صاحب منٹوگری
 ۱۷ - مکرم مرزا احمد بیگ صاحب
 ۱۸ - مکرم مولوی عبدالحق صاحب بدوٹی
 ۱۹ - مکرم خواجہ عبید اللہ صاحب ریٹائرڈ ایس ڈی او
 ۲۰ - مکرم مولوی محمد عبداللہ صاحب بوتالوی
 ۲۱ - مکرم بھائی محمود احمد صاحب
 ۲۲ - مکرم حکیم دین محمد صاحب
 ۲۳ - مکرم محمد عبداللہ صاحب بل سراز
 ۲۴ - مکرم مولوی فضل دین صاحب وکیل
 ۲۵ - مکرم شیخ محمد حسین صاحب پشتر
 ۲۶ - مکرم محمد عبداللہ صاحب رانجھا
 ۲۷ - مکرم بابا حسن محمد صاحب
 ۲۸ - مکرم ماسٹر نور الہی صاحب
 ۲۹ - مکرم بابو فقیر علی صاحب
 ۳۰ - مکرم خدابخش صاحب موئن
 ۳۱ - مکرم ماسٹر نور الہی صاحب
 ۳۲ - مکرم ماسٹر نور الہی صاحب
 ۳۳ - حضرت چوہدری نسیم محمد صاحب
 ۳۴ - مکرم خوشی محمد صاحب چک ۳۲ سرگودھا
 ۳۵ - مکرم خدابخش صاحب ساکن اورجمہ
 ۳۶ - مکرم عبداللہ صاحب بھاگووال
 ۳۷ - مکرم مولوی جلال الدین صاحب شمس
 ۳۸ - مکرم حکیم فضل الرحمن صاحب
 ۳۹ - مکرم مولوی جلال الدین صاحب شمس
 ۴۰ - مکرم صفوقی غلام محمد صاحب
 ۴۱ - مکرم ماسٹر عطاء محمد صاحب
 ۴۲ - مکرم میاں غلام محمد صاحب اختر بی۔ او
 ۴۳ - مکرم احمد دین صاحب مؤذن
 ۴۴ - مکرم چوہدری فضل احمد صاحب
 ۴۵ - مکرم مرزا مولانا بخش صاحب
 ۴۶ - مکرم محمد اسماعیل صاحب
 ۴۷ - مکرم رحمت خاں صاحب
 ۴۸ - مکرم عبد السلام خاں صاحب
 ۴۹ - مکرم رحیم بخش صاحب
 ۵۰ - مکرم عبد المجید صاحب
 ۵۱ - مکرم محمد اسماعیل صاحب
 ۵۲ - مکرم رحمت خاں صاحب
 ۵۳ - مکرم رحیم بخش صاحب
 ۵۴ - مکرم عنایت اللہ صاحب
 ۵۵ - مکرم محمد دین صاحب
 ۵۶ - مکرم مولوی محمد اسماعیل صاحب
 ۵۷ - مکرم مولوی فضل دین صاحب وکیل
 ۵۸ - مکرم بابا حسن محمد صاحب
 ۵۹ - مکرم ماسٹر نور الہی صاحب
 ۶۰ - مکرم بابو فقیر علی صاحب
 ۶۱ - مکرم خدابخش صاحب موئن
 ۶۲ - مکرم ماسٹر نور الہی صاحب
 ۶۳ - حضرت چوہدری نسیم محمد صاحب
 ۶۴ - مکرم خوشی محمد صاحب چک ۳۲ سرگودھا
 ۶۵ - مکرم خدابخش صاحب ساکن اورجمہ
 ۶۶ - مکرم عبداللہ صاحب بھاگووال
 ۶۷ - مکرم مولوی جلال الدین صاحب شمس
 ۶۸ - مکرم حکیم فضل الرحمن صاحب
 ۶۹ - مکرم مولوی جلال الدین صاحب شمس
 ۷۰ - مکرم صفوقی غلام محمد صاحب
 ۷۱ - مکرم ماسٹر عطاء محمد صاحب
 ۷۲ - مکرم میاں غلام محمد صاحب اختر بی۔ او
 ۷۳ - مکرم احمد دین صاحب مؤذن
 ۷۴ - مکرم چوہدری فضل احمد صاحب
 ۷۵ - مکرم مرزا مولانا بخش صاحب
 ۷۶ - مکرم محمد اسماعیل صاحب
 ۷۷ - مکرم عبد السلام خاں صاحب
 ۷۸ - مکرم رحیم بخش صاحب
 ۷۹ - مکرم عبد المجید صاحب
 ۸۰ - مکرم محمد دین صاحب

- ۶۱۔ مکرم محمد ظہور صاحب
 ۶۲۔ مکرم شیخ نذر محمد صاحب
 ۶۳۔ مکرم شیخ رحمت اللہ صاحب
 ۶۴۔ مکرم چوہدری غلام محمد صاحب
 ۶۵۔ مکرم چوہدری غلام رسول صاحب
 ۶۶۔ مکرم شمشیر خاں صاحب
 ۶۷۔ مکرم علی احمد صاحب
 ۶۸۔ مکرم مالی صاحب ننگل باغبانان
 ۶۹۔ مکرم مستری عبدالکریم صاحب علیہ

واقفین تحریک جدید جو اس تقریب میں شریک ہوئے ان کی تعداد ۸۸ تھی۔ امرائے جماعت ہائے احمدیہ جو اس موقع پر تشریف لائے ان کے اسماء یہ ہیں:-

شیخ اشیر احمد صاحب امیر جماعت احمدیہ لاہور۔ مرزا عبدالحمق صاحب امیر جماعت احمدیہ سرگودھا۔
 شیخ محمد احمد صاحب مظہر امیر جماعت احمدیہ لائل پور۔ چوہدری محمد تشریف صاحب امیر جماعت احمدیہ منٹگری
 چوہدری عبداللہ خاں صاحب امیر جماعت احمدیہ کراچی۔ ملک غلام نبی صاحب امیر جماعت احمدیہ
 چک ۹۸ شمالی ضلع سرگودھا۔

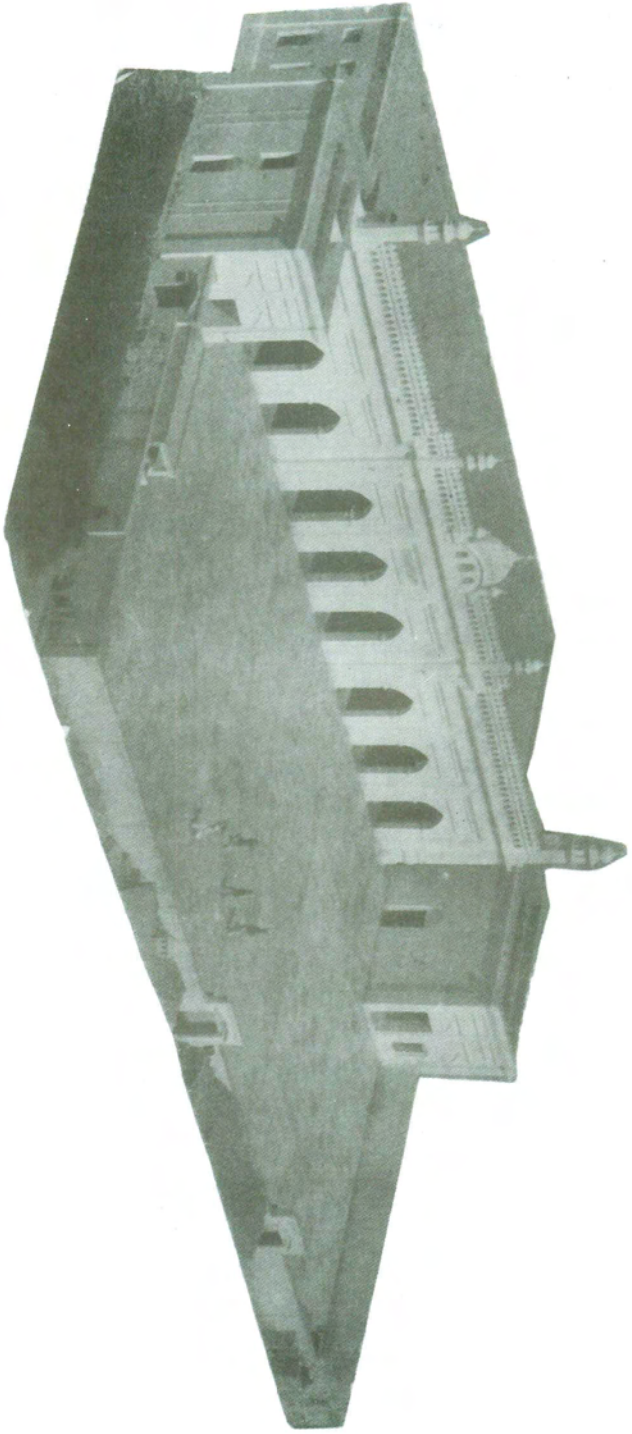
یہاں یہ ذکر کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ قبل ازیں ۱۹ ستمبر ۱۹۲۸ء کو
 تعمیر مسجد سے قبل صدقہ
 ۱۹ ستمبر ۱۹۲۹ء بروز پیر سیدنا حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الثانی
 ڈیڑھ بجے کے قریب ربوہ تشریف لائے تو اس وقت مسجد مجوزہ کی نشاندہی ہو چکی تھی حضور کے اس مجوزہ
 مسجد کے اندر داخل ہونے کے بعد اہل ربوہ کی طرف سے تین بکرے مسجد کے تین کونوں پر ذبح کئے گئے
 ایک حضرت مرزا عزیز احمد صاحب ناظر اعلیٰ نے، دوسرا صاحبزادہ مرزا منور احمد صاحب نے اور تیسرا
 حضرت سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب امیر مقامی نے اپنے ہاتھ سے ذبح کیا۔ اسی طرح جب
 حضور اپنے گھر کے اندر داخل ہونے لگے تو اس وقت بھی دو بکرے مقامی انجن احمدیہ ربوہ کے جنرل
 سیکرٹری مکرم شیخ محمد الدین صاحب مختار عام نے ذبح کئے۔

مسجد مبارک کی تعمیر اور افتتاح
 مسجد مبارک کا نقشہ مکرم حفیظ الرحمان
 صاحب و آئیڈیڈ ڈرافٹس مین نے تیار

۱۔ روزنامہ الفضل لاہور ۱۹۔ اثناء ۱۳۵۲ھ / اکتوبر ۱۹۲۹ء ص ۲

۲۔ روزنامہ الفضل لاہور ۸۔ اثناء ۱۳۵۲ھ / اکتوبر ۱۹۲۹ء ص ۵

مسجد مبارک ربوہ کا ایک پرفیکٹ منظر



کیا اور اس کی تعمیر حضرت مسیح موعودؑ کے جلیل القدر صحابی حضرت قاضی عبدالرحیم صاحب کی زیر نگرانی ماہِ ظہور
۱۳۲۵ھ / اگست ۱۹۰۵ء میں پایہ تکمیل تک پہنچی مینار بعد میں بنے۔

ربوہ کی یہ پہلی مستقل مسجد ہے جس کے بنانے کی توفیق اللہ تعالیٰ نے جماعت احمدیہ کو عطا فرمائی۔ مسجد کے
ایک رنگ میں مکمل ہونے پر حضرت مصلح موعودؑ نے ۲۳ امان ۱۳۲۵ھ / مارچ ۱۹۰۵ء کو اس میں پہلا خطبہ
جمعہ ارشاد فرمایا اور افتتاح سے قبل بطور شکرانہ ایک لمبا سجدہ شکر کیا اور حضور کی اقتدا میں باقی
تمام دوست بھی سجدہ رہے ہو گئے۔

فصل چہارم

حضرت امیر المؤمنین کا رہائش ربوہ کے بعد پہلا روح پرور خطبہ جمعہ
سیدنا حضرت امیر المؤمنین
خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعود

نے ربوہ میں مستقل رہائش کے بعد پہلا خطبہ جمعہ ۱۳۲۸ھ / ستمبر ۱۹۰۹ء کو ارشاد فرمایا حضور نے

ملہ حفیظ الرحمن صاحب ڈرافٹس مین آجکل انگلستان میں ہیں آپ لکھتے ہیں: "میں ۱۳ جولائی ۱۹۰۹ء کو
ربوہ میں آیا میرے سپرد دفتر تعمیرات کی پلیننگ برائے گی یعنی صدر انجن احمدیہ اور تحریک جدید کی تمام پختہ عمارات
کے نقشہ جات کے ڈیزائن تیار کرنا میرے ذمہ لگایا گیا۔ سب سے پہلا نقشہ مسجد مبارک ربوہ کا تیار کیا گیا۔ دفتر تعمیر
کے ایک کپڑے میں سے رات کے وقت گیس کی روشنی کی گئی اور خاکسار نے محترم قاضی عبدالرحیم صاحب بھٹی کی ہدایات
کے مطابق نقشہ تیار کیا کیونکہ منظوری کے لئے نقشہ جلد کمیٹی میں پیش ہونا تھا اس لئے رات کے وقت کام کیا گیا۔ پھر
یہ نقشہ کمیٹی کی منظوری کے لئے بھیجا دیا گیا اور ڈپٹی کمشنر مسٹر ٹرنر نے اس پر منظوری کے دستخط کئے۔"

۱۵ اصحاب احمد ص ۶ صفحہ ۲۴، ۲۶، مؤلف ملک صلاح الدین صاحب ایم۔ اے۔ طبع اول جنوری ۱۹۵۹ء
۳ حضور اگرچہ ۱۹ جنوری ۱۳۲۸ھ / ستمبر ۱۹۰۹ء کو دارِ ربوہ ہوئے مگر جلد ہی حضرت سیدہ ام متین صاحبہ
کی بیماری کی وجہ سے لاہور شریف نے گئے جہاں ۲۳ جنوری کو مسجد احمدیہ دہلی دروازہ میں خطبہ دیا۔ اس کے بعد اگلا
جمعہ حضور نے ربوہ میں پڑھا یا جو رہائش ربوہ کا پہلا جمعہ تھا۔ صدر انجن احمدیہ ربوہ کی مرکزی (بقیہ حاشیہ ص ۳۲ پر)

یہ خطبہ قصرِ خلافت کی کچی عمارت سے متصل عارضی مسجد میں دیا جس میں احمدیت کے اس نئے دینی مرکز کے قیام کی غرض و غایت پر روشنی ڈالی اور بتایا کہ اس پاک بستی میں صرف انہی مخلصین کو رہنا چاہیے جو عملاً واقعہ زندگی ہوں ہمیشہ خدا تعالیٰ پر توکل رکھیں اور ہر وقت خدمتِ دین کے لئے تیار رہیں۔ حضرت امیر المؤمنین کے اس رُوح پر ور خطبہ کے بعض ضروری اقتباسات درج ذیل کئے جاتے ہیں:-

”اب یہاں ہماری عمارتیں بننی شروع ہو گئی ہیں لوگ رہنے لگ گئے ہیں دکانیں کھل گئی ہیں کچھ کارخانوں کی صورت بھی پیدا ہو رہی ہے کیونکہ چکیاں وغیرہ لگ رہی ہیں مزدور بھی آگئے ہیں پیشہ ور بھی آگئے ہیں اور دفتر بھی آگئے ہیں مگر یہ سب عارضی انتظام ہے مستقل انتظام کے لئے یہ شرط ہوگی کہ صرف ایسے ہی لوگوں کو رہوہ میں رہنے کی اجازت دی جائے گی جو اپنی زندگی عملی طور پر دین کی خدمت کے لئے وقف کرنے والے ہوں میرا یہ مطلب نہیں کہ یہاں رہنے والا کوئی شخص دکان نہیں کر سکتا یا کوئی اور پیشہ نہیں کر سکتا وہ ایسا کر سکتا ہے مگر عملاً اُسے دین کی خدمت کے لئے وقف رہنا پڑے گا جب بھی سلسلہ کو ضرورت ہوگی وہ بلا چون و چرا اپنا کام بند کر کے سلسلہ کی خدمت کرنے کا پابند ہوگا مثلاً اگر تبلیغ کے لئے وفد جا رہے ہوں یا علاقہ میں کسی اور کام کے لئے اُس کی خدمات کی ضرورت ہو تو اُس کا فرض ہوگا کہ وہ فوراً اپنا کام بند کر کے باہر چلا جائے انہی شرائط پر لوگوں کو زمین دی جائے گی اور جو لوگ اس کے پابند نہیں ہوں گے انہیں یہاں زمین نہیں دی جائے گی ہم چاہتے ہیں کہ یہ جگہ ایک مثالی جگہ ہو جس طرح ظاہر میں ہم اسے دین کا مرکز بنا رہے ہیں اس طرح حقیقی طور پر یہاں کے رہنے والے سب کے سب افراد دین کی خدمت کے لئے وقف ہوں وہ بقدر ضرورت دُنیا کا کام بھی کرتے ہوں لیکن ان کا اصل مقصد دین کی خدمت اور اس کی اشاعت ہو یوں تو صحابہؓ بھی دُنیا کے کام کرتے تھے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لشکر میں کوئی ایک سپاہی بھی ایسا نہیں تھا جو تنخواہ دار ہو کوئی دکاندار تھا، کوئی زمیندار تھا، کوئی مزدور تھا، کوئی لوہار تھا، کوئی ترکھان تھا، غرض بارے کے سارے پیشہ ور تھے جس طرح آپ لوگوں کی دکانیں ہیں اسی طرح اُن کی بھی دکانیں ہیں جس طرح

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ :- سالانہ رپورٹ ۲۸-۲۹/۱۳۲۹ھ / ۲۹-۳۰/۱۹۵۰ء سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ ۱۹ تبوک تا ۲۸ نبوت ۱۳۲۵ھ حضور لاہور میں قیام فرما رہے لیکن اس دوران خطبہ جمعہ کے لئے باقاعدگی سے رپوہ تشریف لاتے رہے۔ (ص ۱)

آپ لوگوں کی زمینداریاں ہیں اسی طرح اُن لوگوں کی بھی زمینداریاں تھیں۔ اگر آپ لوگ مختلف پیشوں سے کام لیتے ہیں مزدوری کرتے ہیں یا بڑھی اور لوہار کا کام کرتے ہیں تو وہ بھی یہ سب کام کرتے تھے مگر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب جنگ کے لئے نکلے تو وہ سب کے سب آپ کے ساتھ چل پڑتے تھے اُس زمانہ میں جنگ تھی اس زمانہ میں تبلیغ کا کام ہمارے سپرد ہے۔ آپ صحابہؓ سے فرماتے چلو تو وہ سب چل پڑتے تھے وہ یہ نہیں کہتے تھے کہ ہماری دکانیں بند ہو جائیں گی۔ پھر یہ بھی نہیں کہ اُن کے بیوی بچے نہیں تھے۔ اسکل لوگ یہ کہہ دیا کرتے ہیں کہ اگر ہم دین کی خدمت کے لئے جائیں تو ہمارے بیوی بچوں کو کون کھلائے گا سوال یہ ہے کہ آیا صحابہؓ کے بیوی بچے تھے یا نہیں؟ اگر تھے تو جنگ پر جانے کے بعد انہیں کون کھلانا تھا؟ حقیقت یہ ہے کہ مذہب کی ترقی قربانی سے وابستہ ہے روپیہ ایک عارضی چیز ہے جیسے تحریک جدید کے ابتدا میں ہی میں نے کہہ دیا تھا کہ روپیہ ایک ضمنی چیز ہوگی تحریک جدید کی اصل بنیاد وقتِ زندگی پر ہوگی مگر میں دیکھتا ہوں کہ اب واقفین میں سے ایک حصہ کارِ حجاج روپیہ کی طرف ہو رہا ہے اور وہ یہ سوال کر دیا کرتے ہیں کہ ہم کھائیں گے کہاں سے؟ حالانکہ وقف کی ابتدائی شرطوں میں ہی صاف طور پر لکھا ہوا ہے کہ زندگی وقف کرنے والا ہر قسم کی قربانی سے کام لے گا اور وہ کسی قسم کے مطالبہ کا حقدار نہیں ہوگا۔ حقیقت یہ ہے کہ جو شخص خدا کے لئے قربانی کرتا ہے خدا تو اُس کا مددگار ہو جاتا ہے۔ آخر ہمارے وقف کے دو ہی نتیجے ہو سکتے ہیں یا تو ہمیں ملے یا نہ ملے۔ میں "ہمارے" کا لفظ اس لئے کہتا ہوں کہ میں بھی جوانی سے دین کی خدمت کے لئے وقف ہوں اور میں جب دین کی خدمت کے لئے آیا تھا اُس وقت میں نے خدا تعالیٰ سے یا خدا تعالیٰ کے نمائندوں سے یہ سوال نہیں کیا تھا کہ میں اور میرے بیوی بچے کہاں سے کھائیں گے مگر اب تم میں سے کئی لوگوں کو یہ نظر آتا ہے کہ میرے پاس روپیہ بھی ہے اور میں کھانا پیتا بھی با فراغت ہوں مگر سوال یہ ہے کہ میں نے تو کوئی شرط نہیں کی تھی جو کچھ خدا نے مجھے دیا یہ اس کا احسان ہے میرا حق نہیں کہ میں اُس کی کس نعمت کو رد کروں لیکن جب میں آیا تھا اُس وقت میں نے یہ نہیں کہا تھا کہ پہلے میرے اور میرے بیوی بچوں کے گذارہ کی کوئی صورت پیدا کی جائے اس کے بعد میں اپنے آپ کو دین کی خدمت کے لئے وقف کروں گا یہ خدا کا سلوک ہے جس میں کسی بندے کو کوئی اختیار نہیں۔

"غرض اللہ تعالیٰ پر توکل ہی انسان کو حقیقی زندگی دیتا ہے اور توکل ہی ہر قسم کی برکات کا انسان

کو مستحق بناتا ہے جب حضرت ابراہیم اور حضرت اسمعیل علیہما السلام کے ذریعہ خدا تعالیٰ نے مکہ بنوایا تو اس وقت اس نے یہی کہا کہ یہاں تو کل سے رہنا اور خدا تعالیٰ سے روٹی مانگنا بندوں سے نہ مانگنا اسی نیت اور ارادہ کے ساتھ ہمیں قادیان میں بھی رہنا چاہیے تھا مگر وہ احمدیت سے پہلے کی نبی ہوئی بستی تھی اور بھی بہت سے لوگ اس سبق سے نا آشنا تھے لیکن یہ نئی بستی جہاں ایک طرف مدینہ سے مشابہت رکھتی ہے اس لحاظ سے کہ ہم قادیان سے ہجرت کرنے کے بعد یہاں آئے وہاں دوسری طرف یہ مکہ سے بھی مشابہت رکھتی ہے کیونکہ یہ نئے نئے سرے سے بنائی جا رہی ہے اور محض احمدیت کے ہاتھوں سے بنائی جا رہی ہے جس طرح حضرت ابراہیم اور حضرت اسمعیل علیہما السلام کے ہاتھ سے اللہ تعالیٰ نے مکہ معظمہ بنوایا وہاں بھی خدا تعالیٰ نے حضرت ابراہیم اور حضرت اسمعیل علیہما السلام کی نسل سے یہی کہا تھا کہ تم اپنی روٹی کا ذمہ دار مجھے سمجھنا کسی بندے کو نہ سمجھنا پھر میں تم کو دوں گا اور اس طرح دوں گا کہ دنیا کے لئے حیرت کا موجب ہو گا چنانچہ دیکھ لو ایسا ہی ہوا اور مکہ والے بے شک محنت مزدوری بھی کرنے لگ گئے ہیں لیکن میں سمجھتا ہوں اگر وہ محنت مزدوری چھوڑ دیتے تب بھی جس طرح نبی اسرائیل کے لئے خدا تعالیٰ نے ایک جنگل میں من و سلویٰ نازل کیا تھا اسی طرح مکے والوں کے لئے من و سلویٰ اترنے لگے کیونکہ وہاں پر رہنے والوں کا رزق خدا تعالیٰ نے اپنے ذمہ لیا ہوا ہے اسی طرح ہم کو بھی اس جنگل میں جس جگہ کوئی آبادی نہیں تھی جس جگہ رزق کا کوئی سامان نہیں تھا جو مکہ کی طرح ایک وادی غیر ذی زرع تھی اور جہاں مکہ کی طرح کھاری پانی ملتا ہے اور جو اس لحاظ سے بھی مکہ سے ایک مشابہت رکھتا ہے کہ مکہ کی طرح یہاں کوئی سبزہ وغیرہ نہیں اور پھر مکہ کے گرد جس طرح پہاڑیاں ہیں اس طرح اس مقام کے ارد گرد پہاڑیاں ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے موقع دیا ہے کہ ہم ایک نئی بستی اللہ تعالیٰ کے نام کو بلند کرنے کے لئے بسائیں پس اس موقع پر ہمیں بھی اور یہاں کے رہنے والے سب افراد کو بھی یہ عزم کر لینا چاہیے کہ انہوں نے خدا سے مانگنا ہے کسی بندے سے نہیں مانگنا تم اپنے دل میں ہنسو تم سخر کرو کچھ سمجھو حقیقت یہ ہے کہ دنیا میں سب سے معزز روزی وہی ہے جو خدا تعالیٰ سے مانگی جائے۔ وہ کوئی روزی نہیں جو انسان کو انسان سے مانگ کر ملتی ہے بلکہ حقیقت تو یہ ہے (مگر یہ اعلیٰ مقام کی بات ہے اور اعلیٰ درجہ کی روحانیت کے ساتھ تعلق رکھتی ہے اور شائد تم میں سے بہتوں کی سمجھ میں بھی نہ آئے) کہ وہ روزی بھی اتنی اچھی نہیں جو خدا تعالیٰ سے مانگ کر ملتی ہے بلکہ اعلیٰ روزی وہ ہے جو

خدا تعالیٰ خود دیتا ہے اور بے مانگے کے دیتا ہے۔ مجھے اپنی زندگی میں ہمیشہ ہنسی آتی ہے اپنی ایک بات پر (مگر یہ ابتدائی مقام کی بات تھی اور اعلیٰ مقام ہمیشہ ابتدائی منازل کو طے کرنے کے بعد ملتا ہے اور ابتدائی مقام یہی ہوتا ہے کہ انسان سمجھتا ہے میں نے خدا سے مانگنا ہے) کہ میں نے بھی خدا سے کچھ مانگا اور اپنے خیال میں انتہائی درجہ کا مانگا مگر مجھے ہمیشہ ہنسی آتی ہے اپنی بیوقوفی پر اور ہمیشہ لطف آتا ہے خدا تعالیٰ کے انتقام پر کہ جو کچھ ساری عمر کے لئے میں نے مانگا تھا وہ بعض دفعہ اس نے مجھے ایک ایک ہفتہ میں دے دیا میں زمین پر شرمندہ ہوں کہ میں نے کیا حماقت کی اور اس سے کیا مانگا اور وہ آسمان پر ہنستا ہے کہ اس کو ہم نے کیسا بدلہ دیا اور کیسا نادم اور شرمندہ کیا۔ پھر میں نے سمجھا کہ مانگنا بھی فضول ہے کیوں نہ ہم اللہ تعالیٰ سے ایسا تعلق پیدا کریں کہ وہ ہمیں بے مانگے ہی دیتا چلا جائے ایک شخص جو کسی بڑے آدمی کے گھر مہمان جاتا ہے وہ اگر اس سے جا کر کہے کہ صاحب! میں آپ کے گھر سے کھانا کھاؤں گا تو اس میں میزبان اپنی کتنی ہتک محسوس کرتا ہے جب وہ اس کے ہاں مہمان آیا ہے تو صاف بات یہ ہے کہ وہ اس کے ہاں سے کھانا کھائے گا۔ اس کا یہ کہنا کہ میں آپ کے ہاں سے کھانا کھاؤں گا یہ مفہوم رکھتا ہے کہ وہ میزبان کے متعلق اپنے دل میں یہ بڑتی محسوس کرتا ہے کہ شاید وہ کھانا نہ کھلائے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کا جو مہمان ہو جاتا ہے اسے اللہ تعالیٰ خود کھلاتا اور پلٹاتا ہے اگر وہ اس سے مانگے تو اس میں اس کی اعلیٰ وارفع شان کی ہتک ہوتی ہے مگر خدا کا سلوک ہر بندے سے مختلف ہوتا ہے۔ وہ جو خدا کے لئے اپنی زندگی وقف نہیں کرتے ان کو بھی وہ روزی بہم پہنچاتا ہے اور جو اس کے لئے اپنی ساری زندگی کو وقف کئے ہوئے ہوتے ہیں ان کو بھی روزی بہم پہنچاتا ہے۔ وہ فرماتا ہے **كَلَّا نَمِدُّ هُوَ لَاءِ وَ هُوَ لَاءِ** ہم اس کے لئے بھی روزی کا انتظام کرتے ہیں جو ایمان سے خارج اور دہریہ ہوتا ہے اور اس کے لئے بھی روزی کا انتظام کرتے ہیں جو ہم پر کامل ایمان رکھنے والا ہوتا ہے یہ دو گروہ ہیں جو الگ الگ ہیں۔ ایک وہ ہے جو ہمیں گالیاں دیتا ہے اور کہتا ہے کہ میں خود کمائی کروں گا اور اپنی کوشش سے رزق حاصل کروں گا۔ ایک گروہ وہ ہے جو کہتا ہے کہ کمائی تو چیز ہے بلکہ میں نے تو خدا تعالیٰ سے بھی نہیں مانگنا اس کی مرضی ہے چاہے جسے یا نہ دے۔ فرماتا ہے ہم اس گروہ کو بھی دیتے ہیں اور اس گروہ کو بھی دیتے ہیں۔ ایک **هُوَ لَاءِ** ان لوگوں کی طرف جاتا ہے جو بدترین مخلوق ہوتے ہیں اور جو ادبیات کے اتنے دلدادہ اور عاشق

ہوتے ہیں کہ سمجھتے ہیں سب نتائج کی بنیاد مادیات پر ہی ہے اور ایک ھاؤ کڑا ان لوگوں کی طرف جاتا ہے جو مادیات سے بالکل بالا ہو کر اس مقام پر پہنچ جاتے ہیں کہ سمجھتے ہیں ہم نے خدا سے بھی نہیں مانگنا اور ایک درمیانی گروہ ہوتا ہے وہ اپنے اپنے درجہ کے مطابق ظاہر میں کچھ مادی کوششیں بھی کر لیتے ہیں اور پھر ساتھ اس کے اللہ تعالیٰ پر توکل بھی رکھتے ہیں کبھی مانگتے ہیں اور کبھی نہیں مانگتے یا اپنی زندگی میں سے کچھ عرصہ کوشش اور جہد و جد کرتے ہیں اور کچھ عرصہ کوشش اور جہد و جد کو ترک کر دیتے ہیں۔ ظاہری تدبیر حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ نے بھی کی۔ آپ طرب کرتے تھے اور روپیہ کماتے تھے اور ظاہری تدبیر ہم نے بھی کی ہم بھی زمیندارہ کرتے ہیں اور بعض دفعہ تجارت بھی کر لیتے ہیں مگر اس نیت سے کرتے ہیں کہ اس کا نتیجہ خدا تعالیٰ کی مرضی پر منحصر ہے۔ اگر وہ کہے کہ میں نے تمہیں کچھ نہیں دینا تو ہمیں اس سے کوئی شک و گمان نہیں ہوگا ہمیں اس کے فیصلہ پر کوئی اعتراض نہیں ہوگا ہم بھی یہ سمجھیں گے کہ وہ ہماری اتنی ہی حمد کا مستحق ہے جتنی حمد کا اب ستحق ہے بلکہ وہ ہماری اتنی ہی حمد کا مستحق ہے یعنی حمد ہم کر بھی نہیں سکتے پس اس مقام کے رہنے والوں کے لئے ضروری ہوگا کہ وہ توکل سے کام لیں اور ہمیشہ اپنی نگاہیں اللہ تعالیٰ کی طرف بلند رکھیں جو دیا نثار احمدی ہیں ان سے کہوں گا کہ اگر وہ کسی وقت یہ دیکھیں کہ وہ توکل کے مقام پر قائم نہیں رہے تو وہ خود بخود یہاں سے چلے جائیں اور اگر خود نہ جائیں تو جب ان سے کہا جائے کہ چلے جاؤ تو کم سے کم اس وقت ان کا فرض ہوگا کہ وہ یہاں سے فوراً چلے جائیں۔ یہ جبکہ خدا تعالیٰ کے ذکر کے بلند کرنے کے لئے مخصوص ہونی چاہیے یہ جبکہ خدا تعالیٰ کے نام کے پھیلانے کے لئے مخصوص ہونی چاہیے۔ یہ جبکہ خدا تعالیٰ کے دین کی تعلیم اور اس کا مرکز بننے کے لئے مخصوص ہونی چاہیے ہم میں سے ہر شخص کو کوشش کرنی چاہیے کہ وہ اپنی اولاد اور اپنے اعزہ اور اقارب کو اس رستہ پر چلانے کی کوشش کرے۔ یہ ضروری نہیں کہ وہ اس کوشش میں کامیاب ہو سکے۔ نوع کی کوشش کے باوجود اس کا بیٹا اس کے خلاف رہا۔ لوط کی کوشش کے باوجود اسکی بیوی اس کے خلاف رہی۔ اسی طرح اور کئی انبیاء اور اولیاء ایسے ہیں جن کی اولادیں اور بھائی اور رشتہ دار ان کے خلاف رہے ہم میں سے کوئی شخص یہ نہیں کہہ سکتا کہ وہ اپنے خاندان میں سے کتنوں کو دین کی طرف لاسکے گا مگر اس کی کوشش یہی ہونی چاہیے کہ اس کی ساری اولاد اور اسکی ساری نسل دین کے پیچھے چلے اور اگر اس کی کوشش کے باوجود اس کا کوئی عزیز اس رستہ سے دُور

چلا جاتا ہے تو سمجھ لے کہ وہ میری اولاد میں سے نہیں میری اولاد وہی ہے جو اس منشاء کو پورا کرنے والی ہے جو الہی منشاء ہے جو شخص دین کی خدمت کے لئے تیار نہیں وہ ہماری اولاد میں سے نہیں ہم اپنی اولاد کو مجبور نہیں کر سکتے کہ وہ ضرور دین کے پیچھے چلیں ہم ان کے دل میں ایمان پیدا نہیں کر سکتے خدا ہی ہے جو ان کے دلوں میں ایمان پیدا کر سکتا ہے لیکن ہم یہ ضرور کر سکتے ہیں کہ جو اولاد اس منشاء کو پورا کر نیوالی نہ ہو اسے ہم اپنے دل سے نکال دیں۔ بہر حال اگر خدا تعالیٰ اپنے فضل سے ہمیں اعلیٰ مقام دے تو ہمیں کوشش کرنی چاہیے کہ صرف ہم ہی نہیں بلکہ ہماری آئندہ نسلیں بھی اس مقام کو دین کامرکز بنائے رکھیں اور ہمیشہ دین کی خدمت اور اس کے کلمہ کے اعلاء کے لئے وہ اپنی زندگیاں وقف کرتے چلے جائیں لیکن اگر ہماری کسی غلطی اور گناہ کی وجہ سے اللہ تعالیٰ یہ مقام ہمیں نصیب نہ کرے اور ہماری ساری اولادیں یا ہماری اولادوں کا کچھ حصہ دین کی خدمت کرنے کے لئے تیار نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ پر توکل اسکے اندر نہ پایا جاتا ہو۔ خدا تعالیٰ کی طرف انابت کا مادہ اس کے اندر موجود نہ ہو تو پھر ہمیں اپنے آپ کو اس امر کے لئے تیار رکھنا چاہیے کہ جس طرح ایک مردہ جسم کو کاٹ کر الگ پھینک دیا جاتا ہے اسی طرح ہم اس کو بھی کاٹ کر الگ کر دیں اور اس جگہ کو دین کی خدمت کرنے والوں کے لئے ان سے خالی کروالیں۔

سیدنا حضرت امیر المؤمنین المصلح الموعود نے
 ۱۸ ماہ نبوت ۱۳۲۸ھ / نومبر ۱۹۴۹ء کو بمقام
 ربوہ ایک اہم خطبہ ارشاد فرمایا جس میں تحریک
 خلیفہ وقت کو انکی اطلاع دینے کی تحریک

فرمائی کہ منافق طبع لوگوں کی اصلاح کی جائے اور خلیفہ وقت کو ایسے لوگوں کی اطلاع دی جائے۔ نیز
 اس امر پر تفصیل سے روشنی ڈالی کہ طبقہ منافقین کے پیدا ہونے کے بنیادی وجوہ اور اسباب
 کیا ہیں چنانچہ فرمایا:-

”ربطہ کہاں سے آتا ہے؟ اس کے متعلق یاد رکھنا چاہیے کہ اس کی موٹی موٹی جگہیں یہ ہیں۔
 قرآن کریم میں آتا ہے کہ بعض لوگ دلائل میں کرا ایمان لے آتے ہیں لیکن جب ان سے قرآنیوں کا مطالبہ
 کیا جاتا ہے تو وہ ان کی برداشت نہیں کر سکتے مثلاً جب وہ نماز نہیں پڑھتے تو لوگ ان سے پوچھتے

ہیں کہ تم نمازیوں نہیں پڑھتے۔ آخر اس سوال کا وہ کیا جواب دیں گے کیا وہ یہ جواب دیں گے کہ بھئی ہم کمزور ہیں گنہگار ہیں۔ اس جواب کے لئے بڑی ہمت کی ضرورت ہوتی ہے۔ ان کا جواب یہ ہوتا ہے کہ میں نے تمہارے بڑے بڑے آدمیوں کو دیکھا ہوا ہے وہ بھی نمازیں نہیں پڑھتے۔ گویا وہ اپنا الزام دوسروں پر لگا دیں گے تا ان کا وہ عیب چھپ جاوے۔ یہ بات ان سے اگر کوئی کمزور ایمان شخص سُن لے گا تو وہ دوسری جگہ پر جائے گا اور کہے گا کہ میں نے ایک معتبر شخص سے سنا ہے کہ فلاں فلاں شخص نماز نہیں پڑھتا وہ معتبر شخص کون ہو گا وہ معتبر شخص وہی منافق ہو گا جس نے اپنا عیب چھپانے کے لئے اپنا الزام دوسروں پر لگا دیا۔ یا مثلاً چندہ ہے ایک شخص چندہ نہیں دیتا لوگ اس سے پوچھتے ہیں کہ بھئی تم چندہ کیوں نہیں دیتے۔ وہ اپنے عیب کو چھپانے کے لئے کہہ دیتا ہے کہ بھئی چندہ کیا دین مرکز میں بیٹھے لوگ چندہ کھا رہے ہیں۔ یہ تو کوئی شخص نہیں کہہ سکتا کہ میں بے ایمان ہوں، کمزور ہوں اس لئے چندہ نہیں دیتا بجائے اس کے کہ وہ کہے بھئی میں بے ایمان ہوں، کمزور ہوں وہ کہہ دیتا ہے مرکز میں بڑے بڑے لوگ چندہ کھا رہے ہیں اس لئے میں چندہ نہیں دیتا۔ اس طرح وہ اپنی عورت کو بچانا چاہتا ہے۔ غرض بد عمل لوگ اپنے عیب اور کمزوری کو چھپانے کے لئے اور اس پر پردہ ڈالنے کے لئے ہمیشہ دوسروں پر الزام لگاتے ہیں۔ ان لوگوں کی بڑی پہچان یہ ہے کہ پہلے معترض کا اپنا عمل دیکھا جائے کہ وہ چندہ دیتا ہے یا دیا ننداری میں خود مشہور ہے یا وہ خود تو کسی سے دھوکہ نہیں کرتا۔ اگر وہ خود چندہ دیتا ہے، وہ خود دیا ننداری میں مشہور ہے تب تو ہم یہ شبہ کر سکتے ہیں کہ شاید اس کی بات سچی ہو یا شاید اس نے کسی غلط فہمی کی بنا پر کوئی بات کہہ دی ہو لیکن جس کی دیانت خود مشتبہ ہے وہ خود چندہ نہیں دیتا اور پھر وہ دوسروں پر اعتراض کرتا ہے وہ منافق ہے پس ہر وہ شخص جو دوسروں پر خیانت اور بددیانتی کا الزام لگائے پہلے اسے دیکھو کہ آیا وہ خود دیا نندار ہے خود چندوں میں چست ہے۔ اگر وہ خود دیا نندار ہو تب تو بیشک اس کی بات پر غور کرنے کی ضرورت ہے لیکن پھر بھی یہ ضروری نہیں کہ اس کی بات فی الواقع سچی ہو ہو سکتا ہے کہ وہ جو کچھ کہہ رہا ہے محض غلط فہمی کی بنا پر ہو۔ دوسری وجہ منافقت کی یہ ہوتی ہے کہ نئی نسل کی تربیت اچھی نہیں کرتی پہلے لوگ تو سوچ سمجھ کر ایمان لاتے ہیں لیکن نئی نسل تو سوچ سمجھ کر ایمان نہیں لاتی ہوتی۔ وہ تو پورا نئی احمدی ہوتے ہیں اس لئے بڑی تربیت کی وجہ سے وہ جلد منافقت کی طرف مائل ہو جاتے ہیں۔ جو

سوچ سمجھ کر ایمان لاتا ہے اس کا ایمان اتنا کمزور نہیں ہوتا کہ ٹھوکر کھا جائے لیکن جو شخص سوچ سمجھ کر ایمان نہیں لایا بلکہ محض پیدائش کی وجہ سے وہ احمدی ہے اس کا ایمان اتنا مضبوط نہیں ہوتا جتنا اس شخص کا جو خود سوچ سمجھ کر ایمان لایا ہو۔ غرض نئی پود میں بھی منافقت زیادہ گھر کر جاتی ہے۔ اب اگر یہ صحیح ہے کہ ہر احمدی کی تربیت اچھی نہیں تو یہ ماننا پڑے گا کہ منافقت احمدیوں میں بھی ہو سکتی ہے۔

منافقت کی تیسری وجہ یہ ہوتی ہے کہ بعض دفعہ ایمان دار اور مخلص شخص بھی کمزوری دکھا جاتا ہے اور چونکہ ہر کمزوری معاف نہیں ہو سکتی اس لئے بعض دفعہ اسے سلسلہ کی طرف سے سزا دی جاتی ہے اور بعض اوقات اس سزا کی وجہ سے وہ ٹھوکر کھا جاتا ہے یا اس کے اندر بغض اور کینہ پیدا ہو جاتا ہے پس اگر کوئی شخص منافقت والی بات کر رہا ہو تو دیکھو کہ آیا وہ ایسا شخص تو نہیں جسے کسی جرم کی بنا پر سلسلہ کی طرف سے سزا دی گئی ہو یا اس کے کسی قریبی رشتہ دار یا دوست کو سزا دی گئی ہو اگر ایسا ہے تو یہ زیادہ قرین قیاس ہے کہ وہ اپنا بدلہ لے رہا ہے۔

جو لوگ مخلص نہیں وہ میرے مخاطب نہیں لیکن جو لوگ سچے مباح اور مخلص ہیں میں انہیں ہدایت دیتا ہوں کہ ایسے لوگ جہاں کہیں بھی ہوں ان کی اطلاع مجھے دینے میں مجھے راجح ہے اور ان کے متعلق میں قدم اٹھانے والا ہوں لیکن اگر تم لوگ بھی مجھے اطلاع دیتے رہو گے تو مجھے اپنے کام میں مدد ملے گی مثلاً میرے پاس ایک روایت پہنچتی ہے کہ فلاں شخص منافق ہے لیکن ایک روایت کے ساتھ کسی کے خلاف کوئی قدم نہیں اٹھایا جاسکتا اور اگر ہم اس شخص کا نام پہلے ہی لے دیں تو اس کے خلاف غلط روایات جمع ہونی شروع ہو جائیں گی اس لئے ایسا کرنا اس پر ظلم ہو گا پس جماعت کے ہر فرد کو چاہیے کہ جہاں کہیں بھی ایسے لوگ پائے جاتے ہوں جو ایسے لوگوں کے سامنے باقیں کرتے ہوں جو اصلاح پر مقرر نہیں کئے گئے ان کی اطلاع مجھے دے۔ اصلاح پر مقرر خلیفہ ہے صدر انجمن احمدیہ ہے مجلس شوریٰ ہے۔ ناظر ہیں اور بعض کاموں میں تحریک جدید اور تحریک جدید کی انجمن ہے اور ان کے بعد لوکل امیر اور لوکل امیر کی انجمن ہے میں کسی فرد کا نام نہیں لے رہا۔ اگر ان سات کے سامنے کوئی شخص کوئی بات کرتا ہے تو وہ منافق نہیں اس لئے کہ یہ اصلاح پر مقرر ہیں لیکن ان سات کے سوا اگر وہ کسی اور کے سامنے کوئی بات کرتا ہے تو ہم اسے منافق کہیں گے۔ یہ ضروری نہیں کہ وہ منافق ہو لیکن وہ اس

بات کا اہل ہے کہ اس کا جائزہ لیا جائے کہ آیا وہ احمق ہے یا منافق پس اگر کوئی شخص خلیفہ وقت نظام جماعت یا افراد جماعت کے خلاف ان سات قسم کے لوگوں کے سوا کسی اور کے سامنے کوئی بات کرتا ہے تو ایسے شخص کی رپورٹ میرے پاس آنی چاہیے تاکہ اگر وہ اصلاح کے قابل ہے تو اس کی اصلاح کی جائے ہمارے ہاتھ میں صرف یہی ہے کہ ہم اس کا ملاحظہ کر دیں یہ نہیں کہ اسے مار پیٹ کریں مار پیٹ کرنا گورنمنٹ کے ہاتھ میں ہے۔

بہر حال جماعت کو زندہ رکھنے کے لئے ضروری ہے کہ اس قسم کے لوگوں کی اصلاح کی جائے میں پھر یہ واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ رحم کے یہ معنی نہیں کہ باغ میں گھاس اُگا ہو اور اسے کاٹنا نہ جائے اگر کوئی باغبان اس گھاس پر رحم کرتا ہے تو اس کے معنی یہ ہیں کہ درخت مرجائے گا۔ اگر کوئی شخص سانپ پر رحم کرتا ہے... تو اس کے یہ معنی ہیں کہ سانپ اس کے بچے کو کاٹ لے گا۔ باؤٹے گتے پر اگر کوئی رحم کرتا ہے تو اچھے شہری مارے جائیں گے یہ رحم نہیں ظلم ہے۔ رحم کی مستحق سب سے اول جماعت ہے۔ رحم کا مستحق سب سے اول سلسلہ ہے۔ رحم کا مستحق سب سے اول نظام سلسلہ ہے۔ اور جو شخص ان کے خلاف باتیں کرتا ہے وہ اس قابل نہیں کہ اسے جماعت میں رہنے دیا جائے" لے

حضرت مصلح موعود نے اس تحریک کی اہمیت بیان کرتے ہوئے فرمایا :-

"منافق لوگ جماعت کو یا مجھے اس وقت تو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے کیونکہ یہ ہماری ترقی کا نانا ہے۔ اس وقت ان کی حیثیت ایک پتھر کی بھی نہیں پتھر کوئی نقصان پہنچا سکتا ہے مگر وہ کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے لیکن پھر بھی انہیں نظر انداز نہیں کیا جاسکتا کیونکہ اگر یہ بیج قائم رہا تو جب جماعت کڑو ہو جائے گی اس وقت اسے نقصان پہنچائے گا اس لئے ہمارا یہ فرض ہے کہ نہ صرف ہم اپنی اصلاح کریں بلکہ ایسے لوگوں کی بھی اصلاح کریں جو جماعت کے لئے آئندہ کسی وقت بھی مضر ہو سکتے ہیں۔ پس ان لوگوں کو کھلنا ہمارا فرض ہے خواہ ان کے ساتھ ان سے ہمدردی رکھنے والے بعض بڑے لوگ بھی کچلے جائیں اور ہر منخلص اور سچے مباحث کا یہ فرض ہے کہ وہ اس بارہ میں میری مدد کرے اور ایسے لوگوں کے متعلق مجھے اطلاع دے۔ اور اگر کوئی احمدی میرے اس اعلان کے بعد اس کام میں کوتاہی کرے گا تو خدا تعالیٰ کے نزدیک مومن نہیں ہوگا بلکہ اُس کی بیعت ایک تسخر بن جائے گی کیونکہ

اس نے جان و مال اور عزت کے قربان کرنے کا وعدہ کیا لیکن جب خلیفہ وقت نے اسے آواز دی تو اس نے کسی کی دوستی کی وجہ سے اس آواز کا جواب نہیں دیا۔ پس ہر احمدی کا یہ فرض ہے کہ وہ منافقین کی اطلاع مجھے دے۔ تم اس بات سے مت ڈرو کہ سو میں سے پچاس احمدی نکل جائیں گے تم پچاس سے ہی سو بنے ہو بلکہ تم ایک سے سو بنے ہو پھر اگر سو میں سے پچاس نکل جائیں گے تو کیا ہو؟ پس یہ مت خیال کرو کہ ان لوگوں کے نکل جانے سے جماعت کو کوئی نقصان پہنچے گا گھاس کاٹ دینے سے باغ سے سبزہ تو کم ہو جاتا ہے لیکن درخت نشوونما پاتا ہے اور باغ زیادہ قیمتی ہو جاتا ہے۔

جناب ملک صاحب خاں صاحب نون ریٹائرڈ ڈپٹی کمشنر
حضرت مصلح موعود کا لیکچر سرگودھا
 نے حضرت امیر المؤمنین المصلح الموعود کی خدمت میں سرگودھا

تشریف لانے اور اپنے خطاب سے اہل سرگودھا کو نوازنے کی درخواست کی تھی جو حضور نے قبول فرمائی چنانچہ حضور ارامہ نبوت ۱۳۲۸ھ / نومبر ۱۹۴۹ء کو سرگودھا تشریف لے گئے اور نماز جمعہ پڑھانے کے بعد کپنی باغ کے وسیع احاطہ میں ایک نہایت پُر معارف اور مؤثر تقریر فرمائی جس میں پاکستانیوں کو بدلے ہوئے حالات میں ان کی نئی ذمہ داریوں کی طرف بڑے دلنشین پیرا میں توجہ دلائی۔ یہ تقریر پیرائے سے شروع ہو کر شام کے چھ بجے تک جاری رہی۔ حضور کا خطاب پبلک نے کمال ذوق و شوق اور دلچسپی سے سنا اور مجمع پر سکتے کا سا عالم طاری رہا۔ رؤسائے شہر اور حکام صلیح کے علاوہ سرگودھا کے دیگر معززین اور غیر احمدی احباب ہزار ہا کی تعداد میں تشریف لائے اور حضور کے رُوح پر وراشادات سے مستفیض ہوئے۔ علاوہ ازیں سرگودھا کے علاوہ پنجاب کے دوسرے اضلاع کی احمدی جماعتوں کے دوست بھی کثیر تعداد میں شامل جلسہ ہوئے۔

ان دنوں جناب مرزا عبدالحق صاحب ایڈووکیٹ امیر جماعت احمدیہ سرگودھا کے فرائض سرانجام دے رہے تھے۔ آپ نے قریباً اڑھائی ہفتہ پیشتر بذریعہ الفضل حضور کے لیکچر کی خوشخبر شائع کرائی نیز اطلاع دی کہ احباب کے لئے دوپہر و شام کے کھانے اور قیام کا انتظام ملک صاحب خاں صاحب نون کی کوٹھی پر ہوگا۔ آپ نے یہ بھی اعلان کیا کہ ضلع سرگودھا کے احمدی نوجوان دس نومبر یعنی جمعرات کی دوپہر کو سرگودھا پہنچ جائیں تا بروقت انتظامات جلسہ میں حصہ لے سکیں۔ اس جلسہ کے

قائم محمد اقبال صاحب پراپر (جنرل مینجری ڈی یونائیٹڈ ٹرانسپورٹ سرگودھا) تھے جنہوں نے افضل مورخہ ۶ ربیع الثانی ۱۳۵۲ھ / نومبر ۱۹۳۹ء میں غازین جلسہ سرگودھا کے لئے ایک ضروری نوٹ لکھا اور ہمالوں سے انتظامات جلسہ کی مشترکہ ذمہ داری میں تعاون کی اپیل کی۔ محترم پراپر صاحب نے لاہور سے سرگودھا جانے والے احباب کی سہولت کے پیشین نظر سپیشل بسوں کا بھی انتظام کیا جیسا کہ اخبار الفضل ۸ ربیع الثانی ۱۳۵۲ھ / نومبر ۱۹۳۹ء صفحہ ۲ سے پتہ چلتا ہے۔ مرزا عبدالحق صاحب ایڈووکیٹ امیر صوبائی پنجاب اپنی سوانح میں اس عظیم الشان جلسہ کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:-

”۱۹۳۹ء میں ہم نے سرگودھا میں ایک جلسہ عام کمپنی بارغ میں کروایا جس میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی تقریر ہوئی جس کا بہت اچھا اثر ہوا۔ اس جلسہ کے سارے اختراجات محترم ملک صاحب خاں صاحب نوٹ رئیس سرگودھا نے ادا کئے۔ اس میں بہت وسیع پیمانے پر کھانے کی دعوت بھی دی گئی جس میں حکام اور رُووسا کو بھی شامل کیا گیا۔ مولویوں نے اس جلسہ کو منسوخ کرنا چاہا لیکن ڈپٹی کمشنر میں پہلے اجازت دے چکے تھے انہوں نے منسوخ کرنے سے انکار کر دیا۔“

فصل پنجم

احمدیہ مسلم ریشن گلاسگو کا قیام

سکاٹ لینڈ برطانیہ کلاں کا ایک ملک ہے جو ۱۷۰۷ء سے انگریزوں کے ساتھ قانوناً الحاق رکھتا ہے انگریزوں کی طرح اس ملک کے پرائسٹنٹ چرچ کو بھی بہت شہرت حاصل ہے جس کے مدارس الیٹیا ایڈنبرا (EDUNBURGH) گلاسگو (GLASGOW) اور ایبرڈن (ABERDEEN) میں قائم ہیں گلاسگو سکاٹ لینڈ کا سب سے بڑا اور برطانیہ میں لندن کے بعد دوسرے نمبر کا شہر ہے جمال پاکستان،

۱۷ دسمبر ۱۹۶۲ء میں شائع ہوا ۲ انسائیکلو پیڈیا بریٹینیکا زیر لفظ سکاٹ لینڈ

۱۹۶۱ء کے طبع اول ماہ نومبر ۱۹۶۱ء چہ تقریر کا مکمل متن افضل ۲۸ نومبر اور

ہندوستان اور مصر کے مسلمان بھی خاصی تعداد میں آباد ہیں کیونٹی ریلیشنز کی ایک تازہ رپورٹ کے مطابق سکٹ لینڈ میں مقیم پاکستانیوں کی تعداد چھ ہزار اور بھارتیوں کی تعداد چار ہزار تک پہنچ گئی ہے۔

سکٹ لینڈ میں اسلام و احمدیت کا بیج حضرت مولانا جلال الدین صاحب شمس **مشن کی بنیاد** امام مسجد لندن کے ذریعہ ۱۳۱۹ھ / ۱۹۴۰ء کے قریب بویا گیا جبکہ سکٹ لینڈ

یونیورسٹی کی ایک طالبہ مس وانٹ لو (MISS. WHITE LOW) اور مسٹر فریٹا (MR. FARSHAH) نے قبولِ اسلام کیا۔ فروری ۱۹۴۹ء میں حضرت صلح موعود کی خاص ہدایت پر مسٹر بشیر احمد آچر ٹونے گلاسگو میں احمدیہ مسلم مشن کی بنیاد رکھی۔

یہاں آپ کے سوا اور کوئی احمدی نہ تھا مگر دو ماہ بھی نہ ہوئے تھے کہ **ابتدائی تبلیغی سرگرمیاں** دو انسداد حلقہ بگوشیوں احمدیت ہو گئے جن میں سے

ایک کا نام بشیر احمد اور دوسرے کا عبدالحق پینڈر (PINDER) تھا۔ قدم الذاکر محمد ریلوے میں کام کرنے والے ایک پاکستانی تھے اور دوسرے سکالٹس مسلمان۔

۶ ماہ ہجرت ۱۳۲۸ھ / مئی ۱۹۴۹ء کو مسٹر بشیر آچر ٹونے تبلیغ اسلام کے لئے پہلی پبلک میٹنگ منعقد کی اور اس کے بعد باقاعدگی سے لیکچروں کے ذریعہ پیغامِ حق کا حلقہ وسیع کرنے لگے چنانچہ گلاسگو کے بعد ۱۴ نومبر ۱۳۲۸ھ / اگست ۱۹۴۹ء کو ایڈنبرگ میں بھی اجلاس کرنے کا اہتمام کیا جو بہت کامیاب رہا۔ اسی طرح گلاسٹر میں بھی آپ نے لیکچر دیا۔

اس کے علاوہ آپ نے سکٹ لینڈ میں اسلامی لٹریچر کے پھیلائے کی طرف بھی توجہ دینا شروع کر دی

۱۰ مساوات لاہور ۱۳ جون ۱۹۶۳ء ص ۶ ÷ ۱۱ افضل ۲۴ راضا ۱۳۱۹ھ / اکتوبر ۱۹۴۰ء ص ۲ ÷

۱۲ رپورٹ مرسلہ بشیر آچر ٹونے زیر عنوان "TABLIGH IN SCOTLAND" ÷ ۱۱ افضل ۲۲ امان

۱۳۲۸ھ سکٹ گلاسگو میں آپ ابتداً 69 CASTLE MILK CRESCENT, CROFT FOOT

میں رہتے تھے بعد ازاں دوسرے مقامات میں رہائش پذیر ہوئے مثلاً

(1) 279 LANGSIDE ROAD, GLASGOW S.2

(2) 36 MANSION HOUSE ROAD GLASGOW S.1

۱۵ افضل ۱۹ ہجرت ۱۳۲۸ھ ص ۶ ÷ ۱۶ افضل ۱۲ احسان ۱۳۲۸ھ ص ۵ ÷

اور اپنی سرگرمیوں کا آغاز مندرجہ ذیل پمفلٹوں سے کیا :-

۱۔ قریح یسوع مسیح ہندوستان میں (THE TOMB OF JESUS-CHRIST IN INDIA)

مرتبہ حضرت مولانا جلال الدین صاحب شمس امام مسجد لندن۔

۲۔ کلیسا کے نام کھلا چیلنج (AN OPEN CHALLENGE TO THE CHURCH)

از چوہدری مشتاق احمد صاحب باجوہ۔

۳۔ ایک آسمانی پیغام (A DIVINE MESSAGE) لے

ماہِ ظور ۱۳۲۹ھ / اگست ۱۹۵۰ء میں آپ نے سائیکلو سٹائل مشین سے مسلم ہیرالڈ کا اجراء ایک ماہوار رسالہ مسلم ہیرالڈ (MUSLIM HERALD) جاری کیا۔

ماہِ شہادت ۱۳۲۹ھ / اپریل ۱۹۵۰ء میں آپ کی جدوجہد سے گلاسگو میں پہلی بار یومِ مینوایان مذاہب منایا گیا جس میں تیس افراد شامل ہوئے۔ ماہِ احسان ۱۳۲۹ھ / جون ۱۹۵۰ء سے آپ نے تبلیغی سرگرمیاں تیز کر دیں اور گھر گھر پہنچ کر اسلام و احمدیت کی منادی کی اور گلاسگو کے بڑے بڑے سماجی اور مذہبی لیڈروں کو اسلامی لٹریچر بھجوایا۔

ماہِ اغاء ۱۳۲۹ھ / اکتوبر ۱۹۵۰ء میں ارج بٹشپ آف یارک اور پوپ کو دعوتِ مذاکرہ آپ نے ارج بٹشپ آف یارک

(ARCHBISHOP OF YARK) کو مسیح کے دوبارہ جی اٹھنے اور آسمان پر چڑھ جانے کی نسبت

چیلنج دیا مگر انہیں یہ چیلنج قبول کرنے کی جرأت نہ ہو سکی۔ اگلے سال آپ نے ۱۳۲۹ھ کے شروع میں پوپ

لے پیپلٹ عبدالرحمن صاحب دہلوی (حال کارکن نظارت امور عامہ) نے جماعتِ احمدیہ کو ٹرٹ سے چنہ جھک کر کے

شائع کرایا تھا اور اس کے ڈاک خرچ کا ایک حصہ شیخ محمد اقبال صاحب (مخلف الرشید حضرت شیخ کریم بخش

صاحب) نے ادا کیا۔ پیپلٹ ایک ورقہ اور ایک طرف چھپا ہوا تھا اور اس کی پہلی قسط جو دو ہزار پر

مشمول تھی ۱۸ رفا ۱۳۲۸ھ / جولائی ۱۹۴۹ء کو مسٹر بشیر آرچرڈ کے پاس پہنچی جیسا کہ ان کی ایک تبلیغی

رپورٹ میں درج ہے :

لے بعنوان " A CHALLENGE TO THE POPE AND HIGH

- DIGNITARIES "

اور کلیسا کے دوسرے مذہبی راہنماؤں کو بذریعہ اشتہار دعوتِ مذاکرہ دی مگر پوپ کے سیکرٹری کی رسید کے سوا کوئی جواب نہیں دیا گیا۔

ہفت ۱۹۵۱ء میں آپ نے اشاعتِ اسلام کے حلقہ کو وسیع کرنے کے لئے متعدد نئے اقدامات کئے مثلاً ہر اتوار

حلقہ اشاعتِ اسلام میں وسعت

کو اسلامی لٹریچر کا سٹال لگانا شروع کیا جس سے تبلیغ کی نئی راہیں کھلیں۔ گلاسگو کی لائبریریوں میں اسلامی لٹریچر رکھوایا۔ پہلے مکرم نسیم سیفی صاحب رئیس تبلیغ مغربی افریقہ اور پھر مکرم ملک عمر علی صاحب کے ہمراہ آپ نے تبلیغی دورہ کیا اور ہیواہ وٹنس (JEHOVA-WITNESSES) فرقہ کے لوگوں سے گفتگو کی اس سال مسٹر بشیر آرچرڈ نے عرشہ جہاز کے مسلمان عملہ سے بھی رابطہ قائم کیا۔ حضرت سیٹھ عبداللہ الدین صاحب نے اسلام اینڈ پیس (ISLAM AND PEACE) کے دو نئے مشن کو بھجوائے تھے جو آپ نے غیر مسلموں تک پہنچائے۔ علاوہ ازیں اپنے بہت سے مضامین سائیکلو سٹائل کر کے کتابی صورت میں شائع کئے۔ ان مضامین میں اسلام اینڈ پیس اور کرسچین اوپننگ خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ مؤخر الذکر مضمون کا عربی ترجمہ "اسْتَيْقِظُوا أَيُّهَا الْمَسِيحِيُّونَ" کے عنوان سے فلسطین کے رسالہ البشریٰ میں بھی شائع ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی کوششوں میں برکت ڈالی اور ماہِ فتح ۱۹۵۹ء سے لے کر ماہِ شہادت ۱۹۶۳ء تک تین سعید روحیں قبولِ اسلام سے مشرف ہوئیں بیعت کرنے والوں میں دو پولینڈ کے باشندے اور ایک سکاٹش تھا۔

بجاہد گلاسگو مسٹر بشیر آرچرڈ شروع سے ہی نہایت قلیل رقم پر گزارہ کرتے تھے۔ ۸ نومبر ۱۹۵۸ء (مطابق ۸ اگست ۱۹۵۹ء) کو ایک نو مسلم انگریز

مبلغِ اسلام کا ایثار

کے ہاں آپ کی شادی ہوئی جس سے آپ کے اخراجات میں اضافہ ہوا تاہم آپ نے مرکز سے اپنے مشاہرہ

لے بعنوان "A CHALLENGE TO THE POPE AND HIGH DIGNITARIES"

لے CHRISTIAN AWAKE لے ISLAM AND PEACE لے

لے رسالہ البشریٰ فلسطین اخاء و نبوت ۱۹۶۲ء صفحہ ۱۶۲ تا ۱۶۶ ÷ لے ان میں سے مسٹر

بی۔ ٹارزویکا (MR. B. TORZEVEKA) کو پہلے ایمان نصیب ہوا۔ سیدنا حضرت المصلح الموعود نے

۱۸ امان ۱۹۶۵ء کو ان کی نسبت اپنے قلم مبارک سے لکھا "انعام اللہ نام رکھیں"

میں اضافہ کی کوئی درخواست نہ کی بلکہ ماہِ اِحَادِ ۱۳۵۹ھ / اکتوبر ۱۹۵۲ء سے اپنا ماہانہ تبلیغی الاؤنس (پونڈ) بھی بند کر دیا اور خود پرانے ٹکٹوں، عطر اور شیشنری کی فروخت اور ٹائپ اور سائیکلو سٹائل کر کے مشن کے اخراجات چلانے لگے۔

ٹریڈنگ اور کوروانگی | مسٹر بشیر آچر ڈالے جب اس خط میں بغرض تبلیغ قدم رکھا تو حالات سرسبز ہو گئے تھے حتیٰ کہ ابتداء میں جب آپ نے اشتہارات کی تقسیم شروع کی تو کئی لوگ سخت برص ہوئے اور اشتہار پھاڑ کر زمین پر پھینک ڈالے مگر آپ نے پوری بشاشت اور استقلال کے ساتھ اشاعتِ اسلام کی جدوجہد جاری رکھی اور قریباً ساڑھے تین سال تک نہایت محنت، اخلاص اور وفا شجاری سے پیغامِ حق پہنچاتے رہے اور ماہِ اِحَادِ ۱۳۵۳ھ / اکتوبر ۱۹۵۲ء میں مبلغِ اسلام کی حیثیت سے ٹریڈنگ اور تشریف لے گئے۔

گلاسگو مشن دارالتبلیغ لندن کی براہِ راست نگرانی میں | ماہِ اِحَادِ ۱۳۵۳ھ / اکتوبر ۱۹۵۲ء سے لے کر ماہِ اِحَادِ ۱۳۵۵ھ / اکتوبر

۱۹۶۶ء تک گلاسگو مشن براہِ راست لندن مشن کی نگرانی میں رہا۔ اس دوران میں متعدد پاکستانی احمدی یہاں پہنچ گئے اور ایک خاصی جماعت قائم ہو گئی جس کی تنظیم کے لئے مبلغِ انگلستان بشیر احمد خاں صاحب فریق نے ۱۸ روفہ ۱۳۳۸ھ / جولائی ۱۹۵۹ء کو رسکاٹ لینڈ کا خصوصی سفر کیا۔ لندن مشن کے ایک مخلص احمدی چوہدری عبدالرحمن صاحب بھی آپ کے مسافر تھے۔ اس سفر کے نتیجے میں جماعتِ احمدیہ گلاسگو میں ایک نمایاں تبدیلی پیدا ہو گئی اور اُس نے لندن مشن سے باقاعدہ منسلک ہو کر ماہوار چندہ بھی ادا کرنا شروع کر دیا جس

سے یاد ہے ان ایام میں آپ کے مکان کا ہفتہ وار کرایہ ہی تین پونڈ تھا۔

گلاسگو مشن کی ابتدائی فائل سے پتہ چلتا ہے کہ دیگر ذرائع کے علاوہ احمدیہ ٹریڈنگ کمپنی (بازار گنڈ والا امرتسر) کی طرف سے بھی آپ کو پرانی ٹکٹیں بھجوائی جاتی تھیں۔ ۲۶ شہادت ۱۳۵۳ھ کی رپورٹ میں آپ نے ٹکٹوں کی فروخت، مسلم ہیرلز کی اشاعت اور اپنی دیگر تبلیغی مساعی کا ذکر کیا جس پر حضرت مصلح موعودؑ نے اپنے دستِ مبارک سے تحریر فرمایا "رسالہ بھی مل گیا اللہ تعالیٰ برکت ڈالے"

۳۱۰ الفضل ۲۲۔ اِحَادِ ۱۳۵۳ھ / اکتوبر ۱۹۵۲ء ص ۱۔

۳۱۱ اُن دنوں آپ نائبِ امام (انگلستان مشن) کے فرائض انجام دے رہے تھے۔

سے لینڈن مشن کی آمد میں اضافہ ہوا۔ حضرت مصلح موعودؑ کی خدمت میں بشیر احمد خاں صاحب رفیق کی رپورٹ (۲۴) تبوک ۱۳۳۸ھ) پیش ہوئی تو حضور نے اس پر رقم فرمایا:-

”سکاٹ لینڈ کا ایک احمدی میرے سفر میں مجھے ملنے کے لئے آیا تھا۔“

مکرم بشیر احمد خاں صاحب رفیق سفر سکاٹ لینڈ کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:-

”سکاٹ لینڈ میں خدا تعالیٰ کے فضل سے ہماری چھوٹی سی جماعت موجود ہے۔ چونکہ منظم نہیں تھی اسلئے مؤرخہ ۱۸ جولائی ۱۹۵۹ء کو خاکسار نے سکاٹ لینڈ، ٹوننگم، بریڈ فورڈ، لیڈز وغیرہ کا تنظیمی و تربیتی دورہ کیا۔ مکرم چوہدری عبدالرحمن صاحب نے اپنی کار میں مقصد کے لئے پیش کی۔ آپ نے اپنے وقت کی کج قربانی کی اور اس سارے دورہ میں ساتھ رہے اور ہر ممکن تعاون کیا۔ مکرم چوہدری عبدالرحمن صاحب سلسلہ سے بید تعاون کرنے والے احباب میں سے ہیں اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر دے اور زیادہ سے زیادہ خدمتِ دین کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

گلاسگو میں خاکسار نے احمدی احباب کو مکرم منصور احمد صاحب کے مکان پر جمع کیا (مکرم منصور صاحب مکرم چوہدری علی محمد صاحبؒ بنی۔ اے، بی ٹی کے صاحبزادے ہیں اور مخلص نوجوان ہیں) اور تنظیم کی برکات اور چندوں کی باقاعدہ ادائیگی کے موضوع پر تقریر کی۔ تقریر کے بعد مکرم احمد صاحب کو متفقہ طور پر جماعت احمدیہ گلاسگو کا امیر و سیکرٹری مال منتخب کیا گیا چنانچہ اب خدا تعالیٰ کے فضل سے سکاٹ لینڈ کی جماعت منظم طور پر کام کر رہی ہے۔ واپسی پر خاکسار نے ٹوننگم میں جماعت قائم کی۔ مکرم آزاد صاحب یہاں کے امیر و سیکرٹری مال مقرر ہوئے۔ چونکہ یہاں کے احمدی دوست قریب قریب رہتے ہیں اس لئے خاکسار نے ان کو ایک دوست کے مکان پر جمع ہو کر کم از کم ایک نماز ضرور باجماعت پڑھنے کی تلقین کی۔ مکرم آزاد صاحب بہت مخلص اور نیک نوجوان ہیں۔

اس دورہ کے دوران میں متحد مسلم وغیر مسلم احباب کو تبلیغ بھی کی۔ ایک دوست کے ساتھ اسلام میں عورت کی حیثیت اور تعدد ازدواج کے موضوع پر مباحثہ کے رنگ میں بے حد دلچسپ گفتگو ہوئی اس گفتگو میں مکرم چوہدری عبدالرحمن صاحب نے بھی حصہ لیا۔

مصلح موعودؑ رپورٹ بشیر احمد خاں صاحب رفیق، تبوک ۱۳۳۸ھ / ستمبر ۱۹۵۹ء (غیر مطبوعہ) ۲۰ حضرت مصلح موعودؑ علیہ السلام کے صحابی!!! ان دنوں آپ ریلوے آفٹ ریلیجنز میں قلمی خدمات بجالا رہے ہیں۔ ۳۰ الفضل، ایمان، ۱۳۳۹ھ / مارچ ۱۹۶۰ء

یکم اثناء ۱۹۶۵ء / اکتوبر ۱۹۶۶ء کو مسٹر بشیر احمد آچرڈ
 حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

مشن کے دورانی کی خدمات پر ایک نظر

کے حکم سے دوبارہ سکاٹ لینڈ میں مبلغ اسلام کی حیثیت سے مقرر ہوئے جہاں آپ اب تک اعلیٰ کلمہ
 اسلام میں سرگرم عمل ہیں۔ یہ سکاٹ لینڈ مشن کے اجراء کا دور ہے جس میں مشن کی تبلیغی اور تنظیمی سرگرمیوں میں
 روز بروز اضافہ ہو رہا ہے۔ بیشتر اسلام مختلف سکولوں، سوسائٹیوں، گرجوں اور کلبوں میں اسلام پر
 تقاریر کر چکے ہیں۔ گلاسگو کے علاوہ ملک کے دوسرے قصبات تک بھی پہلک تقاریر اور تبادلہ خیالات
 کے ذریعہ حق و صداقت کی آواز بلند کی جا رہی ہے۔ دعوتِ اسلام (INVITATION TO ISLAM)
 کے نام سے ایک انگریزی پمفلٹ پانچ ہزار کی تعداد میں تقسیم کیا جا چکا ہے۔ علاوہ ازیں احمدیہ گزٹ ہر
 ماہ سائیکلو سٹائل کر کے شائع کیا جاتا اور مشن کی مضمونی کا موجب بنتا ہے۔ سکاٹ لینڈ میں اشاعتِ اسلام
 کا ایک مؤثر ذریعہ مسلم ہیرلڈ رسالہ بھی ہے جو مکرم بشیر احمد خاں صاحب رفیق کی جدوجہد سے براہِ راست
 لنڈن میں چھپتا ہے اور جس میں دیگر نہایت قیمتی اور معلومات افزا مقالوں کے علاوہ مسٹر بشیر احمد آچرڈ
 کے مضامین بھی سپرد اشاعت ہوتے رہتے ہیں۔

سکاٹ لینڈ مشن کے اس دورانی
 حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الثالث کا سفر سکاٹ لینڈ
 کا سب سے نمایاں اور ممتاز واقعہ

سیدنا حضرت امیر المؤمنین کا اس سرزمین میں ورود مسعود ہے حضور ایدہ اللہ تعالیٰ ۳۱ روفہ ۱۳۶۶ھ
 جولائی ۱۹۶۶ء کو اپنے مشہور سفر یورپ کے دوران لنڈن سے مع قافلہ عازم سکاٹ لینڈ ہوئے۔ راستہ
 میں حضور نے سکاچ کارٹر کے مقام پر رات بسر کی اور اگلے روز یکم ظہور بروز منگل گلاسگو رونق افروز
 ہوئے۔ سکاٹ لینڈ کی پوری جماعت احمدیہ حضور کی قیام گاہ (رائل سٹورڈ ہوٹل) کے سامنے نہایت
 بے تابی سے چشمِ براہ تھی۔ سب سے قبل مکرم بشیر احمد آچرڈ صاحب نے حضور کا استقبال کیا جس کے بعد
 حضور نے سب احباب کو شرفِ مصافحہ بخشا اور پھر مع خدام مشن ہاؤس تشریف لے گئے جہاں مغرب و

۱۔ اس سفر میں کارپلائے کی سعادت مکرم بشیر احمد خاں صاحب رفیق کو حاصل ہوئی :

۲۔ بپ سٹرک ایک عوامی قیام گاہ ہے جس کے اردگرد کوئی آبادی نہیں گلا سگو جانے والے لوگ اکثر یہیں

رات گزارتے ہیں :

عشاء کی نمازیں پڑھائیں۔ بعد نماز احبابِ جماعت نے حضورِ اقدس کے دست مبارک پر بیعت کو نئی سعادت حاصل کی بیعت کے بعد حضور نے لمبی دعا کی۔ ۲۔ ظہور کو حضور نے ایک استقبالیہ تقریب میں شرکت فرمائی جو حضور کے اعزاز میں منعقد کی گئی تھی۔ اس موقع پر پریس کے نمائندے بھی موجود تھے جنہوں نے بکثرت سوال کئے اور حضور نے جرحستہ اور مدلل جواب دئے۔ اسی روز سہ پہر کو حضور ایڈیٹرا تشریح لے گئے جہاں احمدی احباب کو اپنے مقدس آقا کی زیارت سے فیضیاب ہونے کا موقع پیش آیا۔ اس سفر میں مکرم بشیر احمد صاحب آرچرڈ، مکرم محمد ایوب صاحب (سابق صدر جماعت احمدیہ گلاسگو) مکرم ڈاکٹر سعید احمد صاحب اور بعض دیگر مخلصین جماعت بھی حضور کے ہمراہ تھے۔ قیام گلاسگو کے دوران حضور نے وہاں مسجد کے لئے زمین خریدنے کی نسبت بھی ضروری ہدایات دیں حضور گلاسگو کے بعد بریڈ فورڈ اور ہڈرز فیلڈ کا کامیاب دورہ فرالے کے بعد ۱۹ نومبر ۱۳۶۵ھ / اگست ۱۹۶۷ء کی شام کو واپس لندن تشریح لے آئے۔

خلاصہ | المختصر گلاسگو کا وہ اسلامی مشن جو ۱۳۲۸ھ / ۱۹۴۹ء میں سیدنا حضرت مصلح موعودؑ کی توجہ سے قائم ہوا تھا خلافتِ ثالثہ کے عہدِ مبارک میں اسلام کے علمی و روحانی انقلاب کے پیدا کرنے میں اہم رول ادا کر رہا ہے اور "مسلم سکاٹ لینڈ" کی روحانی تعمیر میں مصروف ہے جس سے اس تشکیلِ گدہ میں اسلام کے پُر امید اور روشن مستقبل کی جھلک نمایاں نظر آرہی ہے۔ **فَالْحَمْدُ لِلَّهِ عَلَيٰ ذٰلِكَ۔**

فصل ششم

کوالفِ قادیان

اس سال کی ایک بھاری خصوصیت یہ ہے کہ درویشانِ قادیان جو ۱۳۲۷ھ تک قادیان میں قید رہے

۱۔ روزنامہ افضل ۱۵ اور ۱۲ نومبر / اگست، ۱۳۶۵ھ حضور کے اس تاریخی سفر کی مفصل رودادِ خلافتِ ثالثہ کی تاریخ

میں آرہی ہے (مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو افضل ۱۹ نومبر ۱۳۶۵ھ ص ۳)

کی سی زندگی بسر کر رہے تھے اور اپنے حلقے سے باہر پولیس کی حفاظت کے بغیر قدم نہیں رکھ سکتے تھے۔ نہ صرف قادیان کے محلوں میں بلاروک ٹوک جانے لگے بلکہ قادیان کے مصافحات اور بعد ازاں ہٹالہ میں بھی دو ایک دفعہ صرف مقامی پولیس کو اطلاع دے کر پہنچ گئے ہندو سکھ اصحاب کے نزدیک مسلمانوں کا ان کے درمیان بلا خوف و خطر چلنا پھرنا ایک اچنبھے کی بات تھی اور وہ ایک ہجوم کی شکل میں اکٹھے ہو جاتے تھے ماہ شہادت / اپریل ۱۹۳۸ء کے پہلے ہفتہ میں کئی درویشوں نے نظام سلسلہ سے درخواست کی کہ انہیں کاروبار کی غرض سے بیرونی دیہات اور ہٹالہ اور گوردہ اپلوور وغیرہ میں جانے کی اجازت دی جائے مگر حضرت مصلح موعود نے ارشاد فرمایا کہ میرے نزدیک اس سے بچنا چاہیے۔ اس ہدایت کی روشنی میں حضرت مرزا بشیر احمد صاحب نے مزید یہ نصیحت فرمائی کہ میری رائے میں قدم تدریجی اٹھانا چاہیے چنانچہ درویشان قادیان نے نہایت حزم و احتیاط سے آمد و رفت کا سلسلہ شروع کیا اور انہیں یہ دیکھ کر انتہائی مسرت ہوئی کہ غیر مسلم بیابک کے جذبات نفرت میں کافی کمی واقع ہو گئی ہے اور کم از کم ہٹالہ اور گوردہ اسپور میں ان کے جانے پر کسی قسم کا کوئی مظاہرہ نہیں ہوا البتہ حیرت و استعجاب کا اظہار ضرور کیا گیا جو ایک طبیعی امر تھا۔ اس صورت حال نے درویشوں کے حوصلے بہت بلند کر دیئے۔

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب کے ایک مہلک ٹوٹ سے پتہ چلتا ہے کہ یہ خوشگوار تبدیلی جس سے درویشوں کا دور محصوریت اللہ عزوجل کی عنایت اور فضل و کرم کی بدولت دورِ رابلط میں بدل گیا، ماہ شہادت و ہجرت ۱۳۲۸ھ کے دوران ہوئی چنانچہ آپ نے انھیں ۱۰ ماہ ہجرت ۱۳۲۸ھ میں لکھا۔

”آہستہ آہستہ نقل و حرکت کی سہولت پیدا ہو رہی ہے چنانچہ ہمارے بعض دوست بعض ضروری کاموں کے تعلق میں متعدد دفعہ ہٹالہ جا چکے ہیں اور ایک دفعہ گوردہ اسپور بھی ہو آئے ہیں اور واپسی پر راستہ میں دھاریوال بھی ٹھہرے تھے ایسے موقعوں پر وہ ہمیشہ احتیاطاً چار چار پانچ پانچ کی پارٹی میں جاتے ہیں اور جلد واپس آجاتے ہیں“

امیر المومنین سیدنا حضرت مصلح موعودؑ نے گذشتہ سالانہ جلسہ قادیان (۱۳۲۸ھ) کے موقع پر جو روح پرور پیغام دیا اس میں خاص طور پر یہ ہدایت فرمائی تھی کہ قادیان میں احمدیوں کے آنے اور

قادیان کے احمدیوں کو ہندوستان یونین میں جانے کے متعلق آزاد کرانے کے لئے آپ لوگ باقاعدہ کوشش کریں اور کوشش کرتے چلے جائیں۔“

حضور کے اس فرمانِ مبارک کی تعمیل میں ہندوستان بھر کی احمدی جماعتوں نے بھارت کے گورنر جنرل، وزیرِ اعظم، ہوم منسٹر، گورنر مشرقی پنجاب اور ہوم منسٹر مشرقی پنجاب کو قرار دادیں پاس کر کے بھیجیں کہ جماعتِ احمدیہ ایک پُر امن مذہبی جماعت ہے جس کا مذہب ہی مرکزِ قادیان ہے جس کی مرکزی تنظیم صدر انجمن ہے اور جس کے ذمہ ہندوستان کی تمام مقامی احمدی جماعتوں کی مذہبی، تعلیمی اور اخلاقی نگرانی کا کام ہے۔ فسادات ۱۹۴۷ء کے باعث یہ تعلق منقطع ہو گیا اور مرکز سے عہدیدار، مبلغین اور اسپیکر جماعتوں کی نگرانی کے لئے نہیں بھجوائے جاسکے اور نہ بیرونی مقامی جماعتوں کے افراد اور عہدیدار ہی قادیان پہنچ کر مذہبی اور اخلاقی امور میں مرکز سے ہدایات لے سکتے ہیں۔ اس طرح بھارتی جماعتوں کی تنظیم اور تعلیم و تربیت کو بہت نقصان پہنچ رہا ہے لہذا ہم درخواست کرتے ہیں کہ حکومت ہمارے لئے اپنے مقدس مرکزِ قادیان میں بلا روک ٹوک کثرت سے جانے کے لئے سفر کی سہولت اور حفاظت کا انتظام فرمائے اور اس طرح مرکزی عہدیداروں اور مبلغین وغیرہ کے لئے آسانیاں مہیا کرے ہم یہ بھی عرض کرتے ہیں کہ قادیان صرف مرکزی تنظیمی انجمن کا امیدوار نہیں بلکہ اس میں جماعتِ احمدیہ کے خصوصی بہت رکھنے والے مقاماتِ مقدسہ بھی ہیں۔ ہمیں بانی جماعتِ احمدیہ پیدا ہوئے اور منصب نبوت پر فائز ہوئے خدا کے بے شمار نشانات آپ کے ذریعہ ظاہر ہوئے اور آپ نے خود اس بستی کے متعلق فرمایا کہ قادیان خدا کے رسول کا تخت گاہ ہے اور خدا نے اس کو برکت دی ہے۔ اندر یہ صورتِ قادیان کی زیارت ہمارا مذہبی فریضہ ہے اور ہم حکومت سے درخواست کرتے ہیں کہ بھارتی احمدیوں کے لئے دہلی سے قادیان اور پھر واپسی تک کے لئے سفر کی حفاظتی تدابیر بروئے کار لائی جائیں جس کے لئے عملی صورت یہ ہو سکتی ہے کہ قادیان جانے والے احمدی جماعتِ احمدیہ دہلی کے مقامی مبلغ و امیر مولوی بشیر احمد صاحب (پلیماراں سٹریٹ) کی معرفت سرکاری افسروں کو مناسب وقت پہلے یہ اطلاع دیا کریں کہ فلاں تاریخ کو اتنے افراد قادیان جانا چاہتے ہیں یا مرکزی نمائندے اور دوسرے احمدی

نہ۔ مثلاً بمبئی، شاہجہانپور، بنارس، دہلی، سہارنپور، کانپور، پٹنہ، جے پور، شہر، کلکتہ، لکھنؤ، مظفر پور، کلک، پوری، بھدرک، موٹگیر، بھانگلپور، سکندر آباد، کن، میرٹھ، الہ آباد، بریلی، علی گڑھ، راجپوت، موٹی، مائٹرا، فیض آباد، میسی (بھار)

خلائق تاریخ کو قادیان سے روانہ ہونا چاہتے ہیں ان ہر دو صورتوں میں سرکاری سطح پر حفاظتی انتظام فرمایا جائے۔

حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الثانی نے ۱۵، ۱۶ ربیع الثانی ۱۴۲۸ھ / نومبر ۱۹۴۹ء کو مولوی عبدالعزیز صاحب جٹ امیر جماعت احمدیہ قادیان کے نام حسب ذیل مکتوب تحریر فرمایا:-

۱۔ جلسہ قریب آ رہا ہے اب آپ کو پوری طرح کوشش کرنی چاہیے کہ مختلف جگہوں سے پچیس تیس آدمی کم سے کم مستقل مساجد کو قادیان آجائیں اور پچیس تیس آدمیوں کو قادیان سے فارغ کر کے ادھر بھیجا دیا جائے کیونکہ غالباً اتنے لوگ وہاں ہیں جو ادھر آنا چاہتے ہیں۔ یا ان کے معاملات ایسے ہیں کہ ان کو ادھر بھیجا دینا چاہیے۔ اس طرح دس بارہ نوجوانوں کو بلوا کر دیہاتی مبلغوں کی طرح تعلیم دینی چاہیے۔ بلکانہ، مالابار، بہار اور بنگال سے ایسے آدمی منگوانے چاہئیں اس طرح کے اضلاع سے اور جو موجودہ دیہاتی مبلغ ہیں وہ تین سال سے پڑھ رہے ہیں ان کو باہر بھیجا دینا چاہیے تا وہ کام کریں۔ پہلے موجودہ جماعتوں کو سنبھالنے اور ان کو بڑھانے کی کوشش ہونی چاہیے اسکے بعد نئے نئے تبلیغی مرکز مختلف صوبوں میں کھولنے چاہئیں سید وقت انتہائی کوشش کا ہے کوئی مشکل نہیں کہ اگر آپ لوگ توجہ کریں تو سال ڈیڑھ سال میں لاکھ دو لاکھ کی جماعت ہندوستان میں پیدا نہ ہو جائے۔ اگر ایسا ہو جائے تو چھ سات لاکھ سالانہ کی آمد آسانی سے قادیان میں ہوتی رہے گی جو زمانہ کے ساتھ بڑھتی چلی جائے گی اور آپ لوگ پھر مدرسہ احمدیہ دینیات کالج، ہائی سکول اور تعلیم الاسلام کالج وہاں بنانے کی توفیق پالیں گے۔ جو زمانہ زندہ رہنے کی کوشش کا تھا اللہ تعالیٰ نے خیریت سے اس زمانہ کو گزار دیا ہے اب آپ نے آگے بڑھنے کی کوشش کرنی ہے۔ نئے ماڈل سوچنے کا ابھی سوال نہیں قادیان میں جو کچھ پہلے تھا اسے دوبارہ قائم کرنے کے لئے کسی سکیم کے سوچنے کی ضرورت نہیں وہ سکیم تو سامنے ہی ہے اس کے لئے صرف ان باتوں کی ضرورت ہے:-

اول:- قادیان میں عورتوں، بچوں کا مہیا کرنا۔ اٹلیسہ، کانپور اور بہار میں بہت غریب عورتیں بل جاتی ہیں جو شادیاں کر سکتی ہیں ان کی ان علاقوں میں شادیاں کروائیے اور قادیان میں عورتیں بسوائیے۔

دوم:- ہزاروں ہزار مسلمان جو مارا گیا ہے ان کے بیوی بچے ابھی دہلی اور اس کے گرد و نواح

میں موجود ہیں ایسے پندرہ بیس بچے منگوائیے اور پرائمری سکول کھول دیجئے۔ دس بیس نوجوان باہر سے وقف کی تحریک کر کے دیہاتی مبلغ بنانے کے لئے منگوائیے اور مدرسہ احمدیہ قائم کر دیجئے۔ اگر پرائمری پریس نہیں ملتا تو نئے پریس کی اجازت لیجئے۔ دستی پریس پتھروں والا ہیریو سودوس میں آجاتا ہے بلکہ خود قادیان میں بنوایا جاسکتا ہے اس پر ایک پریس ہفتہ وار چھاپنا شروع کر دیجئے آپ لوگوں کے لئے کام اور شغل نکل آئے گا۔ کچھ لوگ کاتب بن جائیں گے کچھ کاغذ لگانے والے اور ہتھی چلانے والے بن جائیں گے اور کئی لوگوں کے لئے کام نکل آئے گا۔ آبادی بڑھے گی تو خالی جگہوں کو دیکھ کر لوگوں کو جو لالچ پیدا ہو جاتا ہے وہ جاتا رہے گا اور جو خالی ٹکڑے پڑے ہیں ان میں نئی عمارتیں بن جائیں گی۔

سومر: حکیم خلیل احمد صاحب میرے خیال میں اگر وہاں آجائیں یا اور کوئی حکیم تو ایک مطب بھی کھول دیا جائے اور ایک طبیبہ کلاس کھول دی جائے دیہاتی مبلغ بھی طبیب بھی اور مرزا وسیم احمد صاحب بھی طبیب کیجھ لیں اور ایک بہت بڑا دو اخاذ کھول دیا جائے جس کی دوائیں سارے ہندوستان میں جائیں خدا چاہے تو لاکھوں کی آمدنی اس ذریعہ سے ہو سکتی ہے۔ یہ خط تمام ممبران انجمن کو سنا دیں تا سب لوگ اس سکیم کو اپنے سامنے رکھیں اور جلد سے جلد اس سکیم کو پورا کرنے کی کوشش کی جائے۔ ۱۱

ستیدنا حضرت مصلح موعود نے ۶ شہادت ۱۳۲۸ھ / اپریل ۱۹۴۹ء کو بذریعہ مکتوب ارشاد فرمایا کہ ہندوستان کی جماعتوں کو منظم کرنے کی جو میں نے ہدایت دی ہے اس کے بارے میں یاد رکھیں کہ سب سے اول یوپی، بلہٹی، بہار اور مدراس کے چندے جمع کرنے پر زور دیں نیز سب جگہوں پر سالانہ جلسے کرانے اور قادیان کے لئے زندگی وقف کرنے پر زور دیں جو اپنے بال بچوں سمیت رہیں۔ اسی طرح ہندوستان کے احمدی نوجوانوں کو تبلیغ کے لئے وقف ہونے کی تحریک کریں۔ حضور نے اس مکتوب میں یہ بھی حکم دیا کہ قادیان میں تبلیغی کالج کھول دیں تا ہندوستان میں تبلیغ وسیع ہو سکے۔

صدر انجمن احمدیہ قادیان ہندوستانی جماعتوں کی تنظیم کے لئے اس سال صرف یہ قدم اٹھا سکی کہ نظارت بیت المال کی طرف سے مولوی غلام احمد صاحب ارشد کو یوپی بھجوا دیا جنہوں نے بڑی

محنت اور جانفشانی سے اس علاقہ کی جماعتوں کو از سر نو منظم کیا اور ان کا باقاعدہ سرور سے کر کے احمدی افراد کی فہرستیں تیار کیں۔

بجائے اس کے کہ بھارتی حکومت ہندوستانی قادیان کے متعلق حکومت کی پالیسی میں تبدیلی احمدیوں کی درخواست پر ہمدردانہ غور کر کے حق و انصاف کے تقاضوں کو پورا کرتی اُس نے اپنی پالیسی میں اور زیادہ سخت گیری اور سختی پیدا کر دی اور براہ راست درویشوں پر بعض نئی پابندیاں عائد کر دیں۔

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب نے اسی دنوں اس صورتِ حال کا افسوسناک جائزہ لیتے ہوئے لکھا:-

”قادیان میں اب بظاہر نارمل حالات پیدا ہو رہے ہیں اور ہمارے دوستوں کو قتل و حرکت کی کافی سہولت مل گئی ہے لیکن حالات کے گہرے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ یہ تبدیلی ابھی تک کسی طرح تسلی بخش نہیں سمجھی جاسکتی حقیقتاً یہ تبدیلی کچھ قوم کے اقتدار کی جگہ ہندو قوم کے اقتدار کا رنگ رکھتی ہے جب تک کچھ قوم اور کچھ پالیسی کا غلبہ رہا قادیان اور اس کے ماحول میں بر ملا ظلم و تشدد اور لوٹ مار کا منظر نظر آتا رہا لیکن اب آہستہ آہستہ اس منظر نے بدل کر ہندو اقتدار کی پالیسی کو جگہ دے دی ہے جس میں بظاہر نارمل حالات کا دور دورہ نظر آتا ہے اور اتری کی بجائے تنظیم کے حالات دکھائی دیتے ہیں لیکن تنظیم کے اس ظاہری پردہ کے پیچھے نقصان پہنچانے کی منظم پالیسی نظر آ رہی ہے جتنا نچے نچے دور میں حکومت کی پالیسی نے تین ایسی باتوں کو چھٹا ہے جو اوپر کی تبدیلی کی طرف واضح اشارہ کر رہی ہیں۔“

(۱) قادیان میں یا یوں کہنا چاہیے کہ مشرقی پنجاب میں افضل کا داخلہ حکومت مشرقی پنجاب کے حکم کے ماتحت بند کر دیا گیا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ اب ہمارے قادیان کے دوست حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح ایدہ کے خطبات اور جماعتی تحریکات اور احمدی مشنوں کی رپورٹوں وغیرہ سے کلیتہً محروم ہو گئے ہیں یا بالفاظ دیگر جماعت کی مذہبی تنظیم کے مرکزی نقطہ سے بالکل کاٹ ڈالے گئے ہیں بظاہر اس حکم کی وجہ یہ بیان کی گئی ہے کہ افضل میں ایسی باتیں شائع ہوتی ہیں جو حکومت ہندوستان کے مفاد کے خلاف ہیں لیکن ظاہر ہے کہ افضل کی پالیسی میں کوئی نئی تبدیلی پیدا نہیں ہوئی بلکہ فسادات کے بعد سے ایک ہی پالیسی چلی آ رہی ہے بلکہ حق یہ ہے کہ اب افضل میں پہلے کی نسبت زہریلی مضامین کی طرف

زیادہ توجہ ہوتی ہے کیونکہ یہی اس کی غرض و غایت ہے اور سیاسی نوعیت کے مضامین بہت کم ہوتے ہیں باوجود ان حالات کے الفضل کا فسادات کے بعد تو جاری رہنا مگر اب آکر بند کیا جانا حکومت کی تبدیل شدہ پالیسی کی ایک واضح دلیل ہے۔

(۲) قادیان جماعت احمدیہ کا مقدس مقام ہے اور دنیا بھر کا مسلمہ اصول ہے کہ ہر قوم اپنے اپنے مقدس مقامات کی خدمت اور احترام کے لئے تحائف اور ہدایا اور مالی نذرانے بھیجا کرتی ہے اور آج تک دنیا کی کسی مہذب حکومت نے اس قسم کے مالی یا جنسی تحائف میں روک نہیں ڈالی اور اس وقت تک قادیان میں بھی اس قسم کے تحائف جاتے رہے ہیں لیکن حال ہی میں بعض ان منی آرڈروں کو جو باہر سے قادیان بھجوائے گئے تھے ہندوستان کی حکومت نے روک لیا ہے حالانکہ جو احمدی قادیان میں بیٹھے ہیں ان کے گزارہ کی کوئی صورت نہیں ہے کیونکہ ان کی سب جائیدادیں ان کے ہاتھ سے چھینی جا چکی ہیں۔ پس ان حالات میں بیرونی منی آرڈروں کو روکنا مقامی مسلمان آبادی کو بھوکے مارنے کے مترادف ہے۔

(۳) قادیان میں سالہا سال سے یعنی تقسیم پنجاب سے بھی پہلے سے حکومت جماعت احمدیہ کو اس بات کی اجازت دیتی رہی ہے کہ وہ لنگر خانہ اور دوسرے احمدیہ اداروں کے لئے اکٹھی گندم خرید لیا کریں لیکن اس سال حکومت مشرقی پنجاب نے اس بات کی اجازت نہیں دی اور ہدایت جاری کی ہے کہ ہر احمدی اپنا الگ الگ راشن کارڈ حاصل کرے جس کی غرض سوائے اس کے کوئی نظر نہیں آتی کہ قادیان کے احمدیوں کی خوراک کے مسئلہ کو اپنے ہاتھ میں محفوظ کر لیا جائے۔ ہمارے دوستوں کی طرف سے یہ دلیل پیش کی گئی کہ جو نظام سالہا سال سے چلا آیا ہے اسے اب بدلنے کی کوئی وجہ نہیں۔ اور انفرادی راشن کارڈوں میں یہ خطرہ بھی ظاہر ہے کہ ہر شخص کو اپنا علیحدہ علیحدہ راشن لینے کے لئے بازار جانا ہوگا جس میں نگر او کے امکانات بڑھ جائیں گے۔ اور پھر جب قادیان کی احمدی آبادی معین ہے اور اس میں حکومت کی اجازت کے بغیر کمی بیشی نہیں ہو سکتی تو پھر اکٹھی خرید کی اجازت دینے میں یہ خطرہ بھی نہیں ہو سکتا کہ ضرورت سے زیادہ گندم خرید کی جائے گی یا کہ خرید کے بعد ضائع کر دی جائے گی۔ علاوہ ازیں گندم کا جو بھی ذخیرہ ہوگا وہ بہر حال قادیان میں ہی رہے گا اور حکومت کی نظروں کے سامنے ہوگا مگر باوجود ان معقول دلیلوں کے گورنمنٹ نے اپنے حکم کو نہیں بدلا اور ابھی تک یہ اصرار کر رہی ہے کہ ہر احمدی انفرادی راشن کارڈ حاصل کرے۔

اوپر کی باتوں سے واضح ہے کہ برملا ظلم و تشدد اور لوث مار کا دورہ تو اب بظاہر گزر چکا ہے لیکن اس کی جگہ ایسی پالیسی نے لے لی ہے جسے مخفی مگر منظم تشدد کا نام دیا جاسکتا ہے۔ بہر حال ہماری اصل اپیل خدا کے پاس ہے اور وہی انشاء اللہ اپنی جماعت کا حافظ و ناصر ہوگا اور درمیانی ابتلاء خواہ کوئی بھی صورت اختیار کریں آخری فتح و ظفر یقیناً خدا کے نام کی ہے اور دنیا کی کوئی طاقت اسے ٹال نہیں سکتی وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ الْعَظِيمِ۔

دُشْمَانِ اِسْلَامِ وَاَحْمَدِيَّتِ كَا اِيك
تباہ گن منصوبہ اور اُس کی ناکامی

معاندین اسلام کا وہ طبقہ جو درویشوں کو اپنے محبوب و مقدس مرکز سے بے دخل کرنے کی سازشوں میں مصروف چلا آ رہا تھا ۱۹۴۹ء میں اللہ رکھانامی ایک منافق کو احمدی آبادی کے خلاف کھڑا کر کے اپنے مذموم اور ناپاک منصوبہ کی کامیابی کے خواب دیکھنے لگا۔

اللہ رکھا گھٹیا لیاں ضلع سیالکوٹ کا باشندہ اور حضرت میر محمد اسحاق صاحبؒ کے زمانہ میں دارالشیوخ قادیان میں رہا کرتا اور اس ادارہ کے لئے مختلف دیہات سے آٹا اکٹھا کر کے لایا کرتا تھا۔ فسادات ۱۹۴۷ء میں یہ شخص قادیان سے اپنے گاؤں چلا آیا لیکن چند ماہ بعد جماعتی اجازت کے بغیر غیر آئینی صورت میں ہندوپاک سرحد پار کر کے قادیان پہنچ گیا۔ مقامی جماعت نے اُسے ہر طرح سمجھایا کہ وہ واپس چلا جائے اور باضابطہ اجازت لے کر آئے مگر وہ تو مخالفین احمدیت کا آلہ کار تھا بھلا کیسے چلا جاتا۔ جہاں دشمنان احمدیت کی نگاہ میں دوسرے تمام درویش خاری طرح کھٹکتے تھے اور ان کا قادیان میں رہنا انہیں گوارا نہیں تھا وہاں اس شخص کی غیر قانونی آمد پر کبھی اعتراض نہیں اٹھایا بلکہ اُسے اُن کی ہمیشہ پشت پناہی حاصل رہی۔

اللہ رکھانے قادیان کے نظام احمدیت کو پارہ پارہ کرنے کے لئے سب سے پہلے وہی حربہ جماعت کے خلاف استعمال کرنا شروع کیا جو خلفائے راشدین اور خلافتِ راشدہ کے دشمنوں کا طرہ امتیاز رہا ہے یعنی اُس نے قادیان پہنچتے ہی صدر انجمن احمدیہ کی مرکزی شخصیتوں کو برسراعام اعتراضات کا نشانہ بنانے کی باقاعدہ مہم جاری کر دی جس پر حضرت مصلح موعودؑ نے ایک تحریری پیغام کے ذریعہ اسے اپنی

نشر مناک روش بدلنے کی طرف توجہ دلائی مگر جب اس کی روش میں پہلے سے زیادہ اشتعال اور تیزی کا رنگ پیدا ہو گیا تو حضور نے اس فتنہ پر ور سے مقاطعہ کرنے کا حکم دے دیا نیز ہدایت فرمائی کہ درویش اسے اپنے حلقہ میں داخل نہ ہونے دیں حضور نے اس سلسلہ میں مندرجہ ذیل اعلانِ مقاطعہ کیا جو افضل و زہور ۲۸۹/۱۳۱۲ اگست ۱۹۲۹ء کے افضل میں بھی شائع ہوا:-

”میاں اللہ رکھا سیالکوٹی حال قادیان چونکہ جماعت میں فتنہ پیدا کرتے ہیں اور جماعتی نظام میں خلل ڈالنے کی کوشش کرتے ہیں اس لئے میں اس اعلان کے ذریعہ انہیں اپنی جماعت سے خارج کرتا ہوں اور فتنہ سے بچنے کے لئے تمام احمدیوں کو حکم دیتا ہوں کہ ان سے سلام کلام بند رکھیں اور اپنی مجالس میں یہ نکی اجازت نہ دیں تاکہ وہ خواہ مخواہ جماعت کی بدنامی کی کوئی صورت پیدا نہ کر دیں۔ میں ان کو بھی نصیحت کرتا ہوں کہ ان کے اندر اگر ذرہ بھی ایمان کا باقی ہے تو اس سے باز آجائیں اور اپنی حرکات کو چھوڑ دیں اگر وہ ایسا نہیں کریں گے تو ان کا معاملہ خدا تعالیٰ سے ہو گا اور وہ اپنی عاقبت آپ خراب کریں گے۔“

مرزا محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانی

اگرچہ یہ شخص مبائعین کی طرف منسوب ہوتا تھا لیکن دل سے خلافت کا ہی منکر تھا اس لئے اس نے حضور کے حکم کو ماننے سے انکار کر دیا اور اپنی منافقت پر پردہ ڈالنے کے لئے علی الاعلان کہنا شروع کر دیا کہ وہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کو خدا کا برحق خلیفہ مانتا ہے لیکن اس ذاتی معاملے میں ان کی بات پر عمل کرنے کے لئے تیار نہیں۔ اور ساتھ ہی اس نے اپنے مکان کی چھت پر درویشوں کے خلافت نہایت بدزبانی اور بدکلامی کا مظاہرہ کرنا شروع کیا۔ چند دن بعد سلسلہ احمدیہ کے مخالفوں کی شرہ پر ایک پھٹا ہوا مصلیٰ لے کر دارالمسیح کے بیرونی دروازے پر پہنچ جاتا اور زبردستی اندر گھسنے کی کوشش کرتا نیز کہتا وہ احمدی ہے اس کو کوئی خارج نہیں کر سکتا اور اس کا حق ہے کہ وہ بھی مقاماتِ مقدسہ کی زیارت کرے اور مساجد میں عبادت بجلائے۔ دارالمسیح کے اندر جانے میں جب کامیابی نہ ہوتی تو وہ دفتر تحریکِ جدید کے سامنے مصلیٰ بچھا لینا جہاں نماز تو کم پڑھتا لیکن خدا کے درویش بندوں کو گالیاں زیادہ دیتا۔ درویش یہ المناک نظارہ دیکھ کر بے بس رہ جاتے اور سلسلہ کی روایات اور ہدایات کے مطابق صبر و تحمل کے دامن کو نہ چھوڑتے۔

معاندین احمدیت روزانہ اپنی آنکھوں سے یہ مظاہرے دیکھ کر بڑی خوشی کا اظہار کرتے اور اسے

ہنگامہ آرائی کے نئے نئے ڈھنگ بتاتے۔ اس سلسلہ میں انہوں نے اس شخص کو یہ پتی پٹھائی کہ وہ درویشوں کی برسرعام بازاروں میں توہین و تحقیر کرے چنانچہ اس کے مطابق ماہ جولائی ۱۹۳۹ء کے آخر میں اس نے یہ شرارت کی کہ بازار سے گذرتے ہوئے ایک احمدی درویش کو پکڑ لیا اور اسے نہایت درجہ فحش اور بازاری گالیاں دیں اور پھر رات کو ایک کوٹھے پر چڑھ گیا اور یہ فخریانہ پرائیگیڈ اکرنا شروع کر دیا کہ احمدیوں نے گذشتہ فسادات میں غیر مسلموں کا قتل عام کیا ہے اور فلاں فلاں غیر مسلم کو موت کے گھاٹ اتارا ہے۔

ان افسوسناک واقعات نے جو سلسلہ کئی ماہ سے جاری تھیں ستمبر ۱۹۳۹ء میں ایک تکلیف دہ مقدمے کی شکل اختیار کر لی۔ پنا پر اللہ رکھانے سردار امولک سنگھ سابق ریڈیٹنٹ مجسٹریٹ کی عدالت میں مندرجہ ذیل عیسائی درویشوں کے خلاف زیر دفعہ ۷۰ مقدمہ دائر کر دیا:-

- ۱۔ تقی فضل اللہ صاحب امور عام ۲۔ منشن محمد صادق صاحب ممتاز عام ۳۔ مولوی برکات احمد صاحب راجیکی بی۔ اے ناظر امور عام ۴۔ ملک صلاح الدین صاحب ایم۔ اے مؤلف اصحاب احمد ۵۔ مولوی برکت علی صاحب جنرل پریذیڈنٹ جماعت احمدیہ قادیان ۶۔ چوہدری فیض احمد صاحب گجراتی ۷۔ مولوی عبدالقدیر صاحب ۸۔ خواجہ عبدالکریم صاحب ۹۔ محمد اشرف صاحب گجراتی ۱۰۔ محمد علی صاحب سرساوی ۱۱۔ محمد رفیق صاحب سرساوی ۱۲۔ میر رفیع احمد صاحب ۱۳۔ محمد ابراہیم صاحب خادم ۱۴۔ محمود احمد صاحب سرگودھی ۱۵۔ عبدالحمید صاحب دکاندار ۱۶۔ مبارک علی صاحب کیمونڈر ۱۷۔ مولوی محمد عبد اللہ صاحب ۱۸۔ سلطان احمد صاحب کھاریاں (یہ درویش مقدمہ کی کارروائی شروع ہونے سے قبل انتقال فرما گئے تھے) ۱۹۔ بشیر محمد صاحب پٹھان ۲۰۔ چوہدری سعید احمد صاحب مٹار ۲۱۔ کیپٹن ڈاکٹر بشیر احمد صاحب ۲۲۔ مستری غلام قادر صاحب ۲۳۔ بدر دین صاحب عامل ۲۴۔ افتخار احمد صاحب اشرف ۲۵۔ بشیر احمد صاحب ٹھیکیدار بھٹ۔

۱۸ ستمبر ۱۹۳۹ء کو مقدمہ کی باضابطہ کارروائی بلا لہ میں شروع ہوئی۔ عدالت نے ان درویشوں کو نوٹس جاری کیا کہ وہ ہریانہ کریسڈ کوٹوں آپ سے ایک سال کے لئے ہزار ہزار روپے کی ضمانت تحفظ امن دینی جائے۔ درویشوں نے ضمانت دینے سے انکار کیا جس پر انڈر رکھا کا بیان ہوا جو بے بنیاد اور

بے سرو پا الزامات کا مجموعہ تھا۔ دورانِ بیان اس نے عدالت کو بھی بتایا کہ وہ حضرت خلیفۃ المسیح کے حکم کی تعمیل کے لئے ہر وقت تیار ہے مگر اس ذاتی معاملہ میں ان کا کوئی حکم نہیں مان سکتا۔ اللہ رکھا کی طرف سے منوہر سنگھ، پریم سنگھ (پناہ گیر) اور ماسٹر رام سنگھ اور ریشم سنگھ منشی جو کی پولیس قادیان نے گواہی دی۔ اور درویشوں کی طرف سے بٹالہ کے ڈوکیل بختی سائیں داس صاحب اور لالہ رام تن صاحب ایڈووکیٹ بطور وکیل پیش ہوئے مگر انہیں پہلے دن مدعی اور اس کے گواہوں پر جرح کرنے کا موقع نہیں ملا۔ درویشوں نے ۲۴ نومبر ۱۹۲۹ء کو شیخ بشیر احمد صاحب امیر جماعت احمدیہ لاہور اور صدر بار ایسوسی ایشن لاہور کی لکھی ہوئی ایک مدلل بحث بھی عدالت میں پیش کی مگر جسٹریٹ صاحب نے اس پر کوئی توجہ دینے کی بجائے باقی بحث بند کرادی اور درویشوں کو ایک ایک ہزار کی ضمانت میں پیش کرنے یا انہیں ایک ایک سال قید کئے جانے کا فیصلہ سنا دیا۔ غریب درویش بھلا چوتیس ہزار روپے کی رقم کہاں سے لاتے انہوں نے عرض کیا کہ ہمارے پاس ضمانت کے لئے کوئی رقم نہیں ہاں وہ جائیداد ضرور ہے جس پر اس وقت حکومت مشرقی پنجاب کا قبضہ ہے چنانچہ جسٹریٹ نے یہی ضمانت قبول کر لی۔ جو درویش اپنی جائیدادیں نذر رکھتے تھے ان کی طرف سے بھائی شہ محمد صاحب، میاں عبدالرحیم صاحب امانت سوڈا اور ڈاکٹر عطر دین صاحب نے اپنی جائیدادیں بغرض ضمانت پیش کر دیں مقدمہ کے فیصلہ کے ایک ماہ بعد یکم جنوری ۱۹۵۰ء کو اللہ رکھا قادیان چھوڑ کر پاکستان چلا آیا اور اس مقدس بستی کی فضا اس فتنہ سے ہمیشہ کے لئے پاک ہو گئی۔

اللہ رکھانے پاکستان پہنچ کر حضرت مصلح موعودؑ کی خدمت میں حسبِ ذیل خط لکھا:-

" بسم اللہ الرحمن الرحیم ✦ محمدؐ وصلی علی رسولہ الکریم

سیدنا حضرت اقدس امیر المؤمنین السلام علیکم

بندہ مظلومیت کی حالت میں حضور کی خدمت میں حضور کے ارشاد کے مطابق امیر صاحب قادیان کی اجازت سے آیا ہے اور حضور کے ارشاد کے مطابق قادیان رہتا تھا۔ قادیان سے کبھی بھی منہ پھر نہیں سکتا۔ قادیان میرا مقدس شہر میرے پیارے حضرت مسیح موعودؑ کا مقدس شہر اور وہاں آپ کا مزار اور مذہبی یادگاریں ہیں جہاں ہم لوگ جاتے ہیں۔ میں احمدی ہوں حضرت مسیح موعودؑ کو مانتا ہوں اور خلیفہ وقت کو مانتا ہوں اب بھی اگر خدا نے چاہا تو حضور کے ارشاد سے ہی قادیان جاؤں گا حضور کی ناراضگی میں نہیں

جاؤں گا“ لے

اس خط پر حضرت مصلح موعودؑ نے فرمایا کہ :-

”معاف تو ہم نے کر دیا ہے مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ اس نے مجھوٹ نہیں بولا اور منافق نہیں ہے میری صحت اچھی ہونے پر میں مجلس میں بلوا کر پیش کروں گا کہ یہ مجھوٹ بول کر قادیان کو تباہ کر نیکی کوشش کرتا رہا اور منافق ہے“ لے

اس سال بھی سالانہ جلسہ قادیان حسب دستور
جلسہ قادیان کے لئے پہلا پاکستانی قافلہ | ۲۶-۲۷-۲۸ فتح ۱۳۲۸ھ / دسمبر ۱۹۴۹ء

کو منعقد ہوا جس میں علاوہ قادیان اور ہندوستان کی دیگر جماعتوں کے شیخ بشیر احمد صاحب امیر جماعت احمدیہ لاہور کی قیادت میں پچیس پاکستانی احمدیوں کا ایک قافلہ بھی شامل ہوا اور اس مقدس و مبارک اجتماع کی برکات سے مستفید ہوا۔

اس پہلے پاکستانی قافلہ کے مختلف حالات و کوائف حضرت مرزا بشیر احمد صاحب کے قلم سے درج ذیل کئے جاتے ہیں :-

”قادیان جانے والے قافلہ کے لئے قریباً سب درخواستیں موصول ہوئی تھیں جن میں سے حکومت کی مقرر کردہ حد بندی کے ماتحت صرف پچاس کا انتخاب کرنا تھا چنانچہ پچاس افراد کا انتخاب کر کے انہیں اطلاع دی گئی کہ ۲۴ دسمبر کی شام تک سب لوگ لاہور پہنچ جائیں چنانچہ یہ جملہ پچاس افراد ۲۴ دسمبر کی شام تک لاہور پہنچ گئے۔ ان میں تین بڑے دیہاتی عورتیں بھی شامل تھیں جو مقدس مقامات کی زیارت کے علاوہ اپنے بچوں کو ملنے کے لئے جا رہی تھیں جو اس وقت قادیان میں درویشی زندگی بسر کر رہے ہیں۔

حسرت افغان سے حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الثانی ایده اللہ تعالیٰ بھی ایک تقریب کے تعلق میں ۲۴ تاریخ کی شام کو لاہور تشریف لے آئے اور قافلہ کی روانگی کے خیال سے ۲۵ تاریخ کی صبح کو بھی لاہور میں ٹھہر گئے چنانچہ حضور کی نہایت دردمندانہ اور پر سوز دعاؤں کے ساتھ یہ پچاس افراد کا

لے اصل خط شعبہ تاریخ احمدیت میں محفوظ ہے ۴

لے حضور کا یہ ارشاد بھی شعبہ تاریخ احمدیت میں محفوظ ہے نیز افضل میں شائع شدہ ہے ۵

قافلہ ہر یکے موٹر ٹرانسپورٹ کمپنی کی ڈولاریوں میں لاہور سے روانہ ہوا۔ یہ قافلہ رتن باغ سے ۲۵ تاریخ کی صبح کو نوبچے روانہ ہوا اور قافلہ کی کل تعداد ۵ تھی کیونکہ پچاس ممبران قافلہ کے علاوہ ڈوڈرا میور اور ڈوکلینر کنڈکٹر بھی اس قافلہ میں شامل تھے۔ رستہ میں کچھ وقت رکنے کے بعد قافلہ قریباً ساڑھے دس بجے بارڈر پر پہنچا جہاں مسٹر اے۔ جی چیمبرس ٹریٹ درجہ اول اور مسٹر ایس۔ ایس جعفری ڈپٹی کمشنر لاہور انہیں رخصت کرنے کے لئے پہلے سے پہنچ چکے تھے۔ قافلہ کو الوداع کہنے کے لئے بہت سے دوست بارڈر تک ساتھ گئے ان لوگوں میں یہ خاکسار بھی شامل تھا اور وہاں ہم سب لے روانگی کی آخری دعا کر کے اپنے بھائیوں کو رخصت کیا میری گھڑی کے مطابق ہمارے قافلہ نے دس بج کر پینتیس منٹ پر پاکستان اور ہندوستان کی سرحد کو عبور کیا اور پھر ہم تھوڑی دیر تک ان کی لاریوں کو دیکھتے ہوئے اور دعا کرتے ہوئے لاہور واپس آ گئے۔

جیسا کہ پہلے سے پروگرام مقرر تھا اس قافلہ نے ۲۵ دسمبر کو قادیان جا کر ۳۰ دسمبر کو واپس آنا تھا چنانچہ یہ قافلہ ڈونبچے بعد دوپہر قادیان پہنچ گیا اور سب سے پہلے ہشتی مقبرہ میں جا کر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مزار پر دعا کی جہاں قادیان کے بہت سے دوست قافلہ کے استقبال کے لئے پہنچے ہوئے تھے۔ ایک طرف تو بچھڑے ہوئے بھائیوں سے ملاقات دوسری طرف قادیان کا ماحول اور نیسری طرف ہشتی مقبرہ کا مقام ان سب باتوں نے مل کر اس دعا میں وہ سوز و گداز پیدا کر دیا جو اہل قافلہ کی رپورٹ کے مطابق صرف دیکھنے سے تعلق رکھتا تھا۔ بہر حال ہمارے یہ دوست تیس دسمبر کی صبح تک قادیان میں ٹھہرے اور جلسہ کی شرکت کے علاوہ جو حسب دستور ۲۶، ۲۷، ۲۸ تاریخوں میں مقرر تھا ان ایام کو مقامات مقدسہ میں خاص دعاؤں اور عبادت میں گزارا۔ اور سب واپس آنے والے دوست بلا استثناء کہتے ہیں کہ قادیان کے جملہ درویش اپنی جگہ نہایت قربانی اور لہنتی کے جذبہ کے ساتھ بیٹھے ہوئے ہیں اور ان کے اوقات دعاؤں اور نوافل سے اس طرح مہمور ہیں جس طرح ایک عمدہ سفنج کا ٹکڑا پانی سے بھر جاتا ہے۔ اور سب درویش یہ عزم رکھتے ہیں کہ خواہ موجودہ حالات میں ان کا قادیان کا قیام کتنا ہی لمبا ہو جائے وہ انشاء اللہ پورے صبر اور استقلال اور قربانی کے ساتھ اپنی جگہ پر قائم رہیں گے بلکہ ان میں سے بعض نے اس بات پر حیرت ظاہر کی کہ جب ہم خود انتہائی خوشی اور رضا اور عزم کے ساتھ یہاں بیٹھے ہوئے ہیں تو کوئی وجہ نہیں کہ ہمارے بعض پاکستانی رشتہ داروں کو ہمارے

سے کوئی گھبراہٹ ہو۔ قادیان کے قیام کے دوران میں ہمارے دوستوں کو ان ہندوستانی احمدیوں کی ملاقات کا بھی موقع ملا جو ہندوستان کے مختلف صوبوں سے جلسہ کی شمولیت کے لئے قادیان آئے تھے اور ان میں محترمی شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی حیدرآباد دکن اور چوہدری انور احمد صاحب کابلوں امیر جماعت احمدیہ کلکتہ اور مولوی بشیر احمد صاحب امیر جماعت دہلی اور حکیم خلیل احمد صاحب مونگیر اور سیٹھ محمد اعظم صاحب تاجر حیدرآباد دکن اور سید ارشد علی صاحب ارشد تاجر لکھنؤ اور مولوی محمد سلیم صاحب مبلغ مغربی بنگال بھی شامل تھے۔ اور تین دوست کشمیر سے بھی آئے تھے۔ ان ایام میں قادیان کے ہندوؤں اور سکھوں نے پاکستانی اور ہندوستانی زائرین اور بعض درویشوں کو چائے کی دعوت دی اور اس موقع پر ہمارے کئی دوستوں نے جن میں شیخ بشیر احمد صاحب امیر قافلہ پاکستان اور شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی اور حکیم خلیل احمد صاحب مونگیر بھی شامل تھے دعوت دینے والوں کا شکریہ ادا کرنے کے علاوہ مناسب رنگ میں تبلیغ بھی کی۔ اور ہمارا جلسہ تو گویا مجسم تبلیغ ہی تھا کیونکہ اس میں بیشتر تعداد غیر مسلموں کی شامل ہوئی تھی اور وہ سب ہمارے مقررین کی تبلیغی تقریروں کو نہایت درجہ توجہ اور سکون سے سنتے رہے۔ بلکہ وہ اس بات کو سخت حیرت کے ساتھ دیکھتے تھے کہ یہ چند گنتی کے مسلمان اس درہم غیر اسلامی ماحول میں گھرے ہوئے ہیں اور پھر بھی کس جرأت کے ساتھ ہمیں اسلام کا پیغام پہنچاتے اور اسلام زندہ باد کے نعرے لگاتے ہیں۔ ہمارا قافلہ ۳۰ دسمبر کو انجے کے قریب قادیان سے روانہ ہو کر ۴ بجے سہ پہر کے قریب رتن باغ لاہور میں پہنچ گیا اور بہت سے دوستوں نے دعا کے ساتھ اس کا استقبال کیا اور پھر محترمی شیخ بشیر احمد صاحب امیر قافلہ اور محترمی میر محمد بخش صاحب ایڈووکیٹ رپورٹ دینے کی غرض سے ریلوے بھی پہنچے۔ قافلہ میں شامل ہونے والے اصحاب کے نام درج ذیل کئے جاتے ہیں:-

- ۱۔ شیخ بشیر احمد صاحب ایڈووکیٹ لاہور امیر قافلہ ۲۔ مولوی محمد صدیق صاحب مبلغ مغربی افریقہ حال لاہور ۳۔ شیخ مبارک احمد صاحب مبلغ مشرقی افریقہ حال ریلوے ضلع جھنگ ۴۔ شیخ محمود صاحب (مہاشہ) مبلغ ریلوہ ۵۔ مرزا واحد حسین صاحب (گیانی) مبلغ ریلوہ ۶۔ میر محمد بخش صاحب ایڈووکیٹ گوبرنوالہ ۷۔ چوہدری محمد احمد صاحب واقف زندگی کارکن تعلیم الاسلام کالج لاہور ۸۔ شکیل احمد صاحب مونگیر لاہور ۹۔ منشی عبدالحق صاحب کاتب جوہاں بلڈنگ لاہور

- ۱۰۔ مولوی عطاء اللہ صاحب واقف زندگی ربوہ ۱۱۔ چوہدری نور احمد صاحب ساہن خزانچی صدر انجمن
 حال ملتان ۱۲۔ چوہدری غلام محمد صاحب کوٹ رحمت خاں شیخوپورہ ۱۳۔ ماسٹر محمد شفیع صاحب سلم
 جلیا لوالہ لاہور ۱۴۔ مرزا امتیاز بیگ صاحب آف قادیان حال سیالکوٹ ۱۵۔ مرزا محمد حیات
 صاحب مالک دو خانہ رفیق حیات سیالکوٹ ۱۶۔ خواجہ محمد عبداللہ صاحب عرف عبدالجہلم
 ۱۷۔ خواجہ عبدالواحد صاحب گوجرانوالہ ۱۸۔ والدہ عثمان علی درویش بنگالی حال ربوہ ۱۹۔ چوہدری
 فضل احمد صاحب ہیڈ ماسٹر بھکر (میانوالی) ۲۰۔ محمد یعقوب صاحب کاتب افضل لاہور ۲۱۔ مستری
 عبدالحمید صاحب گوجرہ لائل پور ۲۲۔ ملک نور الحق صاحب دوالمیال جہلم ۲۳۔ ملک محمد شفیع
 صاحب منٹگری ۲۴۔ چوہدری لال خاں صاحب کھاریاں گجرات ۲۵۔ چوہدری فیض احمد صاحب
 گھٹیا لیان چیف انسپکٹر بیت المال ربوہ ۲۶۔ حاجی خدانجش صاحب میانوالی ماراں سیالکوٹ
 ۲۷۔ مبارک احمد صاحب اعجاز احمد نگر (جھنگ) ۲۸۔ عبدالغفار صاحب شادیوال (گجرات)
 ۲۹۔ ملک محمد ابراہیم صاحب لائسنس (گجرات) ۳۰۔ محمد یوسف صاحب شادیوال (گجرات)
 ۳۱۔ ڈاکٹر برکت اللہ صاحب کوٹ فتح خان (کیمپلور) ۳۲۔ مرزا احسن بیگ صاحب ٹنڈو آدم
 سندھ ۳۳۔ میان مولانا بخش صاحب خالقاہ ڈوگران (شیخوپورہ) ۳۴۔ ملک عبدالکریم صاحب
 ترکڑی (گوجرانوالہ) ۳۵۔ شیخ عبدالکریم صاحب چنیوٹ ۳۶۔ چوہدری نور محمد صاحب کوٹہ۔
 ۳۷۔ مسماۃ غلام فاطمہ صاحبہ پیپم کوٹ (گوجرانوالہ) ۳۸۔ قاضی مبارک احمد صاحب احمد نگر (جھنگ)
 ۳۹۔ چوہدری محمد خاں صاحب بن باجوہ (سیالکوٹ) ۴۰۔ منور احمد صاحب سپر مولوی محمد ابراہیم
 صاحب قادیانی چنیوٹ ۴۱۔ ملک نیاز محمد صاحب کسووال (منٹگری) ۴۲۔ ڈاکٹر محمد یعقوب
 خاں صاحب لاہور ۴۳۔ میان مبارک احمد صاحب پنڈی چری (شیخوپورہ) ۴۴۔ سردار محمد صاحب
 بوٹہ چک (شیخوپورہ) ۴۵۔ مسماۃ جیوارتن باغ لاہور ۴۶۔ ڈاکٹر محمد دین صاحب
 امین آباد (گوجرانوالہ) ۴۷۔ منیر احمد صاحب احمد نگر (جھنگ) ۴۸۔ مرزا عبدالمتنان صاحب۔ واہ
 (کیمپلور) ۴۹۔ منظور احمد صاحب شیخ پور (گجرات) ۵۰۔ ڈاکٹر محمد احمد صاحب حمید پور فارسی
 جرنالوالہ (لائل پور)

ان کے علاوہ دو مزید احمدی دوست یعنی مستری عبدالحکیم صاحب لاہور اور میان نذیر احمد صاحب

دسکہ کنڈکٹر کی حیثیت میں شامل ہوئے۔“

قادیان کی انوار و برکات سے فیضیاب پاکر ستانی قافلہ کے خیر مقدم کا منظر بڑا
پاکستانی قافلہ کا خیر مقدم

ہوتے ہی پاکستان زندہ باد، احمدیت زندہ باد اور حضرت امیر المؤمنین زندہ باد کے نعرے بلند کئے۔ جماعت
احمدیہ لاہور کے بہت سے احباب نے آگے بڑھ کر زائرین کا استقبال کیا اور زیارت مرکز سے مشرت ہونے
پر مبارکباد پیش کی۔ امیر قافلہ شیخ بشیر احمد صاحب ایڈووکیٹ نے احباب لاہور کو درویشان قادیان کا
ایک مختصر لیکن پیارا پیغام سنایا جو السلام علیکم اور درخواست دعا کے دو مختصر جملوں پر مشتمل تھا۔ قافلہ
دعائیں کرتا ہوا واہگہ سے روانہ ہو کر رتن باغ پہنچا جہاں مقامی جماعت کے بہت سے احباب جمع تھے
قافلہ کے یہاں پہنچنے پر نصاب دوبارہ نعروں سے گونج اٹھی۔ زائرین نے رتن باغ کی مسجد میں نماز عصر ادا کی
جس کے بعد امیر قافلہ نے ایک رقت آمیز دعا کرائی اور تمام زائرین کو جہانے کی اجازت دی۔

فصل ہفتم

قادیان اور رتوہ میں سالانہ جلسہ ۱۳۲۸ھ تا ۱۹۴۹ء

حسب سابق اس سال بھی احمدیت کے دائمی مرکز قادیان کا سالانہ جلسہ ۲۶ تا ۲۸ ماہ فتح ۱۳۲۸ھ /
دسمبر ۱۹۴۹ء کو زمانہ جلسہ گاہ میں منعقد ہوا۔ اس جلسہ میں تقریباً ایک ہزار افراد نے شرکت کی تقسیم ہند
کے بعد یہ پہلا موقع تھا کہ پاکستانی احمدی شامل جلسہ ہوئے۔ زائرین میں پاکستان کے ڈپٹی ہائی کمشنر
مقیم جالندھر میجر جنرل راجہ عبدالرحمن صاحب کا نام قابل ذکر ہے۔ جلسہ میں ۳۸ ہندوستانی احمدی تشریف
لائے جن میں چار ستورات اور پانچ بچے بھی شامل تھے۔ حضرت مولوی عبدالرحمن صاحب بٹ امیر جماعت

۱۔ روزنامہ الفضل، علی ۱۳۲۹ھ / جنوری ۱۹۵۰ء ص ۳۰

۲۔ الفضل ۳۱، فتح ۱۳۲۸ھ / دسمبر ۱۹۴۹ء ص ۵۰

قادیان نے اپنی افتتاحی تقریر میں بعض مقتدر احمدی اکابر کے پیغامات اور دنیا بھر کے احمدی مشنوں کے مُراسلات سُنائے۔ ازاں بعد پاکستانی قافلہ کے امیر شیخ بشیر احمد صاحب ایڈوکیٹ لاہور نے صدارتی تقریر میں بتایا کہ حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الثانی نے دیگر بابرکت ارشادات کے علاوہ مجھے یہ پیغام پہنچانے کے لئے فرمایا تھا کہ ”اپنے رب پر بھروسہ رکھو۔ اس کی کامل اطاعت کرو۔ اس پر کامل یقین اور اس کی کامل اطاعت کے ساتھ دنیا میں امن قائم ہو سکے گا۔“

مندرجہ ذیل مقررین نے اس جلسہ سے خطاب کیا:-

- ۱- مکرم عبدالحمید صاحب عاجز (ہستی باری تعالیٰ)
 - ۲- حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی الکبیر (ذکرِ حبیب)
 - ۳- مکرم مولوی شریف احمد صاحب امینی (حضرت مسیح موعودؑ کے کارنامے)
 - ۴- مکرم مولوی محمد ابراہیم صاحب قادیانی (پیشگوئی مصلح موعودؑ)
 - ۵- مکرم مولوی محمد حفیظ صاحب بقا پوری (صداقت مسیح موعودؑ)
 - ۶- مکرم ملک صلاح الدین صاحب ایم اے مؤلف ”اصحاب احمد“ (جماعت احمدیہ کا سلوک غیر مسلموں سے)
 - ۷- مکرم مولوی بشیر احمد صاحب مبلغ دہلی (صداقت مسیح موعودؑ از روئے ہندو و سکھ مذہب)
 - ۸- مکرم مولوی محمد سلیم صاحب مبلغ کلکتہ (اسلام اور کیونزم۔ قادیان سے ہماری ہجرت)
 - ۹- مکرم مولوی عبدالقادر صاحب دہلوی (اسلام میں عورت کا درجہ)
 - ۱۰- مکرم مولوی برکات احمد صاحب راجیکی بی اے (قادیان کی تاریخ)
 - ۱۱- مکرم گیانی مرزا واحد حسین صاحب (سکھ مسلم اتحاد)
 - ۱۲- حضرت حکیم خلیل احمد صاحب مونگھیری (حکومت و رعایا کے تعلقات اسلام کے نقطہ نظر سے)
 - ۱۳- مکرم مہاشہ محمد عمر صاحب (ہندو مسلم اتحاد)
 - ۱۴- مکرم مولوی محمد اسماعیل صاحب یادگیر (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاقِ فاضلہ)
 - ۱۵- مکرم شیخ مبارک احمد صاحب سابق رئیس التبلیغ مشرقی افریقہ
 - ۱۶- مکرم مولوی محمد صدیق صاحب امرتسری مبلغ سیرالیون
- مؤخر الذکر مبلغین نے افریقہ میں تبلیغ اسلام کے موضوع پر اظہارِ خیال فرمایا۔

اس مبارک اجتماع پر بالاتفاق ایک قرارداد پاس کی گئی جس میں بھارتی حکومت کو توجہ دلائی گئی کہ:-
 ۱- قادیان میں مقیم درویشوں کو یہ اجازت ضرور ملنی چاہئے کہ ان کے اہل و عیال ان سے مل سکیں۔
 ۲- قادیان میں قریباً پچاس ساٹھ ایسے احمدی زائر مقیم ہیں جو ایام فسادات میں یہاں آئے تھے اور اب وہ واپس اپنے وطن- پاکستان- جانے کے لئے بے تاب ہیں۔ اس کے علاوہ قادیان کے بعض ابتدائی باشندے یہاں از سر نو آباد ہونا چاہتے ہیں۔

۳- حکومت نے صدر انجمن احمدیہ قادیان کی قیمتی جائیداد متروکہ قرار دے کر اپنے قبضہ میں لے رکھی ہے حالانکہ یہ انجمن اب بھی قادیان میں قائم ہے۔

۴- قادیان کے بعض تعلیمی اداروں کو بہت جلد واکذار کر دیا جائے کیونکہ محض ان اداروں کے نہ ہونے کی وجہ ہی سے احمدی بچوں کی تعلیم نظر انداز ہو رہی ہے۔

۵- جو ہندوستانی احمدی مذہبی اور دینی تعلیم سکھنے کے لئے باہر جانا چاہیں انہیں ہر قسم کی سہولتیں دی جائیں۔

۶- احمدیوں کی جو مسجدیں اور قبرستان ملکی فسادات کے دوران مسمار کئے جا چکے ہیں وہ واکذار کی جائیں اور انکی مرمت و تعمیر کے لئے مناسب انتظامات کئے جائیں۔

۷- قادیان احمدیوں کا مذہبی مرکز ہے مگر حکومت نے شرنا تھیوں کو بعض حالات کے تقاضا کے تحت اس میں رہنے کی اجازت دے دی ہے نیز قادیان میونسپلٹی نے قادیان کے بعض ایسے محلوں اور گلیوں کے اسلامی نام بدل دئے ہیں جن سے مذہبی تقدس اور سلسلہ احمدیہ کی بعض قدیم روایات وابستہ ہیں۔ اس اقدام سے احمدیوں کے جذبات کو سخت ٹھیس پہنچی ہے۔ قادیان کے محلوں اور گلیوں کے پہلے اسلامی نام بحال کئے جائیں اور جماعت احمدیہ کے مذہبی حقوق کا تحفظ کیا جائے۔

اخبار رسول اینڈ ملٹری گزٹ کے خصوصی نامہ نگار نے اس جلسہ کی مفصل روداد لکھی جو اس اخبار کی ۲۹ دسمبر ۱۹۴۹ء (ص ۶) کی اشاعت میں شائع ہوئی۔

ٹھیک انہی تاریخوں میں جبکہ حضرت مہدی معبود علیہ السلام کی مقدس بستی میں شمع احمدیت کے پروانے جمع ہوئے سرزمین ربوہ میں احمدیت کے نئے مرکز کا دوسرا سالانہ جلسہ

منعقد ہو جس میں دیگر علمائے سلسلہ کی تقاریر کے علاوہ حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعود نے اپنے رُوح پرور اور ایمان افروز خطابات سے نوازا۔

حضور نے اپنی افتتاحی تقریر میں فرمایا:-

”ہماری موجودہ مثال ان کمزور پرندوں کی سی ہے جو دریا کے کسی خشک حصہ میں سستانے کے لئے بیٹھ جاتے ہیں اور شکاری جو ان کی تاک میں لگا ہوا ہوتا ہے ان پر فائر کر دیتا ہے اور وہ پرندے وہاں سے اڑ کر ایک دوسری جگہ پر جا کر بیٹھ جاتے ہیں ہم بھی آرام سے اور اطمینان سے دنیا کی چالاکوں اور ہوشیاروں اور فریبوں سے بالکل غافل ہو کر، کیونکہ مومن چونکہ خود چالاک اور فریبی نہیں ہوتا وہ دوسروں کی چالاکوں اور فریبوں کا بھی اندازہ نہیں لگا سکتا۔ اپنے آرام گاہ میں اطمینان اور آرام سے بیٹھے تھے اور ارادے کر رہے تھے کہ ہم میں سے کوئی اڑ کر امریکہ جائے گا، کوئی انگلستان جائے گا، کوئی جاپان جائے گا اور دین اسلام کی اشاعت ان جگہوں میں کرے گا لیکن چالاک شکاری اس تاک میں تھا کہ وہ ان غافل اور سادہ لوح پرندوں پر فائر کرے چنانچہ اس نے فائر کیا اور چاہا کہ وہ ہمیں منتشر کر دے مگر ہماری جماعت جسے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے الہامات میں پرندہ ہی قرار دیا گیا ہے اپنے اندر ایک اجتماعی رُوح رکھتی تھی“

”مشرق پنجاب سے بہت سی قومیں بہت سے گاؤں نکلے، بہت سے شہر نکلے، بہت سے علاقے نکلے لیکن انہوں نے اپنے فعل سے ثابت کر دیا کہ وہ قومی رُوح اپنے اندر نہیں رکھتے تھے۔ وہ پراگندہ ہو گئے، وہ پھیل گئے، وہ منتشر ہو گئے یہاں تک کہ بعض جگہ پر بھائی کو بھائی کا، باپ کو بیٹے کا اور ماں کو اپنی لڑکی کا بھی حال معلوم نہیں صرف وہ چھوٹی سی قوم، وہ تھوڑے سے افراد جو دشمن کے تیروں کا ہمیشہ سے نشانہ بنتے چلے آئے ہیں۔ اور جن کے متعلق کہنے والے کہتے تھے کہ دشمن کے حملہ کا ایک ریلآ آنے دو پھر دیکھو گے کہ ان کا کیا حشر ہوتا ہے؟ جو نہی حملہ ہوا یہ لوگ متفرق ہو جائیں گے منتشر اور پراگندہ ہو جائیں گے وہی ہیں جو آج ایک مرکز پر جمع ہیں وہ کثیر التعداد آدمی جو وہاں سے نکلے تھے وہ پھیل گئے وہ بکھر گئے وہ پراگندہ ہو گئے مگر وہ چھوٹی سی جماعت جس کے متعلق کہا جاتا تھا کہ ایک معمولی سا ریل بھی آیا تو یہ ہمیشہ کے لئے منتشر ہو جائے گی وہ مرغابیوں کی طرح اٹھی تھوڑی دیر کے لئے ادھر ادھر اڑی مگر پھر جمع ہوئی اور لہو میں آکر بیٹھ گئی چنانچہ جو نظارہ آج تم دیکھ رہے ہو یہ خواہ اتنا شاندار نہیں

جتنا قادیان میں ہوا کرتا تھا کیونکہ ابھی ہماری پریشانی کا زمانہ ختم نہیں ہوا لیکن اور کونسی قوم ہے جس کی حالت تمہارے جیسی ہے۔ اور کونسی جماعت ہے جو آج اس طرح پھر ترح ہو کر ایک مقام پر بیٹھ گئی ہے یقیناً اور کوئی قوم ایسی نہیں پس تمہارے اس فعل نے بنا دیا کہ تمہارے اندر ایک حد تک قومی روح ضرور سرایت کر چکی ہے۔ تم اڑے بھی، تم پرانگندہ بھی ہوئے، تم منتشر بھی ہوئے مگر پھر جو تمہاری جبلت ہے، جو تمہاری طبیعت ہے، جو چیز تمہاری فطرت بن چکی ہے کہ تم ایک قوم بن کر رہتے ہو اور ایک آواز پر اکٹھے ہو جاتے ہو یہ فطرت تمہاری ظاہر ہو گئی اور دنیا نے دیکھ لیا کہ کوئی طاقت تمہیں ہمیشہ کے لئے پرانگندہ نہیں کر سکتی۔“

اس کے بعد حضور نے شعبان ۱۰ھ کے مشہور واقعہ غزوہ بنو مصطلق پر روشنی ڈالتے ہوئے

فرمایا :-

”مجھے اس وقت یاد تو کیا آگیا ایک واقعہ تھا جس کا اس بات کے کہتے کہتے میری آنکھوں کے سامنے نقشہ کھینچ گیا ایک جنگ کے موقع پر انصار اور راجرین میں بھگڑا ہو گیا۔۔۔ اور یوں معلوم ہونے لگا جیسے آج مہاجر اور انصار آپس میں لڑ ہی پڑیں گے۔ اس وقت عبداللہ بن ابی ابن سلول دیرینہ منافق ... نے کہا اے انصار یہ تمہاری ہی غلطیوں کا نتیجہ ہے کہ تم ان لوگوں کے منہ سے ایسی باتیں سن رہے ہو میں نے پہلے ہی کہا تھا کہ تم ایسا قدم مت اٹھاؤ مگر تم نہ مانے اب شکر ہے کہ میری بات تمہاری سمجھ میں آرہی ہے تم ذرا اٹھو اور مجھے مدینہ پہنچ لینے دو پھر دیکھو گے کہ مدینہ کا سب سے زیادہ معزز شخص یعنی وہ کبخت (نحوذ باللہ) مدینہ کے سب سے زیادہ ذلیل آدمی یعنی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو وہاں سے نکال دے گا اور یقیناً ہمیشہ کے لئے دور ہو جائے گا۔ عبداللہ کا بلیا موٹن تھا وہ ایک سچا مسلمان تھا جب اس نے اپنے باپ کی یہ بات سنی تو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے کہا یا رسول اللہ میرے باپ نے جو بات کہی ہے اس کی سزا سوائے قتل کے اور کوئی نہیں ہو سکتی اور میں یقین رکھتا ہوں کہ آپ ہی سزا سے دیں گے لیکن میرے دل میں خیال آتا ہے کہ اگر کسی اور مسلمان کو آپ نے کہا اور اس نے میرے باپ کو قتل کر دیا اور پھر کوئی کمزوری کا وقت مجھ پر آگیا اور وہ مسلمان میرے سامنے آیا تو ممکن ہے میرے دل میں خیال آجائے کہ یہ میرے باپ کا

قاتل ہے اور میں جو شش میں آکر اس پر حملہ کر بیٹھوں اور اس طرح بے ایمان ہو جاؤں۔ یا رسول اللہ میری درخواست یہ ہے کہ آپ مجھے ہی یہ حکم دیجئے کہ میں اپنے باپ کو اپنے ہاتھ سے قتل کروں تاکہ کسی مسلمان کا کینہ میرے دل میں پیدا نہ ہو۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہمارا ایسا کوئی ارادہ نہیں کہ تم تمہارے باپ کو قتل کریں اس نے بات کی اور اپنے اندرون کو ظاہر کر دیا ہماری طرف سے اس پر کوئی گرفت نہیں۔ اب بات بظاہر ختم ہو گئی اور وہ آئی گئی ہو گئی۔ انصار اور مہاجر آپس میں پھر لعلیگر ہو گئے عبد اللہ بن ابی ابن سلول پھر ذلیل اور شرمندہ ہو کر اپنے خیمہ میں جا گھسا۔ پھر انصار اور مہاجرین میں بھائیوں بھائیوں کا سا نظارہ نظر آنے لگا۔

”غیر اس کی بات بھول گئے، رشتہ دار اس کی بات بھول گئے، دوست اس کی بات بھول گئے دشمن اس کی بات بھول گئے لیکن اس کا بیٹا اس بات کو نہیں بھولا اور بغیر اس واقعہ کے اسے اور کسی چیز کا خیال تک نہیں آیا جس وقت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری مدینہ منورہ میں داخل ہو چکی اور اسلامی لشکر اندر داخل ہونے لگا تو وہ لڑکا اپنی سواری سے گود کر گلی کے کنارے پر گھڑا ہو گیا اور جب اپنے باپ عبد اللہ بن ابی کو دیکھا تو اس نے تلوار نکال کر اپنے باپ سے کہا تمہیں یاد ہے تم نے وہاں کیا الفاظ کہے تھے تم نے کہا تھا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ کا سب سے زیادہ ذلیل انسان ہے اور تم سب سے معزز انسان ہو۔ خدا کی قسم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تم کو معاف کر دیا لیکن میں تمہیں معاف نہیں کروں گا اور تمہیں اس وقت تک مدینہ میں داخل نہیں ہونے دوں گا جب تک تم تین دفعہ میرے سامنے یہ اقرار نہ کرو کہ میں سب سے زیادہ ذلیل ہوں اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے زیادہ معزز انسان ہیں۔ باپ نے دیکھ لیا کہ آج اس بیٹے کی تلوار زیر سے پیٹ میں جاسے بغیر نہیں رہے گی، آج اس کی تلوار میرے دل کو حیرت لعلیگر نہیں رہے گی اس نے اپنے سارے ہنشینوں اور جلسیوں کے سامنے جن میں وہ اپنی بادشاہت کی لافیں مارا کرتا تھا اقرار کیا کہ ہاں میں مدینہ کا سب سے زیادہ ذلیل شخص ہوں اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے زیادہ معزز انسان ہیں۔ مجھے یہ واقعہ یاد آگیا اور میں نے کہا خدا کی رحمتیں ہوں عبد اللہ کے بیٹے پر کہ اس نے اس طعنہ کو نہیں بھلایا اور تب تک اس نے آرام نہیں کیا جب تک اپنے باپ کے منہ سے اس نے یہ نہ کہلوایا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی سب سے زیادہ معزز وجود ہیں اور

اس کا باپ سب سے زیادہ ذلیل آدمی ہے مگر خدا رحم کرے ہم پر بھی جن کے سامنے دنیا نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اتنی گالیاں دی ہیں کہ کسی ذلیل ترین انسان کو بھی وہ گالیاں نہیں دی گئیں مگر ہم آرام سے بیٹھے ہیں۔ ہمارے دلوں میں یہ جوش پیدا نہیں ہوتا کہ ہم وہ بات غیر کے منہ سے کہلواسکیں جو عبد اللہ کے بیٹے نے عبد اللہ کے منہ سے کہلوائی۔ کس طرح ہم کوچین آ رہا ہے۔ کس طرح ہمارے دل ادھر ادھر کی باتوں میں مشغول ہیں۔ اگر عبد اللہ کے بیٹے جتنا ایمان ہی ہمارے دلوں میں ہوتا حالانکہ چاہیے تھا کہ اس سے بہت زیادہ ایمان ہوتا تو ہمارا فرض تھا کہ ہم اس وقت تک صبر نہ کرتے جب تک دنیا کو گھٹنے ٹیک کر یہ الفاظ کہنے پر مجبور نہ کر دیتے کہ دنیا کا سب سے زیادہ معزز وجود محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے اور اس کا دشمن سب سے زیادہ ذلیل ہے ہم ایک دفعہ پھر یہاں جمع ہوئے ہیں خدا تعالیٰ کی عنایت اور اس کی مہربانی سے آؤ ہم سچے دل سے یہ حمد کریں کہ ہم کم سے کم عبد اللہ کے بیٹے جتنا ایمان دکھائیں گے اور جب تک محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت کا اقرار دنیا سے نہیں کروالیں گے اس وقت تک ہم اطمینان اور چین سے نہیں بیٹھیں گے۔ ۱۷

حضرت امیر المؤمنین کی دوسری تقریریں

حضور نے افتتاحی خطاب کے علاوہ ۲۷، ۲۸، ۲۹ فرج

دسمبر کو مفصل تقاریر فرمائیں جن میں ان پیشگوئیوں پر تفصیلاً روشنی ڈالی جو اس زمانہ میں حضور کے بابرکت وجود سے پوری ہوئیں۔ بلوہ میں زمین خریدنے اور اس میں مکان بنانے کی نصیحت کی۔ غزواء کے مکانات کے لئے چندہ کی تحریک فرمائی۔ انگریزی ترجمہ قرآن کی ایک اور جلد تیار ہونے کی خوشخبری دی۔ خدام الاحمدیہ کو پابندی نماز، ذکر الہی، شعائر اسلامی کے قیام خدمتِ خلق اور بہادری جذبہ قربانی اور ایثار کی طرف توجہ دلائی اور فرمایا بہادری کا نمونہ دکھاؤ اور مایں کھانے، گالیاں سنکر برداشت کرنے کی عادت ڈالو لیکن بے غیرتی مت دکھاؤ کیونکہ بہادری بے غیرتی کا نام نہیں۔ زراعت کے تعلق میں اگلے سال احمدی زمینداروں اور ماہرین فن کی ایک مجلس شوریٰ بلانے کا ارادہ ظاہر کیا۔ تجارت کے بارے میں بتایا کہ اس کے بغیر جماعت ترقی نہیں کر سکتی نیز یہ کہ ہم نے ایک جمیہ آف کامرس قائم کیا ہے۔ چھوٹے بڑے سب تاجروں کو چاہیے کہ وہ اس میں شامل ہوں تا جماعت منظم ہو سکے۔ حضور نے دورانِ تقریر مہاجرین کو خوش رہنے کی بھی تلقین فرمائی۔ پھر اس تجویز

کا اعلان کیا کہ قرضیوں کا بورڈ قائم کیا جائے جو مشرقی پنجاب سے آنے والے مقرضوں کے تنازعات کا فیصلہ کرے جس شخص کا کسی دوسرے کے ذمہ قرض ہو وہ محکمہ قضا میں نالاش کرے۔ البتہ اگر کسی کو رجسٹرڈ یا ملٹی ٹیکنیوں کے بارہ میں شکایت ہو تو وہ سرکاری عدالت کا دروازہ کھٹکھٹائے کیونکہ معاملہ کو لٹکانا فساد پیدا کرتا ہے اور اس سے دلوں پر زنگ لگتا اور فتنہ پیدا ہوتا ہے۔ الغرض حضور نے پیش آمدہ حالات میں اجاب جماعت کی راہنمائی فرمائی۔

اس جلسہ میں گذشتہ جلسہ کے مقابل سامعین کی تعداد تیرہ ہزار
جلسہ ربوہ کی بعض خصوصیات
 سے بڑھ کر تیس ہزار تک پہنچ گئی جیسا کہ اخبار رسول اینڈ ملٹری گزٹ اور پاکستان ٹائمز (مورخہ) ۳۱۔ دسمبر ۱۹۴۹ء نے سٹار نیوز ایجنسی کے حوالے سے خبر شائع کی۔

جلسہ میں ستورات کے لئے ایک الگ لنگر خانے کا انتظام کیا گیا لجنہ اماء اللہ کی منتظمات اپنی ضرورت کے مطابق کھانا پکوانیں اور اپنے زیر نگرانی تقسیم کراتی تھیں۔ یہ پہلا تجربہ تھا جو بہت کامیاب رہا۔ اس دفعہ مہمانوں کے قیام کے لئے دو سو بیگین تیار کی گئیں جن میں حضرت امیر المؤمنین المصلح الموعود کی ہدایت کے مطابق کچی اینٹوں کے علاوہ پانچ لاکھ پتی اینٹیں بھی استعمال کی گئیں۔ یہ کام حضرت صاحبزادہ مرزا عزیز احمد صاحب ناظر اعلیٰ کی مسلسل تنگ و دو اور شب و روز کی محنت شاقہ سے پائیہ تکمیل کو پہنچا۔ بیروں کے علاوہ پانچ سو پتیس خیموں اور چھولہ لاریوں کا بھی بندوبست کیا گیا۔

ماہ شہادت ۱۳۲۸ھ / اپریل ۱۹۴۹ء کے پہلے جلسہ ربوہ میں تو مصارف کثیر کے باوجود پانی کی سخت وقت رہی تھی اور ٹینکروں کے ذریعہ ساڑھے سات میل کے فاصلہ سے پانی منگوانا پڑا تھا مگر اس جلسہ پر زندہ خدا کا یہ زندہ نشان ظاہر ہوا کہ خدا تعالیٰ کی اس بشارت کے مطابق کہ ربوہ میں باافراط پانی میسر آنے لگے گا نہ صرف یہ کہ ربوہ کی بنجر اور کھڑے زمین میں سے میٹھا پانی نکلا بلکہ اس کثرت سے نکلا کہ جلسہ سالانہ پر آنے والے تیس ہزار مہمانوں کی ضروریات باسانی پوری ہوتی رہیں۔ اور پھر نکلا بھی عین اس جگہ کے قریب جو پہلے سے پاس شدہ نقشہ کے مطابق حضرت مصلح موعود کے مکان کے لئے مخصوص تھی۔

۱۔ افضل، ص ۲۹، ۳۰، ۳۱، ۳۲، ۳۳، ۳۴، ۳۵، ۳۶، ۳۷، ۳۸، ۳۹، ۴۰، ۴۱، ۴۲، ۴۳، ۴۴، ۴۵، ۴۶، ۴۷، ۴۸، ۴۹، ۵۰، ۵۱، ۵۲، ۵۳، ۵۴، ۵۵، ۵۶، ۵۷، ۵۸، ۵۹، ۶۰، ۶۱، ۶۲، ۶۳، ۶۴، ۶۵، ۶۶، ۶۷، ۶۸، ۶۹، ۷۰، ۷۱، ۷۲، ۷۳، ۷۴، ۷۵، ۷۶، ۷۷، ۷۸، ۷۹، ۸۰، ۸۱، ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۸۵، ۸۶، ۸۷، ۸۸، ۸۹، ۹۰، ۹۱، ۹۲، ۹۳، ۹۴، ۹۵، ۹۶، ۹۷، ۹۸، ۹۹، ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷

فصل ہفتم

جلیل القدر صحابہ کا انتقال

اس سال متحدہ جلیل القدر صحابہ نے انتقال کیا جن کا تذکرہ ذیل میں کیا جاتا ہے:-

۱۔ حضرت میاں خیر الدین صاحب کھوانی ^{پہ} (ولادت اندازاً ۱۸۶۹ء۔ بیعت ۲۲ نومبر ۱۸۸۹ء۔ وفات ۲۷ مارچ ۱۹۲۹ء)

مارچ ۱۹۲۹ء (بعرانی سال)

حضرت مسیح محمدی علیہ السلام کے ان اولین صحابہ میں سے تھے جن کو بیعت اولیٰ سے بھی قبل حضورؐ سے تعلق عقیدت و ارادت تھا۔ حضرت اقدس علیہ السلام نے اپنے تین سوتیلے بھائیوں کو آپ کا نام آئینہ کمالاتِ اسلام میں ۱۹۸ نمبر پر اور ضمیمہ انجام آٹھم میں ۳۲ نمبر پر درج فرمایا ہے۔

۱۸۹۹ء میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حکم پر ایک سرکاری وفد نصیبین کے آثارِ قدیمہ کی چھان بین اور فرسٹ ناصری کی مزید تحقیقات کے لئے تیار کیا گیا۔ اس موقع پر سیکھوانی برادران نے جو مالی قربانی پیش کی اس پر خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے قلم مبارک سے اظہارِ خوشنودی کیا اور تحریر فرمایا:-

”ان چاروں صاحبوں کے چندہ کا معاملہ نہایت عجیب اور قابلِ رشک ہے کہ وہ دنیا کے مال سے نہایت ہی کم حصہ رکھتے ہیں۔ گویا حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی طرح جو کچھ گھروں میں تھا وہ سب لے آئے ہیں اور دین کو آخرت پر مقدم کیا جیسا کہ بیعت میں بشرط تھی۔“

۱۹۰۰ء میں جب حضور علیہ السلام نے مینارۃ المسیح کے لئے اپنے خدام سے ایک ایک سو روپیہ چندہ کی تحریک فرمائی تو حضرت میاں صاحب اور ان کے بھائیوں نے مع اپنی والدہ ماجدہ کے درخواست پیش کی کہ ہم اس چندہ میں شامل ہونا اپنی سعادت سمجھتے ہیں لیکن اس قدر وسعت نہیں کہ ہمیں سے

لے والد ماجد مولوی قمر الدین صاحب ^{پہ} نے اشتہارِ جلسہ اوداع ^{پہ} ”مشمولہ تبلیغ رسالت“ جلد ہفتم ص ۷۷

ہر ایک سو سو روپیہ دے سکے اس لئے ہم چاروں ہی ایک سو روپیہ دیں گے اگر منظور فرمایا جاوے۔
حضور نے یہ درخواست منظور فرمائی اور جب خلافتِ ثانیہ کے عہدِ مبارک میں مینارۃ المسیح کی تکمیل ہوئی
تو ان تینوں خوش نصیب بھائیوں اور ان کی والدہ کے نام مینارۃ المسیح پر کندہ کئے گئے یہ

حضرت مسیح موعود علیہ السلام عموماً دوسروں کی اقتدا میں نماز پڑھا کرتے تھے لیکن بعض دفعہ آپ خود
بھی نماز پڑھاتے تھے حضرت میاں خیر الدین صاحب کو یہ شرف بھی حاصل ہے کہ آپ نے دو بار حضور
کی اقتداء میں نماز پڑھی۔ ایک بار قبل از دعویٰ مسجد اقصیٰ میں شام کی نماز جس کی ایک رکعت میں حضور
نے سورۃ والتین کی تلاوت فرمائی۔ دوسری دفعہ نماز ظہر حضور کی اقتدا میں پڑھنے کا موقع ملا۔ حضور
مقدمہ کرم دین کے سلسلہ میں گورداسپور تشریف لے جا رہے تھے اور حضور نے یہ نماز بڑی سحر پر پڑھائی
آپ نظام الوصیت سے بھی وابستہ تھے اور مجاہدین تحریکِ جدید میں بھی شامل تھے۔ پنجگانہ نماز بلکہ
تجدد کا نہایت درجہ التزام رکھتے تھے۔ روزوں کی پابندی میں اپنی نظیر آپ تھے۔ ۱۳۲۶ھ / ۱۹۰۷ء
میں قادیان سے ہجرت کر کے جہلم شہر میں فروکش ہو گئے تھے جہاں گاڑی کے ایک حادثہ سے انتقال
فرما گئے۔

(ولادت ۱۸۸۹ء)

۲۔ میاں خیر الدین صاحب متوطن قادر آباد متصل قادیان :- بیعت ۱۹۰۲ء، زیارت

۱۹۰۲ء، وفات ۴، وفا ۲۸، مطابق ۴ جولائی ۱۹۲۹ء بمقام احمد نگر ضلع جھنگ)

آپ کے والد میاں محمد بخش صاحب ابتدا میں ہی شامل احمدیت ہو گئے تھے۔ آپ کا گھرانہ گویا خاندان
حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زیر سایہ ہی رہتا تھا اور نہ صرف یہ کہ اس مبارک خاندان کے دوسرے افراد
قادر آباد (قادیان سے متصل ذیلی بستی) میں جاتے اور مستری صاحب کو شرفِ خدمت حاصل ہوتا بلکہ ایک
بار خود حضرت مسیح موعود و مہدی موعود علیہ السلام تشریف لے گئے۔ فرمایا کرتے تھے جب میں تجاری کا کام

۱۰ روایات صحابہ غیر مطبوعہ جلد ۱۳ ص ۲۵۲ و ۲۵ روایات صحابہ غیر مطبوعہ جلد ۱۳ ص ۲۵ تا ۲۵۵ و جلد

۱۲ ص ۲۵ تا ۲۵ میں آپ کی بیان فرمودہ روایات محفوظ ہیں، ۱۱ افضل، ۱۲، ۱۳، ۱۴، ۱۵، ۱۶، ۱۷، ۱۸، ۱۹، ۲۰، ۲۱، ۲۲، ۲۳، ۲۴، ۲۵، ۲۶، ۲۷، ۲۸، ۲۹، ۳۰، ۳۱، ۳۲، ۳۳، ۳۴، ۳۵، ۳۶، ۳۷، ۳۸، ۳۹، ۴۰، ۴۱، ۴۲، ۴۳، ۴۴، ۴۵، ۴۶، ۴۷، ۴۸، ۴۹، ۵۰، ۵۱، ۵۲، ۵۳، ۵۴، ۵۵، ۵۶، ۵۷، ۵۸، ۵۹، ۶۰، ۶۱، ۶۲، ۶۳، ۶۴، ۶۵، ۶۶، ۶۷، ۶۸، ۶۹، ۷۰، ۷۱، ۷۲، ۷۳، ۷۴، ۷۵، ۷۶، ۷۷، ۷۸، ۷۹، ۸۰، ۸۱، ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۸۵، ۸۶، ۸۷، ۸۸، ۸۹، ۹۰، ۹۱، ۹۲، ۹۳، ۹۴، ۹۵، ۹۶، ۹۷، ۹۸، ۹۹، ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲،

سکھنے لگا تو حضورؐ کو دعا کے لئے عرض کیا تو حضورؐ نے دعا فرمائی جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے بے حد برکت دی۔

آپ حضرت اقدس علیہ السلام کی صداقت کے ایک عظیم نشان کے عینی شاہد بھی تھے جس کی تفصیل ان کے الفاظ میں یہ ہے:-

”جب ہمارے ملک میں طاعون پھوٹی تو ہمارے گاؤں قادر آباد میں بھی شروع ہو گئی اور بہت سے لوگ بیمار ہو گئے منجملہ ان میں سے میرے والد صاحب بھی تھے میں اور میری والدہ صاحبہ حضرت سیح موعود علیہ السلام کے پاس گئے آپ اُس وقت کرسی پر بیٹھے ہوئے تھے میری والدہ صاحبہ نے سارا حال بیان کیا اور دعا کے لئے بھی عرض کی۔ آپ نے ہاتھ اٹھا کر دعا فرمائی اور اپنے میز کی دراز سے ایک زربسی (جدوار) کی گھنٹی دی اور فرمایا کہ اس کو رگڑ کر پھوڑے پر لگاؤ اور چار پانچ آنے کے پیسے بھی دیئے اور آپ نے یہ حکم دیا کہ تم رَبِّ كُلِّ شَيْءٍ خَادِمُكَ رَبِّ فَاحْفَظْنِي وَاَنْصُرْنِي وَاَرْحَمْنِي بہت پڑھو اور لوگوں کو بھی پڑھاؤ۔ میری والدہ صاحبہ نے عرض کیا کہ مجھے یہ دعایا دہنیں رہے گی آپ اس کو کاغذ پر لکھ دیں تو آپ نے یہ دعایا کاغذ پر لکھ دی اور یہ بھی فرمایا کہ تم گھروں سے نکل جاؤ اور لوگوں سے بھی کہہ دو کہ وہ بھی گھروں سے نکل جائیں تب ہم نے گھر آ کر والد صاحب کی چار پائی گاؤں کے باہر درختوں کے نیچے بچھائی اور لوگوں کو بھی کہا کہ تم گھروں سے نکل جاؤ۔۔۔ جو ان میں سے نکلے وہ بچ گئے اور باقی سب کے سب موت کا شکار ہوئے اور ہم نے حضورؐ کے حکم کے مطابق زربسی کی گھنٹی پھوڑے پر لگائی اور دعا رَبِّ كُلِّ شَيْءٍ خَادِمُكَ رَبِّ فَاحْفَظْنِي وَاَنْصُرْنِي وَاَرْحَمْنِي بکثرت پڑھی اور سب لوگوں کو یاد کرائی تب خداوند تعالیٰ نے سیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعا سے اور آپ کے بیان کردہ علاج سے ہمارے والد صاحب کو شفا بخشی اور ہمیں غم و ہوم سے نجات بخشی“ لے

حضرت سیح موعود علیہ السلام کے حمد مبارک کی بعض مرکزی تعمیرات میں آپ کو خدمت بجالانے کا موقع بلا تقسیم ملک سے پہلے جماعت احمدیہ قادر آباد کے پرنیڈنٹ تھے۔ ہجرت ۱۹۲۷ء کے بعد اہل و عیال سمیت احمد نگر متصل ربوہ میں پناہ گزین ہوئے یہاں بھی ایک سال تک سیکرٹری ضیافت رہے۔ مہمانوں کی خدمت شوق سے کرتے تھے۔ طبیعت میں بہت فروتنی اور طنساری تھی۔ بزرگان سلسلہ کی خدمت کو سعادت

سمجھتے تھے۔ اکثر وقت تلاوتِ قرآنِ عظیم میں گزارتے تھے۔ خود بھی نمازوں کے پابند تھے اور اپنے رشتہ داروں کو بھی پابندیِ صلوٰۃ کی تاکید کیا کرتے تھے۔ ہومی اور صاحبِ رویا تھے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ مبارک کے حالات دردمند لہجے میں سنایا کرتے تھے۔ المختصر ایک نیک میرت پتے او مخلص احمدی بزرگ تھے۔ ۱۰۷

۳۔ حضرت شیخ مشتاق حسین صاحبؒ :- ۲۳ رظور ۱۲۸۸ھ مطابق ۲۳ اگست ۱۹۴۹ء (ولادت ۱۸۷۸ء، بیعت ۱۹۰۰ء، وفات ۱۹۴۹ء)

حضرت شیخ مشتاق حسین صاحبؒ کے قبولِ احمدیت کا مختصر واقعہ یہ ہے کہ آپ نے دہلی دروازہ لاہور کے باہر جماعتِ احمدیہ کی طرف سے دیواروں پر ایک پوسٹر لگا ہوا دیکھا جس میں دعویٰ حضرت مسیح موعودؑ کا ذکر تھا۔ پوسٹر پڑھتے ہی آپ کے دل میں حضور علیہ السلام کی محبت پیدا ہو گئی اور آپ نے بیعت کا خط لکھ دیا۔ اس کے بعد سلسلہ کے ساتھ جوں جوں واقفیت بڑھتی گئی آپ ایمان و عرفان میں ترقی کرتے چلے گئے حتیٰ کہ طاعون کی شدت کے زمانہ میں جبکہ عام موتا موتی لگ رہی تھی اور لوگوں پر خوف و ہراس طاری تھا آپ دیوانہ وار مصروفِ تبلیغ رہتے تھے۔ آپ کا قیام ان دنوں اندرونِ بھائی دروازہ لاہور غلہ پٹ رنگاں کے ایک چوبارے میں تھا پچھلی منزل میں اور لوگ رہتے تھے جو سب لقمہ طاعون ہوئے جس پر لوگوں نے انہیں چوبارہ خالی کر کے کسی اور مکان میں منتقل ہونے کا مشورہ دیا مگر آپ نے فرمایا کہ طاعون کے کپڑے احمدیوں کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے۔ آپ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تعلیم کشتی نوح سے پیش کر کے فرمایا کرتے تھے کہ اگر تم بھی طاعون سے محفوظ رہنا چاہتے ہو تو آؤ احمدیت قبول کرو۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے عہدِ مبارک میں آپ کو سالانہ جلسہ قادیان میں شرکت کرنے کا بھی شرف حاصل ہوا۔ ۱۵ مئی ۱۹۰۵ء کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے مسلمانوں کے مشہور روشن خیال سیاسی لیڈر مسٹر فضل حسین صاحب، بیرسٹر کی ملاقات ہوئی جس کے دوران آپ بھی موجود تھے جو

۱۰۷ الفضل، ۱۰۷ وفا ۱۲۸۸ھ، ۱۰۷ مختصراً از مضمون مولانا ابوالعطاس صاحب جالندھری، ملاحظہ ہو افضل ۵ رظور

۱۰۸ ۱۲۸۸ھ :- ۱۰۷ مولوی صدر الدین صاحب فاضل (مجاہد ایران) اور مولوی عبدالمنان صاحب شاہد مرتبی اصلاح و ارشاد آپ ہی کے بیٹے ہیں :- ۱۰۷ لاہور تاریخ احمدیت ص ۲۸۳ (مولانا شیخ عبدالقادر صاحب فوسلم، طبع اول فروری ۱۹۶۶ء)

۱۰۹ مولانا کتاب لاہور تاریخ احمدیت اور اخبار الفضل (۲۳ رظور ۱۲۸۸ھ) کے مطابق حضرت شیخ صاحب کا سنی بیعت ۱۹۰۰ء ہے ۱۰۷ الفضل ۲۲ رظور ۱۲۸۸ھ :- ۱۰۷ ملاحظہ ہو بدر ۲۲ مئی ۱۹۰۵ء ص ۱۰۷ و تاریخ احمدیت جلد سوم طبع اول ۱۹۵۲ء +

رئیس دہلی محافظ عبدالکریم صاحب کو ساتھ لے کر حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے۔ لے
حضرت شیخ صاحب لاہور میں ریلوے کلرک تھے پھر عدل خلافتِ اولیٰ میں سرکاری ملازمت ترک کر کے
پشاور آگئے اور فوج میں گوشت کی سپلائی کرنے لگے ۱۹۱۳ء میں ان کا قیام سیٹھ رحمت اینڈ سنز کے
احاطہ میں تھا۔ حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ کی وفات کی اطلاع پشاور میں پہنچی تو آپ پہلے احمدی تھے
جنہوں نے حضرت خلیفہ المسیح الثانی فضل عمرؑ کی بیعت بذریعہ تاریکی شروع جون ۱۹۱۴ء میں حضرت حافظ
روشن علی صاحب غیر مبائعین سے مباحثہ کے لئے پشاور تشریف لے گئے تو آپ ہی کے ہاں مقیم ہوئے۔ یہ
پشاور میں کچھ عرصہ رہائش کے بعد آپ گوجرانوالہ آگئے۔ ۱۹۲۲ء سے مجلس مشاورت میں گوجرانوالہ کی
طرف سے نمائندگی کے فرائض انجام دینے لگے۔ قیام گوجرانوالہ کے دوران آپ نے سیکورٹری تبلیغ کی
حیثیت سے متعدد تبلیغی مفاہٹ لکھے۔

آپ عاشقِ قرآن تھے اور اکثر پریم آنکھوں سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا یہ شعر پڑھا کرتے تھے:

دل میں یہی ہے ہر دم تیرا صحیفہ چوموں
شراں کے گرد گھوموں کعبہ مرا یہی ہے

بارہ فرمایا کہ میرا دل چاہتا ہے کہ قرآن کریم کا طوان کروں۔

آپ سلسلہ کے سارے اخبارات منگوا یا کرتے تھے۔ کتابیں بھی خاصی تعداد میں جمع کر رکھی تھیں۔ بعض
اوقات کتابوں کے کئی کئی نسخے خریدتے اور زبرد تبلیغ افراد میں تقسیم کر دیتے تھے۔ یہ
حضرت شیخ صاحب پانچ ہزاری مجاہدین تحریک جدید میں شامل تھے۔

۱۵ لاہور تاریخ احمدیت ص ۲۸۵ (مولف مولانا شیخ عبدالقادر صاحب) ۱۶ تاریخ احمدیہ (سرحد)

۱۸، ۱۸۸، ۱۸۸ مولف حضرت قاضی محمد یوسف صاحب امیر جماعت احمدیہ سرحد ۱۹ یہ مباحثہ

۲۰ جون ۱۹۱۴ء کو حضرت مولوی غلام حسن صاحب کے مکان پر ہوا تھا ۲۱ لاہور تاریخ احمدیت ص ۲۸۴

(۱) مولف مولانا شیخ عبدالقادر صاحب فاضل نو مسلم ۲۲ ایضاً ۲۳ اولاد: (۱) شیخ

نذیر احمد صاحب مرحوم (۲) شیخ بشیر احمد صاحب مرحوم سینئر ایڈووکیٹ و سابق جج ہائی کورٹ مغربی پاکستان

(۳) شیخ محمد اسلم صاحب مرحوم (۴) شیخ محمد اسحق صاحب (۵) ہاجرہ بیگم مرحومہ (۶) سلیم بیگم مرحومہ

(۷) آمنہ بیگم صاحبہ (۸) محمودہ بیگم صاحبہ

۴۔ حضرت مرزا غلام رسول صاحب یدرجوڈیشیل کشر لٹیاؤ :- ۱۹۰۷ء، وفات ۵ راجا
(ولادت ۹ بیعت ۱۹۰۷ء مطابق ۵ اکتوبر ۱۹۲۹ء)

اصل وطن موضع پنڈی لالہ ضلع گجرات تھا۔ بی۔ بی۔ اے تک تعلیم اسلامیہ کالج لاہور میں پائی تھی۔ آپ بیعت سے قبل کالج کی تعلیم کے دوران بھی اکثر قادیان جا کر حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی بابرکت مجلس میں حاضر ہوا کرتے تھے چنانچہ آخر دسمبر ۱۹۰۵ء میں جبکہ حضور نے رسالہ "الوصیت" تصنیف فرمایا آپ قادیان میں تھے۔ ایک روز نماز عصر سے قبل حضرت اقدس مسجد مبارک میں تشریف فرما تھے کہ آپ مسجد میں پہنچے حضور اُس وقت رسالہ "الوصیت" کی وجہ تصنیف اور ہستی مقبرہ کے قیام کے مقصد پر روشنی ڈال رہے تھے۔

فرمایا کرتے تھے کہ میں حضرت مسیح موعود کی پاکیزہ زندگی، دینی غیرت اور انتہائی درجہ کے تقویٰ و طہارت سے بہت متاثر ہوا

خلافتِ ثانیہ کے قیام پر اگرچہ آپ فوراً مبائعین میں شامل نہیں ہوئے مگر انہیں نو فرست سے جلد ہی معلوم ہو گیا کہ غیر مبائعین کی اصل جنگ حضرت سیدنا محمود کے خلاف نہیں خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خلاف ہے تب آپ اُن سے بد دل ہو گئے۔ پھر ایک روز اللہ تعالیٰ کی طرف سے انکشاف ہوا کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی اس وقت قُربِ الہی کے سب سے بلند مقامات پر فائز ہیں اس پر آپ نظامِ خلافت سے وابستہ ہو گئے۔

۷۔ مارچ ۱۹۲۳ء کو حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے علاقہ ملکان کی شدھی کے خلاف جہاد کا اعلان کیا اس پر جن ہر فریو شوں نے بلیک کہا ان میں آپ بھی شامل تھے آپ تین ماہ کی رخصت لے کر تبلیغی جہاد میں شمولیت کے لئے تشریف لے گئے اور گراہندہ خدمات سرانجام دے کر حضور کی سندِ خوشنودی حاصل کی۔

۱۔ بروایت حضرت قاضی محمد یوسف صاحب، امیر جماعت احمدیہ سرحد (تاریخ احمدیہ سرحد ص ۱۴۳) ۲۔ افضل
۳۔ ارغاء ۲۸۵ء ص ۵، الرحمٰن لاہور ۵۔ فتح ۲۸۵ء ص ۲۔ ۳۔ بروایت حضرت قاضی محمد یوسف صاحب، امیر
جماعت احمدیہ (تاریخ احمدیہ سرحد ص ۱۴۳) ۴۔ بروایت مرزا غلام رسول صاحب (رجسٹر روایات صحابہ جلد ۲ ص ۳۶۶) ۵۔ افضل
۶۔ ارغاء ۲۸۵ء ص ۵ کالم ۲۰۳۔

دورانِ جہاد کا واقعہ ہے کہ ۲۶ جولائی ۱۹۲۳ء کو موضع اسپار ضلع متھرا میں ایک مسلمان راجپوت غیاثی نام نے مسجد کے باہر مسجد ہی کی زمین میں بکرے کی قربانی کی۔ مرتدین آئے اور خفیہ طور پر گوشت لے گئے۔ قریباً تین بجے بعد دوپہر آریوں کو خبر ہوئی تو انہوں نے لوگوں کو آپ کے خلاف اکسایا اور کم و بیش چالیس سچاس کی تعداد میں مسلح ہو کر آپ کی رہائش گاہ پر حملہ کر دیا۔ مولوی صاحب کو گالیاں دیں۔ پھر ان کی جھونپڑی پر حملہ کر کے اُسے گرا دیا۔ آپ نیچے دب گئے اور ایک شخص نے آپ کو بازوؤں سے کھینچ کر باہر نکالا۔ پھر وہ لوگ آپ کو کھینچتے ہوئے گاؤں سے باہر لے گئے۔ آپ اپنے بعض کاغذات لینے کے لئے مسجد میں داخل ہونے لگے تو مسلح لوگ مسجد کے دروازے پر کھڑے ہو گئے اور انہوں نے بزور روکا اور آپ کو دھکے دے کر گاؤں بدر کر دیا گیا۔ مگر آپ اسی گاؤں میں ڈٹے رہے۔ چنانچہ جناب شیخ محمد احمد صاحب مظہر ایڈووکیٹ امیر جماعت احمدیہ ضلع لائل پور اس واقعہ کی تفصیل میں فرماتے ہیں:-

” ۱۹۲۳ء میں مرحوم تین ماہ کی رخصت لے کر تبلیغی جہاد کے لئے آئے تو موضع اسپار ضلع متھرا میں ان کی تعیناتی بطور مبلغ ہوئی۔ گاؤں میں ایک کچا کوٹھ مسجد کے نام سے موسوم تھا اس کے ساتھ ایک چھپر تلے انہوں نے تہاڑ ڈیرا جمایا اور کام شروع کیا اور اس خوشی اور حُسن تدبیر سے کام کیا کہ قُرب و جوار کے آریہ پرچارک اپنی چالبازوں میں ناکام اور دیوبندی معاندین اپنی دراندازیوں میں خائب و خاسر ہو کر رہ گئے۔ دونوں قسم کے مخالفین کو ایک ایسے ذہین اور فطین حریف سے پالا پڑا تھا جو ہر جوڑ کا ٹوڑ اور ہرزہ راکت تریاق ان کے مقابلے میں اپنے پاس ہتیار رکھتا تھا۔ اسی طرح یہ کام جاری تھا کہ عید الاضحیہ آگئی مرزا صاحب مرحوم نے قربانی کا گوشت گاؤں میں تقسیم کیا تو شہی قبول کرنے والوں کے کام و دہن بھی اس سے محروم نہ رہے۔ آریہ پرچارکوں کو جب اس کا علم ہوا تو وہ سرپیٹ کر رہ گئے۔ آخر ایک بڑا مجمع کر کے انہوں نے اشتعال انگیز تقریریں کیں کہ اس مولوی نے گوشت کی چند بوٹیوں سے تہاڑا دھرم بھر شٹ کر دیا اور ہمارا صرف کثیر اور محنت سب اکارت گئے نتیجہ یہ تھا کہ تین چالیس بلواریوں نے مولوی صاحب مرحوم پر ہڈ بول دیا، انہیں زد و کوب کیا اور چھپر ان کے اوپر گرا دیا پھر انہیں زمین پر گھسیٹا اور قتل پر آمادہ ہو گئے لیکن انہی میں سے چند ملکائے جو مولوی صاحب کے زیر بار احسان

لے بیان عبداللہ خاں صاحب بھٹی نے ۱۰۱، بی بی ٹی نائب امیر و فدا المجاہدین آگرہ (مفضل ۳ اگست ۱۹۲۳ء ص ۲) کا نام لیا۔
(بیان میں سو غیاثی کی بجائے چھپ گیا تھا جس کی تصحیح کر دی گئی ہے) :

تھے مانع آئے اور مولوی صاحب مرحوم کی جان سلامت رہی۔ پھر انہوں نے تقاضا کیا کہ ہمارے گاؤں سے نکل جاؤ مرحوم نے مومنانہ عزم و استقلال سے جواب دیا کہ یہ گاؤں میرے امام نے میرے سپرد کیا ہے میں اپنا کام کسی صورت میں چھوڑ نہیں سکتا۔

تاسر نہ دہم پانکشم از سر کوشش

نامری و مردی قدمے فاصلہ دارد

ایسے پُرخطر ماحول میں مرحوم برابر اپنے فرض پر جمے رہے۔ اگر ہمارا تبلیغی مرکز تھا وہاں بھی بعد میں اطلاع ہوئی مرحوم کا یہ نمونہ ایسا اعلیٰ تھا کہ خود حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے اس پر خوشنودی کا اظہار فرمایا اور ہمارے دوستوں کے حوصلے بلند سے بلند تر ہو گئے۔

حالات کا تقاضا تھا کہ مجرموں کے خلاف مقدمہ چلایا جائے تاکہ دوسرے مبلغین کے خلاف اس قسم کی شہزادوں کی طرف سے برپا نہ ہوں اور اس کا قومی احتمال بھی تھا۔ پولیس نے بعد تیش طزمان کا چالان نہ کیا تو مولوی صاحب مرحوم کی طرف سے استغاثہ دائر ہو گیا اور شہر متھرا میں بعد ازاں انگریز مجسٹریٹ مسٹر فریڈمن سماعیت شروع ہوئی۔ ان دنوں تبلیغی سفر دور و نزدیک کرنے پڑتے تھے۔ ساتھ نہ سامانی نہ بسترے

سبکبار مردم سبک تر دند

حقا این است صاحبداں بشنوند

بارہا ایسا اتفاق ہوا کہ کچھ رات گئے گاڑی متھرا اسٹیشن پر پہنچی۔ کوئی ٹھکانہ تو تھا نہیں ہم ٹرپٹ خادم پر ہی ایک طرف کو ایک چادر بچھا کر پڑے رہتے تھے اور مرزا صاحب مرحوم کی زندہ ولی اور خوش طبعی سے باتوں باتوں میں وقت کٹ جاتا اور وہ خود ان کاموں میں ایسی لذت اور سرور محسوس کرتے تھے کہ گویا کوئی مشکل، کوئی بات ہی نہیں۔ مرحوم اس وقت جو ڈیشنل کمشنر لٹا اور کے ریڈر تھے اور اپنی قابلیت اور دیانت کی وجہ سے ممتاز اور معتد علیہ ناموافق حالات کے ماتحت مقدمہ کی کامیابی بظاہر مشکل نظر آتی تھی لیکن مرحوم کی ذہانت، تدبیر اور خصوصاً شبانہ روز دعاؤں نے اس جہم کو آسان کر کے چھوڑا مقدمہ کی پیشی کے دن مرحوم کا قاعدہ تھا کہ اساطیر عدالت میں ایک طرف جا کر عالم تنہائی میں گھنٹوں سربسجدہ اور دست بردار رہتے اور جب مقدمہ کے لئے آواز پڑتی تو اکثر وہ جائے نماز سے اٹھ کر ہی عدالت کے کمرے میں جاتے۔

یہی ان کا معمول اور وظیفہ تھا۔ اور بایں ہمہ ان کی خود اعتمادی، زندہ ولی اور بے تکلفی میں ذرا فرق نہ آتا تھا ہر وقت خوش نظر آتے تھے اور میں انہیں زندہ دل صوفی کہا کرتا تھا۔
اس زمانے کی ڈائری اتفاق سے میرے پاس محفوظ رکھی ہے جس کا ایک ورق مندرجہ بالا کیفیت کا آئینہ دار ہے اور یہ تاریخ فیصلہ مقدمہ سے متعلق ہے۔ وہو ہذا:-

”۳ اکتوبر ۱۹۲۳ء بروز بدھ ۱۰ بجے پکھری پہنچے۔ بیم ورجا میں انتظار و دعا کرتے رہے۔ اتنے میں بارہ بج گئے۔ ہاں رات پیشکار صاحب کو خواب آیا کہ چلتے چلتے ان کی ایڑیاں زخمی ہو گئیں کسی نے مرہم لگایا اور اچھی ہو گئیں۔ اسی شب مجھے دو خواب آئے ایک میں مجسٹریٹ سے میں کہہ رہا ہوں کہ مقدمہ صاف ہے سزا کیوں نہیں دیتے۔ اس نے کہا کہ مستفیث کا بیان کچھ کمزور ہے۔ میں نے کہا صالات کے ماتحت ایسا ہی بیان ہونا چاہیے تھا اس نے کہا اچھا میں سزا بخور کر تا ہوں اور ایک ملزم تو خود مجھے آکر کہہ گیا ہے کہ اس کے دو بید لگا دو اور فیصلہ لکھنا شروع کیا۔ اسی طرح پیشکار صاحب کو اسی شب خواب آیا کہ عبد اللہ سقمہ ساکن اسپار نے ایک سانپ ایک سوٹی میں بند کر کے دیا اور چوہدری فتح محمد صاحب نے اُسے مار ڈالا۔ صبح ہم نے ایک دوسرے کو خوابیں سنائیں اور پکھری روانہ ہوئے۔ ایک بجے کے قریب آواز پڑی۔ ۱۶ ملزمان میں سے ۱۳ کو سزا ہوئی اور ایک ایک سال کے لئے حنظلان کی ضمانتیں ملزمان سے لی گئیں اور جربانہ میں سے یکتھدرو پیستینٹ کو جربانہ دلایا گیا۔ ہمارے دل سجدے میں جھک گئے۔ لپک کر ڈاکخانہ گئے۔ تاریخ خدمت حضرت صاحب اور خطوط لکھے گئے۔ ملزمان اور ان کے آریہ مرنی اور وکلاء مبہوت اور ہم اور ہمارے ملکانے ہمراہی مسرور تھے پیشکار صاحب اسی وقت اسپار جانے کے لئے مشتاق۔ لیکن صلاح ٹھہری کہ اس رات پیشکار صاحب اسپار کی بجائے مانا کے نکلے ٹھہریں سردار خان آکر اطلاع دے۔ خیال ہے کہ فوری رنج کا اثر زائل ہو کر صبح دیہہ میں امن ہو جائے گا۔“ دوسرے دن سات اخبارات کے نام فیصلہ مقدمہ کی تاریخیں دے دی گئیں۔“

مرحوم عیوب تقیم الحال انسان تھے مقدمہ ختم ہوتے ہی پھر اپنے کام پر جا ڈٹے۔ پھر وہی مسجد کا کچا کوٹھہ وہی پھپھرا اور پھر وہی تبلیغ کا سلسلہ تھا اور پھر

حرفیاں راند سر ماند و نہ دستار

اس کے ایک ماہ بعد بیت سے ملکانے صلح اسپار کے باشندے واپس اسلام میں داخل ہوئے اور

مولوی صاحب کی دعائیں مستجاب ہوئیں۔ مضمون لمبا ہو گیا ہے

لذیذ بود حکایت دراز تر گفتم

لیکن تین باتیں ابھی قابل ذکر ہیں۔ ایک دن مولوی صاحب مرحوم بڑے غمناک لہجے میں فرمانے لگے کہ بھئی میں نے تو ابھی وہ کام نہیں کیا جو کرنا چاہیئے تھا تین ماہ کی رخصت لے کر دوبارہ آؤں گا۔ اس قدر احساس و ایثار کے باوجود ان کا یہ بے ساختہ انکسار بہت ہی درد انگیز تھا۔ انہی ایام میں اسپار کے آریہ پرچارک نے کچھ حلو پوری ایک تہوار کی تقریب پر مولوی صاحب کے لئے بھیجا مرحوم فوراً اس کی پیال کو بھانپ گئے اور لانے والے کو سختی سے ٹوکا کہ پنڈت جی سے جا کر کہہ دو کہ ع

عطائے تو بخشیدم بہ لقا ئے تو

یہ ناپاک کھانا ہم نہیں کھا سکتے۔ بات یہ تھی کہ آریوں کی عامیانا اور چلتی ہوئی دلیل ان دنوں میں ایک ری بھی تھی کہ مسلمان ادنی ہوتے ہیں اس لئے ہندوؤں کے ہاتھ کا کھا لیتے ہیں اور ہندو اعلیٰ ہونے کی وجہ سے مسلمان کے ہاتھ کا نہیں کھاتے۔ مبلغین کو ان ایام میں خصوصیت سے ہدایت تھی کہ ہندوؤں کے ہاتھ کی کوئی چیز قطعاً نہ کھائیں۔

استغاثہ کے دو گواہ غیاثی اور سردار خان نامی موضع اسپار کے دو ملکات تھے جنہوں نے مولوی صاحب کے فیض صحبت کی بدولت بڑی ہمت دکھائی اور اپنے دیہہ کے جتھے کے خلاف بجتی استغاثہ شہادت دی تھی۔ اس کے بعد دیہہ میں ان کا رہنا آسان نہ تھا دونوں قادیان چلے گئے اور مجھے یہ معلوم ہے کہ مولوی صاحب مرحوم کئی سال تک اپنے پاس سے ماہانہ وظیفہ انکو دیتے رہے۔

حضرت مرزا غلام رسول صاحب دعا گو اور مستجاب الدعوات بزرگ تھے پنجوقتہ نمازوں کے علاوہ تہجد کا بہت التزام کرتے تھے۔ آپ کی دعاؤں میں اتنا سوز اور اتنی شدت و الحاح ہوتا تھا کہ بسا اوقات یوں معلوم ہوتا کہ آپ کے سینہ میں ایک ہنڈیا ابل رہی ہے۔ آپ کو دعاؤں کی تاثیرات پر زبردست ایمان تھا۔ آپ نے ایبٹ آباد میں مکان بنانے کے لئے زمین خریدی تو صوبہ سرحد کے ایک بڑے اور مقتدر شخص نے آپ پر مقدمہ دائر کر دیا اور کہا کہ میں یہاں مرزا یوں

کے قدم نہیں جمنے دوں گا۔ قانونی طور پر اُس کا کس بظاہر بہت مضبوط تھا مگر آپ نے جرأتِ ایمانی سے کہا کہ اب انشاء اللہ مجھے ضرور کامیابی ہوگی کیونکہ اب تمہارا مقابلہ غلامِ رسول سے نہیں بلکہ احیاء سے ہے چنانچہ عجیب تصرفِ الہی کے ماتحت اس مقدمہ کا فیصلہ آپ کے حق میں ہو گیا۔

تلاوتِ قرآنِ کریم نہایت ذوق و شوق سے کرتے تھے۔ فرضِ روزوں کے علاوہ نفلی روزے بھی کثرت سے رکھتے تھے۔ بیکسوں، مظلوموں، مسکینوں اور غریبوں کی امداد کے لئے آپ کے اندر ایک خاص جوش تھا اور آپ اس میں روحانی لذت و فرحت محسوس کرتے تھے بعض موقعوں پر اپنے اپنی ملازمت تک کو خطرے میں ڈال کر صوبہ سرحد کی عظیم شخصیتوں کے مقابلے میں بعض غریب مظلوم اور بیکس لوگوں کی امداد کے لئے مدد کی۔ آپ کے گھر میں مہمانوں کا عموماً اتنا بندھا رہتا تھا۔

آپ ۱۹۱۱-۱۲ء میں پشاور گورنمنٹ ہائی سکول کے استاد ہو کر آئے مگر جلد مدرسہ ترک کر کے دفتر سیشن جج پشاور میں انگریزی مترجم مقرر ہوئے اور رفتہ رفتہ ترقی کر کے سیشن جج کے مثل خواں مقرر ہوئے بالآخر جوڈیشل کشر کے ریڈر (مثل خواں) بنا دئے گئے۔

آپ سرحد ہائیکورٹ کے نہایت کامیاب اور ماہر سینئر ریڈر تھے اور بڑے سے بڑے افسر بھی آپ کی قانونی باریک نظری اور تجربہ معلومات کے قائل اور آپ کی محنت، دیانتداری اور پاکیزگی کے معترف تھے صوبہ سرحد کی ہائی کورٹ کے انگریز چیف جج اور جوڈیشل کشر مسٹر فریزر نے بعض نامائے تصرفات یعنی رشوت لینے میں آپ سے مدد لینا چاہی مگر آپ نے صاف انکار کر دیا اور صاحب کی مخالفت کی نتیجہ یہ ہوا کہ آپ کی ملازمت تک خطرے میں پڑ گئی۔ آپ نے دعا کی تو آپ کو بتایا گیا کہ اِنِّی دَفَعْتُ مَتَوَاتِرَیْہِی دَعَاکَ وَاَلَا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّی کُنْتُ مِنَ الظَّٰلِمِیْنَ اور تجد بھی پڑھو۔ چنانچہ آپ نے تجد اور دعاؤں کا خاص مجاہدہ کیا چند دن بعد آپ نے خواب میں دیکھا کہ آپ کی آنکھیں انکار سے کی طرح سُرخ ہو گئی ہیں اور جس شخص کی طرف آپ دیکھتے ہیں وہ فرجاً تا ہے۔ اسی اثناء میں آپ نے دیکھا کہ انگریز چیف جج بھی آپ کے سامنے آیا اور مر گیا چند روز بعد اس کو ریل کے مرض کی تشخیص ہوئی اور وہ چھٹی لے کر ولایت چلا گیا اور پھر کبھی واپس نہیں آیا۔

آپ مالی قربانی کو خاندانی اور قومی ترقی کا ذریعہ سمجھتے اور سلسلہ احمدیہ کی مالی تحریکوں میں ضرور حصہ لیتے تھے چنانچہ حضرت قاضی محمد یوسف صاحب امیر جماعت احمدیہ سرحد کا بیان ہے کہ:-

” اپنے چندوں میں باقاعدہ تھے۔ موہی تھے۔ ہر مرکزی تحریک میں ضرور حصہ لیتے بلکہ مقامی چندوں میں بھی امداد کرنے سے دریغ نہ کرتے۔ ایک دفعہ ۱۹۱۲ء میں خاکسار نے حقیقۃً مسیح نامی کتاب لکھی طباعت کے واسطے روپے کی ضرورت تھی مولوی صاحب کو معلوم ہوا تو آپ نے بیوی سے ذکر کیا کہ میرے پاس اس وقت کوئی پیسہ نہیں ہے۔ یہ کتاب تبلیغ کے لئے چھاپنی ضروری ہے۔ ان کی بیوی صاحبہ بیکہ میں ان کے نقش قدم پر تھیں انہوں نے اپنے زیور اتار کر دے دیئے۔“

خلیفہ وقت سے عقیدت و شیفتگی کا یہ عالم تھا کہ مرض الموت میں جب کہ آپ بستر مرگ پر نڑپ رہے تھے آپ نے اپنے فرزند مرزا عبداللہ جان صاحب سے کہا کہ کل حضور ربوہ میں مسجد مبارک کی بنیاد رکھیں گے اس موقع پر مسجود احمد پشاور میں بھی اجتماعی دعا ہوگی تم نے اس میں ضرور شامل ہونا ہے۔

آپ آخر دم تک قرآنی آیات اور دعاؤں کا ورد کرتے رہے۔ ”مومن اگر تقویٰ و طہارت سے کام لے تو کبھی نہیں مڑتا“ ”صالح بنو متقی بنو خدا تمہاری مدد کرے گا“ آپ کے آخری الفاظ تھے۔
آپ کا جنازہ آپ کے چھوٹے بھائی مرزا غلام حیدر وکیل نوشہرہ نے پڑھایا اور آپ امانتاً احد قبرستان پشاور میں سپرد خاک کئے گئے۔

۵۔ حضرت منشی سید صادق حسین صاحب مختار اٹاوا (یوپی) ولد حکیم ارتضیٰ علی صاحب :-
(بیعت ۱۱ اپریل ۱۸۸۹ء، وفات ۶ اگست ۱۳۲۸ھ مطابق ۶ اکتوبر ۱۹۰۹ء بمرتبہ ۹ سال)
۳۱۳ اصحاب کبار میں آپ کا نام ۱۳۸ نمبر پر درج ہے۔

داخل احمدیت ہونے سے قبل بھی آپ کا شمار یوپی کے کامیاب اور مشہور وکیلوں میں ہوتا تھا

۱۔ ”الرحمت“ ۵۔ فتح ۱۳۲۸ھ / دسمبر ۱۹۰۹ء ص ۲۰ + ۲۱ الفضل ۱۲۔ اگست ۱۳۲۸ھ ص ۶۵ :-
۳۔ اولاد: مرزا عبدالحمید صاحب، مرزا عبداللہ جان صاحب، مرزا منصور احمد صاحب، مرزا منظور احمد صاحب، مرزا بشیر احمد صاحب۔ ان کے علاوہ تین بیٹیاں آپ کی یادگار ہیں :- ۴۔ رجسٹر بیعت :-
۵۔ الفضل ۱۳۔ وفات ۱۳۲۸ھ ص ۲۰ (نوٹ سید رضا حسین احمدی عرائض نولین کلکٹری اٹاوا یوپی)
۶۔ ضمیمہ انجام آہم ص ۴۳، ملفوظات مسیح موعود جلد ۵ صفحہ ۱۹۸، ۱۹۹ میں بھی آپ کا ذکر ملتا ہے :-

آپ اردو، فارسی اور عربی زبانوں میں یدِ طولیٰ رکھتے تھے اور علمی حلقوں میں آپ کا سکہ بیٹھا ہوا تھا۔ شعروادب کا شوق ابتداء ہی سے تھا۔ آیام جوانی میں آپ نے ”صبح صادق“ کے نام سے ایک ماہنامہ جاری کیا جس میں سیاسی، ادبی و علمی مضامین کے علاوہ مشاعرہ کی چیدہ چیدہ نظیں بھی شائع کی جاتی تھیں۔ یہ مشاعرہ آپ ہی کے زیرِ اہتمام ہوتا تھا اور اس میں نواب فصیح الملک و آغ دہلوی اور ملک الشعراء حضرت امیر مینائی لکھنوی ہر ماہ مہرہ طرح پر اپنا کلام بھیجتے جو اس رسالہ کی زینت ہوا کرتا تھا۔

حضرت منشی صاحب نے اٹاوا، مین پوری، آگرہ، کانپور وغیرہ اضلاع میں احمدیت کا ایک محکمہ ستوں تھے، آپ کی دیانت اور انصاف پروری کا یہ عالم تھا کہ غیر احمدی دوست بھی اپنے تنازعات میں آپ کو بخوشی ثالث بناتے اور بلا چون و چرا آپ کا فیصلہ قبول کر لیتے تھے۔ اٹاوا میں انجمن حمایتِ اسلام نے ایک بڈل سکول جاری کر رکھا تھا جس کا سال میں ایک مرتبہ ایک جلسہ بھی ہوتا تھا جس میں علماء مذہبی تقریریں کرتے تھے۔ ایک بار دورانِ جلسہ مسلمانوں اور آریوں کے مابین مباحثہ منعقد ہوا جس کی صدارت کے لئے مسلمانوں نے خاص طور پر آپ کا انتخاب کیا۔ آپ کے نیک نمونہ اور تبلیغ سے بیسیوں لوگ احمدی ہوئے۔

آپ کی پوری عمر قلمی جہاد میں گزری۔ آپ کے زور دار معلومات افروز اور محققانہ مضامین رسالہ ”تشمینہ الاذہان“ ”ریویو آف ریبلینجز“ اور الفضل میں شائع ہوتے تھے۔ شیعہ لٹریچر پر آپ کو خاص دستگاہ تھی اور حضرت منشی خادم حسین صاحبؒ بھیروی کی طرح اس تحریک کے بہترین ناقد و مبقر تھے۔ لکھنؤ کے ایک مجتہد العصر سے آپ کا تحریری مناظرہ ہوا مگر آٹھ دس پرچوں کا جواب دینے کے بعد وہ میدان چھوڑ گئے۔

آپ کی مختصر لائبریری میں بعض لا جواب اور نایاب قلمی نسخے موجود تھے۔ یہ رسالہ ”صبح صادق“ اور اخبار ”اظہار الحق“ کے علاوہ آپ کے قلم سے مندرجہ ذیل تالیفات شائع ہوئیں :-

صادق کلمات۔ ثنائی ہفوات۔ ازالۃ الشکوک (ردّ آریہ سماج) الحق دہلی تصدیق کلامِ تباری (ردّ آریہ)۔ مثنوی پیام صادق۔ تبلیغی خط۔ تحفۃ اشعری ۱، ۲، ۳۔ سیف اللہ القمار علی رؤس الأشتر

لے مثلاً خانزادہ عبدالعلی خان آٹاوا۔ حافظ سلیم احمد صاحب اٹاوی حال ربوہ ۳۷۱۔ افضل انبوت ۲۸۵

مسیح پاک علیہ السلام کے دست مبارک پر بیعت کر لی۔
ملک صاحب موصوف کو سیدنا حضرت مسیح موعودؑ کے زمانہ مبارک میں کئی بار قادیان جانے
اور حضور سے روحانی فیض اٹھانے کا موقع ملا۔

ماسٹر عبدالحق صاحب قصوری بی۔ اے سابق طالب علم مشن کالج لاہور نے جو عرصہ تین سال
سے عیسائی تھے ۲۶ دسمبر ۱۹۰۱ء کو پانچ سوالات لکھ کر پیش کئے جس کے جواب میں حضورؑ نے
مفضل تقریر فرمائی۔ ملک صاحب موصوف کو یہ تقریر سننے کا شرف حاصل ہے۔ ماسٹر عبدالحق صاحب
اس تقریر سے متاثر ہو کر اسلام لے آئے یہ
ملک صاحب فرماتے ہیں:-

” (۱۹۰۳ء میں) صاحبزادہ عبداللطیف صاحب شہید کے کابل میں سنگسار ہونے کے فوراً بعد
ہم قادیان گئے تو مغرب کی مجلس کے بعد اس کا تذکرہ تھا غالباً احمد نور صاحب کابلی آئے تھے اور
انہوں نے حالات سنائے تھے حضور کو سخت صدمہ تھا حضور نے ارادہ ظاہر فرمایا کہ ہم اس کے
متعلق ایک کتاب لکھیں گے مجھے چونکہ حضور کے فارسی اشعار سے بہت محبت ہے میں نے عرض کیا
حضور کچھ فارسی اشعار بھی ہوں حضور نے جھٹ فرمایا نہیں ہمارا مضمون سادہ ہو گا لیکن جب کتاب
تذکرہ الشہادۃ میں شائع ہوئی تو اس میں ایک لمبی پُرورد فارسی نظم تھی۔ مجھے اُس وقت خیال آیا کہ کیسے
پاک لوگ ہیں اپنے ارادہ سے نہیں بلکہ صحیح ربانی تحریک کے ماتحت کام کرتے ہیں ورنہ ان کو شعر گوئی
سے کوئی نسبت نہیں۔“

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے آخری سفرِ دہلی سے واپسی پر ۹ نومبر ۱۹۰۵ء کو صبح کو
رائے کنھیالال صاحب وکیل کے لیکچر ہال امرتسر میں تقریر فرمائی جس کے دوران ایک مہنگامہ
عظیم برپا کر دیا گیا۔ ملک صاحب اس مہنگامہ کے وقت لیکچر ہال میں موجود تھے چنانچہ وہ اس واقعہ کی
تفصیل بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں:-

” جب ہم نے دیکھ لیا کہ حضورؑ جا چکے تو ہم حضرت مولوی نور الدین صاحب کے ہمراہ.... باہر
بازار میں نکلنے لگے کسی شخص نے حضرت مولوی صاحب کی خدمت میں عرض کیا کہ حضورؑ ٹھہریاں لوگ

پتھر مار رہے ہیں حضرت مولوی صاحب نے ایک درد بھرے دل سے کہا وہ گیا جس کو مارتے تھے مجھ کو کون مارتا ہے یہ ہر کسی کو نصیب نہیں۔“

ملک صاحب کو حضرت سیح موعود علیہ السلام کے انتقال کی المناک اطلاع کیسے ملی؟ اس واقعہ پر آپ درج ذیل الفاظ میں روشنی ڈالتے ہیں:-

” حضرت سیح موعود علیہ السلام کے وصال کی خبر میرے ایک چچا صاحب نے مجھے اُس وقت دی جب میں عدالتِ مطالبہ خفیہ امرتسر میں ایک عرضی دعویٰ کا انگریزی ترجمہ کر رہا تھا اُس وقت گو چند لمحوں کے لئے ہی ایسا سوا انگریزی نظر بالکل جاتی رہی اور سامنے پڑے ہوئے کاغذ کے حروف نظر نہ آتے تھے۔ دوسرے روز ہم مجھ، ڈاکٹر عیاد اللہ صاحب اور دوسرے دوستوں کے صبح کی گاڑی سے بٹالہ اور وہاں سے پتھر قادیان گئے۔ وہاں حضور کے چہرہ کو جو اس وقت بھی نورانی تھا دیکھا۔ انتخابِ خلافتِ اولیٰ ہوا اور پہلے جن لوگوں نے بیعت کی ان میں میں نے بھی خلافتِ اولیٰ کی بیعت کا شرف حاصل کیا۔“

۱۹۳۲ء میں آپ سرکاری ملازمت سے ریٹائر ہوئے۔ تو حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کے حکم پر نائب ناظر بیت المال مقرر کئے گئے۔ ازاں بعد حضور نے آپ کو ارضیاتِ سندھ کی نگرانی کے لئے بھجوایا جہاں کچھ عرصہ کام کرنے کے بعد آپ بیمار ہو گئے طبیعت سنبھل جانے پر قادیان آ گئے تو حضرت امیر المؤمنین نے آپ کو ناظم جائیداد کی خدمت سپرد فرمائی جس پر آپ آخر عمر تک فائز رہے۔

بالفاظِ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ” بہت زندہ دل خوش مزاج بزرگ تھے“ قرآنِ عظیم کے مطالعہ اور اس پر غور و تدبیر کرنے کا بہت شوق تھا جب کسی آیت کی لطیف تفسیر ذہن میں آتی اسے نوٹ کر لیتے اور اپنے بچوں کو سناتے تھے۔ ”الفضل“ اور ”ریلو آف ریلیجنز“ انگریزی میں آپ کے کئی مضامین چھپے ہوئے ہیں۔ ہر میوٹیٹیوی دو ایس ہمیشہ گھر میں رکھتے اور رُغت دیا کرتے تھے۔ آپ کے اخلاق میں تحمل، لئساری، جرأت، اصابتِ رائے اور موقع شناسی کے اوصاف بہت نمایاں تھے ماتحتوں سے عمدہ سلوک تھا۔ بہت اچھے دوست اور دوستوں کے لئے قربانی کا مادہ رکھتے تھے۔ عرصہ تک عدالتوں میں کام کرنے کے باعث مروجہ قانون سے خوب واقف تھے۔ ڈرافٹ تیار کرنے

لے یہ واقعات ملک صلاح الدین صاحب ایم۔ اے کی تالیف ”صحاب احمد جلد اول ص ۱۳۳ تا ۱۳۴ سے ماخوذ ہیں۔

اور خلاصہ نکالنے میں ماہر تھے اور اسی لئے حضرت مصلح موعودؑ نے انہیں اپنے سامنے اپیلیں پیش کرنے کا فریضہ بھی سونپ رکھا تھا۔ غیر احمدی اور ہندو وکیل بھی آپ کے مداح تھے۔ دورانِ ملازمت جہاں جہاں گئے سلسلہ احمدیہ کی تبلیغ میں سرگرم رہے اور کئی لوگوں کی ہدایت کا موجب بنے۔ نظامِ الوصیت سے بھی وابستہ تھے اور تحریکِ جدید کے دفترِ اول کے مجاہدوں میں سے تھے۔

سیالکوٹ میں وفات پائی اور قبرستان سائیں مونگا ولی میں بطور امانت دفن کئے گئے۔ یہ

۷۔ میاں نور محمد صاحب کھوکھرا میرپور ضلع ملتان؛^۱ (ولادت ۹ بیعت ۱۵ اگست ۱۹۰۶ء، وفات ۲۸ اگست ۱۹۲۸ء، عمر ۲۲ سال)

میاں نور احمد صاحب مدرس مدرسہ امدادی بستی وریام مکلا نہ ڈاک خانہ ڈب کلاں تحصیل شوروٹ ضلع جھنگ جن کا ذکر حضرت مہدی مہوڈ نے حقیقتہً الوحی کے نشان ۱۲۱ میں فرمایا ہے آپ کے چھوٹے بھائی تھے میاں نور احمد صاحب نے آپ کو تبلیغ بھی کی اور حق پانے کے لئے استخارہ بھی بتایا اور ایک حامل شریف مترجم حضرت شاہ رفیع الدینؒ بھی دی کہ اسے بلاناغہ پڑھیں اور خدا تعالیٰ سے دعا مانگتے رہیں۔ تلاوتِ قرآن مجید اور استخارہ کے نتیجہ میں آپ کو پروانہ وار بیعت اور حضرت مصلح موعودؑ کی زیارت کا شوق پیدا ہو گیا اور آپ مولوی محمد فاضل صاحب احمدی کو ساتھ لے کر قادیان پہنچے۔ چار پانچ روز مسجد مبارک، میں حضرت اقدس کے ساتھ نماز باجماعت ادا کی۔ ۱۵ اگست ۱۹۰۶ء کو بوقتِ عصر حضورؑ تشریف لائے تو آپ بیعت کے لئے آگے بڑھے بیعت کے بعد حضورؑ نے ان سے ملتان کے کوائف دریافت فرمائے اور پوچھا کہ اس طرف سلسلہ کی مخالفت کثرت سے نہیں۔

۱۔ مفصل حالات کے لئے ملاحظہ ہو صحابہ احمد جلد اول ص ۱۱۳ تا ۱۱۵، مفصل صلاح الدین صاحب ایم۔ اے

ایضاً الفضل ۲۰ نومبر ۱۹۲۹ء ص ۵۱، ۵۲، ۵۳، ۵۴، ۵۵، ۵۶، ۵۷، ۵۸، ۵۹، ۶۰، ۶۱، ۶۲، ۶۳، ۶۴، ۶۵، ۶۶، ۶۷، ۶۸، ۶۹، ۷۰، ۷۱، ۷۲، ۷۳، ۷۴، ۷۵، ۷۶، ۷۷، ۷۸، ۷۹، ۸۰، ۸۱، ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۸۵، ۸۶، ۸۷، ۸۸، ۸۹، ۹۰، ۹۱، ۹۲، ۹۳، ۹۴، ۹۵، ۹۶، ۹۷، ۹۸، ۹۹، ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳

آپ نے عرض کیا بہت لوگ مخالف ہیں۔ اس پر حضرت اقدس نے ایک رُوح پرور تقریر فرمائی جس کے آخری الفاظ یہ تھے :-

«خدا تعالیٰ کی قدرت دیکھو کہ جہاں ہماری مخالفت میں زیادہ شور اٹھا ہے وہاں ہی زیادہ جماعت تیار ہوئی ہے۔ جہاں مخالفت کم ہے وہاں ہماری جماعت بھی کم ہے!»

حضور کی یہ تقریر مع کوائف ملتان الحکم ۲۲ اگست ۱۹۰۴ء میں چھپ چکی ہے۔

میاں نور محمد صاحب غریبوں کے ہمدرد اور منکسر المزاج تھے۔ نماز تہجد کے باقاعدہ پابند تھے۔ حضرت سید موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ذکر کرتے ہوئے آپ کی آنکھوں سے اکثر آنسو رواں ہوجاتے تھے۔ خاندان حضرت سید موعود سے بے انتہاء محبت تھی۔ ترقی احمدیت، درویشان قادیان اور مبلغین سلسلہ اور خاندان حضرت سید موعود کے لئے درود سے دعائیں کیا کرتے تھے۔ گنگارام ہسپتال لاہور میں فوت ہوئے۔ جنازہ حضرت مصلح موعود نے پڑھایا اور تدفین قبرستان ربوہ میں ہوئی۔ ۱۰

۸۔ حضرت منشی محمد اسماعیل صاحب سیالکوٹی: (ولادت ۱۸۶۶ء، زیارت ۱۸۹۳ء، جمعیت ۱۹۰۰ء،

وفات ۱۰ دسمبر ۱۹۳۹ء)

حضرت مولوی عبدالکرم صاحب سیالکوٹی کے کچھ بچے زاد بھائی تھے۔ سیالکوٹ کے اکابر صحابہ حضرت میر حسام الدین صاحب، حضرت میر حامد علی شاہ صاحب، حضرت چوہدری نصر اللہ خان صاحب سے بوجہ تقویٰ اور پارمانی بہت محبت رکھتے تھے۔ تبلیغ احمدیت کا خاص شغف تھا۔ خدائے اولیٰ کے عہد مبارک میں آپ کو قادیان بلا لیا گیا۔ آپ قادیان اور اس کے ماحول میں قرآن پڑھاتے اور پینام احمدیت پہنچاتے رہتے۔ کئی لوگ آپ کے نیک نمونہ سے شامل احمدیت ہوئے۔ سلسلہ کی ہر تحریک پر لٹیک کہتے تھے۔ آپ موصی تھے اور تحریک جدید کا چندہ اعلان ہوتے ہی ادا کر دیتے تھے۔ آپ نے چندہ مسجد لندن اور تراجم القرآن کی تحریک میں بھی حصہ لیا۔ حضرت منشی صاحب کو ارتداد ملکان کے دوران ۱۹۲۳ء اور ۱۹۲۴ء میں دوبار علاقہ اجمیر میں بھیجا گیا۔ ۱۹۳۹ء میں آپ نے چار ماہ تک کیریاں اور مہات پور ضلع ہشیا پور میں تبلیغ کی ہمیشہ درمیں اردو اپنے پاس

رکھتے اور بزمِ تبلیغِ تقسیم کیا کرتے تھے۔

سیدنا حضرت مصلح موعودؑ نے ان کی وفات پر فرمایا:-

”منشی محمد اسماعیل صاحب نہایت سادہ طبع نیک اور صاحبِ الہام آدمی تھے ان کو کثرت سے الہام ہوتے تھے۔ اور وہ کثرت سے دعائیں کرنے والے انسان تھے۔ نمازِ تہجد کے اتنے پابند تھے کہ بیماری کی حالت میں بھی تہجد نہیں چھوڑی۔ آپ سال میں ہی سیالکوٹ میں فوت ہوئے ہیں۔ آپ مولوی عبدالکریم صاحب کی بڑی بیوی (جن کو مولوی صاحب کی وجہ سے ہم مولویانی کہا کرتے تھے) کے بھائی تھے۔ نہایت مخلص اور اچھے نمونہ کے احمدی تھے اور تبلیغ میں اس طرح منہمک رہتے تھے کہ ایسا انہماک بہت کم لوگوں کو نصیب ہوتا ہے۔ سکول سے پنشن لی اور ریل اور ڈاکخانہ کے محکوموں میں جو کوئی ہندو قادیان آجاتا اُس کو پکڑ لیتے اور اُسے قرآن کریم پڑھانا شروع کر دیتے ہیں نے خود ایک ہندو کو دیکھا ہے جس نے اُن سے قریباً بیس لاکھ روپے کے ساتھ پڑھ لے تھے۔ وہ دل سے مسلمان تھا۔ اب شاید پارٹیشن کے بعد وہ ہندوستان چلا گیا ہو کیونکہ اُس کا نام ہندو اندہی تھا لیکن دراصل وہ مسلمان تھا۔ نمازیں پڑھتا تھا۔ اسی طرح روزے بھی رکھتا تھا۔ وہ صرف انہی کے طفیل اور ان کی تبلیغ کے نتیجے میں مسلمان ہوا تھا“ لہ

آپ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام
حضرت حافظ جمال احمد صاحب مجاہدِ بارشیشم :- کے ان ممتاز صحابہ میں سے تھے جو عنفوان

شباب سے حضورؑ کے دامن سے وابستہ ہوئے اور مئی ۱۹۰۸ء میں بمقام لاہور حضرت اقدس کی زیارت سے مشرف ہوئے پتا بخیر فرماتے ہیں :-

”میرے والد صاحب نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زندگی میں بذریعہ خط حضور اقدس کی بیعت کی تھی اور میں اُس وقت قریباً پندرہ سولہ برس کا تھا جبکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام آخری ایام میں لاہور میں قیام فرماتے لاہور میں آیا اور مجھے حضورؑ کی زیارت نصیب ہوئی اور میری آمد سے پندرہ سولہ روز بعد حضورؑ اس دارِ فانی سے رحلت فرما گئے“ لہ

لہ روزنامہ افضل ۱۶ تبلیغ ۱۳۲۹ھ مطابق ۱۶ فروری ۱۹۵۱ء ص ۲۴

۲ روایات صحابہ (غیر مطبوعہ) جلد ۱ ص ۲۴۸

حضرت حافظ صاحب کو صحابہ حضرت مسیح موعودؑ میں منفرد خصوصیت حاصل ہے کہ آپ ایکس برس تک مارٹیش میں جہاد تبلیغ میں سرگرم عمل رہے۔ آپ ۲۷ جولائی ۱۹۲۸ء کو قادیان سے مارٹیش پہنچے اور ۲۷ فرج ۱۳۲۸ھ / دسمبر ۱۹۴۹ء کو مارٹیش ہی میں انتقال فرما گئے اور سینٹ پیری میں سپرد خاک کئے گئے۔ آپ کی وفات کی اطلاع پر حضرت امیر المؤمنین المصلح الموعودؑ نے ۳۰ دسمبر ۱۹۴۹ء کو جو خطبہ دیا اس میں آپ کی وفات کو نشان قرار دیتے ہوئے فرمایا کہ

”حافظ جمال احمد صاحب کی وفات اپنے اندر ایک نشان رکھتی ہے اور وہ اس طرح کہ جب وہ مارٹیش بھیجے گئے تو اس وقت جماعت کی مالی حالت بہت کمزور تھی اتنی کمزور کہ ہم کسی مبلغ کی آمد و رفت کا خرچ برداشت نہیں کر سکتے تھے۔ میں نے تحریک کی کہ کوئی دوست اس ملک میں جائیں اس پر حافظ صاحب مرحوم نے خود اپنے آپ کو پیش کیا یا کسی اور دوست نے تحریر کیا کہ حافظ جمال احمد صاحب کو وہاں بھیج دیا جائے۔ چونکہ پہلے وہاں صوفی غلام محمد صاحب مبلغ تھے اور وہ حافظ تھے اس لئے احباب جماعت نے وہاں ایک حافظ کے جانے کو ہی پسند کیا۔ گو صوفی غلام محمد صاحب بی۔ اے تھے اور ان کی عربی کی لیاقت بھی بہت زیادہ تھی اور حافظ جمال احمد صاحب غالباً مولوی فاضل نہیں تھے ہاں عربی تعلیم حاصل کی ہوئی تھی اور قرآن کریم حفظ کیا ہوا تھا لیکن بہ حال انہیں صوفی صاحب کی جگہ مبلغ بنا کر مارٹیش بھیج دیا گیا۔“

حافظ صاحب مرحوم کی شادی مولوی فتح الدین صاحب کی لڑکی کے ساتھ ہوئی تھی جنہوں نے شروع شروع میں پنجابی میں کام لکھے اور جو حضرت مسیح موعود علی الصلوٰۃ والسلام کے دعوے سے پہلے کے تعلق رکھنے والے دوستوں میں سے تھے۔ ان کے سسرال کے حالات کچھ ایسے تھے کہ ان کے بعد ان کے بیوی بچوں کا انتظام مشکل تھا اس لئے انہوں نے مجھے تحریک کی کہ انہیں بیوی بچے ساتھ لے جانے کی اجازت دی جائے۔ چونکہ اس وقت سلسلہ کی مالی حالت اتنی کمزور تھی کہ پیسے کا خرچ بوجھل معلوم ہوتا تھا اور ادھر حافظ صاحب مرحوم کی حالت ایسی تھی کہ انہیں اپنے بیوی بچے اپنے پیچھے رکھنے مشکل تھے۔ میں نے کہا کہ میں آپ کو بیوی بچے ساتھ لے جانے کی اجازت دیتا ہوں مگر اس

لے حضرت حافظ صاحب کی آخری رپورٹ (جس میں مخالفت احمدیت کے لئے تائیدی نشانات اور اپنی بیماری کا

ذکر ہے) الفضل الامان ۲۹/۱۳۲۹ھ / مارچ ۱۹۵۰ء میں درج شدہ ہے۔

مشرط پر کہ آپ کو ساری عمر کے لئے وہاں رہنا ہوگا۔ اُس وقت کے حالات کے ماتحت انہوں نے بیبات مان لی اور سلسلہ اور ان کے درمیان یہ معاہدہ ہوا کہ وہ ہمیشہ رہیں گے۔ ایک لمبے عرصہ کے بعد جب ان کے لڑکے جوان ہوئے اور لڑکی بھی جوان ہوئی انہوں نے مجھے تحریک کی کہ میرے بچے جوان ہو گئے ہیں اس لئے ان کی شادی کا سوال درپیش ہے آپ مجھے واپس آنے کی اجازت دیں تاہم ان کی شادی کا انتظام کر سکوں لیکن میری طبیعت پر چونکہ یہ اثر تھا کہ وہ یہ عہد کر کے وہاں گئے تھے کہ ہمیشہ وہیں رہیں گے اس لئے میں نے انہیں لکھا کہ آپ کو اپنے عہد کے مطابق عمل کرنا چاہئے انہوں نے جواب دیا کہ مجھے اپنا عہد یاد ہے لیکن میری لڑکی جوان ہو گئی تھی جس کی وجہ سے مجھے واپس آنے کی ضرورت پیش آئی۔ اگر آپ چاہتے ہیں کہ میں رہوں تو میں اپنی درخواست واپس لے لیتا ہوں بعد میں محکمہ کی طرف سے بھی کئی دفعہ تحریک کی گئی کہ انہیں واپس بلا لیا جائے لیکن میں نے ہمیشہ یہی کہا کہ انہوں نے عہد کیا ہوا ہے اور اس عہد کے مطابق انہیں وہیں کا مورہنا چاہئے۔ ابھی کوئی دو ماہ ہوئے ہیں نے سمجھا کہ چونکہ اب حالات بدل چکے ہیں اور اب نیا مرکز بنا ہے اس لئے ان کو بھی نئے مرکز سے فائدہ اٹھانے کا موقع دینا چاہئے میں نے انہیں یہاں آنے کی اجازت دے دی اور محکمہ نے انہیں واپس بلوا بھیجا لیکن خدا تعالیٰ کا فیصلہ معلوم ہوتا تھا کہ وہ اپنے عہد کو پورا کریں۔ جب تک ان کی اپنی خواہش واپس آنے کی تھی وہ زندہ رہے۔ چونکہ وہ آخری اختیار رکھنے والے نہیں تھے اس لئے اپنی خواہش کے مطابق وہ واپس نہیں آسکتے تھے لیکن جب میں نے اجازت دے دی تو خدا تعالیٰ نے کہا اب ہم اپنا اختیار استعمال کرتے ہیں اور انہیں وہیں وفات دے دی۔

میں سمجھتا ہوں کہ یہ سارے واقعات اپنے اندر ایک نشان رکھتے ہیں۔ ایک شخص عہد کرتا ہے اور سالہا سال تک اس پر پابند رہتا ہے اس کے بعد وہ اسے توڑتا نہیں مگر بعض مجبوریوں کی وجہ سے واپس آنے کی اجازت مانگتا ہے لیکن میں اصرار کے ساتھ ان کی درخواستیں رد کرتا چلا جاتا ہوں اور وہ چپ کر جاتا ہے۔ پھر محکمہ بھی اس کے بلانے پر اصرار کرتا ہے لیکن میں اسے واپس بلانے کی اجازت نہیں دیتا۔ یہ بھی نہیں کہ حافظ صاحب کوئی بڑی عمر کے تھے۔ شاید وہ مجھ سے چھوٹے تھے۔ انہوں نے جب خود واپس آنا چاہا تو میں نے ان کی درخواستیں رد کر دیں جب محکمہ نے ان کے واپس بلانے پر اصرار کیا تب بھی میں نے اصرار کیا کہ وہ اپنے عہد کو پورا کریں۔ لڑکیوں کے متعلق انہوں نے اصرار

کیا کہ ان کی تعلیم کا سوج ہو رہا ہے تو میں نے کہا اچھا انہیں یہاں بھیج دو چنانچہ ان کا ایک لڑکا لاہو پڑھتا ہے اور سلسلہ کی طرف سے اسے امداد دی جاتی ہے لیکن قادیان سے نکلنے کے بعد مجھے خیال آیا کہ انہوں نے نیا ماحول تو دیکھا نہیں اس لئے انہیں واپس بلا لیا جائے اور اس نئے ماحول سے فائدہ اٹھانے کا موقع دیا جائے میں نے انہیں واپس آنے کی اجازت دی۔ لیکن جب اس حکم پر عمل کرنے کا وقت آیا تو خدا تعالیٰ نے انہیں واپس بلا لیا تا وہ اپنے عہد کو پورا کرنے والے بنیں اور مِنْهُمْ مَن قَضَىٰ نَحْبَهُ کی جماعت میں شامل ہو جائیں۔ اس آیت قرآنیہ میں خدا تعالیٰ نے بتایا ہے کہ مِنْهُمْ مَن قَضَىٰ نَحْبَهُ کچھ تو ایسے صحابہ ہیں جنہوں نے موت تک اپنے عہد کو نبایا ہے۔ وَ مِنْهُمْ مَن يَتَنظَّرُ اور کچھ ایسے ہیں کہ وہ اس انتظار میں ہیں کہ انہیں موقع ملے تو وہ اپنے عہد کو پورا کریں۔“

اسی سلسل میں فرمایا:-

”ہماری جماعت میں بھی خدا تعالیٰ نے ایسے لوگ پیدا کئے ہیں اور میں سمجھتا ہوں کہ حافظ جمال احمد صاحب بھی انہی میں سے تھے جن کے متعلق خدا تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمایا کہ مِنْهُمْ مَن قَضَىٰ نَحْبَهُ۔ وہ یہاں سے عہد کر کے گئے تھے کہ وہ وہیں کے ہو رہیں گے جب ہم نے چاہا کہ وہ آجائیں تو خدا تعالیٰ نے کہا نہیں ہیں ان کا عہد پورا کروں گا۔ مارٹیس ایک ایسا ملک ہے جہاں بہت ابتداء سے ہمارے مشن جا رہے ہیں میری خلافت کے دوسرے یا تیسرے سال سے وہاں مشن جا رہے ہیں۔ ایسے پرانے ملک کا بھی یہ حق تھا کہ وہ کسی صحابی یا تابعی کی قبر اپنے اندر رکھتا ہو۔ ہم شکر نہیں کرتے ہم قبروں پر سے مٹیاں لینے والے نہیں ہم قبروں پر پھول چڑھانے والے نہیں ہمیں تو یہ بھی شکر تعجب آتا ہے کہ ابن سعود کے نمائندے بھی قبروں پر پھول چڑھانے لگ گئے ہیں۔ مجھے حیرت آتی ہے کہ اگر کوئی پھول چڑھانے کی مستحق قبر تھی تو وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر تھی۔ کیا حضرت ابو بکرؓ کو پھول نہ ملے کہ وہ آپ کی قبر مبارک پر پھول چڑھاتے۔ کیا حضرت عمرؓ کو پھول نہ ملے کہ وہ آپ کے مزار پر پھول چڑھاتے۔ اگر آپ کے مزار پر ان بزرگوں نے پھول چڑھائے ہوتے تو ہم اپنے خون سے پھولوں کے پودوں کو سینچتے تا آپ کے مزار پر پھول چڑھائیں مگر افسوس زمانے بدل گئے

اور ان کی قدریں بدل گئیں لیکن ہم مومن ہیں مشرک نہیں بلکہ ہمیں تو ان مومنوں پر افسوس آتا ہے جو توحید پر عمل کرتے تھے لیکن اب ان کے نمائندے قبروں پر جاتے ہیں اور پھول چڑھاتے ہیں۔ دنیا میں جو لوگ اچھے کام کر جاتے ہیں ان کی قبروں پر جانا اور ان کے لئے دعائیں کرنا ہی ان کے لئے پھول ہیں گلاب کے پھول ان کے کام نہیں آتے عقیدت کے پھول ان کے کام آتے ہیں۔ اور یہ صحیح ہے کہ جو لوگ خدا تعالیٰ کی راہ میں جان دیتے ہیں ان کے مزاروں پر دعا کرنا بسا اوقات بہت بڑی برکتوں کا موجب ہو جاتا ہے۔ ان سے مانگنا جائز نہیں ہاں ان کی قربانی یاد دلا کر خدا تعالیٰ سے مانگنا چاہئے جیسے حضرت عمرؓ کے زمانہ میں قحط پڑا تو آپ نے دعا کی کہ اے اللہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ہم آپ کا واسطہ دے کر تجھ سے دعا مانگا کرتے تھے اب وہ تو ہمارے پاس نہیں ہیں ان کے چچا عباسؓ کا واسطہ دے کر تجھ سے دعا کرتے ہیں کہ اس قحط کو دور فرما جیسے لوگ کہتے ہیں بچوں کا صدقہ اسی طرح خدا تعالیٰ سے بھی اس کے پیاروں کا واسطہ دے کر مانگنا جائز ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ مارشلس اس بات کا مستحق تھا کہ اس میں کسی صحابی یا کسی ایسے تابعی کی جس کا زمانہ حضرت مسیح موعود علی الصلوٰۃ والسلام کے قریب پہنچتا ہو قبر ہو تا وہ اس کے مزار پر خدا تعالیٰ سے دعا مانگیں میں نے صحابی یا تابعی اس لئے کہا ہے کہ مجھے معلوم نہیں کہ حافظ صاحب مرحوم صحابی تھے یا نہیں جب سے میں انہیں دیکھتا رہا ہوں وہ حضرت خلیفۃ المسیح اولؑ کا زمانہ تھا۔ اور اگر میرے دیکھنے پر اسکی بنیاد ہو تو وہ تابعی تھے۔“

”میں دوسرے نوجوانوں کو بھی اس طرف توجہ دلاتا ہوں کہ احمدیت کی ترقی بغیر قربانی اور بغیر وقف کے نہیں ہو سکتی۔ انہیں بھی اس چیز کا احساس ہونا چاہئے سینکڑوں ہیں جنہوں نے اپنے آپکو خدمتِ دین کے لئے وقف کیا مگر سینکڑوں انتظار کرنے والے بھی آگے آئیں تا ان کے نام خدا تعالیٰ کے رجسٹر میں لکھے جائیں۔“

ان حلیل القدر صحابہ کے علاوہ مندرجہ ذیل صحابہ بھی انتقال کر گئے :-

۱۔ شیخ عمر بخش صاحب بنگوی (بیعت ۱۹۰۳ء، وفات ۱۲ تیلین ۱۳۲۸ھ بمطابق ۱۹۱۲ء سال)ؒ

۱۔ روزنامہ الفضل ۱۲ تیلین ۱۳۲۹ھ / ۱۲ فروری ۱۹۵۰ء ص ۴

۲۔ روزنامہ الفضل ۲۳ تیلین ۱۳۲۸ھ / ۲۳ فروری ۱۹۴۹ء

۲۔ میاں محمد دین صاحب ساکن بھڈیار ضلع امرتسر (بعیت ۱۸۹۵ء، وفات ۱۶ اگست ۱۳۲۸ھ)

۳۔ منشی غلام حیدر صاحب سب اسپیکر اشتغال اراضی گوجرانوالہ (بعیت ۱۹۰۸ء، وفات ۲ ربیع الثانی ۱۳۲۸ھ)

بزرگ صحابیات میں سے اس سال محترمہ کریم بی بی صاحبہ (اہلیہ حضرت منشی امام الدین صاحب پٹواری) اور محترمہ عزیز بیگم صاحبہ (اہلیہ حضرت خان صاحب منشی برکت علی صاحب شملوی) بالترتیب ۱۔ اگست اور ۲۱۔ فتح کو اپنے مولائے حقیقی سے جا لیں۔

فصل نهم

۱۳۲۸ھ / ۱۹۴۹ء کے بعض متفرق مگر اہم واقعات

اب ہم ۱۳۲۸ھ / ۱۹۴۹ء کے بعض متفرق مگر اہم واقعات پر روشنی ڈالتے ہیں۔

اس سال بھی ربّ جلیل کے پاک وعدوں کے مطابق خانہ انبیاء موعود میں تقاریب مسرت، حضرت یحییٰ محمدی کے خاندان میں اضافہ ہوا۔

چنانچہ ۲۲۔ صلح کو صاحبزادہ مرزا حفیظ احمد صاحب کے ہاں اور ۲۴۔ امان کو میاں عباس احمد خاں صاحب کے ہاں لڑکا پیدا ہوا اور ۲۷۔ ماہ تبلیغ کی درمیانی شب کو صاحبزادہ مرزا واؤد احمد صاحب کے ہاں اور ۲۳۔ ماہ نبوت کو صاحبزادہ مرزا حمید احمد صاحب کے ہاں لڑکی تولد ہوئی۔

نصرت گرنہائی سکول جو ہجرت کے بعد اگست ۱۳۲۶ھ سے لے کر امان ۱۳۲۸ھ تک رتن باغ میں جاری رہا اس سال

۱۔ افضل ۲۸ اگست ۱۳۲۸ھ ÷ ۲۔ افضل ۸۔ صلح ۱۳۲۹ھ ÷ ۳۔ اصحاب احمد جلد ۱ ص ۱۰۷

۱۱۵۔ مؤلفہ ملک صلاح الدین صاحب ایم۔ اے) ÷ ۴۔ افضل ۱۴۔ صلح ۱۳۲۹ھ ÷

۵۸۳۵۔ افضل ۲۶۔ صلح، ۵۔ امان، ۲۴۔ نبوت ۱۳۲۸ھ ÷

ماہ شہادت / اپریل میں ربوہ منتقل کر دیا گیا سلسلہ احمدیہ کا یہ پہلا مرکزی تعلیمی ادارہ تھا جو دارالہجرت میں قائم ہوا۔

۲۔ صلح (جنوری) کو بیگم سلمہ تصدق حسین نے فقہی فلسطین کے ذاقی نمائندہ ای شیخ

حضرت امیر المومنینؑ کی مسلمانان عالم کو نصیحت

عبداللہ غوثیہ اور سید سلیم الحسینی کے اعزاز میں ایک دعوت کا انتظام کیا تھا جس میں حضور نے نصیحت فرمائی کہ اگر ہم فی الحقیقت کامیاب ہونا چاہتے ہیں تو ہمیں ہر کام سوچ سمجھ کر اور ایک خاص سکیم کے ماتحت کرنا چاہئے۔ ۱۔

۱۹۔ ماہ صلح / جنوری کو رتن باغ لاہور میں جرمن نو مسلم کو حضرت مصلح موعودؑ کا خصوصی ارشاد

میں ایک دعوت دی گئی جس میں اکابر جماعت کے علاوہ مغربی پنجاب کے اعلیٰ احکام، پولیس اور فوج کے اعلیٰ افسر، پروفیسر، سکالرز، مؤقر جریدہ نگار کے علاوہ متعدد بااثر شخصیتوں نے شرکت کی جن میں لاہور کے ڈپٹی کمشنر مسٹر جعفری سابق ڈپٹی کمشنر لاہور مسٹر ظفر الاحسن، بیگم سلمہ تصدق حسین صاحبہ، ایل رے، چوہدری نصر اللہ خاں صاحب ایم۔ ایل۔ اے اور جناب علاؤ الدین صاحب صدیقی کے اسماء خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

سیدنا حضرت مصلح موعودؑ نے اس تقریب سعید پر ایک نہایت روح پرور تقریر کی جس کی ابتداء میں فرمایا کہ میرے آقا و مولا کے ارشاد کے مطابق اسلام اور اس کے سچے متبع ہی کو نئے کے پتھر ہیں وہ جس پر بھی کریں گے اسے پاش پاش کر دیں گے اور جو ان پر گرے گا وہ بھی پکینا چٹور ہو جائے گا۔ اس کے بعد حضور نے فرمایا ہر کفر سے اس سے پہلے جس مذہب سے وابستہ تھے اس میں مترتیت کو لعنت قرار دیا گیا تھا لیکن اسلام شریعت کو برکاتِ خداوندی سے معمور کر دینا ہے۔ لہذا میں ہر عبد لشکور

۱۔ رپورٹ سالانہ صدر انجمن احمدیہ پاکستان بابت ۱۳۲۹-۳۰ ہجری / ۱۹۵۰-۵۱ء ۲۸۸ تفصیلی کے لئے

ملاحظہ ہوتا تاریخ بجنہ امام اللہ حصہ دوم صفحہ ۱۲۲-۱۲۶ (از حضرت سیدہ ام مومنین صاحبہ حرم

سیدنا حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ۲

۳۔ الفضل ۳ ص ۱۳۲۸ ص ۲

کو نصیحت کروں گا کہ وہ جواب اپنے تمام اعزہ و اقرباء کو چھوڑ کر خدا کے دامن سے وابستہ ہو گئے ہیں شریعت کو اپنی زندگی کے تمام شعبوں پر حاوی کرنے کی کوشش کریں۔ اور جس طرح وہ پہلے ہر مشرک کے سپاہی تھے آج میرے آقا محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے ایسے جاں نثار سپاہی بنیں کہ خدا ان کے ہاتھ پر فتوحات کی بارشیں کرے اور پیدائشی مسلمانوں سے کہیں بڑھ چڑھ کر ایمان و اعتقاد پیدا کرنے کی کوشش کریں۔ آمین

۲۷ تبلیغ ۱۳۲۸ھ / فروری
حضرت مولانا محمد رفیع صاحب کے قافلہ سمیت محاذ کشمیر پر
۱۹۴۹ء کو سیدنا حضرت

فضل عمر المصلح الموعود قرآن فورس کے مجاہدوں کا بانیہ لینے کے لئے بھبر سے ہوتے ہوئے محاذ کشمیر پر تشریف لے گئے۔ اس سفر میں مندرجہ ذیل صحافیوں کو حضور کی بابرکت معیت کا مبارک اور زرتیں موقع میسر آیا۔

۱۔ شائق صاحب زبیروی (نامہ نگار خصوصی "الفضل" لاہور)

۲۔ میاں محمد شفیع صاحب (چیف رپورٹر روزنامہ پاک تان ٹائمز لاہور)

۳۔ سردار فضل صاحب (چیف رپورٹر روزنامہ "احسان" لاہور)

۴۔ پروڈیوسر محمد سرور صاحب (مدیر آفاق لاہور)

سنور بدریہ چیمپ کار قبیلہ بھبر سے ہوتے ہوئے نوشہرہ کے جنوب میں بکسر کے اس مشہور قلعے کے قریب پہنچے جس کی پیشانی پر احمد شاہ ابدالی کی سطوت و شوکت کا نشان عیاں تھا اور جس کی مستحکم دیواروں سے ٹکرا کر دشمن کی دُور ارنوں کے گولوں کو بیسیوں ہی نہیں سینکڑوں بارمنہ کی کھانا پڑی تھی اور جس کے قریب وجواریں نما کے نسل سے احمدیت کے شیر دل اور جاں نثار نوجوان اپنی جان فیشلی پر رکھے ہوئے اس مقدس سرزمین کے چپے چپے کی پاس بانی اور حفاظت کر رہے تھے۔

سیدنا حضرت مولانا محمد رفیع صاحب موعود کو اس مبارک سفر کے دوران محاذ پر ایک واقعے کا ایک قایان کی

۱۔ فضل المصلح مولانا محمد رفیع صاحب کے لئے کڑے صاحب کیا ہی بد قسمت انسان ہیں کہ انہوں نے یہ نصیحتیں خلیفہ و عود کی زبان مبارک سے سنیں اور کجاٹے، عاق و اضلاع میں قدم آگے بڑھانے کے اسلام ہی سے پلٹ گئے ہیں۔

ایسی یاد دلا دی کہ آپ بے چین ہو کر تڑپ اٹھے مگر آپ نے اپنے قلبی غم و اندوہ کو کسی پر ظاہر نہیں ہونے دیا اور کمال ضبطِ نفس کا ثبوت دیتے ہوئے چند منٹ تک بالکل خاموشی اختیار کئے رکھی چنانچہ فرماتے ہیں:-

”میں تھوڑے دن ہوئے کشمیر کے محاذ پر فرقان فورس دیکھنے گیا۔ فرقان فورس والوں نے میرے کھانے کا انتظام کیا ہوا تھا میں جب وہاں گیا تو ایک جگہ پر ہاتھ دھلانے کے لئے دو چھوٹے لٹکے کھڑے تھے۔ مجھے بڑا تعجب تھا کہ جس جگہ جاتے ہوئے بڑی عمر والے اور بچتہ کار لوگ سچکچاتے ہیں وہاں پر یہ چھوٹی عمر کے دونوں بچے آئے ہوئے ہیں اور خوشی سے اپنی ڈیوٹی کو نبھا رہے ہیں۔ وہ دونوں ہاتھ دھلانے کے لئے وہاں کھڑے تھے۔ چھوٹی عمر میں اتنی بڑی قربانی کرنے کی وجہ سے مجھے ان کا یہ فعل پیارا لگا اور نادانی اور غفلت میں میں نے سوال کیا کہ تم کہاں سے آئے ہو۔ میں نے خیال کیا کہ وہ کہیں گے کہ ہم گجرات سے آئے ہیں، جہلم سے آئے ہیں، راولپنڈی سے آئے ہیں یا سیالکوٹ سے آئے ہیں۔ میں ان سے کوئی دوسرا جواب سننے کے لئے تیار نہیں تھا لیکن میں نے جب یہ سوال کیا کہ تم کہاں سے آئے ہو تو ان دونوں لڑکوں نے بے اختیار کہا ہم قادیان سے آئے ہیں۔ مجھے یہ جواب سننے کی امید نہ تھی اس لئے مجھے اپنی حالت کو سنبھالنے کے لئے بہت زیادہ جلد و جہد کی ضرورت پڑی۔ میرے ساتھ اس وقت اخباروں کے نمائندے بھی تھے اور بعض دوسرے افسر بھی۔ میں نے زور سے اپنی زبان دانتوں میں دبالی میں نے ایسا محسوس کیا کہ اگر میں اپنے آپ کو نہیں روکوں گا تو میری چیخیں نکل جائیں گی۔ کئی غیر احمدی بھی اس وقت مجھ سے ملنے کے لئے آئے ہوئے تھے میں نے ان سے کوئی بات نہیں کی اور یہی بات کہہ ہی نہیں سکا تھا۔ انہوں نے شاید یہ سمجھا ہو گا کہ میں بہت مغرور ہوں اور ان کے ساتھ بات کرنا نہیں چاہتا لیکن میں مختصر جواب دے کر اپنے جذبات پر قابو پانے کی کوشش کر رہا تھا۔ پندرہ بیس منٹ بعد جا کر کہیں میری طبیعت سنبھلی اور میں بات کرنے کے قابل ہوا۔ غرض میں نے یہ عہد کیا ہوا ہے کہ میں قادیان کے چھوٹ جانے پر غم نہیں کروں گا اور میں سمجھتا ہوں کہ اس کے بغیر ہمارا گزارہ نہیں۔ آپ لوگ بھی اپنے تمام جوشوں کو دباتے چلے جائیں خدا تعالیٰ وہ وقت جلد لے آئے گا جب تمہارے دبائے ہوئے جذبات ایک طوفان کی شکل اختیار کریں گے اور وہ طوفان ہر قسم کے خس و خاشاک کو اڑا کے پرے پھینک دے گا لیکن جب تک وہ مرکزِ جماعت کو نہیں ملتا سب جماعت کو ایک دوسرے مرکز کی طرف متہ کرنا ہو گا کیونکہ مرکز کے بغیر کوئی جماعت نہیں رہ سکتی۔“

انجمن حمایتِ اسلام کے مشاعرہ میں حمدی شاعر کے کلام کی قبولیت | ۲۶ امان ۱۳۷۸ھ کو انجمن
حمایتِ اسلام لاہور کا ایک

مشاعرہ ہوا جس میں جناب ثاقب زبیری صاحب نے ایک نظم پڑھی جو حامل مشاعرہ سمجھی گئی۔ گورنر جنرل
الحاج خواجہ ناظم الدین صاحب نے مشاعرہ میں اس نظم کو دوبارہ سننے کی فرمائش کی اور یہ اعزاز اس
نشست میں کسی دوسرے شاعر کو نصیب نہ ہو سکا۔ دوسرے دن لاہور کے تقریباً تمام اخبارات میں
اس نظم کا چرچا تھا چنانچہ اخبار انقلاب نے ۲۸ مارچ ۱۹۳۹ء ص ۱ کالم ملے پر ثاقب نے سب کو
مات دی کے عنوان سے حسب ذیل خبر شائع کی:-

" لاہور ۲۶ مارچ۔ انجمن حمایتِ اسلام کے مشاعرے میں ایک تیس سالہ نوجوان شاعر صدیق
ثاقب زبیری کو یہ اعزاز حاصل ہوا کہ ہنزیکے لٹری گورنر جنرل پاکستان نے اُس سے فرمائش کی کہ وہ
تیسری بار اپنا کلام سنائے۔

اس مشاعرے میں بڑے بڑے شعراء نے حصہ لیا لیکن عوام اور خواص سب نے ثاقب کے کلام کو اتنا
پسند کیا کہ اُسے تین بار سٹیج پر بلا لیا گیا یہ سعادت کسی اور کو حاصل نہیں ہوئی۔ ثاقب کی نظم کا عنوان
تھا "میراجواب" جو ایک اخبار نویس کی طرف سے شہاب کی پیشکش پر لکھی گئی تھی۔ یہی نظم خواجہ ناظم الدین
کو خاص طور پر پسند آئی اور انہوں نے اسی کو دوبارہ پڑھوایا۔

اسکھوں کے اخبار شیر پنجاب نے ایک مضمون
جماعت احمدیہ اور حکومتِ مجاز کی وفاداری | میں یہ اعتراض اٹھایا کہ ہندوستان یا پاکستان

کے احمدی اس وقت تک اپنی اپنی حکومتوں کے وفادار رہیں گے جب تک ان کے امام جماعت کی طرف
سے ایسا حکم ہوگا جب ان کا حکم نہیں رہے گا ان کی وفاداری لہجی ختم ہو جائے گی۔

اس اعتراض کے جواب میں حضرت مصلح موعودؑ نے "جماعت احمدیہ اور حکومتِ مجاز کی وفاداری"
کے عنوان پر حسب ذیل مضمون سپرد قلم فرمایا:-

"... ہماری جماعت کا یہ عقیدہ ہے کہ اسلام کے رُوسے جس حکومت میں بھی کوئی شخص رہے اس
حکومت کا اسے وفادار رہنا چاہیے۔ اگر کبھی حالات خلاف ہو جائیں اور وہ وفادار نہ رہ سکے تو اُسے
اس ملک سے ہجرت کر جانی چاہیے۔ انگریزوں کے زمانہ میں اس عقیدہ کی وجہ سے ہندوؤں، سکھوں اور

مسلمانوں نے ہماری مخالفت بھی کی لیکن ہم نے یہ عقیدہ نہیں بدلا کیونکہ عقائد کو بدل دینا کسی انسان کے اختیار میں نہیں عقائد خدا تعالیٰ کی طرف سے آتے ہیں اور ان کو خدا ہی بدل سکتا ہے۔

ہمارے نزدیک قرآن کریم کی تعلیم کو کوئی شخص بدل نہیں سکتا۔ ہم بانی سلسلہ احمدیہ کو بھی قرآن کریم کی تعلیم کا بدلنے والا نہیں مانتے بلکہ اس کا خادم مانتے ہیں۔ ہمارے عقیدہ کی رو سے وہ اسلام کے کسی چھوٹے سے چھوٹے حکم کو بھی تبدیل نہیں کر سکتے تھے۔ جب بانی سلسلہ احمدیہ بھی کسی حکم کو تبدیل نہیں کر سکتے تھے تو پھر ان کا کوئی خلیفہ خواہ کتنا بڑا ہو کسی حکم کو کسی طرح تبدیل کر سکتا ہے پس یہ خیال کر لینا کہ ہندوستان یا پاکستان کے احمدیوں کی اپنی حکومتوں سے وفاداری اسی وقت تک ہوگی جب تک امام جماعت احمدیہ ان کو ایسا کرنے کا حکم دیتا ہے اول درجہ کی حماقت اور بیوقوفی ہے اس معاملہ میں امام جماعت احمدیہ کوئی حق ہی نہیں رکھتا۔ اسلامی تعلیم کو دوہرانا اس کا کام ہے اسے بدل نہیں سکتا۔ اگر کسی وقت جماعت احمدیہ کا امام کسی ملک کی جماعت کو یہ حکم دے کہ تم اپنی حکومت کے وفادار نہ رہو تو اس کے معنی ہی نہیں ہوں گے کہ وہ یہ کہتا ہے کہ تم اپنی حکومت کے وفادار نہ رہو بلکہ احمدیہ جماعت کے مذہبی مسلمات کے رو سے اس کے یہ معنی ہوں گے کہ تم نعوذ باللہ من ذلک قرآن کریم اور خدا تعالیٰ کے فرمانبردار نہ رہو۔ اور کیا کوئی نائب اپنے افسر کے حکموں کو بدل سکتا ہے خلیفہ بے شک جماعت کا امام ہے لیکن وہ بہر حال حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا تابع ہے، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تابع ہے۔ قرآن کریم کا تابع ہے۔ اللہ تعالیٰ کا تابع ہے، اسے اپنے بالا افسروں کے احکام کے بدل دینے کا حق ہی کہاں ہے۔ پس یہ کہنا کہ جماعت احمدیہ قادیان کی وفاداری چونکہ امام جماعت احمدیہ کے حکم کے ساتھ وابستہ ہے جو پاکستان میں رہتا ہے اس لئے ان کی وفاداری پر اعتبار نہیں کیا جاسکتا۔ ایک غلط عقول قول ہے حکومت کی وفاداری کا حکم ہمارے نزدیک قرآن کریم کا حکم ہے اور قرآن کریم خدا تعالیٰ کی کتاب ہے۔

ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ دنیا کی جس حکومت میں بھی کوئی احمدی رہتا ہے اس حکومت کا اس کو وفادار رہنا چاہیے۔ کوئی خلیفہ یہ حق نہیں رکھتا کہ وہ اس حکم کو بدل دے کیونکہ خلیفہ ڈکٹیٹر نہیں ہے وہ نائب ہے اور نائب اپنے سے بالا احکام کے احکام کا واپس اہی فرمانبردار ہوتا ہے جیسا کہ دوسرے لوگ جانتے

۱۱۔ ماہِ شہادت ۱۳۲۸ھ کو فضل عمر ریسرچ انسٹیٹیوٹ میں ایک تقریب منعقد ہوئی جس میں حضرت مصلح موعودؑ نے

پاکستانی سائنسدانوں کو نصیحت

نے پاکستانی سائنسدانوں کو نصیحت فرمائی کہ انہیں استقلال کے ساتھ اپنی جدوجہد جاری رکھنی چاہیے۔

اخبار انقلاب ۱۴ اپریل ۱۹۴۹ء میں اس تقریر کا خلاصہ درج ذیل لفظوں میں چھپا:۔

”حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد نے کہا پاکستان کے سائنسدانوں کو اس بات پر حوصلہ نہیں ہارنا چاہیے کہ ان کے پاس نہ مناصب تعداد ہیں آکات ہیں نہ سکا۔ اگر تم میں رسول اکرم صلعم کے پیروں کا جوش موجود ہے تو جس طرح اسلام ایک چھوٹی سی جگہ سے نکلا اور دنیا کے کونے کونے میں پھیل گیا اسی طرح تمہارے لئے یہ بات مشکل نہیں ہونی چاہیے کہ سائنس کی دنیا میں اسی طرح کامیابی حاصل کرو۔“

حضرت مصلح موعودؑ نے ۶ ہجرت ۱۳۲۸ھ کو بذریعہ خطبہ جمعہ جماعت احمدیہ لاہور

جماعت احمدیہ لاہور کی تبلیغی و تعلیمی ذمہ داریاں

کی تبلیغی و تعلیمی ذمہ داریوں کی طرف توجہ دلائی۔ چنانچہ فرمایا:۔

”اگر لاہور کی جماعت کمزور ہوگی، اگر لاہور کی جماعت اپنے مقام کو جو اس کا جائز حق ہے حاصل نہ کرے گی تو اس کا اثر صوبہ کی دوسری جماعتوں پر بھی منور پڑے گا۔ اور وہ تبلیغ جس کے رستے اب خدا تعالیٰ نے کھول دئے ہیں اور اسلام اور احمدیت کی اشاعت کے جو مواقع ہمیں میسر آچکے ہیں انہیں زبردست دھکا لگے گا جس کا ازالہ آسانی سے نہیں ہو سکے گا لیکن لاہور کی جماعت اگر اخلاص سے کام لے گی اور اپنے فریضہ منصبی کو سمجھے گی تو ہماری تبلیغ اور بھی وسیع ہو جائے گی اور جماعت یَوْمًا فَيَوْمًا بڑھتی چلی جائے گی۔ اگر لاہور کی جماعت لاہور میں اپنے اثر کو اتنا نمایاں اور ظاہر کر دے کہ دشمن کو بھی یہ تسلیم کرنا پڑے کہ جماعت احمدیہ نے اپنا ایک نقش قائم کر دیا ہے تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ صوبہ کے باقی اضلاع، شہروں اور دیہات میں احمدیت اس سے زیادہ سرعت کے ساتھ پھیلنے لگ جائے گی جس سرعت سے وہ اب پھیل رہی ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ کی مشیت کے مطابق تین چار ماہ تک ہم ربوہ میں جا بسے اور ایسی سہولتیں ہمیں حاصل ہو گئیں کہ اسے ہم مرکز بنا لیں تو پھر جماعت کا تنظیمی مرکز تو بے شک ربوہ ہی ہوگا لیکن یہ بات نظر انداز نہیں کی جا سکتی کہ اس کا سیاسی مرکز ایک

رنگ میں لاہور ہی ہوگا کیونکہ جماعت کا تنظیمی مرکز جس جگہ ہو ضروری نہیں کہ دوسرے لوگ جو جماعت سے دلچسپی رکھتے ہیں وہ بھی اپنی توجہ کامرکز اُسے بنالیں۔ لوگ قدرتی طور پر سہل ترین طریق کو اختیار کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ انہیں اپنے ذاتی کاموں کے لئے لاہور آنا پڑتا ہے جب وہ لاہور آتے ہیں تو قدرتی طور پر ان کی توجہ ان اداروں اور تحریکوں کی طرف بھی ہوتی ہے جن کے مرکز یا مرکزوں کے ظل میں لاہور میں موجود ہیں۔ گویا وہ ایک تیر سے دوشکار کر لیتے ہیں۔ وہ یہاں آکر اپنے ضروری کام بھی کرتے ہیں اور ایسے ادارے اور تحریک سے واقفیت بھی حاصل کر لیتے ہیں جو ان کی توجہ کامرکز بن رہا ہو۔ پس جہاں تک لاہور کو سیاسی حیثیت حاصل ہے ہم اس جماعت کو بعد میں بھی نظر انداز نہیں کر سکتے۔ اگر لاہور میں جو مشکلات ہمیں پیش آرہی ہیں وہ دور ہو جائیں اور ہمیں ایسی جگہیں مل جائیں جہاں ہم مرکز کا ایک حصہ رکھ سکیں تو مرکز بھی مقامی جماعت کے ان کاموں میں ممد ثابت ہوگا جس کے کرنیکی ذمہ داری اس پر ڈال دی گئی ہے۔ لہ

۱۔ مئی ۱۹۴۹ء کو حکومتِ پاکستان کی طرف سے کشمیر میں استنصواب رائے کے لئے تین سب کمیٹیوں کی تشکیل کا اعلان کیا گیا۔

حضرت مصلح موعودؑ کا ایک اہم بیان
کشمیر میں استنصواب رائے کے سلسلہ میں

۱۔ "پبلسٹائٹ اڈوائزی کمیٹی" (PUBLICITE ADVISORY COMMITTEE)

۲۔ "رہنویجی ری ایبیلیٹیشن اڈوائزی کمیٹی" (REFUGEE RE-HABILITATION ADVISORY COMMITTEE)

۳۔ "پبلسٹی پالیسی کمیٹی" (PUBLICITY POLICY COMMITTEE)

سرکاری اعلامیہ میں وضاحت کی گئی کہ ہر ایک کمیٹی میں پاکستان اور آزاد کشمیر کی حکومتوں اور عوام کے نمائندہ ممبر کئی تعداد میں ہوں گے۔ چونکہ یہ نئی جہد و جدوجہد بھی تحریک آزادی کشمیر کے اسی سلسلہ کی لازمی کڑی تھی جس کا آغاز ۱۹۳۱ء میں سیدنا مصلح الموعودؑ کی صدارت و قیادت میں ہوا تھا اس لئے حضور کو قدرتنا اس اعلان پر بے انتہاء خوشی ہوئی اور آپ نے اس کا نہایت دلچسپی سے مطالعہ کرنے کے بعد ایک اہم بیان دیا جس کا متن اخبار "الغلاب" میں حسب ذیل الفاظ میں شائع ہوا۔

”میرے دل میں تڑپ ہے کہ کشمیر آزاد ہو

مرزا بشیر الدین کابیان

لاہور ۶ مئی۔ جماعت احمدیہ کے امام مرزا بشیر الدین محمود نے حسب ذیل بیان بغرض اشاعت جاری

کیا ہے:-

”حکومت پاکستان کے محکمہ بغیر پورٹ فولیو نے ۱۰ مئی ۱۹۴۹ء کو ایک اعلان شائع کیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ کشمیر میں استصواب رائے کے لڑنے کے لئے ایک پالیسی طے کر لی ہے اور اس کے اصول انہوں نے شائع کر دئے ہیں اور مختلف کاموں کے لئے سب کمیٹیاں بنا دی ہیں۔ چنانچہ اعلان سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک سب کمیٹی پبلسیٹس اور انٹرنی کیٹی کے نام سے مقرر کی گئی ہے۔ دوسری ریویو کمیٹی اور انڈی کیٹی اور تیسری پلیٹی پالیسی کیٹی کے نام سے۔ ان تینوں کمیٹیوں کی ساخت اس طرح کی گئی ہے کہ پہلی کمیٹی میں چار ممبر پاکستان پبلک کے نمائندے یا آزاد کشمیر گورنمنٹ کے نمائندے ہیں اور تین مسلم کانفرنس کے نمائندے ہیں۔ دوسری میں نو ممبر ہیں جن میں سے دو آزاد کشمیر گورنمنٹ کی طرف سے ہیں اور مسلم کانفرنس کے نمائندے ہیں اور پانچ پاکستانی حکومت یا پاکستان پبلک کے نمائندے ہیں۔ تیسری سب کمیٹی یعنی پروپیگنڈا کی کمیٹی میں سات ممبر ہوں گے جن میں سے چھ پاکستانی حکومت کے نمائندے ہوں گے اور ایک مسلم کانفرنس کا نمائندہ ہوگا۔ اس اعلان سے معلوم ہوتا ہے کہ آزادی کشمیر کی جدوجہد کے خاتمہ کا زمانہ اب قریب آ رہا ہے اور یہ جدوجہد اپنے آخری دور میں داخل ہونیوالی ہے۔ مجھے چونکہ قدرتنا اس نئی جدوجہد سے دلچسپی ہے جو اس سابقہ سلسلہ کی ایک کڑی ہے جن کا میں صدر رہا ہوں۔ مجھے خصوصیت سے یہ تڑپ ہے کہ کشمیر کے مسلمان آزاد ہوں اور اپنے دوسرے مسلمان بھائیوں سے مل کر اسلام کی ترقی کی جدوجہد میں نمایاں کام کریں۔ اس مقصد کو سامنے رکھتے ہوئے میں تمام ان لوگوں سے جو کشمیر کے کام سے دلچسپی رکھتے ہیں اپیل کرتا ہوں کہ اب جبکہ یہ آزادی کی تحریک آخری ادوار سے گزر رہی ہے اپنی سب طاقتیں اس کی کامیابی کے حصول کے لئے لگادیں اور ایسی باتوں کو ترک کر دیں جو اس مقصد کے حصول میں روک ثابت ہو سکتی ہوں۔ یہ صاف اور سیدھی بات ہے کہ جو اہمیت مقصد کو حاصل ہوتی ہے ذریعہ کو حاصل نہیں ہوتی ہم خیال لوگوں کے ذرائع مختلف ہو سکتے ہیں مگر مقصد الگ الگ نہیں ہو سکتے۔ یہ بھی ظاہر امر ہے کہ ایک متحد خیال کو مختلف تدابیر پر قربان نہیں

کیا جاسکتا مختلف تدابیر ہی میں سے بعض کو مقصدِ وحید کے لئے قربان کیا جائے گا۔ پس پاکستان کے اربابِ حل و عقد کو یہ موقع دینے کے لئے کہ وہ ایسی پالیسی کو جسے وہ صحیح سمجھتے ہیں اچھی طرح چلا سکیں تمام مہاجرین کشمیر اور پاکستانی مسلمانوں کو سہولتیں بہم پہنچانی چاہئیں تاکہ پاکستانی حکومتِ جمعی سے کام کر سکے اور ان نتائج کو پیدا کرنے میں کامیاب ہو سکے جو وہ پیدا کرنا چاہتی ہے۔ یہ یں نہیں کہتا کہ کوئی شخص اپنے اختلاف رائے کو ان لوگوں کے سامنے بھی پیش نہ کرے جو حکامِ مجاز ہیں ان کے سامنے اپنے خیالات کو بغیر جوش اور تعصب کے رکھ دینے میں کوئی حرج نہیں لیکن ایسا رویت اختیار نہیں کرنا چاہیے کہ اصل کام کی جگہ لڑائی جھگڑوں کے تصفیہ میں لگے رہیں اور اصل کام کا حرج ہو جائے۔ پس تمام مختلف الحیال کشمیری مہاجرین کو اس کام کے لئے اکٹھے ہو جانا چاہیے اور حکومتِ پاکستان کے مقرر کردہ اداروں سے مل کر اس طرح زور لگانا چاہیے کہ کشمیر کا الحاق پاکستان سے ہو جائے اور عظیم الشان خطرہ جو ہر وقت پاکستان کے سامنے رہتا ہے کُل طور پر دور ہو جائے۔ یہ یاد رکھنا چاہیے کہ اول تو اعلان میں کشمیر کے نمائندوں کا نام نہیں ہے۔ اگر اہل کشمیر میں سے بعض کو بعض سے اختلاف بھی ہو تو یہ کوئی کہہ سکتا ہے کہ ہر نمائندہ ضرور ان سے اختلافِ خیال رکھتا ہو گا لیکن اگر فرض کرو ایسا ہو بھی تو کیا چند دنوں کے لئے ایک مخصوص کام کے لئے جس پر کشمیر کے مسلمانوں کی زندگی اور موت کا انحصار ہے وہ ممبر سے کام نہیں لے سکتے۔ یں تمام اہل کشمیر سے جن پر میرا پہلی جنگِ آزادی کی وجہ سے یقیناً حق ہے کہتا ہوں کہ پاکستانی حکومت کی مذکورہ بالا تجاویز کو کامیاب کرنے کے لئے وہ پوری طرح تعاون کی رُوح کا مظاہرہ کریں۔ کشمیر اگر پاکستان سے ملا تو دوسروں کا ہی نہیں ان کا بھی فائدہ ہو گا۔ اللہ تعالیٰ ان کی مدد کرے اور ان اسباب کو دور کر دے جو تفرقہ اور شقاق کا موجب ہوتے ہیں۔ ۱۰

۲۸/۳/۱۹۴۹ء کی یہ خصوصیت

نائیجیریا، انگلستان اور امریکہ میں کامیاب سالانہ جلسے

ہے کہ اس سال نائیجیریا اور انگلستان کی احمدی جماعتوں نے سالانہ جلسوں کا سلسلہ شروع کیا اور امریکہ کی دوسری کانفرنس منعقد ہوئی۔

یہ سب اجتماعات خدا کے فضل و کرم سے بہت کامیاب رہے۔ چنانچہ

اور اُنہی میں دار التبلیغ کی تعمیر کے ریزولوشن بھی پاس ہوئے۔ اس کے علاوہ اخبار ٹوٹھ جاری کرنیکا بھی فیصلہ کیا گیا جس کا مقصد مسلمانانِ نائیجیریا کے حقوق کی حفاظت ہوگا۔

۲۔ جماعت احمدیہ انگلستان کا پہلا سالانہ جلسہ ۲۹، ۳۰، ۳۱ ماہِ اخاء ۱۳۲۸ھ مطابق ۲۹، ۳۰، ۳۱ اکتوبر ۱۹۴۹ء کو منعقد ہوا۔ جلسہ کا پہلا دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کے لئے مخصوص تھا۔ جس میں مختلف مذاہب کے درج ذیل نمائندوں نے دربارِ رسالت میں ہدیہ عقیدت پیش کیا:-

۱۔ پروفیسر فرسٹ صدر شعبہ مذہب و فلسفہ گریگری پیرسن کالج۔

۲۔ مسٹر ڈسمنڈ مشہور برطانوی مصنف۔

۳۔ سوامی اویکانندن صدر لنڈن ویدانتا سوسائٹی۔

۴۔ آلڈرمن ایڈیٹر ساؤتھ ویسٹ ہیرلڈ۔

۵۔ چینی ڈاکٹر چی پی ایچ ڈی۔

۶۔ مسٹر ٹونینگ ایڈیٹر ایسٹرن ورلڈ۔

اسی روز نمازِ مغرب و عشاء کے بعد بشیر احمد صاحب آرچرڈ مبلغ سکاٹ لینڈ نے مناظرِ قادیان کی فلم دکھائی۔ دوسرے دن مسٹر بلال نٹل کی صدارت میں صبح گیارہ بجے سے لے کر نمازِ ظہر تک جلسہ ہوا جس میں سب سے پہلے چوہدری مشتاق احمد صاحب باجوہ کی تحریک پر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کے حضور جماعت احمدیہ انگلستان کی طرف سے اظہارِ عقیدت و محبت کا متفقہ ریزولوشن پاس کیا گیا جس کے بعد انگریز نو مسلموں میں سے مسٹر فرید احمد کلیٹن، مسٹر جمال الدین ڈائر، مسٹر لشارت احمد گریک، مسٹر عبدالکریم ہیریٹ اور مسٹر بشیر احمد آرچرڈ نے "میں نے اسلام کیوں قبول کیا" کے موضوع پر تقریریں کیں۔ ان تقریروں کے معاً بعد یورپ کے مبلغین نے میرٹن کے کام کے عنوان پر خطاب فرمایا۔ آخر میں میر عبدالسلام صاحب نے بائبل کی روشنی میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی حقانیت ثابت کی۔ آخری اجلاس میں جو بعد نمازِ ظہر و عصر شروع ہو کر سات بجے شام تک جاری رہا جماعت انگلستان کے تبلیغی اور تربیتی نظام کو وسیع کرنے کے لئے آٹھ اہم قراردادیں پاس کی گئیں۔

۱۔ روزنامہ الفضل، ۱۰ تبوک ۱۳۲۸ھ ص ۴

۲۔ روزنامہ الفضل، ۲۵ فتح ۱۳۲۸ھ ص ۱۱، ص ۱۲

۳۔ گذشتہ سال (۱۳۲۷ھ / ۱۹۴۸ء) میں جماعت ہائے احمدیہ امریکہ کی پہلی ایک روزہ سالانہ کانفرنس منعقد ہوئی تھی۔ اس سال ٹیس برگ میں ۱۸،۱۷۱،۱۷۱ تبوک (۱۳۲۸ھ / ستمبر ۱۹۴۹ء) کو دوسری کانفرنس کا انعقاد ہوا۔ اس کانفرنس کی ایک خصوصیت یہ تھی کہ حضرت امیر المؤمنین المصلح الموعود نے ایک خاص پیغام اس کے لئے ارسال فرمایا جس میں حضور نے ”میرے پیارے دوستو اور رومانی بچھڑے کے محبت خطاب کے بعد جماعت امریکہ کو فرمایا:-

”مجھ سے خلیل احمد صاحب نام مبلغ پنجارج امریکہ نے اس بات کی خواہش کی کہ میں آپ کو آپ کی دوسری سالانہ کانفرنس کے موقع پر ایک پیغام بھیجوں۔“ آج سے ۲۹ سال پہلے میں نے مفتی محمد صادق صاحب کو جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پرانے صحابیوں میں سے ہیں، آپ کے ملک میں اسلام کی تبلیغ کے لئے بھیجا تھا تاکہ وہ آپ کے سامنے خداتعالیٰ اور ہدایت کے راستہ کو پیش کریں۔ اس وقت شاید ان کی باتوں کو ایک بوڑھے مجذوب کی بڑبھمکا گیا مگر آخر اسی آواز کے نتیجہ میں خداتعالیٰ نے وہ لوگ پیدا کئے جو امریکہ میں سچائی اور صداقت کے علمبردار ہوئے۔“

آگے چل کر حضور نے رقم فرمایا:-

”احمدیت خدائے ذوالجلال کا پیغام ہے یہ کسی انسان کا کام نہیں۔ پس آپ ہمیشہ اس بات کی کوشش کریں کہ آپ کو اسلام اور احمدیت کا زیادہ سے زیادہ علم حاصل ہو تاکہ آپ کے اعمال خداتعالیٰ کی رضا کو حاصل کرنے والے ہوں۔ خداتعالیٰ نے قرآن مجید کے ذریعہ ایک مکمل شریعت آپ کو دی اور اس پر عمل کرنا آپ کے ہی فائدہ کے لئے ہے۔“

حضور نے جماعت کو نصیحت فرمائی کہ

”آپ اس عظیم الشان موقع کو جو کہ آپ کو خداتعالیٰ کا پیغام شروع میں ماننے کی وجہ سے حاصل ہوا ہے فائدہ اٹھالیں اور اپنے آپ کو خداتعالیٰ کی خدمت میں لگا دیں۔ اگر کسی میں کوئی کمزوریاں ہوں تو ان کی نقل نہ کریں بلکہ آپ خداتعالیٰ کے کلام کو اپنے لئے مشعل راہ بنائیں۔“

آخر میں حضور نے دعا کی کہ

”خداتعالیٰ آپ کی اور ان مبلغین کی جو آپ کے ملک میں ہیں اور آپ کے ملک کی مدد فرمائے اور آپ کی کوششوں کے نتیجہ میں آپ کا ملک اسلام کے لئے ایک قلمہ ثابت ہو اور اللہ تعالیٰ کی برکتیں اور رحمتیں

آپ پر نازل ہوں" (مکمل پیغام متن میں درج ہے)

چوہدری محمد ظفر اللہ خاں صاحب نے بھی اس کانفرنس میں شرکت کی اور دو دفعہ خطاب فرمایا۔ اس کانفرنس کا افتتاح چوہدری خلیل احمد صاحب ناصربلیغ انچارج امریکہ نے کیا۔ کانفرنس میں رشید احمد صاحب شکاگو، محترمہ علیہ علی صاحبہ، احمد شہید صاحب، محترمہ امۃ اللطیف صاحبہ نے بالترتیب تبلیغ، مال، تعلیم اور تمدن و معاشرت سے متعلق رپورٹیں سنائیں جن پر مختلف احباب نے اپنے مشورے پیش کئے اور غور و تمحیص کے بعد آئندہ سال کے لئے لائحہ عمل تجویز کیا گیا جسے بروئے کار لانے کے لئے ایک سیکرٹری کا انتخاب عمل میں آیا۔ حضرت مصلح موعودؑ کے پیغام نے خصوصاً امریکن احمدی خواتین میں ایسا زبردست جوش و خروش پیدا کر دیا کہ جونہی حضور کا پیغام پڑھا جا چکا محترمہ علیہ علی صاحبہ نے تقریر کی کہ حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی کا یہ نہایت ہی پیارا پیغام سننے کے بعد ہمارے لئے یہ ضروری ہے کہ ہم مزید قربانی کریں۔ اس امر کے اظہار کے لئے کہ احمدی نو مسلم عورتیں حضور کے ارشاد پر ہر قربانی کے لئے تیار ہیں۔ ہم لجنات امریکہ میں فوری طور پر ۵۲۵ ڈالر نقد حضور کی خدمت میں پیش کرتی ہیں۔ یہ اخلاص کا منظر نہایت ہی رُوح پرور اور ایمان افزا تھا کہ ان نو مسلم مستورات نے جو بظاہر اسلام میں ابھی تک حدیث العہد تھیں قربانی کا شاندار نمونہ دکھایا۔

کانفرنس میں مندرجہ ذیل جماعتوں کے نمائندے شامل ہوئے:-

پس برگ، بالٹی مور، نیویارک، ڈولین، بریڈک، ہوم سٹریٹ، ڈیٹن، سینٹ لوئیس، ایسٹ سینٹ لوئیس، کینن سٹی، آئی یو اسٹی، شکاگو، کلیولینڈ، مینکس ٹاؤن، ڈی ٹرائٹ، انڈیانا پولس۔

حضرت امیر المومنین کے فوری ارشاد کے مطابق مولوی عبدالقادر صاحب ضنیعہ بذریعہ ہوائی جہاز پاکستان سے پس برگ پہنچے اور کانفرنس میں شرکت کی۔ عبدالقادر صاحب ضنیعہ کے ورود پر جماعت اچھیر امریکہ نے اپنے پیار سے امام ہمام کا بہت شکریہ ادا کیا کہ کچھلے سال ۱۹۷۱ ستمبر کو جو موجودہ کنونشن کا پہلا دن ہے مجاہد امریکہ مرزا منور احمد صاحب دفن ہوئے اور اس پر ایک سال نہیں گزرا تھا کہ خدا تعالیٰ نے انہیں ایک نیا مبلغ عطا فرمادیا۔

لبنانی پریس میں حضرت امام جماعت احمدیہ کا تذکرہ | بیروت کے اخبار "الیوم" نے ۲۲
کانون الاول ۱۹۴۹ء کے پرچے میں

حضرت امام جماعت احمدیہ کی عظیم شخصیت کے بارے میں مندرجہ ذیل تعارفی نوٹ شائع کیا :-

" یتمتع الخليفة ميرزا بشير الدين محمود احمد بمكانة دينية
كبيرة في باكستان، وهو من لاهور عاصمة البنجاب، ويبلغ من العمر
٧٠ عامًا ويعتبر ثقة في امور الاسلام ويتولى رئاسة الجماعة الاحديين
الذين ينتشرون في كل بقعة من بقاع العالم مبشرين بتعاليم الدين
الاسلامي الحنيف، ويرجع اليه الفضل الاوّل في انشاء مراكز التبشير
في أكثر بلدان العالم، وقد لعب هذا الزعيم الديني المسلم دورًا
هامًا في كشمير وفي تأسيس دولة باكستان لجماعته نظام خاص من
الفقيه الى الوزير، وهو أي السيد ميرزا بشير الدين تقي ورع ومستجاب
الدعوات وقد كتب عن حياته السيد محمد ظفر الله خان وزير
خارجية باكستان باللغتين الانكليزية والاردية. ولهذا الزعيم الديني
الكبير مؤلفات متعددة في الاسلام وفي تفسير تعاليمه باللغتين
الأردية والانكليزية، وقد سبق له أن تولى رئاسة لجنة كشمير
كمامثل مسلمي الهند في مؤتمر الاديان الذي انعقد في عام
١٩٢٤ في لندن" له

خلیفہ میرزا بشیر الدین محمود احمد کو پاکستان میں مذہبی اعتبار سے بڑی عظمت و اہمیت حاصل ہے
آپ کی عمر اس وقت ساٹھ سال ہے اور آپ کا تعلق پنجاب کے دارالحکومت لاہور سے ہے۔ آپ
اسلامی مسائل میں ثقہ سمجھے جاتے ہیں اور جماعت احمدیہ کے امام ہیں جو اکناف عالم تک پھیلی ہوئی ہے
اور اسلامی عقائد کی تبلیغ کر رہی ہے اور دنیا کے اکثر ممالک میں تبلیغی مراکز کے قیام میں اس کا نمایاں

له اليوم (البيروت) ۲۲ كانون الاول بحواله البشرى السجلد ۱۶- ربيع الاول ۱۳۷۰ هجرية

دسمبر ۱۹۵۸ء ۲۳۶ * له یاد ہے کہ حضور ان دنوں لاہور میں فرکوش تھے ؟

دخل ہے۔ اس مسلمان مذہبی لیڈر نے پاکستان کی تاسیس اور مسئلہ کشمیر میں کارہائے نمایاں انجام دئے ہیں۔ جماعت احمدیہ کے افراد فقیر سے لے کر وزیر تک ایک خاص نظام سے وابستہ ہیں۔

میرزا بشیر الدین منتقی، پارسا اور ستجاب الدعوات ہیں۔ محمد ظفر اللہ خان وزیر خارجہ پاکستان نے انگریزی اور اردو زبانوں میں آپ کی سیرت لکھی ہے۔ اس عظیم مذہبی لیڈر نے اسلام اور اسلامی تعلیمات کی تفسیر میں اردو اور انگریزی میں بہت سی کتابیں لکھی ہیں۔ آپ کشمیر کمیٹی کے صدر بھی رہے ہیں۔ اس طرح آپ نے مسلمانان ہند کی طرف سے مذاہب عالم کا نفرنس میں بھی نمائندگی کی جو ۱۹۲۴ء میں بمقام لندن منعقد ہوئی تھی۔

مبلغین کی بیرونی ممالک سے آمد اور انکی | اس سال حسب ذیل مجاہدین احمدیت بیرونی ممالک میں ذریعہ تبلیغ بنانے کے بعد پاکستان تشریف لائے:-

۱۔ مولوی محمد صدیق صاحب انچارج مشن سیرالیون (آمد لاہور ۳۱ جھان ۱۳۲۸ھ)

۲۔ ملک محمد شریف صاحب مبلغ اٹلی (آمد لاہور یکم تہوک ۱۳۲۸ھ)

۳۔ شیخ نور احمد صاحب مئیر مبشر اسلامی بلاوہ عربیہ (آمد ربوہ ۱۶ فتح ۱۳۲۸ھ)

شیخ نور احمد صاحب مئیر کے استقبال کے لئے دوسرے مخلصین کے علاوہ سیدنا حضرت امیر المؤمنین المصلح الموعود بھی ربوہ اسٹیشن پر تشریف لے گئے تھے

اسی طرح شیخ صاحب کی آمد سے دو روز قبل (۱۵ فتح کو) مولانا محمد صادق صاحب مجاہدانہ انڈیا سنگاپور کے لئے روانہ ہوئے تو اس موقع پر بھی حضور پر نور اسٹیشن پر رونق افروز تھے اور حضور نے آپ کو دعاؤں سے الوداع کیا۔

اس سال مندرجہ ذیل کتابیں صنفین سلسلہ کی طرف سے شائع ہوئیں جن سے جماعتی لٹریچر میں بے بہا اور مفید اضافہ ہوا:-

لافت آف احمد (مولانا عبد الرحیم صاحب درو) مقامات النساء (مولوی ابوالعطاء صاحب جالندھری) البیان فی اسلوب القرآن۔ اعجاز القرآن مایثبت بالقرآن

۱۔ ۲۔ الفضل ۶، وفا، ۲، تہوک، ۲۱، فتح ۱۳۲۸ھ

۳۔ الفضل ۳، فتح ۱۳۲۸ھ

(حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانیؒ) - تلخیص العربیہ یا خلاصۃ المنجد (حکیم عبد اللطیف صاحب ہد) انڈیا و بھارت (حضرت سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب) فقہ احمدیہ حصہ دوم (مولوی عبد اللطیف صاحب بہاولپور) سیرت خاتم النبیین حصہ سوم (مولفہ حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب ایم۔ اے۔ ۱)

لہ اخبار انقلاب نے اپنے ۳ جون ۱۹۴۹ء کے شمارہ میں سیرت خاتم النبیین حصہ سوم پر حسب ذیل تبصرہ کیا:-

” سیرت خاتم النبیین ”

(حصہ سوم جزء اول)

صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب ایم۔ اے کی کتاب ”سیرت خاتم النبیین“ کے دو حصے شائع ہو چکے ہیں اور تمام حلقوں نے ان کی تعریف کی ہے۔ اب اس کتاب کا تیسرا حصہ شائع ہوا ہے جس میں غزوہ بنو قریظہ کے بعد سے آنحضرتؐ کے تبلیغی خطوط تک کے واقعات درج کئے گئے ہیں اور یہ حصہ کوئی سواد و صغفے پر ختم ہوا ہے۔ مرزا بشیر احمد صاحب کا علم و فضل کسی تعریف و تعارف کا محتاج نہیں۔ اس کے علاوہ آپ کا انداز تحریر بے حد سادہ و سلیس اور دلنشین ہے۔ چونکہ سیرت پر آپ کی نظر بہت وسیع ہے اس لئے آپ کی کتاب میں بے شمار ایسے واقعات بھی ملیں گے جو سیرت کی عام کتابوں میں حذف کر ڈئے گئے ہیں۔ مرزا صاحب اس حقیقت سے پوری طرح باخبر ہیں کہ جب کوئی مسلمان مولف آنحضرتؐ کی سیرت پر کتاب لکھتا ہے تو اس کا مقصد محض تاریخی واقعات بیان کرنا نہیں ہوتا بلکہ حضورؐ کی حیاتِ طیبہ کے تمام شعبوں کو اجاگر کرنا اور حضورؐ کی تعلیمات کی طرف پڑھنے والوں کو متوجہ کرنا مقصود حقیقی ہے چنانچہ کتاب زیر تبصرہ میں فاضل مولف نے جا بجا اس مقصد کو مد نظر رکھا ہے اور بیان سوانح کے ساتھ ساتھ ازدواج، مساواتِ اسلامی، تعلقات آقا و خادم، تقسیم دولت، مساوات اقتصادی، فلسفہ دعا، معجزات، دین و سیاست اور بعض دوسرے مسائل پر اسلامی نقطہ نگاہ سے اور سیرتِ مقدسہ کی روشنی میں بحث بھی کر دی ہے گویا پڑھنے والے کو نہ صرف حضورؐ کی سیرتِ مقدسہ کے واقعات معلوم ہو جاتے ہیں بلکہ اسوۂ حسنہ کی پیروی کا راستہ بھی مل جاتا ہے۔۔۔۔۔“

فصل دہم

کتاب ”اسلام اور ملکیتِ زمین“ کی اشاعت۔ مجلس مشاورت
 ۱۳۲۹ھ کا انعقاد۔ دفاعِ وطن کی تیاری میں حصہ لینے اور
 ۶۱۹۵۰
 جدید لٹریچر تیار کرنے کی تحریک۔ حضرت مصلح موعودؑ کا سفرِ کوئٹہ و
 سندھ۔ اوکاڑہ اور راولپنڈی میں دو احمدیوں کی المناک شہادت
 (خلافتِ ثانیہ کا چھٹیسواں سال ۱۳۲۹ھ) ۶۱۹۵۰

پاکستان میں کمیونسٹ تحریک نے مختلف سیاسی پارٹیوں کے ساتھ مل کر یہ آواز بلند کرنا شروع کی کہ ملکیتِ زمین کے بارے میں ہمارے ملک میں اصلاح کی ضرورت ہے مگر جو اصلاح تجویز کی اگرچہ وہ تفصیلاً وہی تھی جو کمیونزم نے تجویز کی ہے لیکن اس کا نام ”اسلامی اصلاح“ رکھ دیا بعض حلقوں نے اسلامی تعلیمات کو توڑ مڑ کر ایسی شکل دینے کی کوشش کی کہ لوگ اس تحریک کو اسلامی ہی سمجھیں۔ بعض نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے صحابہؓ کے تعامل کو نظر انداز کر کے کچھ نئے معنی ان آیات اور احادیث کو دے دیئے جن سے ان کے نظریہ کی تصدیق ہوتی تھی۔

برسرِ اقتدار مسلم لیگ پارٹی نے اس پروپیگنڈا سے متاثر ہو کر زمیندارہ سسٹم کی اصلاح کے لئے پنجاب، سندھ، سرحد اور مشرقی بنگال میں کمیٹیاں مقرر کر دیں جن کی رپورٹوں پر غور کرنے کے بعد مرکزی مسلم لیگ نے ایک رپورٹ تیار کی جس پر مسلم لیگ کی مجلسِ عالمہ نے زمیندارہ اصلاح سے متعلق کچھ

اصول وضع کئے اور فیصلہ کیا کہ بڑی بڑی زمینداریاں اور جاگیر داری بہر حال جلد ختم کر دی جائے اور صوبائی حکومتوں کو توجہ دلائی کہ وضع کردہ اصولوں کو جاری کرنے کی کوشش کریں۔

جہاں تک حکومت وقت کے نمائندوں کے فیصلوں کا تعلق تھا حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کو اس پر بحث کرنے کی چنداں ضرورت نہ تھی کیونکہ آپ کا یہ قطعاً ملک تھا کہ سیاسی امور سیاسی لوگوں پر ہی چھوڑ دینے چاہئیں لیکن ایک بین الاقوامی مذہبی جماعت کے دینی راہ نما کی حیثیت سے آپ نے یہ گوارا نہ کیا کہ اسلام کے نام پر کوئی ایسی بات کہی جائے جو اسلام سے ثابت نہ ہو چنانچہ آپ نے اسی اہم مذہبی فرض کی بجا آوری کے لئے "اسلام اور ملکیت زمین" کے نام سے ایک پراثر مکتبہ کتاب سپر قلم فرمائی جو صلیح ۱۳۳۹ھ / جنوری ۱۹۵۰ء میں شائع ہوئی۔ یہ کتاب بارہ ابواب پر مشتمل تھی اور اس میں ملکیت اشیاء کے قانون، ملکیت زمین کے اصول، جاگیر داری، وسیع رقبہ اراضی کی ملکیت، لگان اور بٹائی پر زمین دینے اور حکومت کا حوام کی جائیداد پر جبراً قبضہ کرنے کے مسائل پر خالص اسلامی نقطہ نگاہ سے روشنی ڈالی۔ نیز سندھ زمیندارہ کمیٹی اور مسلم لیگ کی زمیندارہ کمیٹیوں کی بعض خامیوں پر بھی عقلی بحث کی۔ اور آخر میں کسانوں اور کاشتکاروں کی حالت زار کی اصلاح کے لئے ایسی مفید تجاویز بتائیں جن سے ملک میں راج شہرہ فرسودہ زمیندارہ نظام کی کاپاپلٹ سکتی تھی۔ ان تجاویز کا خلاصہ یہ تھا:-

۱۔ زمینداران تمام طریقوں کو استعمال کریں جن کے ذریعہ مغربی ممالک کے زمیندار آمدن پیدا کرتے ہیں مثلاً غیر ملکی کاشتکار اپنی مملوکہ جائیداد کے ہر حصہ کو ہر طریق سے آمدن پیدا کرنے میں لگاتا ہے اور اپنے فارم میں باغ لگا کر، شہد کی مکھیاں، مرغیاں اور گائے پال کر اور علاوہ غلہ کے سبزی ترکاری پیدا کر کے زمین کے چپے چپے کو اس طرح استعمال کرتا ہے کہ زمین سونا اگلے لگتی ہے۔

۲۔ حکومت دیہات میں سوتختی اور تعمیر لکڑی کے ذخائر قائم کرنے کا انتظام کرے تاکسانوں، کاشتکاروں اور زمینداروں کا کھاد ایندھن کی بجائے پیداوار بڑھانے کے کام آسکے۔

۳۔ ہمیں اپنے زمیندارہ نظام کی اصلاح کے لئے امریکہ اور روس کی بجائے (جہاں وسیع اور کھلی زمینیں پڑی ہوئی ہیں یا آبادی کے وسیع مواقع موجود ہیں) اٹلی، جنوبی انگلستان اور

وسطی جرمنی میں جانا چاہیے لیکن ہے فرانس، سپین، شام اور لبنان سے بھی اس بارہ میں ہم کو کچھ مدد مل سکے۔ جو وہ ان ملکوں کے دورہ کے لئے جائیں ان کو عملی طور پر ایسے کھیتوں میں کام کرنے کی ہدایت ہو جن کی گل زمینیں دس پندرہ ایکڑ سے زیادہ نہ ہوں۔ وہ عملی طور پر معلوم کریں کہ ان کے مالکوں کی کیا حالت ہے؟ اگر ہمارے ملک سے اچھی حالت ہے تو وہ کس ذریعہ سے بنائی جاتی ہے اور کہاں سے اس کے لئے آمد پیدا کی جاتی ہے؟

۴۔ ملکی صنعت و حرفت کو ترقی دی جائے اور اسے صرف بڑے بڑے شہروں میں محدود کرنے کی بجائے پورے ملک میں ایسے طریق پر پھیلا یا جائے کہ زمیندارہ آبادی اپنے کاموں کو چھوڑے بغیر صنعت و حرفت میں ترقی کر سکے اور اس کی دلچسپیاں اپنی زراعت کے ساتھ بھی باقی رہیں۔

۵۔ کاشت کار کو یہ بتانے کے لئے پرائیگیٹڈ اکیٹم چلائی جائے کہ مزدوری سے ہرگز نفع نہیں کی جانی چاہیے۔

۶۔ زمین کے مالک کاشت کاروں سے جو جاہلانہ اور ظالمانہ سلوک روا رکھتے ہیں اس کی روک تھام کے لئے قانون بنایا جائے۔ بیگار بند کرانے کے لئے سزائیں مقرر کی جائیں حکومت کا یہ بھی فرض ہے کہ وہ مزارعین اور زمین کے مالکوں سے مشورہ کر کے یہ قانون بھی پاس کر دے کہ ہر زمین کا مقاطعہ تین سے چھ سال تک کے لئے ہو گا۔ اس مقررہ عرصہ سے پہلے کسی مزارع کو زمین سے بے دخل نہیں کیا جاسکے گا۔

۷۔ ابتداءً جب پنجاب اور سندھ میں نہریں کھودی گئیں تو ماہرین سائنس نے قبل از وقت بتا دیا تھا کہ اتنے اتنے سالوں میں یہاں سیم شروع ہو جائے گی لیکن باوجود اس کے حکومت کی طرف سے اس کا مقابلہ کرنے کی تیاری وقت پر نہ کی گئی۔ اول تو نہریں بناتے وقت ایسی احتیاطیں اختیار کی جانی چاہئیں کہ سیم یا تو پیدا نہ ہو یا کم سے کم پیدا ہو لیکن اگر اس کے لئے بھاری اخراجات درکار ہوں تو کم سے کم معالجاتی تدابیر تو فوراً ہی شروع ہو جانی چاہئیں۔

۸۔ حکومت کو کاشت کے متعلق صحیح اور بروقت راہ نمائی کرنی چاہیے۔ تجربہ سے معلوم ہو رہا ہے کہ عام طور پر ایک ہی جگہ کا بیج استعمال کرتے رہنا فصل کو نقصان پہنچاتا ہے۔ اچھی فصلوں کے لئے ضروری ہے کہ مختلف دوسری جگہوں سے بیج منگوا کر ڈالا جائے۔ پھر اس معاملہ پر بھی

خور کیا جائے کہ کھرا اور سیم یا پانی کے بغیر کونسی اجناس پرورش پاسکتی ہیں۔ اور ہمیں وہ بیج نکالنے پڑیں گے جو کھرا اور سیم میں یا بغیر پانی کے بھی پرورش پاسکیں اور نروں کو محدود کیا جائے تاکہ ہمارا ملک دلدل بن جانے سے بچ جائے ورنہ جس رنگ میں ہمارے ملک میں سیم بڑھ رہی ہے تیس یا پینتیس سال میں اس رفتار کے ساتھ اس کی حالت ایسی خطرناک ہو جائے گی کہ ملک کے لئے خوراک مہیا کرنا بھی مشکل ہو جائے گا۔

۹۔ افتادہ زمینوں کے صحیح استعمال کی طرف توجہ دینے کی بھی ضرورت ہے۔ غیر مسلموں کی متروکہ زمین کا بھی بہت سا حصہ نکلوانے کے قابل ہے۔

۱۰۔ اگر گورنمنٹ تحقیقات کرائے تو اسے معلوم ہوگا کہ سندھ میں کئی لاکھ غیر پاکستانی زمیندارہ یا غیر زمیندارہ مزدوری کر رہا ہے۔ یہ لوگ بیکانیر، جیلیر، جو دھ پور، جے پور، کچھ اور قنل کے علاقہ سے آئے ہیں اور مقاطعہ پر زمینیں لے کر کاشت کرتے ہیں یا زمیندارہ مزدوری کرتے ہیں۔ یہ لوگ جو ادھر سے آتے ہیں بعض صورتوں میں بڑے منظم ہوتے ہیں اور بعض صورتوں میں کانگریس کے مقرر کردہ افسران کے ساتھ آتے ہیں۔ خطرہ کے وقت میں یہ لاکھوں کی آبادی ہمت ہی خطرناک ثابت ہو سکتی ہے۔ کیا وجہ ہے کہ اپنے ملک کی آبادی کے لئے گزارہ کی صورت نہ پیدا کی جائے اور غیر ملک کے لوگوں کو یہ موقع دیا جائے۔

۱۱۔ کاشت کار کی آمدن کا ایک کافی حصہ خود حکام کے پیٹوں میں جاتا ہے۔ اگر اس کو بچایا جائے تو اس سے بھی زمیندار کی حالت بہتر ہو جائے گی۔

۱۲۔ کاشت کار فخر و مباہات اور شادی بیاہ پر بہت خرچ کر دیتا ہے جس سے اسے بچنا چاہیے۔

۱۳۔ حکومت کو ایسے ذرائع سوچنے چاہئیں جن سے کاشت کاروں کو مقدمہ بازی کی لعنت سے نجات ملے صحیح طور پر عوام کی تربیت کی جائے تو مقدمات کم ہوں گے اور گورنمنٹ اور کاشتکار دونوں کا رویہ نیچے گا۔

۱۴۔ اگر تعاون باہمی کی انجمنیں بنائی جائیں اور ان کو سودی اصول کی بجائے تجارتی بنیاد پر چلایا جائے اور گورنمنٹ ایک حد تک روپے یا اجناس کی وصولی میں مدد کرے تو کاشت کار کی کئی فوری ضروریات پوری ہو سکتی ہیں اور وہ اپنے پاؤں پر کھڑا ہو سکتا ہے۔

اس کتاب میں حضور نے ایک طرف مسلم لیگی حکومت کو بھی زبردست انتباہ کیا کہ اگر اس نے غیر طبعی یا غیر شرعی تجاویز کی طرف توجہ کی تو وہ کمیونزم کے حملہ کا مقابلہ کرنے کی طاقت کھو بیٹھے گی دوسری طرف بڑے زمینداروں کو بھی توجہ دلائی کہ :-

”اسلام کی بنیاد اخوت اور رحم پر ہے۔ ان کو اپنے بھائیوں کی مشکلات کے حل کرنے میں سیاسی لیڈروں سے زیادہ کوشاں ہونا چاہیے۔ اگر وہ غریب زمیندار کی مدد خود خوشی سے کریں گے اور ایسے قوانین کے بنانے میں حکومت کا ہاتھ بٹائیں گے جن سے ظلم دور ہو جائے اور ان کا غریب بھائی آرام سے زندگی بسر کرے تو یہ بات دین اور دنیا دونوں میں ان کے لئے عزت اور آرام کا موجب ہوگی اور وہ اپنے پیدا کرنے والے کے سامنے مخرخر جاسکیں گے ورنہ وہ سمجھ لیں کہ اگر حکومت اسلامی احکام کے ادب سے کوئی جاہلانہ قانون نہ بھی بنائے تو بھی خدائی عذاب سے ان کو دوچار ہونا پڑے گا اور کوئی چیز بھی ان کو نہ بچا سکے گی“

حضرت مصلح موعودؑ کی اس معرکہ الآراء تصنیف کی بھاری خصوصیت یہ تھی کہ اس میں آپ نے مسلمانان عالم کو اس حقیقت کی طرف متوجہ کر کے اتمام حجت کر دی کہ :-

”اس وقت کمیونزم کا خوف دنیا پر طاری ہو رہا ہے میں دیکھتا ہوں کہ وہ بڑی بڑی حکومتیں بھی جو اس وقت کمیونزم کا مقابلہ کرنے کا دعویٰ کر رہی ہیں ان کے دل اندر سے کھوکھلے ہو رہے ہیں۔ اردو زبان کا یہ مشہور مقولہ ہے کہ زبانِ خلق کو تقارہ خدا سمجھو یعنی جب دنیا میں لوگ کثرت سے ایک آواز اٹھانے لگتے ہیں تو قلوب مرعوب ہو جاتے ہیں اور وہ سمجھتے ہیں کہ یہ الٰہی فیصلہ ہے اور اسی طرح ہو کر رہے گا حالانکہ وہ آواز محض ایک رو ہوتی ہے جیسے بہاؤ کی طرف پانی بہتا ہے لیکن ہمیشہ بہاؤ کی طرف پانی بہنے دینا کوئی عقلمندی نہیں ہوتی جن لوگوں نے یہ کہا کہ پانی بہاؤ کی طرف بہا کرتا ہے ان کے ملک اُجڑتے رہے لیکن جنہوں نے یہ کہا کہ بے شک پانی بہاؤ کی طرف بہتا ہے۔ لیکن بہاؤ کا بنانا بھی خدا تعالیٰ نے انسان کے اختیار میں رکھا ہے آہم نئے بہاؤ بنائیں انہوں نے نہریں بنائیں اور نالے بنائے اور ویران ملکوں کو آباد کر دیا پس کوئی شخص میری بات سنے یا نہ سنے میں یہ صاف کہہ دینا چاہتا ہوں کہ ہمیں کمیونزم کے خوف کی وجہ سے کوئی بات نہیں کہنی چاہیے۔ اگر

کیونرم اچھی چیز ہے تو اس سے خوف کے کوئی معنی نہیں ہمیں شوق سے اس کو قبول کرنا چاہیے اور اس کے خلاف سب باتوں کو چھوڑ دینا چاہیے خواہ مذہب کے نام پر کسی جاتی ہوں یا کسی اور نام پر۔ جو بات ٹھیک ہے وہ بہر حال ٹھیک ہے لیکن اگر کیونرم غلط ہے تو پھر محض اس وجہ سے کہ وہ ایک ایسی تسلیم پیش کر رہی ہے جس کی وجہ سے عوام الناس اس کی طرف بھاگے جا رہے ہیں ہمارا اس کو قبول کر لینا خود کشی کے مترادف ہوگا اور ہمیں بہادروں کی صف میں نہیں بلکہ بزدلوں کی صف میں کھر کرے گا۔ ۱

مجلس مشاورت ۱۳۲۹ھ کا انعقاد | اس سال جماعت احمدیہ کی اکتیسویں مجلس مشاورت
مورخہ ۷، ۸، ۹، شہادت کو منعقد ہوئی جس میں
۶۱۹۵۔

علاوہ دیگر اہم فیصلوں کے ۱۷۶۵۲۲۱ روپے کا بجٹ آمد و خرچ منظور کیا گیا مشاورت کا انتظام نصرت گرنڈ ہائی سکول کے صحن میں کیا گیا۔ کل ۷۷ نمائندگان نے شرکت کی جن میں مغربی افریقہ، مشرقی افریقہ، امریکہ، سپین، شام، مصر اور ہالینڈ وغیرہ کی احمدی جماعتوں کے ۱۳ نمائندے بھی تھے۔ ۲

ہجرت کے بعد سے اب تک نمائندگان مشاورت زمین پر ہی بیٹھتے تھے اور ان کے لئے کرسیوں کا کوئی انتظام نہ ہوتا تھا مگر اس دفعہ حضور نے کارکنوں کو اول نمبر پر یہ ہدایت فرمائی کہ:-

”وہ مجلس شوریٰ کی اہمیت کو مد نظر رکھتے ہوئے آئندہ اس کے لئے سامان جمع کریں۔ ہماری جماعت اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہمیشہ رہے گی اور مجلس شوریٰ بھی ہمیشہ ہوتی رہے گی بلکہ یہ زیادہ سے زیادہ منظم ہوتی چلی جائے گی اس لئے ضروری ہے کہ نمائندگان اور زائرین کے بیٹھنے کے لئے مناسب انتظام کیا جائے“ ۳

اس ضمن میں حضور نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ مجلس میں ہر ضلع کے نمائندوں کو اکٹھا بٹھایا جائے زائرین کو بھی الگ ایک ترتیب سے بٹھانے کا انتظام کیا جائے اور خدام الاحمدیہ کی طرح شوریٰ کے کارکن بھی مشاورت کے دوران بیچ لگائیں تاکہ نمائندگان سے ان کا امتیاز ہو سکے قبل ازیں تحریک جدید

۱۔ ”اسلام اور ملکیت زمین“ ص ۲۰۲، ص ۲۰۳ (اس کتاب کا ۱۳۲۰ھ میں سندھی ایڈیشن بھی چھپ گیا)
۲۔ رپورٹ مجلس مشاورت ۱۳۲۹ھ ص ۲۱۱ و الفصل ۱۱ شہادت ۱۳۲۹ھ ص ۳۰۳ سے رپورٹ ص ۶

حضورؐ نے یہ بیاد دی نکتہ ذہن نشین کرانے کے بعد بڑے مؤثر پیرایہ میں تحریک فرمائی کہ احمدیوں کو ملکی قانون کے تحت فوجی ٹریننگ کے ہر ممکن موقع سے کما حقہ فائدہ اٹھانا چاہیے اور کچھ لینا چاہیے کہ جہاد اور جنگ کی تیاری تو چندہ سے بہت زیادہ اہم ہے۔ جیسے نماز فرض ہے اسی طرح دین کی خاطر ضرورت پیش آنے پر لڑائی کرنا بھی فرض ہے۔ چنانچہ فرمایا:-

"جن امور کو اسلام نے ایمان کا اہم ترین حصہ قرار دیا ہے ان میں سے ایک جہاد بھی ہے بلکہ یہاں تک فرمایا ہے کہ جو شخص جہاد کے موقع پر بیٹھ دکھاتا ہے وہ جہنمی ہو جاتا ہے اور جہاد میں کوئی شخص حصہ ہی کس طرح لے سکتا ہے جب تک وہ فوجی فنون کو سیکھنے کے لئے نہیں جاتا کشمیر کی جنگ کا شروع ہونا تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک اہم موقع تھا جس سے ہماری جماعت بہت کچھ فائدہ اٹھا سکتی تھی بلکہ اب بھی اٹھا سکتی ہے لیکن اگر کشمیر کی جنگ نہ ہوتی تب بھی ہماری جماعت کا فرض تھا کہ وہ فوجی فنون کو سیکھنے کے لئے اپنے نوجوانوں کو پیش کرتی تاکہ اگر براہ راست پاکستان پر ہی حملہ ہو جاتا تو وہ اپنی قوم اور اپنے ملک کی حفاظت کا کام سرانجام دے سکتی۔ ظاہر ہے کہ جو نوگ فوجی خدمت سے جی چڑاتے ہیں اس وجہ سے جی چڑاتے ہیں کہ ان کی اس کام سے جان نکلتی ہے حالانکہ دنیا میں جب بھی کوئی قیمتی چیز کسی کو ملے گی لوگ اسے اس سے چھیننے کی کوشش کریں گے حضرت عیسیٰ علیہ السلام ساری عمر یہ کہتے رہے کہ اگر کوئی شخص تمہارے ایک گال پر تھپڑ مارے تو تم اپنا دوسرا گال بھی اس کی طرف پھیر دو لیکن دشمنوں نے اس شخص کی قوم پر بھی تلوار چلائی اور خود حفاظتی پر مجبور کر دیا۔ اسلام کتنا صلح کن مذہب ہے مگر مسلمانوں کو حکومت ملی تو ان کے ملک کو تباہ کرنے کے لئے چاروں طرف سے دشمن گود پڑے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں بنی نوع انسان کی محبت اس قدر استوار تھی کہ گولڑائی میں سب سے زیادہ ہمدرد آپ سمجھے جاتے تھے مگر آپ دشمن کو اپنے ہاتھ سے مارتے نہیں تھے صرف لوگوں کو ہدایتیں دیتے تھے کہ اس طرح لڑائی کرو گویا آپ کا دل نہیں چاہتا تھا کہ لڑائی کریں لیکن چونکہ دشمن نے آپ کو لڑنے پر مجبور کر دیا اس لئے آپ کو بھی اس کے مقابلہ میں نکلنا پڑا۔ صرف ایک دفعہ ایک دشمن نے اصرار کیا کہ آپ اس سے لڑائی کریں اور آپ اس کے مجبور کرنے پر اس کے مقابلہ کے لئے تیار ہو گئے مگر بعض دفعہ ایمان کے ساتھ محبت مل کر ایک عجیب مضحکہ خیز مثال پیدا کر دیتی ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی

بہادری اور جرأت کا حال سب کو معلوم تھا مگر ایک لڑائی میں جب کفار کا ایک جنرل مقابلہ کے لئے نکلا اور اس نے چیلنج کیا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے مقابلہ کے لئے نکلیں تو صحابہؓ آپ کے گرد اکٹھے ہو گئے کہ آپ کی حفاظت کریں حالانکہ آپ ان سے زیادہ بہادر تھے چنانچہ آپ نے فرمایا راستہ چھوڑ دو اور اسے آنے دو۔ جب وہ آگے بڑھا اور اس نے حملہ کر دیا تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے وار کو روک کر اپنا نیزہ لمبا کر کے محض اس کے جسم کو چھوا اور وہ اسی وقت واپس لوٹ گیا۔ لوگوں نے اس سے کہا کہ تم تو اتنے بہادر تھے مگر آج تم نے کیا کیا کہ نیزہ ادھر تمہارے جسم سے چھوا اور ادھر تم واپس لوٹ آئے۔ اس نے کہا تمہیں حقیقت نہیں معلوم تمہیں یہی نظر آ رہا ہے کہ وہ نیزہ میرے جسم سے چھوا ہے تم مجھ سے پوچھو جس کے نیزہ لگا ہے مجھے تو یوں معلوم ہوتا ہے کہ دنیا جہان کی ساری آگ میرے جسم میں بھری گئی ہے۔ یہ ایک معجزہ تھا جو اللہ تعالیٰ نے ظاہر فرمایا۔ مگر بہر حال اس سے ظاہر ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم لڑائی سے نفرت کرتے تھے لیکن اس کے باوجود آپ کو لڑنا پڑا۔ پس یہ خیال کرنا کہ ہم محبت اور پیار سے تبلیغ کرنے والے ہیں ہمارے ساتھ کسی نے کیا لڑنا ہے یا یہ کہ ہمارا ملک صلح پسند ہے اس پر کسی نے کیا حملہ کرنا ہے محض جہالت ہے اور ہمارا فرض ہے کہ ہم ہر وقت اپنے آپ کو تیار رکھیں اور فوجی ٹریننگ حاصل کریں تا وقت پر اپنے ملک کی حفاظت کر سکیں۔ پس جماعت کو اب یہ فیصلہ کر کے یہاں سے جانا چاہیے کہ وہ اپنے سارے نوجوانوں کو نکال کر فوجی ٹریننگ کے لئے بھجوائے گی۔۔۔ تاکہ جب کبھی جہاد کا موقع آئے یا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کے مطابق کہ "مَنْ قَاتَلَ دُونَ مَالِهِ وَدِينِهِ فَهُوَ شَهِيدٌ" ہمیں اپنے ملک، اپنے اموال اور اپنی عزتوں کی حفاظت کے لئے قربانی کرنی پڑے تو ہم اس میدان میں بھی سب سے بہتر نمونہ دکھانے والے ہوں اور ہر مسلمان ہمیں یہ نہ کہہ سکیں کہ یہ مولوی ملک کی حفاظت کے وقت کچھ ثابت ہوئے اور یہ کوئی بڑی بات نہیں۔ کافر بھی بڑی بڑی قربانیاں کیا کرتے ہیں۔ تاریخوں میں لکھا ہے کہ ایک لڑائی کے موقع پر مسلمانوں کی طرف سے ایک شخص کفار پر حملہ آور ہوا اور اس نے ایسی بے جگری کے ساتھ لڑائی کی اور اس طرح کفار کو تہ تیغ کرنا شروع کیا کہ مسلمان اس کو دیکھ دیکھ کر بے اختیار کہتے کہ خدا اس شخص کو جزائے خیر دے یہ اسلام کی کتنی بڑی خدمت سر انجام دے رہا ہے مگر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر کسی نے اس دنیا کے پردہ پر کوئی دوزخی دیکھنا ہو تو وہ اس شخص کو دیکھ لے۔ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات فرمائی تو صحابہؓ سخت

حیران ہوئے کہ اتنی بڑی قربانی کرنے والے اور آگے بڑھ کر حملہ کرنے والے کے متعلق رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کس طرح فرما دیا کہ اگر کسی نے اس دنیا کے پردہ پر کوئی دوزخی دیکھا ہو تو وہ اسے دیکھ لے۔ ایک صحابی کہتے ہیں میں نے کئی لوگوں کو اس قسم کی باتیں کرتے سنا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کیا فرمایا اور میں نے سمجھا کہ ممکن ہے اس سے بعض لوگوں کو ٹھوکر لگے چنانچہ میں نے قسم کھائی کہ میں اس شخص کا پیچھا نہیں چھوڑوں گا جب تک میں اس کا انجام نہ دیکھ لوں۔ چنانچہ وہ کہتے ہیں میں اس کے ساتھ ساتھ رہا یہاں تک کہ وہ لڑتے لڑتے زخمی ہو ا اور اسے لوگوں نے اٹھا کر ایک طرف لٹا دیا۔ وہ درد کی شدت کی وجہ سے کراہتا تھا اور چیخیں مارتا تھا صحابہؓ اس کے پاس پہنچے اور کہتے کہ "اَبَشْرُ بِالْجَنَّةِ" تجھے جنت کی خوشخبری ہو۔ اس پر وہ انہیں جواب میں کہتا "اَبَشْرُ وَاِنَّ بِالنَّارِ" مجھے جنت کی نہیں دوزخ کی خبر دو۔ اور پھر اُس نے بتایا کہ میں آج اسلام کی خاطر نہیں لڑا بلکہ اسلئے لڑا تھا کہ میرا ان لوگوں کے ساتھ کوئی پرانا بغض تھا۔ آخر وہ صحابیؓ کہتے ہیں اس نے زمین میں اپنا نیزہ گاڑا اور ریٹ کا دباؤ ڈال کر خودکشی کر لی۔ جب وہ مر گیا تو وہ صحابیؓ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں پہنچے تو انہوں نے بلند آواز سے کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ ایک ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔ آپ نے بھی جواب میں فرمایا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ ایک ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ میں اس کا رسول ہوں۔ پھر آپ نے فرمایا تم نے یہ بات کیوں کہی ہے۔ اس نے کہا یا رسول اللہ آپ نے فلاں شخص کے متعلق یہ بات کہی تھی اس پر بعض صحابہؓ کے دل میں شبہ پیدا ہوا کہ اتنے بڑے نیک انسان کے متعلق رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کیا کہہ دیا ہے مگر میں نے کہا خدا کے رسول کی بات جھوٹی نہیں ہو سکتی اور میں نے قسم کھائی کہ میں اسے چھوڑوں گا نہیں جب تک میں اس کا انجام نہ دیکھ لوں۔ چنانچہ میں اس کے ساتھ رہا اور آخر وہ خودکشی کر کے مر گیا۔ تو بے دین لوگ بھی ملک کی خاطر اور حمیت کی خاطر اور جاہلیت کی خاطر بڑی بڑی قربانیاں کیا کرتے ہیں۔ پس جان اتنی قیمتی چیز نہیں کہ اسے اس طرح سلجھال سنبھال کر رکھا جائے لیکن جب سینکڑوں سال کی غلامی کے بعد کسی کو آزادی ملے اور سینکڑوں سال کے بعد کسی کو اس بات کے آثار نظر آنے لگیں کہ خدا تعالیٰ پھر اسلام کی سر بلندی کے مواقع ہم پہنچا رہا ہے تو اس وقت بھی اپنے حالات میں تغیر پیدا نہ کرنا اور غلامی کے احساسات کو قائم رکھنا بڑی

خطرناک بات ہے۔ ہم تو انگریزوں کے زمانہ میں بھی یہ کہا کرتے تھے کہ غلامی اور چیز ہے اور اطاعت اور چیز جب گاندھی کتا کہ ہم کب تک انگریزوں کے غلام رہیں گے تو میں ہمیشہ اس کے جواب میں یہ کہا کرتا تھا کہ میں تو انگریزوں کا غلام نہیں میری نمبر خدا تعالیٰ کے فضل سے اب بھی آزاد ہے اور اگر مجھے جائز رنگ میں ان کا مقابلہ کرنا پڑے تو میں ان کا مقابلہ کرنے کے لئے ہر وقت تیار ہوں۔ فرض غلامی کے غلط اور گندے احساسات اس وقت بھی خدا تعالیٰ کے فضل سے میرے اندر نہیں تھے لیکن دوسرے لوگ اگر ان ہی احساسات کو اب بھی لئے چلے جائیں اور یہ نہ سمجھیں کہ آئندہ ان پر کیا ذمہ داری آنے والی ہے تو یہ بالکل تباہی والی بات ہوگی۔ بہر حال جماعت کو یہ اچھی طرح سمجھ لینا چاہیے کہ اب ان باتوں کو قطعی طور پر برواشت نہیں کیا جاسکتا۔

نیز فرمایا:-

”تمہیں سمجھ لینا چاہیے کہ اب تمہاری وطنی حکومت ہے اور وطنی حکومت اور غیر حکومت میں بڑا بھاری فرق ہوتا ہے۔ ہمارے اصول کے مطابق تو غیر حکومت جو امن دے رہی ہو اس کی مدد کرنا بھی ضروری ہوتا ہے اور وطنی حکومت کی مدد کرنا تو اس حدیث کے ماتحت آتا ہے کہ ”مَنْ قَتَلَ دُونَ مَالِهِ وَعَرَضِهِ فَهُوَ شَهِيدٌ“ جو شخص اپنے مال اور اپنی عزت کا بچاؤ کرتے ہوئے مارا جائے وہ شہید ہوتا ہے۔ یہ شہادت چاہے اتنی شاندار نہ ہو جتنی دینی جہاد میں جان دینے والے کی شہادت ہوتی ہے لیکن بہر حال یہ ایک رنگ کی شہادت ضرور ہے اور انسان جتنا بھی ثواب حاصل کر سکے اس کے ثواب حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔“

”ایک کرنل نے سنایا کہ کشمیر میں ایک بڑا سخت مورچہ تھا، ہمارا جہ کشمیر کا اس کے متعلق یہ اعلان تھا کہ یہ مورچہ چھ مہینے تک فتح نہیں ہو سکتا۔ یہ ان کی ایک غماندانی جگہ تھی جسے انہوں نے بڑا مضبوط بنایا ہوا تھا۔ اس نے بتایا کہ ہمیں حکم ہوا کہ پٹھانوں کو آگے بھجوا۔ اس وقت کابل کی طرف سے پانڈے آئے ہوئے تھے فوجی افسر نے انہیں اپنے ساتھ لیا اور نقشوں سے بتانا شروع کیا کہ فلاں جگہ سے رستہ گذرتا ہے فلاں جگہ نالہ ہے، فلاں رستہ بڑا خطرناک ہے کیونکہ وہاں دشمن نے مائنز بچھائی ہوئی ہیں پہلے اس طرف سے جانا پھر پہاڑی کے اس طرف چلے جانا پھر اس نالے کو عبور کرنا۔ وہ گھبرائیں کہ یہ اپنی بات کو ختم کیوں نہیں کرنا اور یہ بتاتا کیوں نہیں کہ ہم نے گرنا کیا ہے۔ جب وہ بات کر چکا تو انہوں نے

کہا کہ تم صرف اتنا بتاؤ کہ ہم نے کرنا کیا ہے؟ اس نے کہا فلاں قلعہ پر قبضہ کرنا ہے۔ انہوں نے کہا بس اتنی بات تھی تم نے خواہ مخواہ ہمارا اتنا وقت ضائع کیا۔ اس کے بعد وہ سیدھے اس قلعہ کی طرف چل پڑے، پندرہ بیس گز گئے تھے کہ دشمن کو عظم ہو گیا اور اس نے فائرنگ شروع کر دی۔ ان کے چالیس پچاس آدمی وہیں ڈھیر ہو گئے۔ اس پر انہوں نے ان لاشوں کی اوٹ میں آگے بڑھنا شروع کر دیا پھر کچھ مرے تو انہوں نے ان کی لاشوں کو آگے رکھ لیا اس طرح وہ اپنی لاشوں کو پناہ بناتے ہوئے ہی آگے بڑھتے چلے گئے اور جس قلعہ کے متعلق یہ کہا جاتا تھا کہ وہ چھ مہینے تک فتح نہیں ہو سکتا اس قلعہ پر شام کے وقت ہمارا جھنڈا لہرا رہا تھا۔ اس کرنل نے بتایا کہ وہ اتنی دلیری سے آگے بڑھے کہ ہمیں دیکھ کر حیرت آتی تھی ہم ان سے کہتے کہ دشمن سے چھپو اور وہ ناچنے لگ جاتے اور کہتے کہ ہم تو حملہ سے پہلے ناچا کرتے ہیں۔ یہ دنیوی چیزیں ہیں جو ایمان کے نہ ہوتے ہوئے بھی مختلف قوموں میں پائی جاتی ہیں۔ اگر یہ سبھی چیزیں ہی ہمارے اندر نہیں پائی جاتیں تو اگلی خوبیاں ہم میں کہاں ہو سکتی ہیں حقیقت یہ ہے کہ دنیا دار لوگ جتنی قربانیاں کرتے ہیں وہ ایک چھوٹا پیمانہ ہوتا ہے جس کو دیکھتے ہوئے مومن اپنی آئندہ ترقی کی عمارت تیار کرتا ہے۔ اگر نئی عمارت بنانے کی بجائے ہم اس پیمانہ کی قربانیاں بھی نہ کریں جس پیمانہ کی قربانیاں عام دنیا دار لوگ کیا کرتے ہیں تو ہم سے زیادہ اپنے دعووں میں جھوٹا اور کون ہو سکتا ہے۔ پس آپ لوگ اچھی طرح سمجھ لیں کہ اب بیخفیت زیادہ دیر تک برداشت نہیں کی جاسکتی۔ دنیا میں کبھی بھی مذہب نے قربانی کے رستوں کے بغیر ترقی نہیں کی۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ صاف طور پر فرماتا ہے کہ کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ تم کو وہ تکلیفیں نہیں پہنچیں گی جو پہلے لوگوں کو پہنچی ہیں۔ اگر تم ایسا خیال کرتے ہو تو یہ تمہاری غلطی ہے۔ اب دو ہی باتیں ہو سکتی ہیں یا تو تم یہ سمجھو کہ قرآن لَعُوذُ بِاللّٰهِ جھوٹا ہے اس نے یوں ہی ایک گپ ہانک دی ہے اور یا تم یہ سمجھو کہ احمدیت جھوٹی ہے اس نے ترقی ہی نہیں کرنی پھر اس کے لئے جان کی قربانی کی کیا ضرورت ہے۔ اور اگر قرآن نے جو کچھ کہا وہ سچ ہے اور اگر احمدیت بھی سچی ہے تو لازماً اپنے ملک کی عزت کی حفاظت کے لئے اس وقت جو موقع پیدا ہوا ہے اس میں تمہیں حصہ لینا پڑے گا کیونکہ یہ تغیر اللہ تعالیٰ نے اسلام کی ترقی کے لئے پیدا کیا ہے ہم نہیں جانتے کہ اسلام کی آئندہ ترقی کے لئے زیادہ قربانیاں ہم کو ہندوستان میں دینی ہوں گی یا افریقہ میں لیکن فرض کرو افریقہ میں پیش آتی ہیں تو وہاں کے احمدی ہمارا نمونہ دیکھیں گے اگر ہم اس وقت اپنی جانوں کو قربان کرنے

کے لئے آگے بڑھیں گے تو ہم ان سے کہہ سکیں گے کہ پاکستان میں ہم کو دینی جہاد کا موقع تو نہیں ملا لیکن ہماری ذمہ داری حکومت پر یا ہمارے ملک اور ہماری قوم پر جب حملہ ہوا تو ہم نے اس کی حفاظت کے لئے اپنی جانوں کو قربان کر دیا ہے۔ بیخود ہے جس سے وہ سبق سیکھیں گے اور اپنی جانوں کو قربان کرنے کے لئے آگے بڑھیں گے۔ ۱۰

تبلیغ اسلام کیلئے جدید لٹریچر تیار کر کے تحریک | چونکہ دنیا کے مختلف ملکوں اور قوموں میں تحریک احمدیت کا اثر و نفوذ تیزی سے بڑھ رہا تھا اس لئے حضرت امیر المؤمنین المصلح الموعود خلیفۃ المسیح الثانی نے اس مجلس شوریٰ میں نئی ضروریات اور حالات کو مد نظر رکھتے ہوئے جدید لٹریچر تیار کرنے کے لئے ایک مفصل سکیم جماعت کے سامنے رکھی جو یہ تھی۔ فرمایا:-

”ہمارا سلسلہ اس وقت مختلف ممالک میں پھیل رہا ہے اور لوگ ہم سے لٹریچر کا مطالبہ کرتے ہیں مگر ہمارے پاس کوئی لٹریچر ایسا نہیں ہوتا جو ان کی ضروریات کو پورا کرنے والا ہو۔ ابتدائی زمانہ میں احمدیت صرف ہندوستان میں محدود تھی اور یہاں زیادہ تر ان مسائل کا پرچا تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ ہیں یا نہیں، دجال کسے کہتے ہیں، یا جوج ماجوج سے کیا مراد ہے، آئیو الے مسیح اور مہدی کی علامات کیا ہیں، جہاد کا کیا مسئلہ ہے۔ یہ اور اسی قسم کے دوسرے مسائل پر جماعت نے لٹریچر شائع کیا۔ اس کے بعد احمدیت انگلستان میں پھیلی تو عیسائیوں کے مخصوص مسائل کو مد نظر رکھتے ہوئے انگریزی لٹریچر شائع کیا گیا لیکن اب ہماری جماعت ایسے ملکوں میں پھیل رہی ہے جن میں اردو تو نہیں بولی جاتی لیکن وہاں مسائل وہی ہیں جو ابتدائی زمانہ احمدیت میں ہمیں پیش آئے یعنی دجال سے کیا مراد ہے، مسیح نامہ نے آنا ہے یا نہیں، جہاد کی کیا حقیقت ہے، مسیح اور مہدی کی پیشگوئیوں کس طرح پوری ہوئی ہیں۔ ایسٹ افریقہ، ویسٹ افریقہ، انڈونیشیا، مارشس، ڈیٹا سکر اور عرب ممالک میں یہی مسائل پوچھے جاتے ہیں۔ اور جب وہ ہم سے کہتے ہیں کہ لاؤ اپنا لٹریچر تو ہم ان کے سامنے اپنا لٹریچر پیش کر دیتے ہیں جن میں ان مسائل کا تفصیلی طور پر کوئی ذکر نہیں ہوتا۔ پس جہاں ہمیں جدید لٹریچر کی ضرورت ہے وہاں ہم نے اپنے پرانے لٹریچر کو کہیں عربی زبان میں بدلنا ہے، کہیں

انڈونیشین میں بدلنا ہے، کہیں افریقن میں بدلنا ہے اور اس کے لئے بڑی بھاری جہد و جدوجہد اور کوشش کی ضرورت ہے۔ یہ ایک بہت بڑا علمی کام ہے جو ہماری جماعت نے سرانجام دینا ہے۔

”اگر تم صحیح معنوں میں کام کرنا چاہتے ہو تو پہلے تم فیصلہ کرو کہ تم نے کرنا کیا ہے؟ اور جماعت کو اس وقت کن مسائل پر قلم اٹھانے کی ضرورت ہے مگر یہ تو کبھی فیصلہ ہی نہیں ہوتا اور جو جی میں آجائے اس کے متعلق اشتہار ہو جاتا ہے میں سمجھتا ہوں کہ یہ ایک بہت بڑا نقص ہے جس کا ازالہ ہونا چاہیے اور میں صدر انجمن احمدیہ کو ہدایت کرتا ہوں کہ وہ فوراً اس غرض کے لئے ایک کمیٹی مقرر کرے اس کمیٹی کے نصف ممبر تحریک جدید کے ہوں اور نصف ممبر صدر انجمن احمدیہ کے ہوں، اس کمیٹی کا یہ فرض ہوگا کہ وہ اپنے کام کی ہفتہ وار رپورٹ میرے سامنے پیش کرے۔ اس کمیٹی کا یہ کام ہوگا کہ وہ سلسلہ احمدیہ کا قدیم اور جدید لٹریچر شائع کرنے کے لئے ایک مفصل سکیم تیار کرے جو میرے سامنے پیش کی جائے اور پھر منظور شدہ لائنوں پر جماعت کے لئے لٹریچر مہیا کرے۔ اس غرض کے لئے کمیٹی کا سب سے پہلا کام یہ ہوگا کہ وہ تمام ممالک کی ایک لسٹ تیار کرے اور پھر ان زبانوں کی ایک لسٹ تیار کرے جو ان ممالک میں بولی جاتی ہیں۔ اور پھر یہ جائزہ لے کہ ہر ملک کے لوگوں کے لئے کس قسم کے لٹریچر کی ضرورت ہے اور کون کون سے مسائل مخصوص ہیں جن کے لئے وہ لوگ ہم سے لٹریچر کا مطالبہ کر سکتے ہیں یا جن مسائل میں ہمارے لئے ضروری ہے کہ ہم ان کی راہنمائی کریں۔ اس طرح یہ بھی غور کیا جاوے کہ اس وقت ہندوستان اور پاکستان کے لوگ کن کن مسائل کو زیر بحث لاتے ہیں اور پھر یہ بھی دیکھا جائے کہ آیا اس مقصد کے لئے ہمارے پاس کوئی سابق لٹریچر موجود ہے یا نہیں، اگر ہے تو کون کون سا ہے پھر اس امر پر بھی غور ہونا چاہیے کہ ہمارے پہلے لٹریچر میں کون کون سے مسائل پر زیادہ تفصیلی مواد موجود ہے جس کا خلاصہ شائع کرنے کی ضرورت ہے اور کن مسائل پر ہمارے پاس کم مواد ہے جن پر تفصیل سے لکھنے کی ضرورت ہے۔ تمام امور پر غور کرنے کے بعد عملی کام شروع کیا جائے اور نہ صرف جماعت کو بلکہ غیر ممالک کے لوگوں کو بھی ان کی زبانوں میں لٹریچر مہیا کیا جائے۔“

حضرت امیر المومنین | حضرت مصلح موعود کا سفر کوئٹہ و سندھ اور بعض خاص علمی تقریبات | المصلح الموعود نے اس

اور لٹری کے اعلیٰ افسر بھی شامل تھے۔

حضورؐ نے اپنے خطاب میں درج ذیل دو سوالات کے نہایت شرح و بسط سے جواب دیئے:-

۱۔ احمدی مسلمان دوسروں کے ساتھ نمازیں کیوں نہیں پڑھتے؟

۲۔ احمدیت مسلمانوں کے لئے کیا مستقبل پیش کرتی ہے؟

جہاں تک پہلے سوال کا تعلق ہے حضور نے مذہبی، عقلی، واقعاتی اور عملی پہلوؤں کے اعتبار سے

اس کے مدلل اور عارفانہ جواب دئے۔

چنانچہ حضور نے فرمایا یہ سوال اپنے اندر کئی پہلو رکھتا ہے جن میں سے ایک اس کا مذہبی پہلو ہے ہمارا بانی سلسلہ احمدیہ کے متعلق یہ عقیدہ ہے کہ وہ ان پش گوئیوں کے مطابق دنیا میں مبعوث ہوئے ہیں جو مسیح و مہدی کی آمد کے متعلق اسلام میں پائی جاتی تھیں۔ یہ سوال الگ ہے کہ ان کا دعویٰ صحیح تھا یا غلط بہر حال جب ہم انہیں مسیح و مہدی تسلیم کرتے ہیں تو لازماً ہم سے انہی باتوں کی امید کی جائے گی جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آنے والے کے متعلق بیان فرمائی ہیں۔ اور جب ہم احادیث کو دیکھتے ہیں تو ان میں ہمیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نظر آتا ہے کہ كَيْفَ اَنْتُمْ اِذَا شَزَلْ فِيكُمْ ابْنُ مَرْيَمَ وَرَا مَا مَكْتُمُ مِنْكُمْ تَمَّ اس وقت کیسے اچھے حال میں ہو گے جب مسیح تم میں نازل ہوگا اور اس وقت تمہیں نمازیں پڑھانے والا تم ہی میں سے ہوگا۔ دوسری روایت میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ وَ اَمَّا كُمْ وَمِنْكُمْ تَبَارَىٰ نَمَازِی نَمَازِی اَمَامَتِ الْیَسَا شَخْصِ كَرَسِی كَا جَوْتَمِی مِی سَی هُو كَا۔ اب اس کے دو ہی معنی ہو سکتے ہیں ایک یہ کہ مسلمانوں کو اس وقت مسلمان ہی نماز پڑھایا کریں گے اور دوسرے یہ کہ مسیح کی جماعت کو مسیح کے پیرو ہی نمازیں پڑھایا کریں گے۔ پہلے معنی ایسے ہیں جو یہاں چسپاں نہیں ہو سکتے ہیں کیونکہ یہ کہنا کہ مسلمانوں کو مسلمان ہی نمازیں پڑھایا کریں گے اس کے یہ معنی ہیں کہ گویا پہلے عیسائی اور یہودی اور زرتشتی بھی ان کے امام ہو کر کرتے تھے مگر مسیح کے آنے کے بعد صرف مسلمان ہی نمازیں پڑھایا کریں گے پس یہ معنی تو بالبد اہت باطل ہیں لازماً اس کے دوسرے معنی ہی ہو سکتے ہیں کہ مسیح کو ماننے والوں کا امام انہی میں سے ہوگا۔ پس یہ تو سوال ہو سکتا ہے کہ حضرت مرزا صاحب مسیح موعود ہیں یا نہیں۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ اگر وہ مسیح موعود ہیں تو ان کی جماعت دوسروں کے پیچھے نماز کیوں نہیں پڑھتی یا پھر یہ بحث ہو سکتی ہے کہ یہ حدیث غلط ہے یا یہ کہ اس کا کچھ اور مطلب ہے مگر نماز کا مطالبہ نہیں ہو سکتا کیونکہ اس کا مطلب تو یہ ہوگا کہ تم

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بات کیوں مانتے ہو۔ دوم، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ امام وہ ہو جو اتقی ہو۔ اس حکم کی موجودگی میں بھی یہ مطالبہ خلافتِ عقل ہے کیونکہ جماعتِ احمدیہ کا یہ عقیدہ ہے کہ وہ خدا تعالیٰ کے ایک مامور پر ایمان رکھتی ہے اور جب اس کا یہ عقیدہ ہے تو لازمی طور پر اسے یہ بھی ماننا پڑے گا کہ وہ دوسروں سے تقویٰ میں، طہارت میں اور پاکیزگی میں افضل ہے اور جب جماعتِ احمدیہ کے لوگ دوسروں سے اتقی ہوئے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ امام وہ ہونا چاہیے جو اتقی ہو تو یہ کس طرح مطالبہ کیا جاسکتا ہے کہ اتقی شخص دوسروں کے پیچھے نماز پڑھے۔ آخر وہ اپنے عقیدہ کے مطابق مسیح و مہدی پر ایمان رکھتے ہیں۔ کیا مسیح و مہدی کو ماننے والے کا اتنا بھی حق نہیں کہ وہ اپنے آپ کو اتقی سمجھے؟

حضور نے فرمایا:-

”اس مسئلہ کا ایک عقلی پہلو بھی ہے اور وہ یہ ہے کہ اُلف :- ہر مامور کو ماننے والے ابتداء میں تھوڑے ہوتے ہیں، تھوڑے ماننے والے کثرت سے ملیں تو اپنا جوہر کھو بیٹھتے ہیں۔ پس ان کے لئے ضروری ہوتا ہے کہ وہ دوسروں سے الگ رہیں۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم نے حکم دیا ہے کہ كُونُوا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ تم ہمیشہ سچوں کے ساتھ بیٹھا کرو کیونکہ انسان اپنے ہم جلسوں کے اخلاق اور اس کی عادات کو اختیار کر لیتا ہے۔

ب :- پھر مامور کا سوال بھی جانے دو کم از کم اتنا تو ہر ایک شخص تسلیم کرتا ہے کہ احمدی جماعتِ نبیؐ میں تبلیغ کرتی ہے اور اس میں وہ دوسروں سے ہزاروں گنے زیادہ ہے اگر وہ دوسروں میں جذب ہو جائے تو یہ خدمتِ اسلام ختم ہو جائے گی اور جس طرح اور لوگ اپنی طاقتوں اور اپنے روپیہ کو دنیوی کاموں میں صرف کر رہے ہیں وہ بھی دنیوی کاموں پر روپیہ وغیرہ صرف کرنے لگ جائے گی۔ پس اس نیکی اور خدمتِ اسلام کا بھی تقاضا ہے کہ احمدی دوسروں سے الگ رہیں۔

ج :- یہ تو احمدی جماعت سے اُمید نہیں کی جاسکتی کہ وہ اپنے آپ کو جھوٹا کہے وہ بہ حال اپنے آپ کو سچا کہے گی اور وہ اپنے آپ کو سچا کہتی ہے تو اس کا یہ بھی فرض ہے کہ وہ اس سچ کو ہر ایک تک پہنچائے۔ اب اس کے لئے کوئی طبعی ذرائع ہونے چاہیے تھے تاکہ لوگوں کو احمدیت کے بارے میں سننے کا شوق پیدا ہو۔ نماز وغیرہ مسائل ہی ہیں جو لوگوں کو ادھر توجہ دلاتے ہیں جب لوگ دیکھتے ہیں کہ یہ

ہمارے ساتھ نمازیں نہیں پڑھتے تو ہر ایک کے دل میں خیال پیدا ہوتا ہے میں ان کو سمجھاتا ہوں اور جب وہ ہمارے پاس آتے ہیں تو ہماری تبلیغ کا راستہ کھل جاتا ہے اور اس طرح سینکڑوں بلکہ ہزاروں لوگوں کو احمدیت کی واقفیت ہو جاتی ہے۔“

تقریر جاری رکھتے ہوئے حضورؐ نے فرمایا:-

”اس مسئلہ کا ایک واقعاتی پہلو بھی ہے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے علماء کے فتویٰ کفر کے کئی سال بعد تک نماز کو منع نہیں کیا بلکہ خود بھی ان کے پیچھے نمازیں پڑھتے رہے مگر علماء اپنے فتویٰ کی شدت میں بڑھتے چلے گئے یہاں تک کہ انہوں نے اپنی مسجدوں پر لکھ کر لگا دیا کہ ”اس مسجد میں گتے مرزائی کو داخل ہونے کی اجازت نہیں“ جس جگہ احمدیوں کا پیر پڑ جانا اسے ناپاک سمجھا جانا اور پانی سے دھویا جاتا۔ کئی جگہ مسجدوں کی صفیں اس لئے جلادی گئیں کہ ان پر کسی احمدی نے نماز پڑھ لی تھی۔ جب انہوں نے اس معاملہ کو اتنا تک پہنچا دیا تو اللہ تعالیٰ نے بھی حکم دے دیا کہ اب ان کے پیچھے نماز نہ پڑھی جائے جیسے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نمازیں پڑھتے رہے پھر مدینہ تشریف لے گئے تو وہاں بھی سترہ مہینے تک آپ نے بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نمازیں پڑھیں مگر یہودی اور عیسائی ہمیشہ ہی کہتے رہے کہ ہم سے ڈر کر اس طرف نمازیں پڑھی جاتی ہیں آخر خدا نے بیت اللہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے کا حکم دے دیا۔ اس پر یہود نے شور مچا دیا کہ دیکھو کتنا بڑا ظلم ہے اتنا پرانا قبلہ تھا مگر اسے چھوڑ دیا گیا۔ گویا جب تک بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نمازیں پڑھتے رہے نعوذ باللہ ڈرپوک کہلائے اور جب چھوڑا تو ظالم بن گئے۔ یہی حالت علماء کی ہے کئی سال تک ہماری جماعت انکے پیچھے نمازیں پڑھتی رہی مگر یہ لوگ یہی کہتے رہے کہ احمدی اتنے ناپاک ہیں کہ اگر یہ مسجد میں بھی داخل ہو جائیں تو مسجد کو صاف کرنا پائیے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے ان کے پیچھے نمازیں پڑھنے سے حکماً منع کر دیا۔ پس جب خود علماء نے ہمارے خلاف فتوے دیئے ہیں اور اب تک انہوں نے اپنے فتووں کو واپس نہیں لیا تو احمدیوں پر کیا الزام ہے۔“

۲۔ حضور نے فرمایا علماء کی طرف سے جو سلوک احمدی جماعت سے ہوتا رہا ہے وہ بھی اس مطالبہ

کو جائز نہیں کرتا۔ نماز علماء پڑھتے ہیں اور ان کا یہ حال ہے کہ شروع سے ہمیں دکھ دیتے چلے آئے ہیں سب سے پہلے احمدیوں کے واجب القتل ہونے کا انہوں نے فتویٰ دیا۔ پھر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ

والسلام پر دہلی اور امرتسر میں پتھراؤ کیا گیا۔ لاہور میں آپ کی وفات پر بدترین منہ زدن دکھایا گیا اور مصنوعی لاش بنا کر اس پر پاخانہ پھینکا گیا، جوتیاں ماری گئیں اور احمدیوں کی شدید دل آزاری کی گئی۔ ہم اس سلوک کی پرواہ نہیں کرتے لیکن جب ہم سے اس قسم کے سوالات، کئے جاتے ہیں تو ہمیں یہ باتیں یاد آجاتی ہیں۔ پچھلے برس لاکوٹ میں پتھر برسائے گئے، میرے قتل کی تدبیریں کی گئیں، کابل میں ہمارے احمدیوں کو سنگسار کیا گیا۔ مصر میں ہمارے ایک احمدی کو شہید کیا گیا۔ گذشتہ سال اسی کوئٹہ میں ڈاکٹر میر محمد کو خنجر مار کر شہید کر دیا گیا۔ کیا اس کے بعد کہا جاسکتا ہے کہ ہمارے ساتھ نمازیں کیوں نہیں پڑھتے۔ کیا یہ سلوک نماز پڑھانے کی ہی تمہید ہے؟

اس کے بعد حضور نے فرمایا اس مسئلہ کا ایک عملی پہلو بھی ہے۔ کوئی بتائے کہ کیا مسلمانوں پر کبھی کوئی مصیبت آئی ہے جس پر ہم نے ان کا ساتھ نہ دیا ہو یا احمدی قومی کاموں میں دوںہروں سے پیچھے رہے ہوں۔ ملکانہ میں ارتداد ہوا تو ہم پیچھے، ہمارے فسادات میں ہم نے مسلمانوں کی مدد کی، پنجاب کے فسادات میں ہم نے مسلمانوں کی مدد کی، مسلم لیگ کی ہم نے مدد کی، مشرقی پنجاب کے فسادات کے دوران ہم نے مسلمانوں کی مدد کی۔ ان حالات میں نماز پڑھ لینے سے کیا فرق پڑ جائے گا اور اس کا نتیجہ کیا ہوگا۔ آخر غرض تو یہی ہے کہ اختلاف عقائد کے باوجود مسلمان سب سے اتحاد رکھیں اور جیسا کہ میں نے بتایا ہے ہم ہمیشہ اس میں حصہ لیتے رہے ہیں پھر کونسی نئی تبدیلی ہے جو اس مسئلہ سے پیدا ہو جائے گی۔

حضور نے فرمایا: اس مسئلہ کا ایک سیاسی پہلو بھی ہے۔ قومی کام ایک ایک فرد یا جماعت میں تقسیم ہوتے ہیں۔ فوج سے فوجی بات کر سکتے ہیں، پولیس سے پولیس والے اور مجسٹریٹ سے مجسٹریٹ۔ نماز ایک مذہبی عقیدہ ہے اور اس کی امامت علماء کے سپرد ہے پس وہی حتی رکھتے ہیں کہ اس کا تصفیہ کریں۔ تعجب ہے کہ ایک فوجی افسر سے اگر فوجی امور کے تصفیہ کے لئے کوئی دوسرا بات کرے تو وہ کہیں گے یہ فوجی امر ہے۔ بالمتقابل فوجی افسر بات کرے لیکن نماز کا تصفیہ ایک فوجی افسر جسے قوم کی طرف سے بولنے کا حق نہیں ایک سیاسی لیڈر جسے قوم کی طرف سے مذہبی فیصلہ کا اختیار نہیں وہ تصفیہ چاہتا ہے حالانکہ یہ امر دونوں فریق کے علماء میں طے ہو سکتا ہے۔ پس آپ اپنے علماء میں تحریک کریں کہ وہ احمدیوں سے کہیں کہ ہم آپ کے پیچھے نماز پڑھتے ہیں آپ ہمارے پیچھے نماز پڑھیں۔ ان کی طرف سے یہ سوال اٹھایا جائے تو جماعت کے علماء ان سے بات کر سکتے ہیں ورنہ تعلیم یافتہ طبقہ میں سے کونسا شخص

ہے جو یہ کہے کہ میں تمام پاکستان کی مساجد کا ذمہ دار ہوں کہ وہاں کے علماء احمدیوں کے پیچھے نماز پڑھیں گے احمدی ان کے پیچھے نماز پڑھیں۔ نہ وہ ایسا دعویٰ کر سکتے ہیں نہ ان کی بات علماء مابین گے پھر ایسا مطالبہ جو وہ خود اپنے علماء سے نہیں منوا سکتے کس طرح تقویٰ کے مطابق ہو سکتا ہے۔ آخر قومی کام قوم کے نمائندے کرتے ہیں اور نمائندے بھی اس محکمہ کے جس سے وہ سوال تعلق رکھتا ہو پس جو نمائندہ نہیں اور دین کے بارہ میں علماء کا نمائندہ نہیں اسے ایسی باتیں ہی نہیں کرنی چاہئیں نصف مزاج آدمی کو اگر کوئی بات غلط معلوم ہوتی ہے تو پہلے وہ اپنی قوم سے غلطی منواتا ہے پھر دوسرے فرقہ کی طرف توہمہ کرتا ہے۔

اپنی معرکہ الآرا تقریر کے دوسرے حصہ میں حضور نے فرمایا :-

دوسرا سوال یہ کیا گیا ہے کہ احمدیت مسلمانوں کے لئے کیا مستقبل پیش کر سکتی ہے میرے نزدیک یہ سوال صحیح الفاظ میں پیش نہیں کیا گیا۔ احمدیت کوئی نیا دین نہیں کہ اس نے کوئی نیا پروگرام بنانا ہے احمدیت تو اسلام کی ترقی کی ایک کھڑی ہے۔ فوجی حکمہ بالا ایک سکیم بناتا ہے اس کے حصے وہ مختلف افسروں کے سپرد کرتا ہے ہر افسر اپنے اپنے حصہ اور اپنے وقت کو پورا کرتا ہے، اجزاء بدلتے جاتے ہیں مگر سکیم ایک ہی رہتی ہے کیونکہ ہر نیا جزو پورا نیا سکیم کا ایک حصہ ہوتا ہے نئی شے نہیں ہوتی پس سوال یہ ہے کہ اسلام نے مسلمانوں کا کیا مستقبل اس زمانہ کے بارہ میں تجویز کیا ہے جسے پورا کرنے کے لئے احمدیت کھڑی ہوئی ہے۔ حضور نے فرمایا مستقبل خدا تعالیٰ اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مقرر کر سکتے ہیں۔

مرزا صاحب ایک نائب کمانڈر ہیں ان کا اور ان کی جماعت کا کام یہ ہے کہ کمانڈر کی مقرر کی ہوئی سکیم کو جاری کریں اور کامیابی تک پہنچائیں۔ فوجی سمجھ لیں کہ خدا تعالیٰ بادشاہ ہے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چیف آف دی جنرل سٹاف ہیں اور مرزا صاحب لوکل کمانڈر ہیں مگر چونکہ یہ مکان جگہ کی بجائے وقت میں چھپی ہوئی ہے۔ لوکل کمانڈر کو اصولی پلین چیف آف دی جنرل سٹاف سے آتی ہے تفصیلات ان کے مطابق وہ خود طے کرتا ہے۔ حضور نے فرمایا :- دعائے ابراہیمی میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ کام بتایا گیا ہے کہ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيْهِمْ گویا تعلیم آیات، تعلیم کتاب، تعلیم حکمت اور تزکیہ (یعنی پاک کرنا اور اسلام کو پھیلانا) یہ تعلیم ہے جو مختلف زمانوں کے لحاظ سے تفصیلات میں تو بدلے گی لیکن اصول وہی رہیں گے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ہمیشہ جو کمانڈر آئے ان کا کام یہ تھا کہ لوگوں کو اسلام پر قائم رکھیں یا دوسرے

لفظوں میں یوں کہو کہ ملک کی حفاظت کریں لیکن پھر ایک ایسا زمانہ آیا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے مسلمانوں کی توجہ ہٹ گئی اور اس کے نتیجے میں انہیں دنیوی شکست بھی پہنچی، دشمن غالب آگیا اور چھا گیا۔ اب اس زمانہ کے مامور کا پروگرام یہ ہے کہ تلاوت آیات اور تعلیم کتاب و حکمت اور تزکیہ پھر سے کرے اور اسلام کی ترقی کے لئے پھر سے سکیم بنائے سو اس نے تلاوت آیات اور تعلیم کتاب اور تعلیم حکمت کی اور اس کی جماعت ایسا کر رہی ہے۔ حضور نے فرمایا: تو میں ہمیشہ آئیڈیٹرز سے ترقی کرتی ہیں حضرت مرزا صاحب نے مسلمانوں کے سامنے آئیڈیٹرز رکھ دیئے ہیں جن سے مسلمانوں کے لئے ترقی کرنے کا امکان پیدا ہو گیا ہے مثلاً حضرت مرزا صاحب نے مندرجہ ذیل عظیم الشان اصول پیش کئے ہیں جن کو مان کر مسلمان دشمن کے روحانی حملہ سے بچ جاتا ہے اور دشمن اس کے آگے آگے بھاگتا ہے:-

- ۱ - قرآن کریم کا کوئی حصہ منسوخ نہیں۔
- ۲ - قرآن کریم اپنے اندر شاندار ترتیب رکھتا ہے۔
- ۳ - الہام الہی کا دروازہ ہمیشہ کے لئے کھلا ہے۔
- ۴ - مسلمان رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شاگردی اور اتباع میں اعلیٰ سے اعلیٰ درجے حاصل کر سکتا ہے۔

۵ - نبی معصوم ہوتے ہیں خصوصاً نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بالکل معصوم تھے اور آپ پر دشمن کے ہر قسم کے اعتراضات باطل ہیں۔

۶ - مسیح علیہ السلام فوت ہو چکے ہیں۔

۷ - مسیح علیہ السلام کی طرف خدائی صفات منسوب کرنا غلطی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایسے مجربات ہرگز نہیں دکھائے جاتے جو صفات الہیہ کے خلاف ہوں۔

ان تمام پہلوؤں پر حضور نے تفصیل کے ساتھ روشنی ڈالتے ہوئے فرمایا اس زمانہ کے حالات کے لحاظ سے حضرت مرزا صاحب نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ مسلمان اپنی اپنی جگہ اپنے بچاؤ کی توجہ کو شک و کوشش کریں لیکن چونکہ اس وقت ان کے خلاف مذہبی جنگ نہیں کی جاتی اس لئے غیر ادیان سے اس وقت تبلیغی جنگ کی جائے گی اور تبلیغ سے ہی اسلام کو سب دنیا میں پھیلایا جائے گا۔ پس اس وقت مسلمان اگر دنیا پر

غالب آسکتے ہیں تو تبلیغ کے ذریعہ ہی مگر افسوس مسلمان اس چیز کو بھول گئے ہیں جو ان کے غلبہ کا ایک ہی ذریعہ ہے۔ یہ مستقبل ہے جو مرزا صاحب نے پیش کیا ہے اور میں یقین رکھتا ہوں کہ یہی وہ حربہ ہے جس سے اسلام اس وقت ساری دنیا میں غالب آسکتا ہے۔ لہ

کوئٹہ کے غیر متعصب اور متین غیر احمدی طبقہ نے یہ پرمعارف اور دلائل لیکچر بہت پسند کیا اور تسلیم کیا کہ امام جماعت احمدیہ نے اپنی جماعت کا موقف نہایت خوش اسلوبی سے صحیح ثابت کر دکھایا ہے چنانچہ شیخ کریم بخش صاحب نائیب امیر جماعت احمدیہ کوئٹہ نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعود کی خدمت میں لکھا کہ :-

”حضور کی کمال کی تقریر سے پہلک پر بہت اچھا اثر ہوا ہے اور میں نے کئی غیر احمدیوں سے سنا ہے کہ آج ہمیں احمدیت کے متعلق پورا علم ہوا ہے۔ ہمارے ایک غیر احمدی ہمنام شیخ عبدالرحمن صاحب نے بھی جلسہ میں کہہ دیا تھا کہ حضرت صاحب بہت ذہین اور عالم بزرگ ہیں اور ان پر بفضلِ خدا بہت اچھا اثر ہوا ہے۔ لوگوں نے بہت دلچسپی سے حضور کے لیکچر کو سنا حالانکہ مجلس میں بہت سے کٹر شیعہ سنی اور اہل حدیث موجود تھے۔ بندہ کا تو یہ خیال ہے کہ احمدیت کے متعلق کوئٹہ میں پہلا مؤثر لیکچر ہے جو حضور نے فرمایا اور عام پہلک میں بخوبی مقبول عام ہوا“ لکھ

اسی ضمن میں بعض غیر از جماعت مسزین کے تاثرات ملاحظہ ہوں :-

۱۔ کیپٹن محمد انظر حسن انصاری صاحب :-

”نہایت بصیرت افروز لیکچر تھا۔ مجھے ان لوگوں پر جو دوران لیکچر میں اٹھ رہے تھے (گو وہ نمازِ عصر کے

لئے اٹھے تھے) سخت غصہ آ رہا تھا میں اس سے بہت محظوظ ہوا۔

۲۔ لیفٹیننٹ سید احمد شجاع زیدی (فرید آبادی) :-

”اس لیکچر کا خوب لطف آیا“

۳۔ جمعدار محمد ہاشم صاحب :-

”شرافت کا تقاضا ہے کہ خواہ ہم انکار کریں صداقت صداقت ہی ہے۔ MESS میں جا کئی ایک

لہ (مخلص) افضل لاہور، ۹ ظور ۱۳۲۹ھ ص ۳ تا ۵ ۽ لہ ان دلوں میاں بشیر احمد صاحب پاسپورٹ آفیسر امیر جماعت کے فرائض انجام دے رہے تھے ۽ لہ مکتوب خزہ ۲ ظور ۱۳۲۹ھ ۽

محمد ارسو بیدار صاحب رات بارہ بجے تک خوب اس لیکچر پر بحث کرتے رہے سوائے ایک دو کے جو مخالف تھے
باقی بہت مزاح تھے۔ نماز الگ پڑھنے کے دلائل ہر طرح سے نہایت مسکت تھے۔ مجھے لیکچر سے نہایت ہی وحانی
خوشی حاصل ہوئی۔“

۴۔ مسٹر غلام احمد منشی (سولین آفیسر اصل وطن پونا) :-

”یہ لیکچر سنکر میں ان لوگوں کے ساتھ اتفاق نہیں کرتا جو محض دشمنی کی وجہ سے جماعتِ احمدیہ کی
مخالفت کرتے اور گالیاں بکتے ہیں۔ لیکچر نہایت عمدہ تھا اور میں نے بہت پسند کیا۔“

۵۔ مسٹر محمد صادق صاحب پراچہ (سولین آفیسر۔ اصل وطن میانہ ضلع شاہ پور) :-

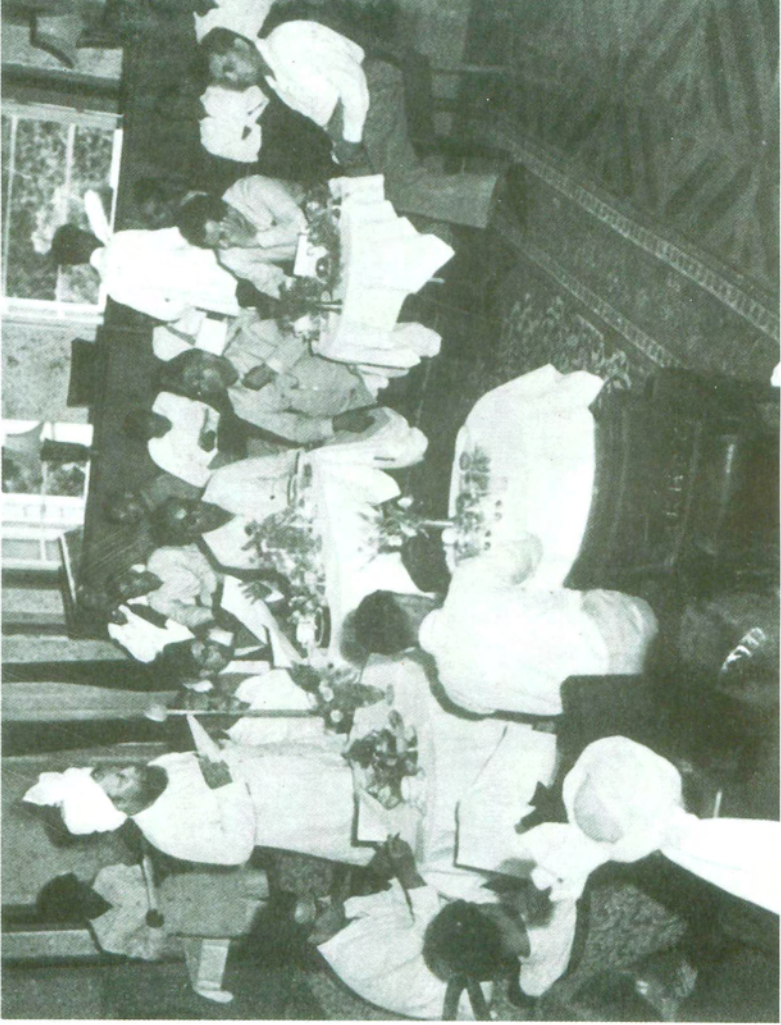
”لیکچر بہت عمدہ تھا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ مسلمانوں میں آپ کی جماعت کی تنظیم بہترین ہے۔“

۶۔ مسٹر نصیر الدین حیدر (سولین آفیسر۔ اصل وطن یوپی) :-

”مضمون بہت اچھا تھا۔ حضور کے علم کی وسعت اور قابلیت میں ذرا بھر کلام نہیں۔“

یکم تبوک ۱۳۲۹ھ / ستمبر ۱۹۵۰ء
حیدرآباد میں اسلام اور کمیونزم کے موضوع پر لیکچر | کو حضرت مصلح موعودؑ نے حیدرآباد
کے تھیوسافیکل ہال میں اسلام اور کمیونزم کے موضوع پر ایک حقیقت افروز لیکچر دیا جو قریباً ڈیڑھ گھنٹہ
تک جاری رہا۔

صدر جلسہ مکرم محمد حافظ صاحب باریٹ لادریٹائرڈ اے۔ ڈی۔ ایم و ڈیٹی کلکٹر تھے حضور نے
اسلام اور کمیونزم کے اختلاف پر تفصیلی طور پر روشنی ڈالتے ہوئے مندرجہ ذیل نکات بیان فرمائے :-
اول :- اسلام کی بنیاد ایک ایسے خدا کی ذات پر ہے جو زندہ اور فعال ہے لیکن کمیونزم کے بانی
اپنی کتب میں واضح طور پر کہتے ہیں دنیا کا کوئی خدا نہیں بلکہ وہ خدا تعالیٰ سے تسخر کرتے ہیں اور اس کی
ذات پر ایمان لانے والوں کو بیوقوف قرار دیتے ہیں۔ ابتدائی ایام میں روس میں ایسے تماشے بھی دکھائے
جاتے تھے جن میں خدا تعالیٰ کو ایک مجرم کی حیثیت میں... پیش کیا جاتا تھا اور پھر اس مجسمہ کو پھانسی کے تختہ
پر لٹکایا جاتا تھا ایسی صورت میں ایک مسلم کہلانے والے کا کمیونزم کے ساتھ جوڑ ہی کیا ہو سکتا ہے ؟
دوم :- کمیونزم مذہب کا مخالف ہے اور اس کا سارا سسٹم ایسا ہے جو مذہب کو تباہ کرنے والا



سیدنا حضرت مصلح موعودؑ پر اچی پریس کانفرنس کو خطاب فرما رہے ہیں

ہے۔ ہمارے مشن اس وقت قریباً تمام ممالک میں ہیں لیکن روس میں ہم نے ایک دفعہ اپنا مبلغ بھیجا تو اسے سخت دکھ دئے گئے اور آخر انہوں نے اپنے ملک سے باہر نکال دیا۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ کمیونزم میں مذہب کی کوئی جگہ نہیں۔

سومر :- اسلام کی بنیاد روحانی صفائی پر ہے لیکن کمیونزم یہ کہتی ہے کہ رُوح کوئی چیز نہیں اور یہ کہ دنیوی مسائل کو کُلّی طور پر مادیات کے ساتھ حل کیا جاسکتا ہے اس کا خیال ہے روحانیت کو پیش کرنے سے غرباء کو نقصان پہنچتا ہے اور ان کے حقوق تلف ہوتے ہیں۔

چہارم :- اسلام کی بنیاد نبوت پر ہے لیکن کمیونزم کے نزدیک سارے نبی نوح و ابراہیم جھوٹے اور مُفتر ہی تھے بلکہ مذہب کے بانی ان کے نزدیک ... امراء کے ایجنٹ تھے تاکہ امراء ترقی کرتے جائیں اور غرباء ہلاک ہوتے جائیں۔

پنجم :- اسلام کی بنیاد کلامِ الہی پر ہے لیکن کمیونزم کے نزدیک یہ کوئی چیز نہیں۔
ششم :- اسلام کی بنیاد بعثت بعد الموت پر ہے لیکن کمیونزم اس کے بالکل خلاف ہے گویا کمیونزم ہمارے پنج ارکانِ اسلام کے ہی خلاف ہے۔

اور جب اس کا اسلام کے ساتھ اس قدر بنیادی اختلاف ہے تو ایک باغیرت اور سمجھدار مسلمان کس طرح کہہ سکتا ہے کہ میں مسلمان بھی ہوں اور کمیونسٹ بھی۔

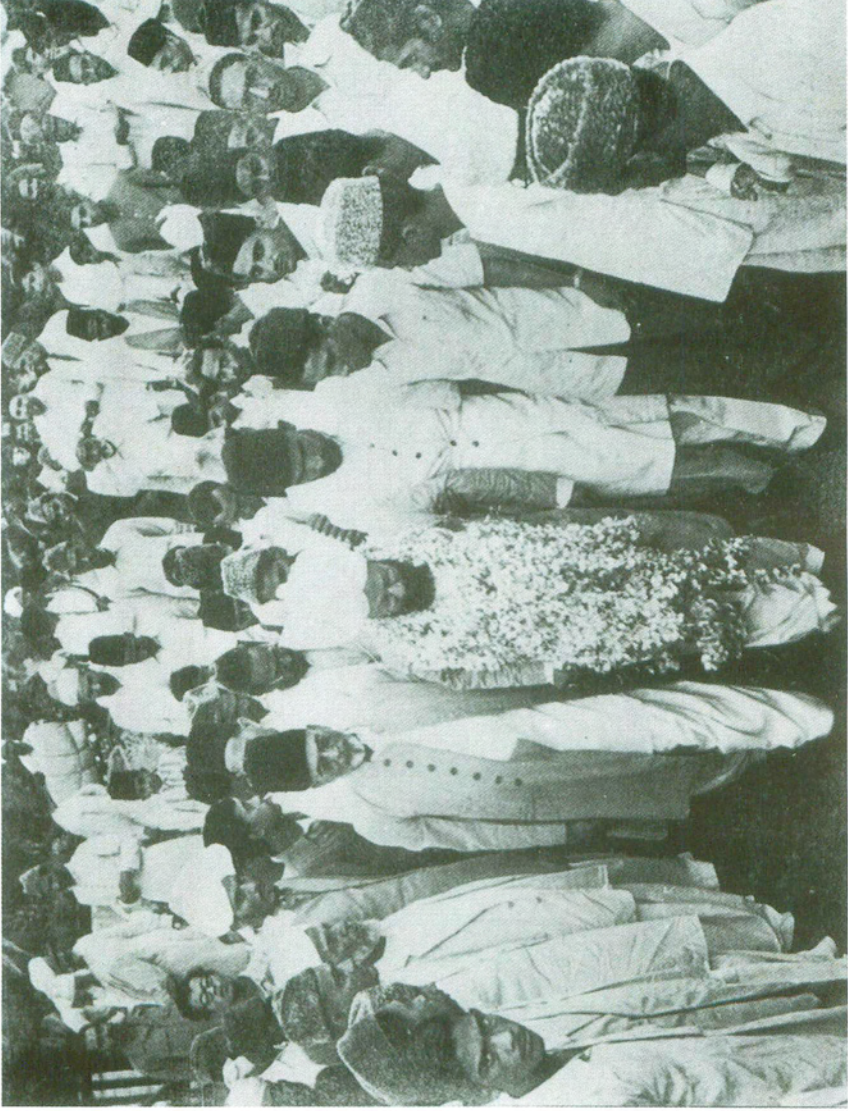
جماعت کے دوستوں کے علاوہ جلسہ میں تین سو کے قریب غیر احمدی معززین بھی موجود تھے جو بے حد متاثر ہوئے اور صدرِ جلسہ نے بھی اپنے صدارتی ریمارکس میں تقریر کی بہت تعریف کی۔

جماعت احمدیہ کراچی نے انہی دنوں وکٹوریہ روڈ میگزین لینا کراچی میں ایک خاص خطبہ جمعہ

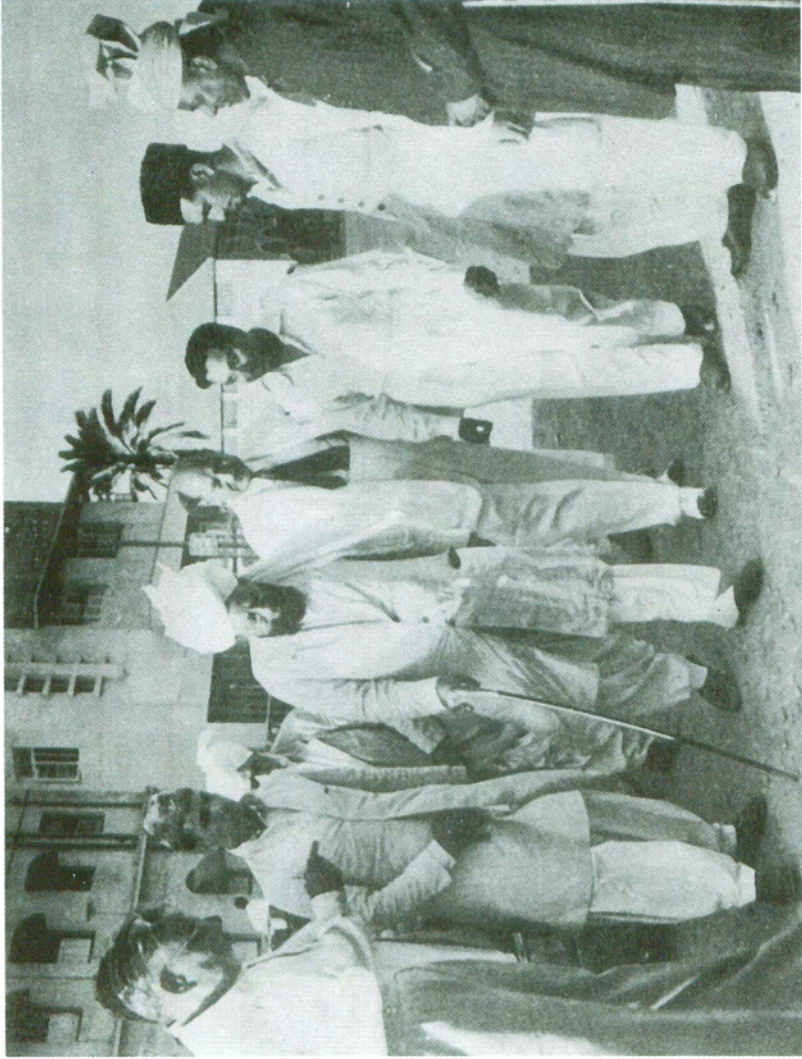
میں ایک شاندار دو منزلہ مسجد قریباً ایک لاکھ روپے کی لاگت سے تعمیر کی تھی۔ اس مسجد کی تیاری اور تعمیر کے انچارج شیخ عبدالحق صاحب ایس ڈی، اوتھے جنہوں نے نہایت محنت اور اخلاص کے ساتھ اس کام کو پایہ تکمیل تک پہنچایا۔

حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعودؑ نے ۲۲ نومبر ۱۳۲۹ھ / ستمبر ۱۹۵۰ء کو اس مسجد میں خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا جس کے آغاز میں حضور نے کراچی کی مخلص جماعت کو مبارکباد دیتے ہوئے فرمایا کہ:-

” سب سے پہلے تو میں جماعت کے دوستوں کو اس بات کی مبارکباد دیتا ہوں کہ ان کو خدا تعالیٰ نے
 یہاں مسجد بنانے کی توفیق عطا فرمائی۔ میں نے دو دفعہ یہاں تقریر کی ہے میں نہیں کہہ سکتا کہ دونوں دفعہ
 ایک ہی ہال میں تقریر ہوئی تھی یا الگ الگ ہال تھے بہر حال اُوپر کے برآمدوں اور نیچے کے برآمدوں
 کو ملا کر یہ مسجد ان ہالوں سے بڑی نظر آتی ہے۔ جب انسان خدا تعالیٰ کے لئے کوئی جگہ بناتا ہے تو بہت
 آہستہ اللہ تعالیٰ اس کی ترقی کے سامان بھی پیدا کر دیتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو وقتاً فوقتاً اس
 قسم کے امام ہوتے رہتے تھے کہ آپ اپنے مکانات کو وسیع کریں تاکہ آنے والے لوگ وہاں آکر رہیں۔
 چنانچہ ان الہامات میں سے ایک یہ بھی الہام تھا کہ وَسَّعْ مَكَانَكَ اپنے مکان کو وسیع کرو۔ میں ہمیشہ
 ہی جماعت کو اس امر کی طرف توجہ دلاتا رہا ہوں کہ اپنی حیثیت کے مطابق ان کو مسجدیں بناتے رہنا چاہیے
 لیکن افسوس ہے کہ جماعت ہمیشہ ہی اپنی توفیق سے زیادہ بڑی جگہ کی تلاش میں رہتی ہے۔ یہ مسجد بھی غالباً
 بنتی اگر آج سے آٹھ دس سال پہلے مجھے متواتر یہاں آنے کا موقع نہ ملتا اور جماعت پر یہ زور دینے کا
 موقع نہ ملتا کہ جس طرح بھی ہو زمین خرید لو چنانچہ میرے ایک ایسے ہی سفر کے زمانہ میں یہ زمین دیکھی گئی
 اس وقت بھی بعض مقامی دوستوں کی تجویز تھی کہ اس سے بڑی جگہ لینی چاہیے مگر میں نے کہا کہ زمین جو بھی
 ملتی ہے لے لو اور بڑی کا انتظار نہ کرو ایسا نہ ہو کہ یہ بھی ہاتھ سے جاتی رہے اس کا نتیجہ یہ ہے کہ آج
 خدا تعالیٰ کے فضل سے یہ جگہ آباد ہے اور یہاں ایک شاندار مسجد بنی ہوئی ہے۔ مجھے یاد ہے کہ جماعت کا
 ایک حصہ اس کی تائید میں تھا اور دوسرا حصہ اس بات کی تائید میں تھا کہ کوئی اور بڑی جگہ تلاش کی جائے
 مگر اللہ تعالیٰ نے جماعت پر فضل کیا اور ان کو ہدایت دی کہ وہ چھوٹی چیز پر قناعت کریں تاکہ اللہ تعالیٰ
 اس کے بعد ان کے لئے بڑی چیز کے سامان پیدا کرے۔ دنیا میں کوئی مسجد ایسی نہیں ہو سکتی جس میں زیادہ
 سے زیادہ افراد جو ممکن ہوں آسکیں۔ خانہ کعبہ کی مسجد کے برابر شاید کوئی مسجد نہیں لیکن کچھ دن ایسے بھی
 آتے ہیں جب خانہ کعبہ میں بھی نمازی سما نہیں سکتے اور بازاروں اور دکانوں پر کھڑے ہو کر لوگ نمازیں
 پڑھتے ہیں مسجد نبوی جو مدینہ منورہ کی ہے اس کا بھی یہی حال ہے کہ اس میں بھی بعض اوقات نمازی
 پوری طرح سما نہیں سکتے۔ پس یہ خیال غلط ہے کہ ہم آئندہ کی تمام ضرورتوں کو مد نظر رکھتے ہوئے کوئی مسجد
 بنائیں اور جب تک ان ضرورتوں کے مطابق مسجد نہ بن سکے ہم اپنی نماز کے لئے کوئی انتظام نہ کریں۔
 میں تو سمجھتا ہوں یہ اسی مسجد کی برکت ہے کہ آج سے چار سال پہلے موجودہ نمازیوں سے پانچواں حصہ بھی



سیدنا حضرت مصلح موعودؑ کا ورود کراچی میں (۱۹۵۰ء)



سیدنا حضرت مصلح موعودؑ کے سفر کراچی ۱۹۵۰ء کا ایک منظر

جماعت نہیں تھی بلکہ جو لوگ مجھے اس وقت نظر آ رہے ہیں ان کو تہ نظر رکھتے ہوئے ہم کہہ سکتے ہیں کہ دو سال
 حصہ بھی جماعت نہیں تھی صرف ایک کمرہ جماعت نے کرایہ پر لیا ہوا تھا۔ مجھے یاد ہے جب میں جمعہ کے لئے
 جاتا تو زیادہ سے زیادہ ایک وقت میں تین صفیں ہوا کرتی تھیں بلکہ ایسے جمعے بھی گزرے ہیں جب دو صفیں
 بھی نہیں بنتی تھیں اور وہ کمرہ اس مسجد کے برآمدہ کے کوئی تیسرے حصہ کے برابر ہو گا حد سے حد نصف ہو گا
 جب انسان خدا تعالیٰ کے لئے گھر بناتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس گھر کی آبادی کے بھی سامان پیدا کیا کرتا ہے
 اب اس خیال میں نہ رہو کہ یہ مسجد ہم نے بنائی ہے اور ہمارا فرض پورا ہو گیا ہے جیسا کہ اس وقت نظر آ رہا
 ہے اس مسجد کے بنتے ہی یہ مسجد بھر بھی گئی ہے۔ ۱۰
 پھر حضور نے یہ قیمتی نصیحت فرمائی کہ :-

”جماعت نے جب یہ جگہ بنائی ہے تو اسے اب یہ بھی کوشش کرنی چاہیے کہ کراچی میں جہاں جہاں
 صدی زیادہ ہیں اور وہ اس مسجد سے دور رہتے ہیں وہاں بھی چھوٹی چھوٹی مساجد بنا دے کیونکہ دوسروں
 کے گھروں میں جا کر نماز پڑھنا بعض دفعہ قنہ کا موجب ہو جاتا ہے میں نے دیکھا ہے جس شخص کے گھر پر
 نماز پڑھی جاتی ہے بعض دفعہ جب اس سے نماز پڑھنے والا کسی بات میں اختلاف کرتا ہے تو وہ غصہ
 میں آ کر کہہ دیتا ہے کہ تم میرے گھر پر نہ آیا کرو حالانکہ وہ اس کے گھر پر نہیں جاتا بلکہ مسجد میں جاتا ہے۔
 اگر وہ اسے اپنا گھر قرار دیتا تو یہ اس کے مکان پر نہ جاتا۔ اس رنگ میں دین کی بھی ہتک ہوتی ہے اور
 آنے والے شخص کی بھی ہتک ہوتی ہے پس پہلے تو مجبوری کی حالت میں یوں کر ناچا بیٹے کہ جملہ جماعت
 کے دوست اکٹھے ہو سکیں وہاں کسی دوست کے مکان پر اکٹھے ہو کر نمازیں پڑھ لیا کریں پھر اس کے بعد
 کوشش کرنی چاہیے کہ ہر محلہ میں ایک چھوٹی سی مسجد بنالی جائے چاہے وہ ایک مرلہ کی ہی کیوں نہ ہو بلکہ
 اگر یہ نوسپل قانون میں اجازت ہو تو معمولی کچی اینٹوں کی ہی مسجد بنالی جائے۔ ۱۱
 حضرت اقدس نے ان تمہیدی کلمات کے بعد بتایا کہ :-

”کچھ عرصہ سے میرے کانوں میں (بہ امر) پڑ رہا ہے اور یہاں آکر بھی متفرق صورتوں اور متفرق
 جہات سے میرے کانوں میں پڑا ہے کراچی میں کچھ لوگ ایسے ہیں جو اپنے مال یا دولت کی وجہ سے مغرور

لے الفضل ۲۲ ستمبر ۱۹۵۰ء ص ۳۰ * لے الفضل ۲۲ ستمبر ۱۹۵۰ء ص ۳۰

کے دواؤں کے درمیان وضاحتی الفاظ نقل کے ہیں *

ہو کہ سلسلہ کے لئے بدنامی اور فتنہ کا موجب بنے ہوئے ہیں۔ یہیں دیکھتا ہوں کہ جماعت میں ان کے متعلق کئی قسم کی رائیں ہیں لیکن جو مجھ پر اثر ہے وہ یہ ہے کہ کافی حصہ جماعت کا ایسا ہے جو ان کی دولت یا مال کی وجہ سے یہ خیال کرتا ہے کہ بڑے لوگ ہم سے الگ ہو گئے ہیں یہ سلسلہ کا بڑا نقصان ہوا ہے۔ اسے ازالہ بعد حضور نے زبردست قوت و شوکت سے بھرے ہوئے الفاظ میں اس خیال کی نفی اور بطلان پر تفصیلی روشنی ڈالی جتنا پتہ فرمایا۔

”خدا تعالیٰ کا قائم کردہ خلیفہ اور یہ دو دو چار چار یا پانچ پانچ ہزار روپیہ کمانے والے آپس میں نسبت ہی کیا رکھتے ہیں۔ ان لوگوں کی تو اتنی بھی حیثیت نہیں جتنی ہاتھی کے مقابلہ میں ایک چھڑکی ہوتی ہے۔ شاید تم میں سے بعض لوگ یہ خیال کرتے ہوں کہ خلیفہ بیمار رہتا ہے اور وہ بڑھا بھی ہو گیا ہے اب شاید وہ جلد ہی مر جائے گا پھر ان لوگوں کے قابل پر ہمارا کیا حال ہو گا میں ایسے لوگوں سے یہ کہتا ہوں کہ اردو کا محاورہ ہے کہ ”ہاتھی زندہ لاکھ کا اور مردہ سو لاکھ کا۔“ ہم وہ لوگ ہیں جو مگر زیادہ طاقتور بڑا کرتے ہیں۔ ہماری زندگی میں خدا تعالیٰ ہمارے دشمن کو بالعموم محفوظ رکھتا ہے کیونکہ وہ ارحم الراحمین ہے لیکن ہماری موت کے بعد وہ ہمارے لئے اپنی غیرت دکھاتا ہے جس کے مقابلہ میں کسی قریب ترین عزیز یا عاشق کی غیرت بھی کوئی حقیقت نہیں رکھتی۔ پس ان لوگوں کی کوئی ہستی نہیں بلکہ مجھے تعجب آتا ہے کہ تم ان کی طرف کیوں توجہ کرتے ہو۔ ان کے افعال اور ان کی باتیں محض ایک نشان دکھانے کے لئے زندہ رکھی جاتی ہیں۔ کیا تم نے نہیں دیکھا کہ عجائب گھروں میں مرے ہوئے سانپ رکھے جاتے ہیں۔ کیا تم نے نہیں دیکھا کہ عجائب گھروں میں مردہ و بچھور رکھے جاتے ہیں جس طرح عجائب گھروں میں مردہ سانپ اور مردہ بچھور رکھے جاتے ہیں اسی طرح خدا تعالیٰ سلسلہ میں ایسے لوگ رکھے جاتے ہیں تاکہ لوگ ان کو دیکھ کر نصیحت حاصل کریں۔ وہ اس لئے نہیں رکھے جاتے کہ ان کو کوئی طاقت حاصل ہوتی ہے۔ وہ اس لئے نہیں رکھے جاتے کہ خدا تعالیٰ کے سلسلے کے مقابلہ میں ان کو کوئی حیثیت حاصل ہوتی ہے۔ بلکہ وہ اس لئے رکھے جاتے ہیں تاکہ لوگ انہیں دیکھ کر ہوشیار رہیں اور وہ اس حقیقت کو ہمیشہ اپنی آنکھوں کے سامنے رکھیں کہ بعض لوگ چند قدم چل کر ایسے خطرناک گڑھے میں گر جاتے ہیں“

”حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی جو پوزیشن ۱۹۰۸ء میں تھی اس سے اب سینکڑوں گئے زیادہ ہے

اور دنیا کے بہت سے ایسے ممالک میں اب احمدیت قائم ہے جن ممالک میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں ایک بھی احمدی نہیں تھا۔ تو بات تو یہی ہے کہ ہاتھی زندہ لاکھ کا اور مردہ سو لاکھ کا بلکہ سو لاکھ بھی انسانی نقطہ نگاہ کے لحاظ سے کہا گیا ہے ورنہ خدا تعالیٰ کے فضلوں کے لحاظ سے تو کروڑوں کروڑ بھی کہا جائے تو کم ہے پس شاید تم میں سے کسی کے دل میں یہ خیال ہو کہ اگر میں مر گیا تو کیا ہو گا؟ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ آخر ہر انسان نے مرنا ہے اور میری صحت تو شروع ہی سے کمزور چلی آ رہی ہے۔ مجھے یاد ہے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی وفات سے چند دن پہلے ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب کو بلایا اور میری طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا ڈاکٹر صاحب آپ کچھ اس کی طرف بھی تو بھریں کہیں مجھے تو اس کی صحت کا سخت لشکر رہتا ہے ایسی صحت کے ساتھ میں نہیں کہہ سکتا کہ یہ کچھ عرصہ بھی زندہ رہے گا یا نہیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اس کے چند دنوں بعد وفات پا گئے اور میں جو ہر وقت بیمار رہتا تھا اب بھی خدا تعالیٰ کے فضل سے زندہ ہوں۔ مجھ سے بہت زیادہ قوی اور مضبوط انسان مجھ سے پہلے گذر گئے۔ حافظ روشن علی صاحب مجھ سے بہت زیادہ قوی تھے اور ان کی عمر بھی میرے قریب قریب تھی وہ بڑے مضبوط اور طاقتور تھے مگر ۱۹۲۹ء میں میرے دیکھتے ہی دیکھتے فوت ہو گئے۔ میرا محمد اسحق صاحب مجھ سے بہت زیادہ قوی اور مضبوط تھے اور دو سال مجھ سے چھوٹے تھے مگر ۱۹۴۲ء میں وہ بھی فوت ہو گئے اور میں جس کے متعلق یہ کہا جاتا تھا کہ اب مرا کہ اب مرا اب اپنی عمر کے باسٹھویں سال میں سے گذر رہا ہوں بہت سے تندرست اور سکول میں میرے ساتھ پڑھنے والے نوجوان جو بچپن میں ہرمیدان میں مجھے شکست دیا کرتے تھے اور جو مجھ سے بہت زیادہ قوی اور مضبوط تھے وہ قریباً سارے کے سارے فوت ہو چکے ہیں شاید ان میں سے کوئی ایک دو ہی اب زندہ ہوں پس یہ امر تو خدا تعالیٰ کی مرضی پر منحصر ہے اور جب یہ اس کا قائم کردہ سلسلہ ہے تو یہ کبھی نہیں ہو سکتا کہ میری موت کا وقت آجائے اور دنیا یہ کہے کہ مجھے اپنے کام میں کامیابی نہیں ہوئی میری وفات خدا تعالیٰ کے منشاء کے مطابق اس دن ہوگی جس دن میں خدا تعالیٰ کے نزدیک کامیابی کے ساتھ اپنے کام کو ختم کروں گا اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وہ پیش گوئیاں پوری ہو جائیں گی جو میں میرے ذریعہ سے اسلام اور احمدیت کے قلمبہ کی خبر دی گئی ہے۔ اور وہ شخص بالکل عدم علم اور جہالت کا شکار ہے جو ڈرتا ہے کہ میرے مرنے سے کیا ہو گا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ میں تو جاتا ہوں لیکن خدا تمہارے لئے قدرتِ ثانیہ

بھیج دے گا مگر ہمارے خدا کے پاس قدرتِ ثانیہ ہی نہیں اس کے پاس قدرتِ ثالثہ بھی ہے اور اسکے پاس قدرتِ ثالثہ ہی نہیں اس کے پاس قدرتِ رابعہ بھی ہے۔ قدرتِ اولیٰ کے بعد قدرتِ ثانیہ ظاہر ہوئی اور جب تک خدا اس سلسلہ کو ساری دنیا میں نہیں پھیلا دیتا اس وقت تک قدرتِ ثانیہ کے بعد قدرتِ ثالثہ آئے گی اور قدرتِ ثالثہ کے بعد قدرتِ رابعہ آئے گی اور قدرتِ رابعہ کے بعد قدرتِ خامسہ آئے گی اور قدرتِ خامسہ کے بعد قدرتِ ساوسہ آئے گی اور خدا تعالیٰ کا ہاتھ لوگوں کو معجزہ دکھاتا پھیلا جائے گا اور دنیا کی کوئی بڑی سے بڑی طاقت اور زبردست سے زبردست بادشاہ بھی اس سکیم اور مقصد کے راستہ میں کھڑا نہیں ہو سکتا جس مقصد کے پورا کرنے کے لئے اس نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو پہلی اینٹ بنایا اور مجھے اُس نے دوسری اینٹ بنایا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ فرمایا کہ دینِ جیبِ خطرہ میں ہو گا تو اللہ تعالیٰ اس کی حفاظت کے لئے اہلِ فارس میں سے کچھ افراد کھڑا کرے گا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام ان میں سے ایک فرد تھے اور ایک فرد میں ہوں لیکن رجال کے ماتحت ممکن ہے کہ اہلِ فارس میں سے کچھ اور لوگ بھی ایسے ہوں جو دینِ اسلام کی عظمت قائم رکھنے اور اس کی بنیادوں کو مضبوط کرنے کے لئے کھڑے ہوں پس ہمارا مقابلہ کرنے والا ہمارا مقابلہ نہیں کرتا خدا تعالیٰ کا مقابلہ کرنا ہے! ملہ

آخر میں منصبِ خلافت کی حقیقی اور بلند شان ایک نہایت لطیف مثال سے واضح کی چنانچہ فرمایا:-
 ”کیا تمہیں دنیا میں کوئی شخص ایسا نظر آتا ہے خواہ وہ کروڑ پتی ہو، حاکم ہو، وزیر ہو، بادشاہ ہو جو خدا تعالیٰ کو مار سکے پھر یہ کس طرح خیال بھی کیا جا سکتا ہے کہ یہ لوگ خدا تعالیٰ کے مقابلہ میں کامیاب ہو جائیں گے۔ اب تو ہم نے سینما دیکھنے سے روکا ہوا ہے اس سے پہلے تم بھی دیکھتے تھے اور میں نے بھی سینما دیکھا ہے۔ اگر تم سینما کی تصویر پر گولی مارو تو کیا وہ اُس ایکٹر کو جائے گی جس نے اس میں کام کیا ہے وہ تو اُس وقت ہالی وڈ یا بمبئی یا کراچی میں زندہ پھر رہا ہوتا ہے اگر تم دس ہزار گولی بھی مارو تو اس کو کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا اسی طرح ہم بھی تصویر میں ہیں اور ہم پر حملہ کرنے سے بھی کچھ نہیں ہوتا۔ اگر تم دولاکھ توپیں چلا دو اور اگر تم تصویر کی دھجیاں بھی اُڑا دو تب بھی تم اُس شخص کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے کیونکہ جو چیز ہمارے سامنے ہے وہ محض ایک نشان اور تصویر ہے اصل چیز تو آسمان پر ہے اور وہ

تمہارے قبضہ و تصرف سے باہر ہے پس تمہیں اصل حقیقت کو دیکھنا چاہیے اور اس پر غور کرنا چاہیے ہم اصل نہیں ہیں اور اگر ہم اصل ہوتے تو دنیا ہمیں کبھی کی فنا کر چکی ہوتی۔ ہم تصویریں ہیں اس لئے دنیا ہمیں جتنا بھی نقصان پہنچاتی ہے وہیں کچھ نہیں بگڑتا تصویروں میں بعض دفعہ بادشاہ کا جلوس بھی دکھایا جاتا ہے اب اگر کوئی شخص بادشاہ کے جلوس پر گولیاں برسائے تو کیا بادشاہ مرجائے گا؟ اس طرح ہم بھی تصویریں ہیں۔ ہم کو خدا تعالیٰ نے اس لئے بھیجا ہے تاکہ اس کی حکومت دنیا میں قائم ہو جس طرح تصویر پر گولی چلانا والا اصل کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا اسی طرح اگر کوئی شخص ہم پر گولی چلاتا ہے تو گو ہم مرجاتے ہیں ہم ختم ہو جاتے ہیں لیکن اس شخص کو کوئی نقصان نہیں پہنچتا جس کو قائم کرنے کے لئے اس نے ہمیں کھڑا کیا ہے۔ بلکہ اگر کوئی بادشاہ کے جلوس پر گولی چلاتا ہے تو بادشاہ کو معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ لوگ میرے مخالف ہیں اور وہ پہلے سے بھی زیادہ سخت تدابیر اختیار کرتا ہے۔ پس اپنے اندر خدا تعالیٰ کی محبت اور اس کے ساتھ تعلق پیدا کرو۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام یا ان کے خلفاء بے شک بوجہ خدا تعالیٰ کا نمائندہ ہونے کے ادب کے قابل ہیں لیکن وہ مقصود نہیں ان کے لئے اس نے یہ سکیم نہیں بنائی بلکہ اپنے لئے بنائی ہے۔ پس یہ سمجھ لو کہ تم جس کام کے لئے کھڑے ہو وہ خدا تعالیٰ کا ہے اور اس کے نام کو تم نے روشن کرنا ہے باقی ساری چیزیں اظلال کے طور پر ہیں اور اظلال آتے بھی ہیں اور جاتے بھی ہیں ہاں خدا تعالیٰ بے ضرور کرتا ہے کہ جب ظل کی کوئی شخص ہتک کرتا ہے تو وہ اسے اپنی ہتک قرار دیتا ہے یہ نہیں ہو سکتا کہ تم کسی کے دوست کی تصویر کو بھوتیاں مارو اور وہ اسے برداشت کرے۔ اسی طرح ہم ہیں تو انسان لیکن خدا کتا ہے کہ میں نے اس کو اپنی شکل پر بھیجا ہے میں نے اس کو اپنا قائم مقام بنا کر بھیجا ہے اس لئے تو نے اس کو جرتی نہیں ماری بلکہ مجھ کو جرتی ماری ہے، تو نے اس کو گالی نہیں دی بلکہ مجھ کو گالی دی ہے، تو نے اس کو ذلیل نہیں کیا بلکہ مجھ کو ذلیل کیا ہے۔ اس لئے ایسا آدمی بچتا نہیں آدم سے لے کر اب تک ایسا آدمی نہیں بچا اور قیامت تک نہیں بچ سکتا۔ لے

قیام کراچی کے دوران دوسرا اہم واقعہ یہ ہے کہ حضور نے ۱۲ ربیع الثانی ۱۲۸۵ھ میں کراچی پر لیس کانفرنس کو ایک پریس کانفرنس سے خطاب فرمایا جس میں مسلمانان عالم کو اس حقیقت کی طرف متوجہ کیا کہ ان کا مستقبل فریضہ تبلیغ کی ادائیگی سے وابستہ ہے۔

حضور کا بیان انگریزی میں تھا جس کا ترجمہ حسب ذیل ہے :-

اسلامی دنیا میں ان دنوں بیداری اور نئی زندگی پیدا ہونے کے آثار نمودار ہیں۔ ہر جگہ کے مسلمانوں میں بیداری نظر آرہی ہے اور وہ اس امر کے لئے کوشاں ہیں کہ وہ ان خطرات کو جن کے بوجھ کے نیچے وہ کچھ عرصہ سے دبے ہوئے ہیں اپنے اوپر سے اتار پھینکیں۔ البتہ یہ بیداری جو ان میں پیدا ہوئی ہے وہ فی الحال قومی بیداری ہے۔ بے شک چند مسلمان ایسے پائے جاتے ہیں جو ایک متحد اسلامی دنیا کا خواب دیکھ رہے ہیں مگر ان کے خیالات اس وقت تک محض سطحی ہیں جن کو وہ باحال کسی مستقل شکل میں نہیں ڈھال سکے۔ اس وجہ سے ان خیالات کے پس پشت قربانی کی رُوح موجود نہیں ہے۔ یہ امر کسی سے مخفی نہیں کہ محض خواہشات بغیر ضروری عزم کے کسی نتیجہ پر نہیں پہنچا سکتیں۔ ادھر حالات یہ ہیں کہ کوئی مسلم حکومت نہ اس بات کے لئے تیار ہے اور نہ ہی خواہشمند ہے کہ وہ اسلامی دنیا کے اتحاد کے لئے اپنے قومی فائدہ کو خیر باد کہہ سکے۔ پان اسلامی تحریک کے پیچھے بعینہ وہی خیالات کام کر رہے ہیں جن کو جمہوریت کے لداؤ ممالک یعنی یورپ اور امریکہ ایک متحد سیاسی محاذ قائم کرنے کے لئے استعمال کرتے ہیں لیکن بعض یورپین مصنفین اسلام کے خلاف اس قدر ہر اگل چکے ہیں کہ پان اسلامک کا محض تصور ہی یورپ اور امریکہ کے ملک کے باشندے کو لپکپا دینے کے لئے کافی ہے۔ اسلام جو فی الواقع اسلامی دنیا کے لئے ایک قوت متحرک ہے یا کم از کم ہونی چاہیے اس کو مغربی اقوام تحقیر اور بے اعتمادی کی نظر سے دیکھتے ہیں ان حالات میں میرا پیغام مسلمان لوگوں کے لئے اور خصوصیت سے صحائف نویس احباب کے لئے یہ ہو گا کہ وہ اسلام کو نظر عمیق کے ساتھ مطالعہ کریں اور اس کی تعلیم کو اپنے اندر ایسے رنگ میں جذب کریں کہ جس کا اثر ان کی تحریروں میں نمایاں ہو۔ اس کا لازمی نتیجہ یہ ہو گا کہ غیر مسلم اسلام کی خوبیوں سے واقف ہو سکیں گے ان کو یہ بھی چاہیے کہ اپنے غیر مسلم ہم پیشہ لوگوں سے اسلام کی تعلیم کے متعلق اور خصوصیت سے اس پہلو کے متعلق کہ اسلام غیر مذہب کے ساتھ کس رویہ کو اختیار کرنے کی تعلیم دیتا ہے کھلے اور آزادانہ طور پر تبادلہ خیالات کریں۔ مجھے کامل یقین ہے کہ اس کا نتیجہ یہ ہو گا کہ چند سالوں میں ہی اسلام کے متعلق جو غلط فہمیاں پھیلانی گئی ہیں وہ رفع ہو جائیں گی اور ان لوگوں کو جو اسلام کو اپنی لاعلمی کی وجہ سے شجر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں یقین ہو جائے گا کہ اتحاد المسلمین کی تحریک بھی ایسی ہی بے لوث اور پاکیزہ ہے جیسا کہ مختلف عیسائی اقوام کو متحد کرنے کی تحریکیں۔

البتہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ مغربی یورپ میں ممالک میں تحریک کی بنیاد سیاسی اصولوں پر ہے لیکن پان اسلامک کی تحریک کی بنیاد محض مذہبی اصولوں پر ہے مگر اس کے اسباب اس روئے میں پائے جاسکتے ہیں جو یورپ میں اقوام خود اسلام کے متعلق رکھتی ہیں۔ گذشتہ سات سو سالوں کی تاریخ اس امر پر شاہد ناطق ہے کہ یورپ میں اقوام نے جو مسلمانوں پر غلبہ حاصل کیا اس کی وجہ نہ کوئی سیاسی اختلاف تھا اور نہ یہ کہ ان کے ساتھ بے انصافیاں کی گئی تھیں بلکہ اس کی وجہ صرف مذہبی تعصب تھا۔

اسلامی سلطنت کے خلاف جرنیلاوت جنوبی اٹلی اور کسلی میں کھڑی کی گئی ممکن ہے وہ اپنے اندر سیاسی پہلو رکھتی ہو مگر جو صلیبی جنگ اور لڑائیاں سپین والوں نے جنوبی سپین کی اسلامی سلطنت کے خلاف کیں ان کو سیاست کی طرف منسوب نہیں کیا جاسکتا۔ نہ ہی ان فتوحات کے متعلق کہا جاسکتا ہے جو عیسائیوں نے مراکو، الجزائر، لیبیا، آذربائیجان، بخارا اور ایسے ہی اور ملکوں میں حاصل کیں۔

بے شک برطانیہ اور چند دیگر یورپین سلطنتوں نے جو فتوحات بعد کی صدیوں میں حاصل کیں وہ محض سیاسی فتوحات تھیں لیکن جو لڑائیاں تیرھویں، چودھویں اور پندرھویں صدی میں لڑی گئیں ان کی وجوہات ہرگز ہرگز سیاسی نہ تھیں۔

پان اسلامک تحریک یقیناً ان عیسائی ادیبوں اور سیاستدانوں کی تحریروں اور ریشہ دو انیوں کا رد عمل ہے جنہوں نے سات سو سال متواتر نہ صرف اسلام کے خلاف سخت زہر اگلا بلکہ ان کی انتہائی کوشش رہی کہ وہ مختلف اسلامی سلطنتوں کے درمیان نسلی اور تاریخی وجوہ پر اختلاف کے بیج بوئیں اس لئے پان اسلامک تحریک کے موجد اور بانی مبنی ہرگز قابل ملامت نہیں قرار دئے جاسکتے۔

اس جگہ اس حقیقت کا اظہار نامناسب نہ ہو گا کہ آخری صدی کے دوران میں عیسائیوں کی آپس کی لڑائیوں میں جہاں کہیں بھی وہ لڑی گئی ہوں ہمیشہ ہی یہ نعرہ بلند کیا گیا کہ "عیسائی تمدن کے محافظ بنو" یہاں تک کہ دوسری عالمی جنگ کے دوران میں ایک ہندوستانی نائنہ نے جو آب کٹر مسلم لیگی اور مشہور پاکستانی ہے، اپنی تقریر میں یورپ میں کہا کہ عیسائی تمدن خطرہ میں ہے اور ہندوستان اس کی حفاظت میں ضرور لڑے گا۔ پس اگر یورپ اور امریکہ یہ حق رکھتے ہیں کہ وہ آپس میں متحد رہیں اور عیسائی تمدن کی حفاظت میں جنگیں کریں اور دوسروں کو اس میں شمولیت کی دعوت دیں تو پھر مسلمانوں کو آپس میں متحد رہنے اور اسلامی تمدن کی حفاظت کے لئے جنگیں کرنے کا کیوں حق حاصل نہیں؟

اگر عیسائی تمدن کی چیخ و پکار کو ایک سیاسی تحریک قرار دیا جاسکتا ہے نہ کہ صلیبی جنگ۔ اور جس کا مدعا اور مقصد یہ قرار دیا جاتا ہے کہ نا انصافیوں اور حقوق تلفیوں کو دور کیا جائے تو پھر پان اسلامک تحریک کو کیوں ایک مذہبی جوہاد سمجھا جاتا ہے اور اسے بھی کیوں ایک سیاسی جہد و جہد نہیں سمجھا گیا جاتا؟

اس سوال کے علمی پہلو کی طرف بھی غور کرنے کی ضرورت ہے۔ مختلف اسلامی ممالک کا وجود یہ ظاہر کرتا ہے کہ ہر ملک اپنے اپنے فوائد اور جہاد خواہشات رکھتا ہے پس جب تک ہر اسلامی ملک مختلف نام سے پکارا جائے گا تب تک ان کے فوائد بھی جدا جدا رہیں گے۔ اگر تمام اسلامی ممالک سیاسی معاشرتی، تمدنی اور اقتصادی لحاظ سے ایک مرکز پر جمع ہو جائیں تو اس وقت مختلف حکومتوں کی ضرورت باقی نہ رہے گی۔ اسلامی ممالک مثلاً پاکستان، افغانستان، ایران، سیریا، سعودی عرب، عراق، مصر اور انڈونیشیا باوجود وسعت آبادی کے لحاظ سے چھوٹے ہونے اور اپنی اپنی خود مختار سلطنت رکھنے کے اس امر کے اقراری ہیں کہ وہ اس نقطہ پر نہ آسکیں کہ جہاں پر سب کا کامل اتحاد ہو سکے۔ ان حالات میں اتحاد بھی حاصل ہو سکتا ہے کہ ہر ایک سب کی خاطر قربانی کر سکے۔

ہمیں اس معاملہ میں آہستہ آہستہ مگر احتیاط سے قدم اٹھانا چاہیے اور اپنے مقصد کو حاصل کرنے کے لئے عزم بالجزم سے کام لینا چاہیے۔ اگر ہم ایسا کریں گے تو وہ دن دور نہیں کہ جب "اسلامی تمدن" ایک حقیقت ہوگی جو ہر مسلمان کے اندر ایک ایسا جوش و خروش پیدا کرے گی جو "عیسائی تمدن" کے نعرے کے پیدا کردہ جوش سے بہت زیادہ ہوگا۔ پہلا قدم جو ہمیں اس بارے میں اٹھانا ہے وہ یہ ہے کہ ہمیں اپنے آپ کو "پان اسلامک" کے حامی اور بچے مسلمان کہانے سے ہرگز نہ ڈرنا چاہیے۔ سیاسی دنیا میں اپنے حقوق حاصل کرنے کی سعی کرنا ہمارا پیرائشی حق ہے اور اس کو ہرگز نہ سہی جنون نہیں کہا جاسکتا۔ یہ عجیبانہ حالت تب ہی پیدا ہو سکتی ہے کہ جب کہ دنیا میں انصاف اور حین معاشی کا خاتمہ ہو چکا ہوتا ہے۔ ہر ہاتھ دو سروں کے حق خصب کرنے میں کوشاں ہوتا ہے۔

دوسرا قدم یہ اٹھانا چاہیے کہ ہم ان خیالات کو مسلم اور غیر مسلم ممالک میں کثرت سے پھیلائیں تاکہ مسلمان پورے طور پر اس زمانے کی ضروریات کو سمجھ سکیں اور غیر مسلم مسلمانوں کی جائز خواہشات کا صحیح اندازہ لگا سکیں۔ اس کے پہلو پہلو اسلامی تعلیمات کی اشاعت غیر مسلم ممالک اور غیر مسلموں میں از بس ضروری ہے جیسا کہ آپ لوگوں کو علم ہے کہ احمدیہ جماعت جس کے امام ہونے کا مجھے فخر حاصل ہے گذشتہ تین سالوں

سال سے اشاعتِ اسلام کے فرائض سرانجام دے رہی ہے۔ ہمارے مشن اس وقت تمام عیسائی ممالک مثلاً امریکہ، انگلستان، فرانس، ہالینڈ، جرمنی، سوئٹزرلینڈ اور بہت سے مغربی افریقہ کے ممالک میں ہیں اور اس وقت تک عیسائیوں میں سے تقریباً تیس ہزار افراد مشرف بہ اسلام ہو چکے ہیں۔ ان نو مسلموں میں سے بعض نے اپنی زندگیوں کو اسلام کے لئے وقف کر دی ہیں۔ امریکہ کے ایک نو مسلم اور جرمنی کے ایک نو مسلم اس وقت پاکستان میں اسلامی تعلیم کا اس نظریہ سے مطالعہ کر رہے ہیں کہ حصولِ علم سے فراغت کے بعد اپنے ملک میں تبلیغِ اسلام کے فرائض سرانجام دیں۔ نو مسلموں کی تعداد میں اضافہ ہوتا جا رہا ہے اور انشاء اللہ چند سالوں میں یہ سلسلہ عروج تک پہنچ جائے گا۔ مادیات کا یہ زمانہ ہم سے یہ حقیقت فراموش نہیں کر سکتا کہ جب کبھی بھی ظاہری طاقت کا مقابلہ سچائی سے پڑا ہے سچائی ہی ہمیشہ غالب رہی ہے۔ مجھے کئی مغربی سیاستدانوں سے گذشتہ دو سالوں میں ملنے کا اتفاق ہوا ہے اور میں نے ان کو یہ ذہن نشین کرانے کی کوشش کی ہے کہ جہاں کہیں بھی کمیونزم کا مقابلہ مغربی تمدن سے ہوا ہے تو کمیونزم ذل میں سے نوجگہ کامیاب ہوئی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ مغربی ممالک قوتِ بازو سے کامیابی حاصل کرنا چاہتے ہیں برضلاف کمیونزم کے کہ وہ مزعومہ اصول کو پیش کرتے ہیں۔ اسی وجہ سے مغربی اقوام کے ساز و سامان طاقتیں اخطا پر ہیں مگر روس روز افزوں ترقی پر ہے۔

مغربی اقوام جب تک اس نصیحت پر عمل پیرا نہ ہوں گی ان کا قدم تنزل کی طرف جاتا رہے گا۔ مسلمانوں کا بھی یہی حشر ہو گا اگر انہوں نے اسلام اور اس کے ذریعہ اصولوں کی اشاعت کا کام غیر مسلم ممالک میں اپنے ہاتھوں میں فوری طور پر نہ لیا کیونکہ ان کا مستقبل اسی سے وابستہ ہے۔ وہ جو اس کا رخیر میں حصہ نہیں لے سکتے ان کے راستہ میں تو روک نہ نہیں جو اس کام کو کر سکتے ہیں اور کر رہے ہیں۔

پنجاب میں احرار اور اُن کے بہنو علماء ۱۹۴۸ء سے جو آگ احمدیوں کے خلاف بھڑکا رہے تھے وہ ۱۹۵۰ء میں اور بھی شدت اختیار کر گئی تھی کہ

مسلم لیگی حکومت کا معاندانہ رویہ اور حضرت مصلح موعودؑ کی راہ نمائی

مسلم لیگی حکومت کے بعض افسروں نے بھی مخالفین پاکستان سے گٹھ جوڑ کر کے درپردہ ایک مخالفانہ

تحریک چلائی شروع کر دی جس پر سیدنا حضرت مصلح موعودؑ کو بھی اپنے خطبات کے ذریعہ جماعت کو اصل صورت حال سے باہر بارہا سگاہ کر کے پُر زور طور پر تعلقین کرنا پڑی کہ اس کا فرض اولین ہے کہ وہ اپنے خلاف جھوٹے پریکینڈز کی قلعی کھولنے کے لئے عوام کو احمدیت کے صحیح اسلامی عقائد سے باخبر کرے۔ کیونکہ پاکستان کی سالمیت، قیام امن اور جماعت احمدیہ کی ترقی کا اس کے سوا کوئی اور حل ممکن نہیں تھا اُن دنوں سرکاری افسران کس طرح معاندانہ روش اختیار کئے ہوئے تھے اس کی تفصیل حضور ہی کے الفاظ میں ہدیہ قارئین کی جاتی ہے۔ فرمایا:-

(۱) ”گذشتہ دنوں بعض افسروں نے سرکل جاری کیا تھا کہ ان کے عہدہ کے تمام ملازم یہ فارم پُر کر کے بھجوائیں کہ وہ کس کس فرقہ سے تعلق رکھتے ہیں اور احمدی ہونے کی صورت میں یہ بھی لکھیں کہ قادیانی احمدی یا لاهوری احمدی۔ اس سرکل کی عبارت ظاہر کرتی ہے کہ اس سے کوئی نیا فتنہ کھڑا کرنا مقصود تھا بعض غیر احمدی اخباروں نے بھی اس پر نوٹس لیا اور لکھا کہ اس تجویز سے صاف پتہ لگتا ہے کہ بعض فرقوں کے خلاف کوئی کارروائی کرنا مقصود ہے کسی فرد کے خلاف بے شک کارروائی کی جائے اس میں ہمیں کوئی اعتراض نہیں لیکن اگر کسی فرد کے خلاف کارروائی کرنا مقصود ہے تو پھر اس کے فرقہ سے کیا مطلب؟ وہ سماہ کسی فرقہ سے تعلق رکھتا ہو اگر وہ مجرم ہے تو آپ اس کے خلاف کارروائی کریں لیکن پہلے یہ دریافت کرنا کہ تمہارا فرقہ کونسا ہے اس کے صحاف معنی یہ ہیں کہ کسی فرد کی شرارت کی وجہ سے اس کے خلاف کارروائی کرنا مقصود نہیں بلکہ کسی خاص فرقہ میں ہونے کی وجہ سے اس کے خلاف کوئی شرارت کرنا مقصود ہے۔ ان واقعات کو دیکھتے ہوئے ہماری جماعت کو چاہیے تھا کہ وہ اپنے اندر ایک بیداری پیدا کر لیتی اور اس آدمی کی مانند جو آتش فشاں پہاڑ کی چوٹی پر بیٹھا ہوتا ہے اپنے آپ کو تیار کر لیتی خواہ کوئی دوبارہ غلط ڈائری لکھ لے اور گورنمنٹ کے پاس جھوٹی رپورٹ کر دے واقعہ یہی ہے کہ تبلیغ کے بغیر ہمیں چارہ نہیں (مگر اپنے رسوخ سے کام لے کر تبلیغ کرنا یا جبر کرنا یہ ہمارے مذہب میں جائز نہیں)۔ پس ایک طرف تبلیغ کرنی چاہیے اور دوسری طرف خدا تعالیٰ سے دعائیں مانگنی چاہئیں تبھی ہم کامیاب ہو سکتے ہیں اور اپنے مقصد کو حاصل کر سکتے ہیں۔ تبلیغ تمہاری تعداد کو بڑھائے گی اور دعائیں خدا تعالیٰ کے فضل کو کھینچیں گی۔ تبلیغ سے ہر درجہ اور حلقہ کے لوگ احمدی ہوں گے یا پھر انہیں کم از کم یہ پتہ

لگ جائے گا کہ احمدی کیسے ہوتے ہیں۔ بے شک وہ احمدی نہ ہوں لیکن انہیں یہ تو پتہ لگ جائے گا کہ احمدیت کی تعلیم کیا ہے اور جب انہیں احمدیت کی تعلیم کا پتہ لگ جائے گا تو پھر اگر کوئی شخص احمدیوں کے خلاف ان کے کان بھرنے کی کوشش کرے گا تو وہ فوراً کہہ دیں گے کہ ہم جانتے ہیں کہ احمدی ایسے نہیں ہیں۔ لیکن اگر وہ احمدیت کی تعلیم سے واقف نہیں تو جس طرح کوئی ان کے کان بھرنے کا ان کے پیچھے لگ جائیں گے۔ گویا تبلیغ کے ذریعہ ہمیں دو فائدے حاصل ہونگے اول جو لوگ صداقت کو قبول کرنے کی جرأت رکھتے ہیں وہ صداقت کو قبول کر لیں گے اور صداقت کو قبول کرنے کی جرأت نہیں رکھتے وہ ہمارے حالات سے واقفیت کی بناء پر کلمہ خیر کہا کریں گے۔۔۔۔ دعاؤں سے یہ فائدہ ہوتا ہے کہ ان سے اللہ تعالیٰ کی مدد حاصل ہوتی ہے۔“

(۲) ”پاکستان میں ہمارے خلاف پروپیگنڈا کیا جاتا ہے اور مجلسوں میں لوگوں کو اکسایا جاتا ہے کہ وہ ہمارے آدمیوں کو قتل کر دیں، ہماری جائیدادوں کو لوٹ لیں اور دوسرے لوگوں کو یہ تحریک کی جاتی ہے کہ وہ اپنے مکانات پر نشان لگالیں تا قتل عام کے وقت انہیں کوئی نقصان نہ پہنچے۔ سارے پاکستان میں ایسا ہو رہا ہے۔۔۔ گورنمنٹ کا کام امن قائم کرنا ہے گورنمنٹ کا کام اس قسم کے فتنوں کو دبانانا ہے مگر وہ دیکھ رہی ہے اور اس کے خلاف کوئی کارروائی نہیں کرتی۔ پولیس کے آدمی جاتے ہیں اور وہ ان مجالس میں جا کر ڈائریاں لیتے ہیں لیکن وہ اس قسم کی باتوں کا ڈائریوں میں ذکر نہیں کرتے بعض جگہوں میں تو ڈائریاں لی ہی نہیں جاتیں اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس جگہ کی مقامی پولیس دل سے ان کے ساتھ ہے اور بعض جگہ پولیس نے ڈائریاں لی ہیں لیکن ضلع حکام نے حکومت تک ان باتوں کو پہنچایا نہیں۔ ایک جلسہ میں ایک شخص نے کہا کہ تم میں سے کون ہے جو احمدیوں کو قتل کرے۔ ایک آدمی نے اٹھ کر کہا میں حاضر ہوں۔ پولیس نے ڈائری نہیں لکھی لیکن ایک مجسٹریٹ نے جو وہاں موجود تھا اپنی ڈائری میں یہ بات لکھ دی کہ میرے سامنے مقرر نے یہ سوال کیا کہ تم میں سے کون کون فلاں فلاں احمدیوں کو قتل کرنے کے لئے اپنے آپ کو پیش کرتا ہے تو ایک آدمی کھڑا ہوا اور اس نے کہا میں اس کام کے لئے حاضر ہوں اور اپنا نام پیش کرتا ہوں جب پولیس کے افسروں سے پوچھا گیا کہ کیوں پولیس کی ڈائری میں یہ بات نہیں آئی تو انہوں نے

جواب دیا کہ وہ آدمی پاگل تھا اس لئے اس واقعہ کو نہیں لکھا گیا یعنی جب شرارت کا پتہ لگ گیا تو یہ کہہ دیا گیا کہ وہ پاگل تھا حالانکہ اگر کھڑا ہونے والا پاگل تھا تو کیا تقریر کر کے اشتعال دلانے والا بھی پاگل تھا مگر ہم نے اپنے طور پر تحقیق کی ہے وہ شخص ہرگز پاگل نہیں ایک کام کاج کرنے والا آدمی ہے۔

(۳) ”اور جگہوں کو تو جانے دو اسی جگہ پر جب میں نے تقریریں کہا کہ اگر تم تبلیغ کرو تو بلوچستان جیسے چھوٹے سے صوبے کو احمدی بنا لینا کوئی مشکل امر نہیں تو پولیس کے بعض نمائندوں نے کتنا جھوٹ بولا انہوں نے گورنمنٹ کے پاس ڈائریاں بھیجیں اور ان کی نقل دوسرے صوبہ جات میں بھی بھجوائی گئی کہ امام جماعت احمدیہ نے تقریر کی ہے کہ گورنمنٹ کے محکموں میں جو بڑے بڑے احمدی افسر ہیں وہ اپنے ہاتھوں کو مجبور کر کے احمدی بنائیں اور اگر وہ احمدی نہ ہوں تو انہیں وق کر کے محکمہ سے نکالی دیں۔ اس قسم کی ڈائریوں تک ہی بس نہیں کی گئی فوجی حکام کو بھی ورغلائے گی کو شش کی گئی کہ انہوں نے کیا کارروائی احمدی افسروں کے خلاف کی ہے مگر جس طرح سول میں اچھے افسر بھی ہیں اسی طرح فوج میں بھی شریعت افسر ہیں ان افسروں نے ان رپورٹوں پر کوئی توجہ نہ دی اور کہہ دیا فوج میں امن ہے ہم ایسی تحریروں پر کارروائی کر کے خود فساد پیدا کرنے کے لئے تیار نہیں۔ ہمارے دشمن جب اس کارروائی میں ناکام رہے تو انہوں نے پہلے افسروں پر جو بالا افسر تھے ان کے پاس رپورٹیں کروائیں مگر ان کی طرف سے بھی یہ جواب دیا گیا کہ کوئی فساد بھی نظر آئے تو کسی کے خلاف کارروائی کی جائے جب فساد ہے ہی نہیں تو تم خود فساد کیوں پیدا کریں۔ ہاں اگر فساد پیدا کرنا ہے تو اوریات ہے۔ مجھے ایک احمدی افسر نے بتایا کہ جب یہ ڈائری میرے پاس پہنچی کہ خطبہ جمعہ میں امام جماعت احمدیہ نے بول کر ہے تو میں نے کہا میں خود احمدی ہوں اور میں خود وہاں موجود تھا میں نے وہ خطبہ جمعہ سنا ہے وہاں کوئی ایسی بات نہیں ہوئی تم جھوٹ بول رہے ہو۔ اس پر وہ پولیس کا نمائندہ فوراً بات بدل گیا اور کہنے لگا مجھ سے غلطی ہو گئی ہے غرض جہاں پاکستان میں ایک شریف عنصر ہے وہاں ایسا عنصر بھی ہے جسے پاکستان کے بھلے سے غرض نہیں اسے ہر طرف اپنے وی ٹی ٹی اور کیتھ کے نکالنے سے غرض ہے اور وہ پاکستان کو تباہ کرنا زیادہ پسند کرتا ہے بلکہ اس کے کہ اسے کوئی احمدی

زندہ نظر آئے اور ایسا غصہ جھوٹا دھوکے اور فریب سے ہرگز پرہیز نہیں کرتا۔ جو افسر شرافت اور انصاف اور پاکستان کی محبت سے معاملہ کرنا چاہتے ہیں وہ بھی ایسے موقع پر مجبور ہو جاتے ہیں کہ خواہ ایسی رپورٹوں پر کارروائی نہ کریں مگر ایسے جھوٹوں کو کوئی مزاحمت نہیں کریں گے کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ اگر انہوں نے ایسا کیا تو یہ سوال انتظامی نہیں رہے گا بلکہ سیاسی ہو جائے گا اور انہیں اپنا دامن چھڑوانا مشکل ہو جائے گا۔ پس ان کا انصاف نصف راستہ تک چل کر کھڑا ہو جاتا ہے ۶

مسلم لیگی حکومت کی طرف سے ملک دشمن عناصر
اوکاڑہ اور اس کے ماحول کی کشمکش

۱۳۲۹ھ / اکتوبر ۱۹۵۰ء کے شروع میں رونما ہونے شروع ہو گئے جبکہ مغربی پاکستان میں بہرظن جماعت احمدیہ کی مخالفت کا طوفان اٹھ کھڑا ہوا اور خصوصاً اوکاڑہ اور اس کے گرد و نواح میں احمدیوں کے قتل عام کے کھلم کھلا وعظ کئے جانے لگے چنانچہ الفضل کے نامہ نگار نے مرکز احمدیت میں یہ اطلاع دی کہ

”یکم اکتوبر کو احراریوں نے بعض احمدیوں کا جب کہ وہ کسی چمک کی طرف جا رہے تھے جلوس بنا کر ان کا تعاقب کیا۔ سات افراد کے مندر پر سیاہی ملی، ان پر مٹی اور کچھ پھینکا اور اس میں دھکے دیتے ہوئے اوکاڑہ ریلوے سٹیشن پر لے آئے چند پولیس والوں نے ان کو بچانا چاہا تو مشرپند عنصر نے ان تانگوں پر بھی حملہ کر دیا جن میں احمدی اور پولیس کانسٹیبل سنوار تھے۔ اس کے بعد احراریوں نے شہر بھر میں جلوس نکالا۔ احمدیوں کو گالیاں دیں اور پولیس والوں پر احمدیوں کی پاسداری کا الزام لگا کر انہیں کوسا۔ یہ جلوس دیر تک مسجد کے سامنے ناچتا رہا۔ اسی شام کو چوہدری غلام قادر صاحب نمبر وار پریذیڈنٹ جماعت احمدیہ اوکاڑہ اور شیخ غلام قادر صاحب پر احراریوں نے حملہ کیا اور ریلوے لائن کے نزدیک سخت تپھر اوکیا جن سے دونوں احمدی مجروح ہو گئے۔“

اس فتنہ انگیزی نے چند دنوں میں ہی کیا صورت پکڑ لی؟ اس کا نقشہ اوکاڑہ کے ایک غیر احمدی دوست جناب محمد عابد صاحب برہاندھری نے انہی دنوں درج ذیل الفاظ میں کھینچا :-

”ہفتہ عشرہ کے عرصہ تک بعض ناعاقبت انہلش اور خود غرض لیڈروں کی غلط لیڈرشپ کی بنا پر ایک طوفان بد تمیزی برپا رہا۔ اور حراری غنڈوں نے اسلام کے نام پر اخلاق سوز نہیں ہیں۔ بلکہ اسلام سوز حرکات کا ارتکاب کیا۔ مگر ان کے متعلق کچھ تحریر کرنے سے قبل میں یہ بتادینا ضروری سمجھتا ہوں کہ میں نہ مرزائی ہوں اور نہ ہی مرزائیت سے مجھے کوئی لگاؤ ہے بلکہ ایک حقیقت نگار کی حیثیت سے جو کچھ میری آنکھوں نے اس غنڈہ گردی کے دوران میں دیکھا میں بقول کسے ”قلم کی عصمت کو ماں بہن کی عصمت سے کم نہ سمجھتے ہوئے“ اس کا تفصیلی جائزہ لوں گا۔“

ان ابتدائی الفاظ کے بعد لکھا:-

”یکم اکتوبر حقیقت یہ ہے کہ اکتوبر کی یکم کو جبکہ چند مرزائی مبلغ اوکاڑہ سے دو اڑھائی میل دور واقع ایک دیہہ چک ۵ میں بغرض تبلیغ روانہ ہوئے تو شہر سے ۲۵، ۲۰ غنڈے ان کے پیچھے ہوئے اور وہاں ان کی تمام مساعی کو ناکام بناتے رہے اور واپسی پر راستہ میں کوٹ نالی سنگھ کے قریب ان پیچاروں کے منہ سیاہ کر کے ان کا تسخیر اڑاتے ہوئے شہر کی طرف لے آئے جہاں اسٹیشن کے قریب شہر کے امن کو ناک میں ملانے والے بعض دیگر افراد نے بھی ”مرزائیت مردہ باد“ اور ”مرزائے تادیباں مردہ باد“ و دیگر اسی قسم کے ہتک آمیز نعرے لگائے اور مرزائی مبلغین پر پتھر اڑا دیا۔ اس شور و غوغا کو سن کر پولیس وہاں پہنچ گئی اور مرزائی مبلغین کو اپنی حفاظت میں لے لیا مگر جب پولیس کے تانکے پر غنڈے حاضر نے حملہ کر دیا تو مجبوراً پولیس نے آٹھ نو حملہ آوروں کو زیر دفعہ ۱۵۱ گرفتار کر لیا۔“

ان گرفتاریوں کے فوراً ہی بعد شہر میں زبردستی ہڑتال کروادی گئی مگر حکام بالانے نہایت ہوشمندی اور ہوشیاری سے کام لیتے ہوئے گرفتار شدگان کو رہا کر دیا اور اس طرح شہر میں فرقہ داریت کی سلگتی ہوئی آگ کو کسی حد تک ٹھنڈا کر دیا۔

۲۔ اکتوبر:- یہ دو سردان نجیروء اہمیت گذر گیا اور اگرچہ اس دن بلظاہر امن رہا اور کسی قسم کا کوئی ناگوار واقعہ پیش نہ آیا مگر اس حقیقت کو کسی صورت ٹھٹھلایا نہیں جاسکتا کہ کشیدگی اور کھچاؤ اس دن بھی کسی حد تک پایا جاتا تھا۔

۳۔ اکتوبر:- ۳ اکتوبر کا دن بھی ۲ بجے تک امن و امان کے ساتھ گذر گیا مگر ۲ بجے کے قریب

جبکہ پولیس نے نفعین امن کے اندیشہ میں حافظ فضل الہی سابق صدر مومین کانفرنس کو گرفتار کر لیا تو شہر کی فضا پھر سے مکدر ہو گئی اور کوئی تین چار بجے کے قریب ہمراہ اکتوبر کو عام ہسپتال اور رات کو رضوی چوک اوکاڑہ میں ایک جلسہ عام کا اعلان کر دیا۔

جلسہ میں مقررین نے نہایت اشتعال انگیز اور تندید آمیز تقریریں کر کے عوام کے جذبات کو کافی حد تک اُکسایا اور یہی اُکساہٹ دوسرے دن یعنی ۴ اکتوبر کو ایک مرزائی کے قتل پر منبج ہوئی۔ ۴ اکتوبر:- اس دن کے لئے عام ہسپتال کا اعلان کیا گیا تھا چنانچہ صبح سے ہی غنڈوں اور ناہم چھوٹے چھوٹے بچوں کے گروہ درگروہ بازاروں کا چکر کاٹنے لگے اور اگر کسی غریب خواہ مخواہ فروشنے غلطی سے یا پھر اپنے بچوں کی بھوک اور فلاس سے تنگ آ کر کوئی شے فروخت کرنا چاہا ہی تو ان غنڈوں نے اس غریب کی ساری پونجی کو لوٹ لیا اور جو کسی کے ہاتھ لگالے کر چلتا بنا۔ اسی پر اکتفا نہیں بلکہ سارا دن یہ لوگ بازاروں اور گلیوں میں چھوٹے چھوٹے جلوسوں کی شکل میں آوارہ گردی کرتے رہے اور مرزائیوں کے خلاف نہایت اشتعال انگیز نعرے لگاتے رہے یہاں تک کہ مسجد احمدیہ کے دروازے پر جا کر ان لوگوں نے نہایت تندید آمیز الفاظ استعمال کئے اور مسجد کے صحن میں گندگی تک پھینکنے سے گریز نہ کیا۔

شام کے تین بجے ایک جلوس عام کا اعلان کیا گیا تھا مگر جناب سپرنٹنڈنٹ صاحب پولیس کی بروقت مداخلت اور چیک ننگ میں ایک مرزائی کے قتل نے جلوس نکالنے کی جرأت نہ ہونے دی۔ اسی دن شام کو منٹگری سے سپیشل پولیس فورس منگوائی گئی اور شہر کے تمام اہم ناکوں پر پولیس کی چوکیاں بٹھا دی گئیں۔" ۱۰

اس رپورٹ میں جس شہید احمدیت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے وہ ماسٹر غلام محمد صاحب تھے جو چک ۴۸-۳۳ میں دیہاتی سکول کے ٹیچر تھے اور تقسیم ملک سے قبل جماعت احمدیہ پھبیاں ضلع ہوشیار پور میں سیکرٹری مال تھے۔

رپورٹ تحقیقاتی عدالت فسادات پنجاب ۱۹۵۳ء میں آپ کے واقعہ شہادت کے حالات میں لکھا

ہے :-

”یکم اکتوبر ۱۹۵۸ء کو ایک احمدی مولوی نور دین سات دوسرے احمدیوں کے ساتھ تبلیغی مہم پر چک ۲۵ میں گیا۔ یہاں کے غیر احمدیوں نے ان مبلغوں کو گھیر لیا۔ پھر ان پر کیمچر پھینکی۔ ان کے چہروں پر کالک ملی اور گندے پانی میں سے انہیں ہنسا کر ریلوے سٹیشن اوکاڑہ تک پہنچایا۔ پولیس میں اس واقعہ کی رپورٹ لکھائی گئی جس پر ایک شخص مولوی فضل الہی زیزد فعات ۱۲۷، ۳۲۲ زیزد راست لے لیا گیا۔ اس گرفتاری کے خلاف احتجاج کے طور پر اوکاڑہ میں دکانیں بند ہو گئیں اور ۳۱ اکتوبر کی رات کو ایک جلسہ عام ہوا جس میں ہزاروں اشخاص شامل ہوئے بہت سے مقررین نے تقریریں کیں جو بے انتہا اشتعال انگیز تھیں۔ ایک مقرر نے جلسے کے نوجوان حاضرین سے اپیل کی کہ مرزائی فتنہ سے قوم کو نجات دلاؤ۔ دوسرے دن محمد اشرف نے جو تقریریں سن چکا تھا ایک چھڑے سے مسلح ہو کر غلام محمد کا تعاقب کیا جبکہ وہ اوکاڑہ جا رہا تھا محمد اشرف نے غلام محمد کو ایک نہر کے قریب جا لیا اور اس کے چھڑا گھونپ دیا۔ غلام محمد کا زخم کاری تھا چنانچہ وہ تھانے کو لے جانے سے پہلے ہی مر گیا۔ محمد اشرف ایک مجسٹریٹ کی عدالت میں پیش کیا گیا جہاں اس نے یہ بیان دیا:-

”پہلے یہ کہا کہ ستمبر میں پھر کہا کہ اکتوبر کی تیسری تاریخ کو اوکاڑہ میں ایک جلسہ ہوا جس میں رضوان بشیر احمد، مولوی منیا الدین، قاضی عبدالرحمن، چوہدری محبوب عالم اور صدر جلسہ نے جو غالباً قاضی تھے پرجوش تقریریں کیں جن میں بتایا کہ مرزائی نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کو گالیاں دیتے ہیں ہم حضور کی عظمت کے لئے اپنی جانیں دے دیں گے۔ تقریر میں یہ کہا گیا کہ جو لوگ ان کو (احمدیوں کو) پہچان کر ناٹو کر لے پر آمادہ ہیں وہ اپنے ہاتھ اٹھائیں جلسے میں علم دین غازی کا ذکر بھی کیا گیا اور اس کی سرگذشت سنائی گئی۔ میں نے اس سے پہلے بھی علم دین غازی کی سرگذشت پڑھی تھی اور ایک دفعہ اس کے مقبرے پر بھی گیا تھا۔ اس کے بعد جلسہ ختم ہو گیا میں گھر واپس آ گیا۔ تقریروں کے الفاظ رات بھر میرے دماغ میں گونجتے رہے صبح اٹھ کر میں سائیکل پر چک ۱۵۴ گیا جہاں ماسٹر تفریحی چھٹی پر اپنے گھر گیا ہوا تھا۔ میں چک میں ٹھہرا ہوا تھا وہ سکول میں نہ آ گیا۔ گاؤں کے چوک کی ایک دکان پر میں نے ایک سگریٹ پیا جب میں باہر نکلا ماسٹر سکول میں نہ تھا مجھے یقین تھا کہ ماسٹر مرزائی ہے۔ اور میں اسی نیت سے آیا تھا چک میں نہیں لے آیا سب سے پوچھا کہ آیا حضور نبی کریم کے زمانے میں ہمارے بچوں کو پڑھانے پر کوئی کافر مقرر تھا؟ اس ماسٹر کو کیا حق ہے کہ وہ ہمارے چک میں متم ہے۔ زمین الاٹ کر رکھی ہے اور بچوں کو پڑھا رہا ہے۔ اس کے بعد میں نے ایک ٹوٹے سے

پوچھا کہ ماسٹر کہاں گیا ہے؟ اس نے بتایا کہ وہ چیک پیپر کو لگیا ہے۔ میں نے پوچھا سائیکل پر یا پیدل؟ جواب ملا سائیکل پر۔ میرے پاس اُس وقت ایک پتھر اٹھا میں نے اس کو دو میل کے فاصلے پر جالیا۔ وہاں میں نے اپنے سائیکل سے اُتر کر اس کے سائیکل کو دھکا دیا اور اسے گرا لیا۔ میں نے ماسٹر کو چھڑے سے ایک ضرب لگائی اور وہ بھاگ کر چھوٹی نہر کے پانی میں گھس گیا۔ پتھر اٹھیک نہ رہا میں نے اسے درست کیا اور پھر پانی میں اُدھر بہیں لگا میں نہیں اس کو ماہی رہا تھا کہ اُدھر اُدھر سے کچھ لوگ جمع ہو گئے اور انہوں نے مجھے روکا میں نے ان سے کہا کہ مجھے نہ روکو میں ایک کافر کو قتل کر رہا ہوں۔ ایک اور اجنبی شخص نے مجھ سے سوالات کئے میں نے اس کو بھی یہی بتایا کہ میں نے ایک کافر کو ہلاک کر دیا ہے۔ پھر میں اوکاڑہ چلا گیا۔ ۱۰

”ناعت امت اندیش“ اور ”خود غرض لیڈروں“ کے اس ظلم و ستم کے خلاف صدائے احتجاج بلند کرنے کی بجائے پنجاب پریس خصوصاً ”آزاد“ اور ”تسنیم“ لاہور نے اصل حقائق کو مسخ شدہ صورت میں نہایت درجہ رنگ آمیزی سے شائع کیا جس پر اخبار ”الفضل“ نے سختی سے نوٹس لیا اور بالآخر ادارہ ”تسنیم“ کو حسب ذیل الفاظ میں معذرت شائع کرنا پڑی :-

”لاہور، ۱۰ اکتوبر۔ قیم جماعت اسلامی ضلع منٹھی اطلاق دیتے ہیں کہ تسنیم کے نامہ نگار اوکاڑہ نے قادیانیوں کے متعلق جو خبریں بھیجی ہیں وہ جذباتی اور خلاف واقعہ ہیں اس لئے نامہ نگار مذکور کو تسنیم کی نامہ نگاری سے علیحدہ کر دیا۔ ادارہ کو ان خبروں پر افسوس ہے جو نامہ نگار مذکور نے قادیانیوں کی اشتعال انگیزی کے متعلق بھیجی ہیں۔ تسنیم جس دعوت اور مسلک کا داعی ہے اس کا تقاضا ہے کہ ہمارے کالموں میں دانستہ کوئی ایسی چیز شائع نہ ہو جو خلاف واقعہ ہو۔“ ۱۰

افسوس ”تسنیم“ کے علاوہ کسی اور اخبار کو اس اخلاقی جرأت کی توفیق نہ ہو سکی حالانکہ محمد عبد صاحب جالندھری کے الفاظ میں ”ان اخبارات نے یا پھر ان کے نامہ نگاروں نے حق و صداقت کا منہ چڑھانے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔“ ۱۰

۱۰ رپورٹ تحقیقاتی عدالت خواتین پنجاب، ۱۹۵۳ء، ص ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰۱، ۱۴۰۲، ۱۴۰۳، ۱۴۰۴، ۱۴۰۵، ۱۴۰۶، ۱۴۰۷، ۱۴۰۸، ۱۴۰۹، ۱۴۱۰، ۱۴۱۱، ۱۴۱۲، ۱۴۱۳، ۱۴۱۴، ۱۴۱۵، ۱۴۱۶، ۱۴۱۷، ۱۴۱۸، ۱۴۱۹، ۱۴۲۰، ۱۴۲۱، ۱۴۲۲، ۱۴۲۳، ۱۴۲۴، ۱۴۲۵، ۱۴۲۶، ۱۴۲۷، ۱۴۲۸، ۱۴۲۹، ۱۴۳۰، ۱۴۳۱، ۱۴۳۲، ۱۴۳۳، ۱۴۳۴، ۱۴۳۵، ۱۴۳۶، ۱۴۳۷، ۱۴۳۸، ۱۴۳۹، ۱۴۴۰، ۱۴۴۱، ۱۴۴۲، ۱۴۴۳، ۱۴۴۴، ۱۴۴۵، ۱۴۴۶، ۱۴۴۷، ۱۴۴۸، ۱۴۴۹، ۱۴۵۰، ۱۴۵۱، ۱۴۵۲، ۱۴۵۳، ۱۴۵۴، ۱۴۵۵، ۱۴۵۶، ۱۴۵۷، ۱۴۵۸، ۱۴۵۹، ۱۴۶۰، ۱۴۶۱، ۱۴۶۲، ۱۴۶۳، ۱۴۶۴، ۱۴۶۵، ۱۴۶۶، ۱۴۶۷، ۱۴۶۸، ۱۴۶۹، ۱۴۷۰، ۱۴۷۱، ۱۴۷۲، ۱۴۷۳، ۱۴۷۴، ۱۴۷۵، ۱۴۷۶، ۱۴۷۷، ۱۴۷۸، ۱۴۷۹، ۱۴۸۰، ۱۴۸۱، ۱۴۸۲، ۱۴۸۳، ۱۴۸۴، ۱۴۸۵، ۱۴۸۶، ۱۴۸۷، ۱۴۸۸، ۱۴۸۹، ۱۴۹۰، ۱۴۹۱، ۱۴۹۲، ۱۴۹۳، ۱۴۹۴، ۱۴۹۵، ۱۴۹۶، ۱۴۹۷، ۱۴۹۸، ۱۴۹۹، ۱۵۰۰، ۱۵۰۱، ۱۵۰۲، ۱۵۰۳، ۱۵۰۴، ۱۵۰۵، ۱۵۰۶، ۱۵۰۷، ۱۵۰۸، ۱۵۰۹، ۱۵۱۰، ۱۵۱۱، ۱۵۱۲، ۱۵۱۳، ۱۵۱۴، ۱۵۱۵، ۱۵۱۶، ۱۵۱۷، ۱۵۱۸، ۱۵۱۹، ۱۵۲۰، ۱۵۲۱، ۱۵۲۲، ۱۵۲۳، ۱۵۲۴، ۱۵۲۵، ۱۵۲۶، ۱۵۲۷، ۱۵۲۸، ۱۵۲۹، ۱۵۳۰، ۱۵۳۱، ۱۵۳۲، ۱۵۳۳، ۱۵۳۴، ۱۵۳۵، ۱۵۳۶، ۱۵۳۷، ۱۵۳۸، ۱۵۳۹، ۱۵۴۰، ۱۵۴۱، ۱۵۴۲، ۱۵۴۳، ۱۵۴۴، ۱

جہاں تک صوبہ سرحد کا تعلق ہے اس کے اخبارات نے انتہائی غیر جانبدارانہ روش اختیار کی بلکہ پشاور کے ہفت روزہ "تنظیم" نے اپنی ۲۶ اکتوبر ۱۹۵۷ء کی اشاعت میں "احرار اور حکومت سے مطالبہ"

اخبار تنظیم (پشاور) کا پُر زور نوٹ

کی پاکستان دشمن سرگرمیاں کے زیر عنوان مندرجہ ذیل پُر زور نوٹ سپرد اشاعت کیا ہے۔

کے معلوم نہیں کہ مجلس احرار بھی کانگریس کی طرح مسلمانوں کے محبوب مطالبہ پاکستان کی روزِ اول سے شدید مخالفت کرتی رہی ہے۔ پاکستان کو پلیدستان اور قائمہ اعظمہ کا اول درجہ کا فرقہ پرست کہنے والی اس نام نہاد اور پاکستان دشمن جماعت نے قیام پاکستان کے بعد ملک کے قومی اتحاد کے شیرازہ کو بھیرنے کے لئے پنجاب میں مذہبی تبلیغ کے نام سے گذشتہ عرصہ میں جو کانفرنسیں اور جلسے کئے ان احرار مبلغوں نے نہ صرف شیعہ سنی مناقشات کو ہوادی بلکہ جماعت احمدیہ کے خلاف ہلاکت آفرین زہر اگلا۔ اس کی تفصیل ہم کسی گذشتہ اشاعت میں دے چکے ہیں۔ احرار نے اپنے یہ تبلیغی جلسے پنجاب کے ان اہم مرکزی مقامات اور دیہات میں کئے جہاں کے نوجوان پاکستانی افواج میں ملک و ملت کی خدمت کر رہے ہیں اور آئندہ بھی یہی علاقے ملک کی خدمت کے لئے نوجوانوں کی بھرتی دے سکتے ہیں پنجاب کے سادہ لوح دیہاتیوں میں پاکستان کی فوجی قوت اور قومی اتحاد کو کمزور کرنے کے لئے مرزائیت اور احمدیت کو کافر اور خارج از اسلام بے دین فرقہ ظاہر کر کے عوام سے کہا گیا کہ تمہیں یہ کیا معلوم ہے کہ اس وقت پاکستان کے جتنے اہم سرکاری شعبے ہیں ان میں شیعوں اور احمدیوں کی حکمرانی ہے اور خاص کر پاکستان کی طرف سے سر ظفر اللہ کا بطور وزیر خارجہ تقرر مسلمانوں کے لئے مذہبی اولیٰ نقطہ نظر سے شدید خطرہ و نقصان کا باعث ہے۔ اسلام کسی حالت اور کسی صورت میں احمدیوں سے اشتراکِ عمل کی اجازت نہیں دیتا۔

لہذا مسلمانو! احمدیوں کی تحفیہ ریشہ دوانیوں اور سر ظفر اللہ کے ہندوؤں سے کشمیر کے سودا کے ساز باز وغیرہ مسلم دشمن حرکات سے بروقت خبردار رہو۔ اگر سر ظفر اللہ اسی طرح وزارتِ خارجہ کے اہم عہدہ پر فائز رہا تو بس یہی سمجھو کہ تمہارا اسلام اور کلچر وغیرہ سب مٹ جائیں گے حالانکہ سر ظفر اللہ کی سلامتی کو نسل بین نہ صرف پاکستان بلکہ تمام اسلامی ممالک کے مسائل سے گہری، بے لوث اور ٹھوس ترجمانی کے باعث تمام عرب ممالک سر ظفر اللہ پر اپنے اعتماد کا اظہار کر چکے ہیں اور مسلم ممالک کے حقوق

کی نگہداشت کے لئے اقوام متحدہ کے ادارہ میں سر ظفر اللہ کی موجودگی کو اسلامی ممالک کی خوش قسمتی سے تعبیر کیا جا رہا ہے۔ نیز پاکستان کے قیام اور بعد میں پاکستان کے استحکام کے لئے مسلم جماعت احمدیہ کو جو بے مثال اور ناقابل فراموش قربانی ادا کرنی پڑی ہے اس کے پیشین نظر چاہئے تو یہ تھا کہ اس جماعت کی جو اپنا ناموس اور گھر بار اور کروڑوں روپیہ کی جائداد اور اپنا مرکز چھوڑ کر پاکستان پہنچی تھی.... قدر کی جاتی.... یقیناً پاکستان کے لئے اس جماعت کی قربانیاں باقی مسلمانان ہند کے مقابلہ میں اگر زیادہ قابل قدر نہیں تو اس درجہ حقیر اور خلاف انسانیت سلوک کے قابل نہیں کہ احرار کی فتنہ انگیز تقاریر سے متاثر ہو کر اوکاڑہ میں وہاں کے غنڈوں کے ہاتھوں نہ صرف کہ چند احمدیوں کے گمہ کالے کئے گئے بلکہ مسجد احمدیہ میں گندگی تک پھینکی گئی اور غنڈوں کا انتقامی جوش ایک بے گناہ احمدی مسلمان کی شہادت کا باعث بھی بنا۔ ابھی اوکاڑہ کی فضا احمدیوں کے مزید کشت و خون کے لئے مکہ ربیان کی جاتی ہے۔ گو عارضی طور پر وہاں پولیس لے چوکیاں بٹھا کر امن قائم کر دیا گیا ہے۔

ضرورت ہے کہ آئرن بیل ڈاکٹر لیاقت علی عثمان صاحب وزیر اعظم پاکستان اپنی اولین توجہ اوکاڑہ کے تازہ سانحہ پر دیں اور وہاہیوں، شیعہوں اور احمدیوں کو کفر و الحاد کی سنگین دینے والی پاکستان دشمن احرار جماعت کی اس قسم کی فتنہ انگیز تقریروں پر کڑی پابندی عائد کی جائے اور سانحہ اوکاڑہ کا اصل پس منظر معلوم کیا جائے کہ آیا وہ کون سے اسباب تھے کہ پورے چار دن اوکاڑہ کے غنڈوں نے امن و قانون کو اپنے ہاتھ میں لے کر وہاں کے احمدیوں پر عرصہ حیات تنگ کئے رکھا۔ چونکہ پاکستان کا قیام ایک جمہوری اور قومی ریاست کی بنیاد پر عمل میں لایا گیا ہے اس لحاظ سے ہمارا مطالبہ ہے کہ ہر پاکستانی کو ملکی قانون کے اندر رہتے ہوئے پوری مذہبی آزادی حاصل ہونی چاہیے۔ سانحہ اوکاڑہ کے اصل محرک جو لوگ ہیں انہوں نے اسلامی اصولوں کی صریح خلاف ورزی کرتے ہوئے اپنی پاکستان دشمنی کا ثبوت دیا ہے اور ان کے اس فعل سے پاکستان کے قومی اتحاد کو ناقابل تلافی نقصان پہنچا ہے حکومت کا فرض ہے کہ ایسی مجرمانہ اور غیر ذمہ دارانہ حرکات کا آئندہ کے لئے مکمل سدباب کرے اور پاکستان میں رہنے والی تمام ایسی نام نہاد مذہبی جماعتوں کی تقریر و تحریر پر پابندی عائد کی جانی ضروری ہے جو فرقہ دارانہ جذبات کی انگیخت کا باعث ہوں۔“

شہید احمدیت اسٹریٹ غلام محمد صاحب کے المناک
واقعہ شہادت پر حضرت مصلح موعودؑ نے ۶ اخبار
۱۳۲۹ھ کو ایک عارفانہ خطبہ ارشاد فرمایا جس
میں حضور نے جماعت پر واضح کیا کہ نبیوں کی جماعتوں کو پتھر، کنکر اور کانٹوں پر سے ہی گزرنا پڑتا ہے
مگر یاد رکھو جب تم خدا کے لئے اپنے آپ کو بدل دو گے تو خدا تمہارے لئے ساری دنیا کو بدل دے گا۔
چنانچہ فرمایا:۔

”آج میں اختصار کے ساتھ اس امر کی طرف جماعت کو خصوصاً جماعت کے نوجوانوں کو توجہ دلانا چاہتا ہوں
کہ جماعت احمدیہ کی مخالفت بہت سخت ہوتی جاتی ہے۔ وہ لوگ جو کل تک ہماری جماعت کی تعریف میں
رطب اللسان تھے آج ان کے خون کے پیاسے نظر آ رہے ہیں۔ آپ لوگوں نے اخبار میں اوکاڑہ کے واقعہ
پر پڑھے ہوں گے کہ وہاں ہمارے ایک دوست کو شہید کر دیا گیا ہے۔ اب پردہ ڈالنے کے لئے یہ کہا جا رہا
ہے کہ قتل کرنے والے کی مخالفت کی بنا کو کوئی لین دین کا جھگڑا تھا مگر ساتھ ہی یہ تسلیم کیا جا رہا ہے کہ وہ
جھگڑا دو سال کا پڑنا تھا حالانکہ اگر یہ بات درست بھی تسلیم کر لی جائے کہ دو سال پہلے کا کوئی جھگڑا تھا
تب بھی اس امر سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ اس وقت اس کا قتل کرنا درحقیقت ان مولویوں کی انجمنیت
کا نتیجہ تھا جنہوں نے ہماری جماعت کے خلاف تقریریں کیں۔ ورنہ اگر صرف یہی جھگڑا اختلاف کا باعث
تھا تو اس نے گذشتہ دو سال میں یہ فعل کیوں نہ کیا۔ اگر ایک شخص دیکھے کہ کوئی اُس کے بچے کو پیٹ رہا
ہے اور وہ اُس وقت خاموش رہے لیکن دو سال کے بعد مارنے والے کو پٹینے لگے اور کہے کہ میں اس لئے
پیٹ رہا ہوں کہ اس نے آج سے دو سال پہلے میرے بچے کو مارا تھا تو کون شخص اس کی بات کو تسلیم کریگا
یہ شخص کہے گا کہ اب اتنا عرصہ گزر جانے کے بعد تمہارا بیٹنا اگر اشتعال کی وجہ سے ہے تب بھی اس
اشتعال کو کسی اور چیز نے تازہ کر دیا ہے۔ اسی طرح اس اشتعال کو زندہ کرنے والا، اس اشتعال کو
تازہ کرنے والا اور اس اشتعال کو ابھارنے والا مولویوں کا لوگوں کو جوش دلانا اور ان کا احمدیوں
کے خلاف تقریریں کرنا تھا۔ اور یہ ایک جگہ کا سال نہیں ہے جگہ ہی ہو رہا ہے۔ ان حالات میں پہلی نصیحت
تو میں جماعت کے دوستوں کو یہ کرنا چاہتا ہوں کہ وہ ان امور کو ابتلاءِ بشر نہ سمجھیں بلکہ دینی ترقی کا
ذریعہ سمجھیں۔ یہ بزدلوں اور بے ایمانوں کا کام ہوتا ہے کہ وہ مصائب کے آنے پر گھبرا جاتے ہیں۔

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے سورۃ بقرہ کے ابتداء میں ہی منافق کی یہ علامت بیان فرمائی ہے کہ جب کوئی مصلحت آتی ہے تو وہ ٹھہر جاتا ہے اور جب آرام اور راحت کا وقت آتا ہے تو پھیل پڑتا ہے۔ موسیٰ وہ ہوتا ہے جو مصائب کے وقت اور بھی زیادہ مضبوط ہو جاتا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے کہ احزاب کے موقع پر جب مسلمانوں سے کہا گیا کہ لوگ اکٹھے ہو رہے ہیں اور وہ تمہیں مارنے کی فکر میں ہیں تو انہوں نے کہا یہ تو ہمارے ایمانوں کو بڑھانے والی بات ہے کیونکہ ہمارے خدا نے پہلے سے ان واقعات کی خبر دے رکھی تھی۔ اس سے ہمارے ایمان متزلزل کیوں ہوں گے وہ تو اور بھی بڑھیں گے اور ترقی کریں گے۔ پس ایسے امور سے مومنوں کو یہ سمجھنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے مدارج کو بلند کرنے کے سامان پیدا کر رہا ہے ہم میں سے کون ہے جس نے ایک دن مرنا نہیں مگر ایک موت کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ طبعی موت ہوتی ہے اور دوسری موت کے متعلق فرماتا ہے کہ ایسے مرنے والے ہمیشہ سے زندہ ہیں بلکہ فرماتا ہے کہ تم ان کو مردہ مت کہو وہ زندہ ہیں اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کو رزق مل رہا ہے یعنی ان کی روحانی ترقیات کے سامان متواتر ہوتے چلے جائیں گے۔ دشمن تو یہی دیکھنا چاہتا ہے کہ وہ تم کو مٹا دے اور وہ تم کو غمگین بنا دے مگر جب وہ دیکھتا ہے کہ تمہیں مارا جاتا ہے تو تم اور بھی زیادہ دلیر ہو جاتے ہو، تم اور بھی زیادہ خوش ہو جاتے ہو اور کہتے ہو کہ خدا نے ہماری ترقی کے کیسے سامان پیدا کئے ہیں تو اس کا حوصلہ کسٹ ہو جاتا ہے۔“

نیز فرمایا:-

”حضرت مسیح موعود علیہ السلام پہلے ایک تھے پھر ایک سے دو ہوئے، دو سے چار ہوئے، چار سے آٹھ ہوئے، آٹھ سے سولہ ہوئے، سولہ سے تیس ہوئے، تیس سے چونتیس ہوئے، چونتیس سے ایک سو اٹھائیس ہوئے اور اسی طرح ہم بڑھتے چلے گئے۔ کب وہ وقت آیا کہ ہمارا دشمن کمزور تھا اور ہم طاقت ور تھے۔ ہماری تاریخ میں کوئی وقت ہم پر ایسا نہیں آیا کہ دشمن کمزور ہو اور ہم طاقتور ہوں یا کب وہ وقت آیا کہ ہمارے پاس سامان تھے اور دشمن کے پاس سامان نہیں تھے ہمیشہ ہمارے دشمن کے پاس ہی سامان تھے اور ہمارے پاس کوئی سامان نہیں تھے یا کب وہ وقت آیا کہ دشمن نے ہمیں امن دینے کا ارادہ کیا ہو اور اس کے اس ارادہ کی وجہ سے ہم بچے ہوں۔ ہمیشہ ہی دشمن نے ہمارے قتل کے ارادے کیے ہیں لیکن ہمیشہ ہی خدا نے ہم کو بچایا اور خدا تعالیٰ نے ہم کو بڑھایا پس وہ کوئی نئی چیز ہے جس سے تم گھبراتے ہو

یا کونسی نئی بات ہے جو تمہیں تشویش میں ڈالتی ہے۔ کیا کوئی نبی دنیا میں ایسا آیا ہے جس کی جماعت نے پھولوں کی کیچ سے گزر کر کامیابی حاصل کی ہو۔ پتھر اور کنکر اور کانٹے ہی ہیں جن پر سے فیلوں کی جماعتوں کو گزرنا پڑا اور انہی پر سے تم کو بھی گزرنا پڑے گا۔ جس طرح ایک بکری کے پتھر کے پیر میں جب کانٹا پھبھرتا ہے تو گلہ بان اس کو اپنی گود میں اٹھالیتا ہے اسی طرح خدا تعالیٰ کے دین کی خدمت کرتے ہوئے اگر تمہارے پاؤں میں کانٹا بھی چبھے گا تو ایک غریب آدمی نہیں، ایک کمزور گلہ بان نہیں بلکہ زمین و آسمان کا پیدا کرنے والا خدا تم کو اپنی گود میں اٹھالے گا۔ لیکن اگر تم ڈرتے ہو تو تم اپنے ایمان میں کمزور ہو اور ان نتائج کے دیکھنے کے اہل نہیں جو انبیاء کی جماعتیں دیکھتی چلی آئی ہیں۔ تم اپنی سستیوں اور غفلتوں کو دور کرو۔ باؤسیوں کو اپنے قریب بھی نہ آنے دو۔ تمہیں خدا تعالیٰ نے شیر بنایا ہے تم کیوں یہ سمجھتے ہو کہ تم بکریاں ہو۔ جدھر تمہاری باگیں اٹھیں گی ادھر سے ہی اسلام کے دشمن بھاگنے شروع ہو جائیں گے۔ اور جدھر تمہاری نظریں اٹھیں گی ادھر ہی صداقت کے دشمن گرنے شروع ہو جائیں گے۔ بے شک خدا تعالیٰ کے دین کے قیام کے لئے تم ماریں بھی کھاؤ گے۔ تم قتل بھی کئے جاؤ گے تمہارے گھر بھی جلائے جائیں گے مگر تمہارا قدم ہمیشہ آگے ہی آگے بڑھتا چلا جائے گا اور کوئی طاقت تمہاری ترقی کو روک نہیں سکے گی۔ الہی منت ہی ہے کہ اس کی جماعتیں مرتی بھی ہیں، اس کی جماعتیں کھلی بھی جاتی ہیں۔ اور اس کی جماعتیں بظاہر دنیوی نقصان بھی اٹھاتی ہیں مگر ان کا قدم ہمیشہ ترقی کی طرف بڑھتا ہے۔ اور یہی وہ معجزہ ہوتا ہے جو سنگدل سے سنگدل دشمن کو بھی ان کے آگے جھکا دیتا ہے اور انہیں فتح اور کامیابی حاصل ہو جاتی ہے۔ پس اپنے اندر ایسی تبدیلی پیدا کرو۔ نمازوں پر زور دو۔ دعاؤں پر زور دو۔ شب بیداری پر زور دو۔ حدیث و شریعت پر زور دو۔ دین کی خدمت پر زور دو۔ تبلیغ پر زور دو اور اپنے اندر تبدیلی پیدا کرو جب تم خدا کے لئے اپنے آپ کو بدل لو گے تو خدا تمہارے لئے ساری دنیا کو بدل دے گا۔ لے

ماسٹر غلام محمد صاحب کی دردناک شہادت | **راولپنڈی میں چوہدری بدر الدین صاحب کی شہادت** | کا زخم بالکل تازہ ہی تھا کہ صرف چند روز

بعد جماعت احمدیہ راولپنڈی کے ایک سادہ مزاج اور خاموش طبع بزرگ اور صحابی چوہدری بدر الدین صاحب لدھیانوی گولی مار کر شہید کر دئے گئے۔

چوہدری صاحب موصوف ۱۸۹۰ء میں پیدا ہوئے تھے۔ ابتدائی تعلیم قادیان میں پائی۔ ایک روایت کے مطابق انہوں نے ۱۸۹۹ء کے لگ بھگ حضرت سیح موعود علیہ السلام کی بیعت کی۔ عرصہ دراز تک جماعت احمدیہ لدھیانہ کے سیکرٹری مال اور سیکرٹری امور عامہ رہے۔ آپ کو یہ بھی فخر حاصل تھا کہ ایک بار حضرت امیر المؤمنین المصلح الموعود اور حضرت ام المؤمنینؓ بالیکوٹکے تشریف لے جاتے ہوئے آپ کے مکان واقع سرائے نواب متھل اسپیشل لدھیانہ میں قیام فرما ہوئے تھے۔ فسادات ۱۹۲۴ء میں آپ کو الہند ٹی راولپنڈی میں پناہ گزین ہو گئے تھے۔ راولپنڈی میں اصرار کانفرنسوں نے سخت اشتعال پھیلا دیا تھا۔ ۱۰ اگست ۱۹۲۹ء / اکتوبر ۱۹۵۰ء کو ساڑھے چھ بجے شام کو الہند ٹی کے باغیچے میں آپ تھے کہ فائر بریگیڈ کے پاس ایک شخص ولایت خاں نے ان پر تپچے سے فائر کیا اور گولی ان کی پشت کو چیرتی ہوئی پیٹ کی طرف سے نکل گئی۔ اتفاق سے اس وقت ایک سب انسپکٹر پولیس نے جو کسی کام کے تعلق میں باہر سے راولپنڈی آئے ہوئے تھے قافل کو گولی چلاتے دیکھ لیا اور اسے موقع پر ہی گرفتار کر کے اس کا پستول چھین لیا۔ اور جیسا کہ تحقیقاتی عدالت فسادات پنجاب ۱۹۵۳ء کے فاضل ججوں نے اپنی رپورٹ میں ذکر کیا ہے "یعنی شاہدوں میں سے ایک نے جس پر مشین جج اور ہائی کورٹ دونوں نے اعتبار کیا ہے یہ بتایا کہ جب مجرم کو عین موقع پر گرفتار کیا گیا تو اس نے خودیہ اعتراف کیا تھا کہ میں نے بدریں کو اسلئے ہلاک کیا ہے کہ وہ احمدی ہے"۔

چوہدری بدر الدین صاحب گولی لگنے سے گر پڑے۔ ان کے ایک داماد ڈاکٹر میر محمد صاحب قریشی نے آپ کو فوراً ایمبولینس کار کے ذریعہ سول ہسپتال پہنچایا مگر آپ جان بڑھ کر ہوسکے اور اگلے دن گیارہ بجے کے قریب اپنے حقیقی مولا کے پاس پہنچ گئے۔ **فَاِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاٰجِعُوْنَ**۔
 بیوشی کے عالم میں بھی آپ کی زبان پر مسنونہ دہائیں اور کلمہ طیبہ جاری رہا۔ آپ اپنے خاندان میں اکیلے احمدی تھے مگر آپ نے اپنے پیچھے چونتیس افراد کا کنبہ بطور یادگار چھوڑا۔

چوہدری صاحب کی المناک شہادت پر
اخبارات کی جھوٹی گمراہ کن اور متضاد خبریں
 گو الہند ٹی راولپنڈی کے تمام غیر احمدی

۱۔ اخضر ۱۲، اگست ۱۶ و نبوت ۱۲، ۱۹۲۹ء ۴۔ رپورٹ تحقیقاتی عدالت فسادات پنجاب ۱۹۵۳ء ص ۲۴ (ادویڈیشن)
 ۳۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو الفضل ۱۶ نومبر ۱۹۵۰ء ص ۶، مضمون محمود احمد صاحب نامہ اسٹینٹ ٹیپ گراؤنگس ریڈیو کمیٹیوں

معززین و مشرفانے قاتل کی اس ناجائز کارروائی کو نہایت ہی ظالمانہ فعل قرار دیا مگر اس دفعہ بھی پنجاب کے اخبارات نے جن میں احرار اور جماعت اسلامی کے ترجمان پیش پیش تھے اصل واقعہ شہادت کے متعلق بالکل غلط، گمراہ کن اور متضاد اطلاعات شائع کیں حتیٰ کہ تسنیم نے ۱۳ اکتوبر ۱۹۵۰ء کے پرچہ میں یہ خبر وضع کی کہ ”رسول کریم کی شان میں گستاخی کرنے پر ایک قادیانی کو گولی کا نشانہ بنا دیا“ اس کے برعکس ”تسنیم“ (مورخہ ۱۵ اکتوبر ۱۹۵۰ء) میں ہی مجلس احرار راولپنڈی کے سیکرٹری کی اطلاع چھپی کہ یقیناً روزنامہ تعمیر راولپنڈی کی ۱۳ اکتوبر کی شائع شدہ خبر کے مطابق ایک مکان کی وجہ سے جھگڑا ہوا ہے پر یہ ہوا ہے اور پاکستان ٹائمز نے ۱۴ اکتوبر ۱۹۵۰ء کی اشاعت میں یہ بتایا کہ کبوتر بازی کا جھگڑا تھا جو قتل پر منتج ہوا ہے۔ حالانکہ قاتل نے واضح رنگ میں یہ اعتراف کیا تھا کہ میں نے ایک احمدی کو قتل کیا ہے کیونکہ علماء نے ہم کو یہی بتایا ہے کہ یہ لوگ اسلام کے دشمن اور واجب القتل ہیں۔

حضرت مصلح موعودؑ نے اس واقعہ شہادت پر بھی ۱۳ اراء کو خطبہ دیا جس میں اس بات پر اظہارِ افسوس کیا کہ جب ہم ۱۹۴۶ء میں قادیان سے

سیدنا حضرت مصلح موعودؑ کی طرف سے
جماعت کو تبلیغِ حق کا خصوصی ارشاد

ہجرت کر کے آئے تو میں نے جماعت کو تبلیغ کی طرف توجہ دلائی تھی اور کہا تھا کہ لوگ آج تمہاری تعریفیں کرتے ہیں حتیٰ کہ اخبار زمیندار تک میں احمدی جماعت کی بہادری کی تعریفیں ہو رہی ہیں لیکن ان عارضی تعریفوں پر مت جاؤ اور یاد رکھو کہ تم ان حالات میں سے گزرنے پر مجبور ہو کہ جن حالات میں سے پہلے نبیوں کی جماعتیں گزری ہیں تمہیں خون بہانے پڑیں گے تمہیں جانیں دینی پڑیں گی۔ اس پر کچھ افراد اور جماعتوں نے کہا کہ آجکل جماعت کی بہت تعریف ہو رہی ہے اس وقت تو تبلیغ بالکل نہیں کرنی چاہیے میں نے ان سے کہا کہ وہ دن آنے والے ہیں کہ یہی تعریف کرنے والے تمہیں گالیاں دیں گے اور تم اس وقت کہو گے کہ آج ہماری بہت مخالفت ہے اس لئے ہمیں تبلیغ نہیں کرنی چاہیے۔ گویا کچھ دن تو تم تبلیغ سے اس لئے غافل ہو جاتے ہو کہ لوگ تمہاری تعریف کرتے ہیں اور کچھ دن تم تبلیغ سے اس لئے غافل ہو جاتے ہو کہ لوگ تمہاری مخالفت کرتے ہیں پھر وہ دن کب آئے گا جب تم تبلیغ کرو گے؟

حضرت امیر المؤمنین نے ان درد بھرے کلمات کے بعد احبابِ جماعت کو نہایت پرجوش الفاظ میں دوبارہ تاکید کی کہ وہ پیغامِ احمدیت پہنچانے کی طرف پوری توجہ دیں چنانچہ فرمایا :-

”یاد رکھو یہ واقعات تمہیں بیدار کرنے کے لئے ہیں۔ تم کب سمجھو گے کہ تم ایک نامور کی جماعت ہو۔ تم کب سمجھو گے کہ تم دنیا سے نرالے ہو۔ تم کب سمجھو گے کہ خدا تمہارے خون کے قطروں سے دنیا کی کھیتوں کو نئے سرے سے سرسبز و شاداب کرنا چاہتا ہے۔ جب تک تم یہ نہیں سمجھو گے کہ خدا تعالیٰ کی مدد تمہارے پاس آئے گی اور نہ تم ترقی کا مُنہ دیکھ سکو گے۔ تم مت سمجھو کہ تبلیغ کے نتیجے میں بہت کم لوگ سلسلہ میں داخل ہوتے ہیں۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تبلیغ کے نتیجے میں بعض کے نزدیک مکہ میں صرف اسی اور بعض کے نزدیک تین سو آدمی اسلام میں داخل ہوئے تھے۔ گویا تیرہ سال کی تبلیغ سے ان دونوں میں سے جو تعداد بھی سمجھ لو اسی سمجھو یا تین سو سمجھو صرف اتنے لوگ ہی اسلام میں داخل ہوئے لیکن جب وقت آیا تو دو سال کے اندر اندر سارا عرب مسلمان ہو گیا۔ اصل میں یہ چیز بطور امتحان کے ہوتی ہے تبلیغ خدا اس لئے کروانا ہے تا بعد میں تم خوش ہو کر کہہ سکو کہ ہماری محنت اور ہماری قربانی اور ہماری جدوجہد اور ہماری تبلیغ کے نتیجے میں دنیا مسلمان ہوئی ہے ورنہ دنیا کو مسلمان کرنا خدا کا کام ہے جس دن خدا یہ دیکھ لے گا کہ اسلام اور احمدیت کے پھیلانے کے لئے جماعت نے قہم کی قربانیاں کر لی ہیں۔ اس نے اپنے مالوں کو بھی قربان کر دیا ہے۔ اس نے اپنی جانوں کو بھی قربان کر دیا ہے۔ اس نے اپنی عزتوں کو بھی قربان کر دیا ہے۔ اس نے اپنے رشتہ داروں کو بھی قربان کر دیا ہے۔ اس نے اپنے اوقات کو بھی قربان کر دیا ہے۔ اس نے اپنے وطنوں کو بھی قربان کر دیا ہے تو وہ اپنے فرشتوں سے کہے گا کہ جاؤ اور دنیا کے دلوں کو بدل دو اور لوگوں کو ان کے پاس کھینچ کر لے آؤ۔ اور جب خدا کی مدد آجائے تو لوگ اس کے سلسلہ میں داخل ہونے سے رُک نہیں سکتے۔ وہ آپ فرماتا ہے اِذَا جَاءَ نَصْرُ اللَّهِ وَالْفَتْحُ ۝ وَرَأَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُونَ فِي دِينِ اللَّهِ أَفْوَاجًا ۝ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ ۝ وَاسْتَغْفِرْ لَهُ إِنَّهُ كَانَ تَوَّابًا ۝ جب خدا دیکھتا ہے کہ اس جماعت نے تبلیغ کا حق ادا کر دیا ہے تو وہ خود لوگوں کے دلوں کو بدل دیتا ہے ورنہ صرف تبلیغ سے لوگوں کے دلوں کو بدلانا نہیں جاسکتا۔ اگر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تبلیغ سے ہی مسلمان لوگ ہوتے تو صرف عرب کے لئے ہی شاید کئی صدیاں درکار ہوتیں۔ آپ کی تبلیغ سے ایک چھوٹی سی جماعت تیار ہوئی اور

باقی لوگوں کے دلوں کو فرشتوں نے خود بدل ڈالا۔ پس اس بات کو عجیب نہ سمجھو کہ تمہاری تبلیغ کے نتیجے میں دنیا کس طرح احمدی ہو جائے گی۔ تمہاری تبلیغ صرف تمہارے ایمان کو ثابت کرے گی۔ تمہاری تبلیغ صرف تمہارے یقین کو ثابت کرے گی۔ تمہاری تبلیغ صرف تمہارے تعلق باللہ کو ثابت کرے گی۔ تمہاری تبلیغ صرف اس بات کو ثابت کرے گی کہ تم خدائی قانون کے معترف ہو جس دن یہ مقام تمہیں حاصل ہو گیا اور جس دن تم نے یہ ثابت کر دیا کہ خدا تعالیٰ کے حکم کی تکمیل میں تم کسی سے نہیں ڈرتے اُس دن وہ آپ ہی آپ لوگوں کے دلوں کو بدل دے گا جیسے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس زمانہ کے متعلق خبریں دیتے ہوئے فرمایا کہ وہ دن ایسے ہوں گے کہ رات کو لوگ کافر سوئیں گے اور صبح اٹھیں گے تو مسلمان ہوں گے پھر خدا خود لوگوں کے دلوں کو بدلے گا اور وہ انہیں کھینچتے ہوئے تمہاری طرف لے آئے گا۔ دو ارب دنیا کے دلوں کو بدلنا تمہارے اختیار میں نہیں خدا تعالیٰ کے اختیار میں ہے۔ خدا تعالیٰ صرف یہ چاہتا ہے کہ تم اپنے دلوں کو بدل دو اور یہی تبلیغ کا نتیجہ ہوتا ہے۔ تبلیغ یہ نتیجہ پیدا نہیں کرتی کہ دنیا مسلمان ہو جائے۔ تبلیغ یہ نتیجہ پیدا کرتی ہے کہ تم مسلمان ہو جاؤ۔ اگر تم تبلیغ نہیں کرو گے تو اس کے معنی یہ ہیں کہ تم ڈرتے ہو کہ لوگ ہمیں دکھ دیں گے لیکن جب تمہارے اندر تبلیغ کا جوش پیدا ہو جاتا ہے اور وہ جوش ثابت کر دیتا ہے کہ تم لوگوں سے نہیں ڈرتے تو خدا تعالیٰ اپنے بندوں سے کہتا ہے مخالفت کا زمانہ ختم ہو گیا۔ کفر کا زمانہ جاتا رہا جاؤ اور تمہارے مامور کی ڈیوٹی پوری ہو کر رکھ دو کہ اس کے بغیر تمہاری نجات نہیں۔ اور جب خدا کہتا ہے تو دنیا آپ ہی آپ کھجی چلی آتی ہے۔ جب سے دنیا پیدا ہوئی ہے ہمیں یہی نظارہ نظر آتا ہے عیسائیت کے ساتھ بھی ایسا ہی معاملہ ہوا۔ ایک دن عیسائیوں کے پادری روم کے گڑھوں اور ان کی غاروں میں پناہ لئے بیٹھے تھے۔ شام کے وقت ان کے قتل کے فتوے جاری تھے اور صبح کو تمام روم میں ڈھنڈورا پیٹا جا رہا تھا کہ بادشاہ نے آج رات خواب میں دیکھا ہے کہ عیسائیت سچا مذہب ہے اس لئے روم کا بادشاہ عیسائی مذہب میں شامل ہو گیا ہے۔ آئندہ حکومت کا مذہب عیسائیت ہو گا۔ آج سے جو عیسائیوں کو دکھ دے گا یا ان کو قتل کرے گا وہ پکڑا جائے گا اور اسے سزا دی جائے گی۔ شام کو وہ اس غم سے سوتے ہیں کہ یہ معلوم صبح تک ہم میں سے کون زندہ رہے اور کون مارا جائے۔ اور صبح کو اٹھتے ہیں تو وہ دنیا کے بادشاہ بنے ہوئے ہوتے ہیں اور ان کا دشمن غاروں کی طرف بھاگ رہا ہوتا ہے۔ یہی حال محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہوا۔ اور جو کچھ

اب تک ہوتا رہا وہی تمہارے ساتھ ہوگا مگر مجھے افسوس ہے کہ میرے بار بار تو مجھ کو دلانے کے باوجود تم اب تک اس بات کو نہیں سمجھ سکے تم ہی بتاؤ کہ کس ذریعہ سے میں تم کو سمجھاؤں اور وہ کونسا طریق ہے جس سے میں تم پر اس حقیقت کو واضح کروں۔ آخر تم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو راستباز سمجھتے ہو اور تم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا تعالیٰ کا راستباز انسان سمجھتے ہو۔ اور ان سے جو کچھ گذرا وہ تمہارے سامنے ہے۔ لیکن اگر تم پھر بھی نہ سمجھو تو میں کیا طریق عمل اختیار کروں۔ اگر تم اتنی وضاحت کے باوجود بھی نہ سمجھو تو پھر تمہیں سمجھانا میرے بس کی بات نہیں میں تو خدا تعالیٰ سے پھر یہی کہہ سکتا ہوں کہ میں نے جو کچھ کرنا تھا وہ کر چکا مگر میں انہیں یقین نہیں دلا سکا اب تو آپ ہی ان کو سمجھا کیونکہ ان کو سمجھانا میرے بس کی بات نہیں ہے۔

دوسرا باب

حضرت مصلح موعودؑ کے سفر بھیرہ لیکر احمدیہ مجددی حادۃ التشریح کی تک

(ماہ نبوت ۱۳۲۹ھ / نومبر ۱۹۵۰ء — احسان ۱۳۳۰ھ / جون ۱۹۵۱ء)

فصل اول

حضرت مصلح موعودؑ کا سفر بھیرہ

بھیرہ کی سرزمین تاریخ احمدیت میں بہت بڑی اہمیت رکھتی ہے کیونکہ اسی میں حضرت حاجی المحرم حکیم الامت خلیفۃ المسیح الاول مولانا نور الدین جیسا نورانی اور پاک وجود پیدا ہوا۔ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایک بار فرمایا کہ "بھیرہ کو قادیان سے ایسی مناسبت ہے جیسے کہ مدینہ کو مکہ سے۔ کیونکہ بھیرہ سے ہم کو نصرت ملی ہے" ۱۔

حضرت مصلح موعودؑ ایک مدت سے بھیرہ تشریف لے جانے کا ارادہ رکھتے تھے اور آپ نے نہ صرف اپنی حرم محترم اور حضرت خلیفہ اولؑ کی صاحبزادی حضرت امۃ الحجی صاحبہ سے اُن کی زندگی میں اس کا وعدہ کیا تھا بلکہ اُن کی وفات (۱۰ دسمبر ۱۹۲۲ء) کے بعد احبابِ جماعت کے سامنے بھی اپنی اس ولی آرزو اور خواہش کا اظہار فرمایا چنانچہ سالانہ جلسہ ۱۹۲۹ء کے موقع پر اعلان فرمایا :-

"یہ بھی ارادہ ہے کہ آنے والے سال میں اگر خدا تعالیٰ توفیق دے تو ہندوستان کے بڑے بڑے شہروں کا ٹور کروں۔ بہما کے دوستوں کا خیال ہے کہ میرے جانے سے اچھی تبلیغ ہو سکتی ہے۔ بنگال

کے دوستوں کی بھی مدت سے خواہش ہے کہ میں وہاں جاؤں۔ اگر یہ سفر تجویز ہو تو راستے کے بڑے بڑے شہروں میں بھی ٹھہر سکتے ہیں۔ اور اگر یہ سفر کامیاب ہو تو اور علاقوں میں بھی جا سکتے ہیں۔ بھیرہ جانے کا ارادہ مدت سے ہے کیونکہ وہ حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ کا وطن ہے۔

حضورؐ کی یہ مبارک خواہش ہجرتِ قادیان کے چوتھے سال ۲۶ راہِ نبوت ۱۲۹ھ (مطابق ۲۶ نومبر ۱۹۵ء) کو پایہ تکمیل کو پہنچی۔ اس روز حضور دارالہجرت ربوہ سے صبح سات بجکر دس منٹ پر بذریعہ کاربھیرہ کے لئے روانہ ہوئے۔ حضور کی قیادت میں جانے والا قافلہ پانچ کاروں اور ایک بس پر مشتمل تھا جس میں جماعت احمدیہ بھیرہ کے ممتاز احمدیوں کے علاوہ صدر انجمن احمدیہ کے ناظر، تحریکِ جدید کے وکلاء، جامعہ احمدیہ، جامعۃ البشرین، مدرسہ احمدیہ اور تعلیم الاسلام ہائی سکول کے محترم اساتذہ اور دیگر اکابر سلسلہ و بزرگانِ جماعت تھے۔ علاوہ ازیں ایک بس قبل ازیں ربوہ سے سید داؤد احمد صاحب کی قیادت میں بھی روانہ ہوئی جس میں حضرت امیر المؤمنینؑ کے صاحبزادگان، خاندانِ مہدی موعود کے دیگر ارکان اور جامعہ احمدیہ، جامعۃ البشرین اور مدرسہ احمدیہ کے بعض طلباء شامل تھے۔

حضور مع قافلہ آٹھ بجے کے قریب امیر جماعت ہائے احمدیہ سرگودھا مرزا عبدالحق صاحب ایڈووکیٹ کے ہال پہنچے۔ مرزا صاحب موصوف نے حضور اور دیگر ارکانِ قافلہ کو چائے پیش کی۔ جس کے بعد حضور بیکرہ منٹ پر بھیرہ جانے کے لئے بھلوال کی طرف روانہ ہوئے۔ لیکن ابھی ۲۵ میل کے قریب ہی سفر طے ہوا تھا کہ نہر کے ایک پل کے قریب ہی (جو سڑک کو کاٹتی ہوئی گزر رہی تھی) ملک صاحب خان صاحب نون مع رفقاء کار سڑک پر راستہ روکے ہوئے کھڑے نظر آئے۔ اور حضور کی کار جو نبی ٹھہری اپنے گاؤں فتح آباد چلنے کے لئے کچھ اس اخلاص و لجاجت کے ساتھ التجاری کہ حضور اس تاریخی سفر کی مبارک ساعتوں میں سے چند لمحے فتح آباد کے لئے قربان کر دینے پر آمادہ ہو گئے۔ یہاں سے قافلے کے دو حصے ہو گئے۔ بس اور ایک کار تو سیدھی بھیرہ پہنچی اور تین کاریں فتح آباد پہنچیں۔ یہاں حضور نے کوئی بیس منٹ کے قریب آرام فرمایا۔

بھیرہ والوں پر بھی اپنے وطن کی عظمت کا انکشاف شاید آج ہی ہوا تھا کہ ان کے وطن کی زمین

میں کیسا بے ہمتیگینہ پیدا ہوا تھا جس کی آب و تاب دیکھنے کے لئے مصلح موعود حبیباً جلیل القدر اور موعود خلیفہ راشد آ رہا تھا۔ مکرم فضل الرحمن صاحب سبیل بی۔ اے، بی ٹی بھیرہ کے بیان کے مطابق شہر میں مخالفین نے جامع مسجد کے قریب بسوں کے اڈہ پر شورش برپا کرنے کا پروگرام بنایا تھا لہذا حضور کی کار اور ہمراہی قافلہ کو ایک اور راستہ سے شہر میں داخل کیا گیا۔ جب حضور کو اس کا علم ہوا تو حضور نے فرمایا کہ شورش والی جگہ سے گزرنے میں کوئی حرج نہ تھا اگر لوگ دکھ بھی دیتے تو میں برداشت کرتا۔ بہر حال قافلہ کی کاریں اور بسیں جو نہی شہر میں داخل ہوئیں یوں دکھائی دینا تھا جیسے سارے کا سارا بھیرہ ہی خیر مقدم کے لئے لپک پڑا ہے۔ قافلہ جدھر سے بھی گذرا سڑکوں، گلیوں اور راستوں کے دونوں طرف لوگ پرے کے پرے جمائے کھڑے تھے اور محمود کی زیارت کے شیدائی پروانہ وار گرتے پڑتے نظر آتے تھے۔ بیسیوں طلباء، جامعۃ المبتشرین اور جامعہ احمدیہ و مدرسہ احمدیہ کے اپنے اپنے ذرائع سے پہلے ہی یہاں پہنچ چکے تھے اور آس پاس کی جماعتوں کے احباب بکثرت اس تقریب میں شرکت کی برکت حاصل کرنے کے لئے صبح ہی سے موجود تھے۔

سیدنا حضرت امیر المؤمنین کا رے سے اترتے ہی سب سے پہلے حضرت خلیفۃ المسیح الاولؑ کے آبائی مکان میں تشریف لے گئے جس کا بیشتر حصہ پہلے ہی مسجد پر مشتمل تھا اور جس کے باقی حصے اب بھی تمام مسجد ہی کے نام وقف ہیں۔

اسی مکان کے ایک کونے میں احبابِ جماعت نے حضور کو کرم دین نامی تنور والے کی رہائش گاہ بھی دکھائی جس کو اللہ تعالیٰ نے خیر احمدی ہونے کے باوجود محض حضرت خلیفۃ المسیح الاولؑ کی محبت اور عظمت کی وجہ سے تعصب و تنفر کے اس تند و تیز جھکڑوں میں ثابت قدم رہنے کی توفیق دی تھی۔

لے مخدوم الطاف احمد صاحب پریذیڈنٹ جماعت احمدیہ میانی کا بیان ہے کہ حضور جب بھیرہ پہنچے تو بزرگوارم والد صاحب جناب مخدوم محمد ایوب صاحب بی۔ اے (علیگ) صدر جماعت احمدیہ بھیرہ استقبال کے لئے آگے بڑھے تو حضور نے اذراہ شفقت و محبت بزرگوارم والد صاحب سے معاف فرمایا اور یہ بات بزرگوارم والد صاحب کے زندگیاں بڑے فخر کا موجب رہی +

لے یہ افضل کے رپورٹر کا بیان ہے مگر جناب فضل الرحمن صاحب سبیل بی۔ اے، بی ٹی بھیرہ کے ایک مکتوب (مورخہ ۳۱ مارچ ۱۹۳۸ء) سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کا نام لال تھا +

جب مکہ و مدینہ بشرین سے واپسی پر سارے بھیرہ والوں نے حضور کا مجلسی اور تمدنی بائیکاٹ کر دیا تھا حتیٰ کہ تنوروالوں نے روٹی تک پکانے سے انکار کر دیا لیکن کرم دین نے ہر قسم کے لالچ اور عیب داب کی پروا نہ کرتے ہوئے حضور سے بائیکاٹ کرنے سے انکار کر دیا تھا حضور نے بھی اس کے اس اقدام کی قدر کی اور اس کو اپنے آبائی مکان کا ایک حصہ دے دیا جس میں اس کے خاندان کے بعض لوگ اب بھی رہتے ہیں۔ اس واقعہ کا دوہرا ناکہ حضور کی آنکھوں میں وہ زمانہ پھر گیا اور آپ نے خواہش کی کہ گو اس کا لڑکا غیر احمدی ہی ہے لیکن اُس سے کہا جائے کہ وہ میرے لئے روٹی اپنے ہاتھ سے پکائے چنانچہ ایسا ہی کیا گیا اور ایسا ہی ہوا اور احمدیت کے اس عظیم الشان خلیفہ نے اسی کرم دین کے بیٹے غلام احمد کے ہاتھ سے پکی ہوئی روٹی کھائی جس کے باپ نے کبھی احمدیت کے شیدائی اور آپ کے شفیق استاد سے مصائب کے دور میں وفا کی تھی۔

حضور دیر تک مسجد نور میں کھڑے ہو کر حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ کے خاندانی حالات، عبادت اور اوائل زندگی کے واقعات کے متعلق بھیرہ کے عمر رسیدہ احباب سے دریافت فرماتے رہے پھر اس مسجد میں شکرانے کے دو نفل ادا کئے۔ پھر صدر مقامی مخدوم محمد ایوب صاحب کی استدعا پر مسجد میں سنگ مرمر کا ایک یادگار کتبہ نصب فرمایا جس پر حضور کی بھیرہ و تشریف آوری کا ذکر تھا اور اس کے بعد دعا فرمائی۔

مکانات کے ملاحظہ کے بعد سیدنا حضرت خلیفہ اول کا وہ مطب دیکھنے کے لئے تشریف لے گئے جو رہائشی مکانات میں تبدیل کیا جا چکا تھا۔ بچے، بوڑھے، جوان پروالوں کی طرح گرے پڑتے تھے مستورات دو رویہ چھتوں پر سے پھول پکھا کر رہی تھیں۔ راستے میں مختلف موٹوں پر دروانے نصب تھے جن پر سنہری حروف میں اہلاً و سہلاً و مرحباً لکھا ہوا تھا اور فضا ہر دو منٹ بعد اسلام زندہ باد، احمدیت زندہ باد، حضرت امیر المؤمنین زندہ باد کے پرجوش نعروں سے گونج اٹھتی تھی۔ الغرض ایک عجیب بابرکت ہما ہمیں تھی جس نے عقیدتوں کو پر لگا دیئے تھے۔

مطب کے دیکھنے کے بعد حضور محمد افضل صاحب ملک کے مکان پر تشریف لے آئے یہیں جماعت کی طرف سے وسیع پیمانے پر دعوت طعام کا انتظام تھا۔ کھانا تناول کرنے کے بعد حضور نے تھوڑی دیر تک آرام فرمایا مگر یہ آرام محض بیٹھنے تک ہی محدود تھا کیونکہ اس کے دوران بھی حضور سے تعارف

کاسلسلہ جاری رہا اور حضور بھیرہ اور بھیرہ والوں کے متعلق استفسارات فرماتے رہے۔ نماز ظہر کے لئے حضور جماعت احمدیہ بھیرہ کی دوسری مسجد میں تشریف لے گئے اور ظہر و عصر کی نمازیں پڑھائیں۔ نمازوں کے معاً بعد امیر جماعت مقامی کی استدعا پر پہلے آپ نے ایک سنگ یادگار اس مسجد میں نصب فرمایا اور پھر دعا کے بعد ہر منبر تشریف لے آئے۔

حافظ مبارک احمد صاحب نے تلاوت کلام پاک کی اور جناب ثاقب زیروی نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں ایک نعت پڑھی۔ بعد ازاں مخدوم محمد ایوب صاحب بی۔ اے (علیگ) صدر جماعت احمدیہ بھیرہ نے مقامی جماعت کی طرف سے سپاسنامہ پیش کیا۔

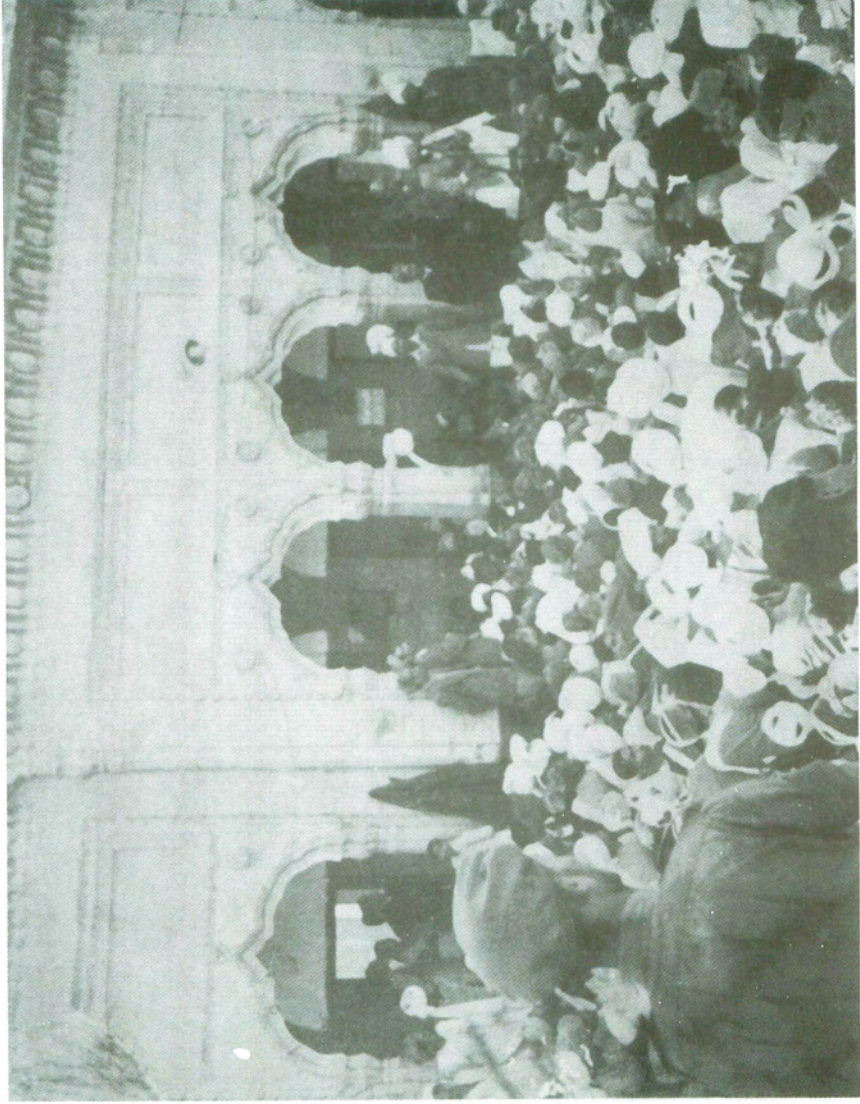
سپاسنامہ کے بعد حضرت امیر المؤمنین المصلح الموعود نے ایک پرمعارف اور نہایت ایمان افروز خطاب فرمایا جو پانچ منٹ کم دو گھنٹہ تک جاری رہا۔

حضرت امیر المؤمنین کا اہل بھیرہ سے
پرمعارف اور ایمان افروز خطاب

حضور نے سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا :-

” ایک رُبح صدی سے زیادہ عرصہ ہوا یعنی قریباً تیس سال ہوئے جب سے میرے دل میں اس شہر میں آنے کا شوق ہوا۔ بھیرہ بھیرہ والوں کے لئے ایک اینٹوں اور گارے یا اینٹوں اور چوٹے سے بنا ہوا ایک شہر ہے مگر میرے لئے یہ اینٹوں اور چوٹے کا بنا ہوا شہر نہیں تھا بلکہ میرے استاد جنہوں نے مجھے نہایت محبت اور شفقت سے قرآن کریم کا ترجمہ پڑھایا اور بخاری کا بھی ترجمہ پڑھایا ان کا مولد و مسکن تھا۔ بھیرہ والوں نے بھیرہ کی رہنے والی ماؤں کی چھاتیوں سے دودھ پیا ہے اور میں نے بھیرہ کی ایک بزرگ ہستی کی زبان سے قرآن کریم اور حدیث کا دودھ پیا ہے بھیرہ والوں کی نگاہ میں جو قدر بھیرہ شہر کی ہے میری نگاہ میں اس کی اس سے بہت زیادہ قدر ہے۔

بچپن سے ہی میری صحت کمزور تھی اور میں اکثر بیمار رہتا تھا جس کی وجہ سے میں پڑھنے میں بھی کمزور تھا۔ میری آنکھوں میں لگے تھے اور گلے میں سوزش رہتی تھی اس لئے نہ تو میں پڑھ سکتا تھا اور نہ دیکھ سکتا تھا۔ اس وقت حضرت خلیفہ اول مولوی نور الدین صاحب رضی اللہ عنہ نے جو بھیرہ کے رہنے والے تھے مجھے بلا کر کہا میں! تم مجھ سے قرآن پڑھا کرو۔ تمہیں نہ دیکھنے کی تکلیف ہوگی اور نہ پڑھنے کی تکلیف



سیدنا حضرت مصلح موعودؑ اہل بھیرہ سے خطاب فرما رہے ہیں

ہو گی کیونکہ میں ہی بلا کروں گا اور میں ہی کتاب دیکھا کروں گا چنانچہ میں نے آپ سے قرآن کریم کا ترجمہ پڑھنا شروع کر دیا۔ میں قرآن کھول کر سامنے رکھ لیتا تھا اور مولوی صاحب پڑھتے بھی جاتے تھے اور ترجمہ بھی کرتے جاتے تھے۔ میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ آیا میری ذہانت کا نتیجہ تھا یا ان کے اخلاص اور محنت کا کچھ وہ پندرہ سال کی عمر میں چھ ماہ کے اندر تھوڑا تھوڑا وقت پڑھنے کے بعد قرآن کریم کا ترجمہ ختم ہو گیا۔ پھر جب میری عمر بیس بائیس سال کی ہوئی تو آپ نے مجھے بلایا اور کہا۔ میاں! تم مجھ سے بخاری شریف پڑھا کرو چنانچہ میں نے بخاری شریف پڑھنی شروع کر دی۔ گلے کی سوزش کی وجہ سے مجھ سے پڑھا نہیں جاتا تھا اور آنکھوں میں لکڑیوں کی وجہ سے میں کتاب کو دیکھ نہیں سکتا تھا چنانچہ آپ آدھ پارہ بخاری کا روزانہ اپنے سامنے رکھ لیتے تھے اور آدھے کا آدھا پارہ پڑھا دیا کرتے تھے۔ آپ خود ہی پڑھتے جاتے تھے اور خود ہی ترجمہ کرتے جاتے تھے اور دو اڑھائی ماہ میں چھٹیاں وغیرہ نکال کر میں نے بخاری کا ترجمہ ختم کر لیا۔ پھر عربی کے کچھ ابتدائی رسالے بھی میں نے آپ سے پڑھے۔ پس یہ علم تھا جو آپ نے مجھے سکھایا اور جس کی وجہ سے میرے اندر مزید مطالعہ کا شوق پیدا ہوا۔ آپ جو کچھ مناسب سمجھتے تھے بیان کر دیتے تھے اور اگر نہیں سوال کرتا تو مجھے روک دیتے تھے۔ ہمارے ایک ہم جماعت تھے۔ تھے تو وہ بڑی عمر کے لیکن دوبارہ کلاس میں شامل ہوئے تھے ان کا نام حافظ روشن علی صاحب تھا۔ آپ حضرت لوشہ کے خاندان میں سے تھے جن کا مزار رنمل تحصیل پھالیہ ضلع گجرات میں ہے اور لگدی کے مالگوں میں سے تھے آپ بڑے عالم تھے انہی کے دادا (حافظ مبارک احمد صاحب) نے ابھی قرآن کریم کی تلاوت کی ہے جب مولوی صاحب کوئی معنی بیان کرتے تو چونکہ حافظ روشن علی صاحب ذہین اور خاص علم حاصل کر چکے تھے اس لئے آپ اعتراض کرنا شروع کر دیتے تھے اور کہتے ان معنوں پر یہ اعتراض پڑتا ہے۔ میری عمر اس وقت ۲۱، ۲۲ سال کی تھی۔ میں نے جب حافظ صاحب کو اعتراض کرنے دیکھا تو میرے دل میں بھی ایک گدگدی سی اٹھی اور میں بھی اعتراض کرنے لگا۔ مولوی صاحب کو مجھ سے بہت محبت تھی ایک دو دن تک تو آپ نے برداشت کیا پھر فرمایا۔ میاں! تمہارا معاملہ اور ہے اور حافظ صاحب کا معاملہ اور ہے یہ ہے مولوی۔ ان کا طریقہ ہوتا ہے بال کی کھال نکالنا لیکن تم مولوی نہیں تم نے تو دین حاصل کرنا ہے پھر فرمایا۔ میاں! یہ تو دیکھو مجھے تم سے کتنا عشق ہے اگر میں ان معنوں سے جو بیان کرتا ہوں زیادہ معنی جانوں تو تمہیں نہ بتاؤں اگر مجھے کوئی اور معنی معلوم ہوتے تو میں ضرور بتا دیتا اگر میں نے نہیں کوئی

اور معنی نہیں بتائے تو اس کا یہی مطلب ہے کہ مجھے صرف اتنے ہی معنی آتے ہیں۔ پھر فرماتے: میاں! اتنا تو سوچو کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت میں سے اللہ کا بندہ میں ہی ہوں یا تم بھی ہو۔ کیا یہ میرا ہی فرض ہے کہ اسلام پر جو اعتراض پڑتا ہے اس کا جواب دوں۔ اور جن معنوں کو میں سمجھ نہیں سکا وہ بھی بتاؤں یا تمہارا بھی فرض ہے کہ تم خود سوچو اور اسلام پر پڑنے والے اعتراضات کا جواب دو تم سوال نہ کیا کرو بلکہ خود سوچا کرو اور ان اعتراضات کے خود جواب دیا کرو۔

آپ نے جو کچھ مجھے پڑھایا میں اس کی بھی قدر کرتا ہوں لیکن جو آپ نے مجھے نہیں پڑھایا وہ میرے لئے زیادہ قیمتی ہے کیونکہ جو نہی یہ آواز۔ کہ کیا صرف میرا ہی فرض ہے کہ اسلام پر پڑنے والے شبہات کا جواب دوں یا تمہارا بھی فرض ہے۔ کیا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت میں میں ہی اللہ کا بندہ ہوں یا تم بھی اللہ کے بندے ہو تم میرے کانوں میں پڑی اس نے میرے اندر ایک آگ لگا دی۔ گویا اسرافیل فرشتے نے صور جھونکا ہے میں نے پوچھنا بند کر دیا اور سوچنا شروع کر دیا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ خدا تعالیٰ نے مجھے علم کے سمندر سکھا دیئے۔ اب اگر کوئی اسلام کا دشمن اسلام پتے ہی اعتراض کرے میں انہیں خدا تعالیٰ کے فضل سے قرآن کریم سے ہی رد کر سکتا ہوں۔

چونکہ بھیرہ آنے کا شوق مجھے مدت سے تھا اس لئے یہاں آکر میں خوش بھی ہوں کہ میری ایک دیرینہ خواہش پوری ہوئی مگر بھیرہ کی دیواروں میں داخل ہونے کے بعد میرے دل کے زخم دوبارہ ہرے ہو گئے بھیرے کی ہی ایک لڑکی امۃ الحی سے جو حضرت مولوی نور الدین صاحب خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ عنہ کی بیٹی تھیں میری شادی ہوئی اور ہم دونوں میں بہت محبت تھی۔ بے وقوف لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ شاید اسلام اور روحانیت کے یہ معنی ہیں کہ میاں کو بیوی سے محبت نہ ہو اور بیوی کو میاں سے محبت نہ ہو لیکن جو لوگ اسلام اور روحانیت کو سمجھتے ہیں وہ جانتے ہیں کہ اسلام ہی ایک مذہب ہے جو خداوند کو بیوی سے اور بیوی کو خداوند سے محبت کا حکم دیتا ہے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم بعض دفعہ جس گلاس میں ہم پانی پیتیں اسی گلاس میں اسی جگہ ہونٹ رکھ کر پانی پیتے اور فرماتے ہیں یہ بتانے کے لئے ایسا کرتا ہوں کہ مجھے تم سے کتنی محبت ہے۔ پھر حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں ایک دفعہ میرے سر میں شدید درد ہو رہا تھا میں ترپ رہی تھی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے آپ نے فرمایا: عائشہ! صبر کرو لوگ بیمار ہو رہا ہے کرتے ہیں۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں شدت درد سے مجھے تکلیف ہو رہی تھی اور رسول کریم

صلی اللہ علیہ وسلم کی بات کو جو مجھے دین سکھانے کے لئے تھی سمجھی نہیں مجھے غصہ آ گیا کہ مجھے شدید سرد رہا ہے اور بجائے اس کے کہ آپ مجھ سے ہمدردی کا اظہار کرتے آپ کہتے ہیں صبر کرو لوگ بیمار ہو اسی کرتے ہیں۔ میں نے غصہ سے کہا یا رسول اللہ آپ کو کیا میں مرجاؤں گی تو دوسری شادی کر لیں گے۔ حضرت عائشہؓ تکلیف میں کہتی تھیں۔ ہائے میں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اچھا عائشہ اگر یہ بات ہو تو ہائے تو نہیں۔ ہائے میں۔ اور چند دن کے بعد آپ بیمار ہو کر فوت ہو گئے۔ حضرت عائشہؓ جب تک زندہ رہیں ہمیشہ ہی اس بات پر افسوس کیا کرتی تھیں کہ میں نے یہ فقرہ کہا اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو صدمہ پہنچا کہ میں نے آپ کی محبت پر شبہ کیا ہے کاش میں یہ فقرہ نہ کہتی اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے مرجاتی تا یہ صدمہ نہ دیکھتی۔ غرض ناواقف اور جاہل لوگوں نے یہ سمجھا ہے کہ ایک مسلمان کے معنی ہیں کہ وہ کوئی پتھر دل کا انسان ہے۔ گویا مسلمان وہ ہے جس میں محبت اور وفا کے جذبات پائے ہی نہیں جاتے حالانکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم محبت اور وفا کا مجسمہ تھے۔ ایک دفعہ آپ ایک مجلس میں بیٹھے صحابہ سے باتیں کر رہے تھے کہ ایک شخص آیا اور اس نے کہا۔ یا رسول اللہ! آپ کی بیٹی آپ کو بلارہی ہے کیونکہ اس کا لڑکا بیمار ہے آپ باتوں میں مشغول تھے آپ نے فرمایا اچھا آتا ہوں اور پھر باتوں میں لگ۔ گئے تھوڑی دیر کے بعد پھر ایک شخص آیا اور اس نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ کی بیٹی یاد فرماتی ہیں۔ لڑکے کی حالت زیادہ خراب ہے۔ آپ نے فرمایا اچھا آتا ہوں اور پھر باتوں میں مشغول ہو گئے۔ تیسرا شخص آیا اور اس نے عرض کیا یا رسول اللہ جلدی تشریف لائیں لڑکے کی حالت بہت زیادہ خراب ہو گئی ہے۔ آپ تشریف لے گئے اور اپنے نواسہ کو گود میں لے لیا۔ تھوڑی دیر میں اس کی جان نکل گئی آپ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ آپ کے پاس ایک انصاری تھے وہ بھی ملاؤں کی ذہنیت کے تھے۔ انہوں نے کہا آپ خدا تعالیٰ کے رسول ہیں اور رو رہے ہیں بھلا رسول کو جذبات سے کیا تعلق۔ آپ نے فرمایا خدا تعالیٰ نے ہر انسان کے اندر خواہ وہ رسول ہو یا غیر رسول محبت کے جذبات پیدا کئے ہیں اگر خدا تعالیٰ نے تمہیں محبت کے جذبات سے محروم رکھا ہے تو میرے پاس اس کا کیا علاج ہے۔

غرض آج سے چھبیس ستائیس یا اٹھائیس سال پہلے امتہ المحی مرحومہ سے جب ہم دونوں باتیں کیا کرتے تھے میں کہا کرتا تھا کہ میں تمہیں تمہارے آبا کے وطن لے جاؤں گا پھر اللہ تعالیٰ کی مشیت کے ماتحت

میں یہاں نہ آسکا اور امتہ الحجی مرحومہ فوت ہو گئیں۔ اور جب مجھے بھیرہ آنے کا موقع ملا تو ان کی وفات پر تھیس سال گذر رہے ہیں۔ پس جو نہی میں بھیرہ میں داخل ہوا وہ باتیں مجھے یاد آگئیں کہ میں نے امتہ الحجی مرحومہ سے ان کے ابا کا وطن دکھانے کا وعدہ کیا تھا لیکن خدا تعالیٰ کی مشیت تھی کہ جب تک وہ زندہ رہیں مجھے یہاں آنے کا موقع نہ ملا اور جب مجھے یہاں آنے کا موقع ملا تو بھیرے کی بیٹی اور میری بیوی امتہ الحجی مرحومہ فوت ہو چکی تھی۔ بہر حال جیسے اللہ تعالیٰ کی مشیت ہوتی ہے اسی طرح ہوتا ہے یہیں امتہ الحجی مرحومہ کو بھیرہ لاسکا یا نہ لاسکا یہ سب رسمی باتیں ہیں۔ انسان کے اندر محبت کے جذبات ہوتے ہیں جن کی وجہ سے یہ چیز پیدا ہوتی ہے لیکن اگر فلسفیانہ نگاہ سے دیکھا جائے تو یہ کوئی بات نہیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب بدر کی جنگ میں تشریف لے گئے تو جو لوگ قید ہو کر مسلمانوں کے قبضہ میں آئے ان میں آپ کا ایک داماد بھی تھا جس کو کفار جبراً جنگ کے لئے ساتھ لے گئے تھے۔ آپ نے قیدیوں سے کہا تم فدیہ دو اور رہائی حاصل کر لو۔ آپ کے داماد نے کہا میرے پاس تو کچھ بھی نہیں ہاں مجھے جا کر کچھ انتظام کر دوں گا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بہت اچھا یہ تو جو ان ایک شریف الطبع انسان تھا باوجود اس کے کہ لوگ اسے کہتے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی کو دکھ دو وہ دکھ نہ دینا وہ کہتا میں مسلمان نہیں اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی عقیدت نہیں رکھتا لیکن پھر بھی ان کی لڑکی کو کیوں ماروں چنانچہ وہ باوجود دوسروں کے اُسنائے کے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی کو دکھ نہیں دیتا تھا جب وہ واپس آئے گیا تو گھر میں کوئی چیز نہ تھی جو فدیہ کے طور پر دی جاتی۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی کے پاس ایک سونے کا ہار تھا جو شادی کے موقع پر والدہ کی طرف سے اسے دیا گیا تھا اس نے اپنے خاوند کو وہ ہار دے کر کہا یہ ہار لے لو اور اسے فدیہ کے طور پر بھجوادو مسجد میں جا کر جب دوسرے لوگوں نے قدرے پیش کیے شروع کئے تو ایک شخص رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور عرض کیا یا رسول اللہ! آپ کے داماد نے یہ ہار بطور فدیہ بھجوا یا ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ہار پر سے کپڑا اٹھایا تو آپ کی آنکھوں میں آنسو آگئے۔ آپ تھوڑی دیر خاموش رہے پھر صحابہ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا اگر آپ خوشی سے منظور کر لیں کہ یہ ہار واپس کر دیا جائے تو میں اس کی سفارش کرتا ہوں۔ ہار تو ہار ہی ہے مگر اس میں اتنا فرق ہے کہ یہ ہار میری مرحومہ بیوی کے ہاتھ لٹکتا ہے جو اس نے اپنی بیٹی کو دیا تھا اور میری

بیٹی کے پاس بس یہی ہمارا اپنی والدہ کی ایک یادگار ہے اس کے سوا اور کوئی یادگار نہیں۔ مجھے یہ ہار دیکھ کر صدمہ ہوا کہ غناوند کی جان بچانے کے لئے میری بیٹی نے ایک ہی چیز جو اس کے پاس والدہ کی یادگار تھی بطور فدیہ بھیج دی ہے۔ اگر آپ لوگ خوشی سے اسے معاف کر دیں تو میں یہ ہار واپس کر دوں صحابہ کرامؓ تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر جانیں قربان کرنے کے لئے تیار تھے۔ ہار کی بھلا حیثیت ہی کیا تھی صحابہؓ نے عرض کیا اس سے زیادہ خوشی ہمارے لئے اور کیا ہوگی کہ ہم اس ہار کو جو حضرت خدیجہؓ نے اپنی بیٹی کو بطور تحفہ دیا تھا اسے واپس کر دیں چنانچہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ ہار واپس کر دیا۔ اب دیکھو سونے میں کیا رکھا تھا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا وطن چھوڑا، جائیدادیں چھوڑیں، مکان چھوڑے اور مشیتِ الہی کے مقابلہ میں ان کی کچھ پروا نہ کی پھر آپ کی شان تو بڑی تھی صحابہؓ نے بھی اپنا سب کچھ خدا تعالیٰ کے لئے قربان کر دیا لیکن سونے کے اس ہار کو دیکھ کر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو صدمہ پہنچا اس لئے کہ یہ حضرت خدیجہؓ کا دیا ہوا ہار تھا۔ سونے کا سوال نہیں اگر وہ مٹی کا بھی بنا ہوا ہوتا تو آپ کو تکلیف ہوتی کیونکہ اس کا جذبات کے ساتھ تعلق تھا۔ پس امتہ الحجی نے مرنا تھا اور وہ مر گئی۔ میں پہلے مرجانا یا وہ پہلے مر گئی اس میں کوئی فرق نہیں یہ خدا تعالیٰ کا قانون تھا جو پورا ہوا لیکن یہ جذبات کی چیز ہے کہ جب ہم دونوں باتیں کیا کرتے تھے تو میں ان سے وعدہ کیا کرتا تھا کہ میں تمہیں تمہارے ابا کا وطن دکھاؤں گا لیکن جب وقت آیا کہ میں نے بھرہ دیکھا تو وہ ہستی جس سے میں وعدہ کیا کرتا تھا کہ میں اسے اس کے ابا کا وطن دکھاؤں گا وہ دنیا سے گزر چکی تھی۔

جیسا کہ میں بتا چکا ہوں مجھے یہاں آنے کی دیرینہ خواہش تھی۔ مقامی جماعت کے بعض دوست ڈرتے تھے کہ کہیں دوسرے لوگ شورش نہ کریں اور انہوں نے چاہا کہ میں بھیرہ نہ چلوں لیکن میری سمجھ میں یہ بات نہیں آئی کہ آخر یہاں کے لوگ میری وجہ سے شورش کیوں کریں گے۔ آخر کوئی کسی کے خلاف ہوتا ہے تو اس لئے کہ وہ اس کا کام بگاڑتا ہے میں نے ان کا کیا بگاڑا ہے کہ وہ میرے خلاف ہوں گے۔ اگر کوئی شخص میرے یہاں آنے کی وجہ سے شورش کرے گا تو وہ غلط فہمی کی بناء پر ہوگی۔ وہ اس خیال سے شورش کرے گا کہ میں (لعود باللہ) محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دشمن ہوں مجھ کو تو یہ مخالفت اچھی لگتی ہے کہ یہ میرے آقا (صلی اللہ علیہ وسلم) کی محبت کی وجہ سے ہے۔ آخر دیکھنا یہ ہے کہ کیا یہاں کسی سے میرا زمین کا جھگڑا ہے یا مکان کا جھگڑا ہے۔ میں گورداسپور کا رہنے والا

ہوں اور ہجرت کے بعد صلح جھنگ میں مقیم ہوں۔ اور جہاں تک جائیداد کا سوال ہے یہاں کے کسی رہنے والے کو مجھ پر شکوہ نہیں ہو سکتا۔ اگر کسی کو مجھ پر کوئی شکوہ ہے تو کسی جائیداد کے جھگڑے کی وجہ سے نہیں بلکہ وہ شکوہ مولویوں کی ان باتوں سے ہے کہ میں (لعوذ باللہ) محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دیتا ہوں مجھے مارنے کو تیار ہو جاتا ہے یا مجھ پر پتھراؤ کرنے کا ارادہ رکھتا ہے۔ وہ اسلئے ایسا کرتا ہے کہ وہ اپنی غلط محبت کی وجہ سے مجھے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا دشمن سمجھتا ہے میرے لئے تو یہ بھی خوشی کا موجب ہے کہ وہ میری مخالفت کی وجہ سے شورش کرتے ہیں جو انہوں نے عملاً نہیں کی۔ یا وہ مجھ پر حملہ کرنے کا ارادہ کرتے ہیں جو عملاً انہوں نے نہیں کیا۔ اگر وہ عملاً بھی ایسا کرتے تب بھی نہیں خوش ہوتا کہ ان کے اندر میرے آقا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت تو ہے۔ آخر میں تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اتباع میں سے ہوں آپ کو شعر کی صورت میں ایک المام ہوا اُس کے الفاظ میں پہلے سنا دیتا ہوں اور پھر اس کا ترجمہ کر دوں گا۔ اس وقت لوگ بڑی مخالفت کرتے تھے میں ابھی بچہ ہی تھا۔ لاہور میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک دعوت سے واپس تشریف لارہے تھے آپ جب بازار میں سے گزر رہے تھے لوگ چھتوں پر کھڑے ہو کر آپ کو گالیاں دیتے تھے اور کہتے تھے مرزا دوڑ گیا مرزا دوڑ گیا۔ اسی اثناء میں میں نے ایک بڑھے کو دیکھا جس کا ایک ہاتھ کٹا ہوا تھا اور اس پر تازہ ہلدی لگی ہوئی تھی جس سے معلوم ہوتا تھا کہ ابھی ہاتھ کٹے زیادہ دیر نہیں ہوئی۔ میں نے دیکھا کہ وہ بڑھا اپنا صحیح ہاتھ کٹے ہوئے ہاتھ پر مار کر کہہ رہا تھا مرزا نہٹ گیا مرزا نہٹ گیا۔ میں حیران تھا کہ آخر یہ کیوں کہتا ہے مرزا نہٹ گیا۔ اسی طرح حضرت مسیح موعودؑ لاہور شہر میں جا رہے تھے کہ پیچھے سے کسی نے حملہ کیا اور آپ زمین پر گر گئے۔ اس طرح لوگوں کو تپڑاؤ کرتے ہم نے کئی دفعہ دیکھا ہے۔ غرض ان دنوں مخالفت بڑے زوروں پر تھی اور قدرتی طور پر جماعت کے بعض دوستوں کو بھی غصہ آجاتا تھا کہ آخر یہ لوگ بلا وجہ ایسا کیوں کرتے ہیں اُس وقت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو المام ہوا

اے دل تو نیز خاطر ایساں نگہدار

کا آخر کفند دعویٰ حَبِ پیمرم

یعنی حضرت مسیح موعودؑ کے دل میں خدا تعالیٰ یہ الفاظ ڈالتا ہے اور فرماتا ہے اے ہمارے مامور ایہ

مسلمان جو تمہیں گالیاں دیتے ہیں تو پھر بھی ان کا لحاظ کر آخر یہ تمہیں کیوں گالیاں دیتے ہیں تمہیں مارنے کو کیوں دوڑتے ہیں اور تم پر حملہ آور کیوں ہوتے ہیں۔ یہ لوگ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کی وجہ سے تمہیں مارتے اور گالیاں دیتے ہیں اس لئے ان کا لحاظ رکھنا بھی بڑا ضروری ہے۔ غرض ہماری جو مخالفت ہوتی ہے دیکھنا یہ ہے کہ اس کے پیچھے کیا بات ہے۔ کیا تم سمجھتے ہو کہ یہ لوگ جو تمہیں گالیاں دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ تمہاری چائے بھی شراب سے بدتر ہے (گو یا شراب پینا جائز ہو سکتا ہے لیکن ہماری چائے پینا جائز نہیں) اگر انہیں پتہ لگ جائے کہ میرے اندر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا جو شعلہ جل رہا ہے وہ ان کے لاکھوں لاکھ کے اندر بھی نہیں جل رہا تو وہ فوراً تمہارے قدموں میں گر جائیں گے یہ لوگ مخالفت اسی لئے کرتے ہیں کہ وہ سمجھتے ہیں کہ میں اور میرے ساتھی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مخالف ہیں یہ مخالفت بعض غلط فہمیوں کے نتیجے میں ہے اسی لئے جب میں نے سنا کہ لوگ میرے آنے پر شورش کریں گے تو مجھے غصہ نہیں آیا مجھے یہ سن کر کہ لوگ میری مخالفت کی وجہ سے شورش کریں گے خوشی ہوئی کہ ابھی میرے آقا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کی چنگاری ان کے اندر مسلگ رہی ہے اگرچہ وہ کسی غلط فہمی کی بنا پر ایسا کر رہے ہیں لیکن اس کا موجب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت ہی ہے اس لئے ہمیں بجائے غصہ میں آنے کے تبلیغ کی طرف توجہ دینی چاہیئے اور ان کی غلط فہمیوں کو دور کرنا چاہیئے۔ اگر کسی شخص کا بھائی بیمار ہو جاتا ہے تو وہ اسے زہر دے کر مارا نہیں کرتا، وہ اسے گلہ گھونٹ کر مارا نہیں کرتا بلکہ اس کا علاج کرتا ہے اس لئے ہمارا فرض ہے کہ ہم بجائے ناراض ہونے کے اس مخالفت کو رفع کرنے کی کوئی تدبیر کریں۔ اگر لوگ مخالفت کرتے ہیں اور مجھے یا بانی سلسلہ احمدیہ کو یا تمہیں برا بھلا کہتے ہیں تو جماعت کو یاد رکھنا چاہیئے کہ وہ تمہارے بھائی ہیں اور کسی غلط فہمی میں مبتلا ہیں پس تم بجائے ناراض ہونے کے دعائیں کرو، ان مخالفت کرنے والوں کو اصل حقیقت سے واقف کرو جب تم انہیں اصل حقیقت سے واقف کر دو گے تو انہیں پتہ لگ جائے گا کہ ہم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمن نہیں بلکہ آپ کے سچے عاشق ہیں اور وہی لوگ جو تمہیں مارنے پر آمادہ ہیں تمہاری خاطر مرنے کے لئے تیار ہو جائیں گے۔ آخر مکہ والوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کتنی مخالفت کی تھی، وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت اسی لئے کرتے تھے کہ وہ سمجھتے تھے یہ شخص دین حق یعنی ان کے آباء و اجداد کے دین کی مخالفت کرتا اور اسے بگاڑتا ہے لیکن جب

انہیں پتہ لگ گیا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہی دینِ حقہ لائے ہیں تو وہی مکہ و اسے جو آپ کو مارنے کے درپے تھے آپ کی خاطر قربانیاں کرنے اور اپنی جانیں قربان کرنے کے لئے تیار ہو گئے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اشد ترین دشمن عقبہ، شیبہ، عاص اور ابو جہل تھے اور ان کے ساتھ لگا ہوا ابو سفیان تھا۔ یہ وہ لوگ تھے جنہوں نے رسول اکرم کی ابتداء سے مخالفت کی۔ ایسی شدید مخالفت کی جس کی مثال دنیا کے پردہ پر نظر نہیں آتی۔ ابو جہل کی مخالفت کا یہ حال تھا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک چٹان پر بیٹھے ہوئے کسی مسئلہ کے متعلق سوچ رہے تھے صبح کا وقت تھا۔ ابو جہل پاس سے گذرا اس نے جب آپ کو چٹان پر اس طرح خاموش بیٹھے دیکھا تو شیطان نے اس کے دل میں شرارت پیدا کی۔ اس نے آپ کو گالیاں دیں بڑا بھلا کہا اور پھر آپ کو ایک تھپڑ مارا اور کہا تو باز نہیں آتا اپنی باتوں سے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم چپکے بیٹھے کسی مسئلہ کے متعلق سوچ رہے تھے جب ابو جہل نے آپ کو تھپڑ مارا آپ نے صرف اتنا کہا میں نے آپ کا کیا بگاڑا ہے کہ تو میرا دشمن ہو گیا ہے میں نے تو تمہیں صرف خدا تعالیٰ کا پیغام سنایا ہے۔ آپ نے یہ فرمایا اور چٹان پر بیٹھ گئے۔ حضرت حمزہ ابھی مسلمان نہیں ہوئے تھے۔ آپ نہایت ہی دلیر، بہادر اور مضبوط پہلوان تھے۔ آپ ہر وقت شکار میں لگے رہتے تھے اور دین کے متعلق سوچنے کا کبھی آپ کو خیال بھی نہیں آتا تھا۔ جب ابو جہل نے خستہ رسول اللہ کو مارا تو آپ کی ایک پڑائی لونڈی اس واقعہ کو دیکھ رہی تھی پڑائی لونڈیاں اور خادم بھی گھر کے فرد بن جاتے ہیں۔ اس لونڈی نے جب یہ نظارہ دیکھا تو اسے بہت دکھ ہوا۔ وہ مسلمان تو تھی نہیں وہ سارا دن کام کرتی جاتی تھی اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے دوسرے بزرگوں کو یاد کر کے بڑبڑاتی جاتی تھی کہ آمنہ کے بچے نے ان کا کیا بگاڑا ہے کہ وہ یونہی اسے مارتے ہیں اور وہ انہیں کچھ بھی تو نہیں کہتا۔ سارا دن اس کے سینہ کے اندر آگ لگی رہی۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس تھپڑ سے اٹھے اور اپنے گھر تشریف لے گئے۔ حضرت حمزہ شکار کے لئے باہر گئے ہوئے تھے۔ شام کو وہ توپچی بنے نیزہ اور تلوار لٹکائے ہوئے تیرکمان پکڑے ہاتھ میں شکار لٹکائے گھر واپس آئے۔ حضرت حمزہ کا گھر میں داخل ہونا تھا کہ وہ لونڈی کھڑی ہو گئی اور اس نے کہا تم بڑے بہادر سینے پھرتے ہو ہر وقت اسلحہ سے مسلح رہتے ہو کیا تمہیں معلوم نہیں کہ صبح ابو جہل نے تمہارے بھتیجا سے کیا کیا۔ حضرت حمزہ نے کہا کیا بات ہے۔ یہ سوال سن کر لونڈی رو پڑی اور اس نے کہا میں دروازہ میں کھڑی تھی کہ محمد رسول اللہ

اس پتھر پر بیٹھے ہوئے تھے اور چپ کر کے بیٹھے ہوئے تھے کہ ابو جہل پاس سے گذرا اور بغیر کچھ کہے اسے آپ کے منہ پر پتھر مارا اور بڑا بھلا کہا۔ آپ نے صرف اتنا کہا کہ اسے لوگو میں نے تمہارا کیا بگاڑا ہے میں نے تمہیں کیا دکھ دیا ہے کہ تم مجھے مارتے ہو میں صرف خدا تعالیٰ کا پیغام تمہیں سناتا ہوں۔ پھر وہ لونڈی غصہ میں آکر کہنے لگی خدا کی قسم محمد نے ابو جہل کو کچھ بھی تو نہ کہا تھا۔ ایک جاہل عورت کی زبان سے یہ بات سن کر حمزہ کو غیرت آگئی اور فوراً واپس لوٹے۔ شام کا وقت تھا۔ ابو جہل سرداروں کی جگہ پر بیٹھا ہوا تھا اور اس کے ارد گرد دوسرے سردارانِ مکہ بیٹھے تھے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بدگوئیاں ہو رہی تھیں۔ حضرت حمزہؓ خانہ کعبہ میں داخل ہوئے اور سیدھے اس جگہ پہنچے جہاں ابو جہل دوسرے سرداروں کے ساتھ بیٹھا محمد رسول اللہ کی بدگوئیاں کر رہا تھا۔ ہاتھ میں تیرکان تھی آپ نے اس کا ایک سرا پکڑ کر ابو جہل کے منہ پر دے مارا اور کہا تو بڑا بہادر بنا پھر تا بے میری لونڈی نے مجھے بتایا ہے کہ میرا بھتیجا آج صبح جب ایک پتھر پر بیٹھا تھا تو تو نے اسے پتھر مارا اور اس نے تمہیں کچھ جواب نہ دیا۔ اب میں تمہیں مارتا ہوں اگر تم بہادر ہو تو میری مار کا جواب دو۔ یہ واقعہ ایسا اچانک ہوا کہ ابو جہل گھبرا گیا اس کے ساتھی جوش سے کھڑے ہوئے اور سہرت حمزہؓ کے ساتھ لڑنے کو اٹھے مگر ابو جہل پر صداقت کا اثر تھا وہ کہنے لگا جانے دو مجھ سے ہی صبح غلطی ہوگئی تھی۔ حضرت حمزہؓ واپس آئے اور اس مکان کا پتہ لے کر جہاں ان دنوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مقیم تھے وہاں پہنچے اور عرض کیا کہ میں مسلمان ہوتا ہوں۔ یہ ابو جہل کی دشمنی کا حال تھا۔ بلا وجہ رسول کریم کی دشمنی کیا کرتا تھا۔ اگر یہ ہوتا کہ آپ توحید کا وعظ کر رہے ہوتے اور ابو جہل پاس سے گذرتا اور آپ کا وعظ سن کر غصہ میں آجاتا تو کچھ جواز بھی نکل سکتا تھا لیکن آپ خاموش پتھر پر بیٹھے کسی مسئلہ کے متعلق سوچ رہے تھے اور ابو جہل نے بلا وجہ آپ کو پتھر مارا۔ یہ ابو جہل کی مخالفت کی حالت تھی۔ اس کا بیٹا عکرہ بھی اس کے نقش قدم پر چلتا تھا اور وہ آپ کی دشمنی میں انتہاء کو پہنچا ہوا تھا۔ بیسیوں مسلمانوں کو اس نے مارا اور قتل کیا یہاں تک کہ خدا تعالیٰ نے اسلام کو فتح دی اور رسول کریم ایک فاتح کی حیثیت میں مکہ میں داخل ہوئے اور آپ نے چند افراد کو جو تعداد میں سات کے قریب تھے اور جنہوں نے مسلمانوں کو مارا تھا ان کو انسانیت کے خلاف جرائم کرنے کی وجہ سے مار دینے کا حکم دیا۔ یورپ والوں نے بھی بعض لوگوں کو اسی قسم کے جرموں کی بناء پر قتل کیا یا پھانسی پر لٹکایا

چنانچہ گذشتہ جنگ کے اختتام پر ہی جب بعض سرکردہ جرمن لیڈروں پر مقدمہ چلایا گیا تو یہ کہا گیا کہ انہیں جنگ کے بدلے میں نہیں بلکہ ان انسانیت سوز جرائم کے عوض میں پھانسی پر لٹکایا جاتا ہے جو ان سے سرزد ہوئے۔ اسی طرح رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی فتح مکہ کے بعد ان سات افراد کے متعلق یہ احکام جاری کئے کہ اگر یہ لوگ خانہ کعبہ کے پردوں کو پکڑ کر بھی کھڑے ہوں تب بھی انہیں قتل کر دیا جائے چنانچہ وہ لوگ مکہ چھوڑ کر بھاگ گئے۔ ان سات افراد میں عکرمہ بھی تھا اس کی بیوی دل سے مسلمان ہو چکی تھی وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور اس نے عرض کیا یا رسول اللہ میں دل سے مسلمان ہوں میرا خاوند مکہ چھوڑ کر بھاگ گیا ہے۔ وہ اسلام کا کتنا دشمن ہی ہے لیکن پھر بھی آپ کا بھائی ہے۔ کیا یہ بہتر ہو گا کہ وہ کسی اور ملک میں جا کر کسی غیر کے ماتحت رہے اور وہاں دھکے کھاتا پھرے یا یہ بہتر ہے کہ آپ اسے معاف کر دیں اور وہ آپ کے زیر سایہ زندگی بسر کرے۔ آپ نے فرمایا اچھا ہم اسے معاف کرتے ہیں وہ واپس آجائے ہم اسے کچھ نہیں کہیں گے اس کی بیوی نے پھر عرض کیا یا رسول اللہ! وہ بڑی غیرت والا شخص ہے اگر آپ یہ کہیں گے کہ وہ مسلمان ہو کر یہاں رہے تو وہ یہاں نہیں رہے گا۔ اگر آپ اجازت دیں کہ وہ کافر ہوتے ہوئے بھی یہاں رہ سکتا ہے تو وہ واپس آجائے گا۔ آپ نے فرمایا بہت اچھا ہم اسے مسلمان ہونے کے لئے نہیں کہیں گے وہ اپنے مذہب پر قائم رہ سکتا ہے۔ عکرمہ کی بیوی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ عہد لے کر عکرمہ کی تلاش میں گئی۔ عکرمہ حبشہ کی طرف بھاگا جا رہا تھا وہ جہاز میں سوار ہونے کو تیار تھا کہ اس کی بیوی وہاں پہنچی۔ وہ جنگ مکہ سے سات دن کے فاصلہ پر تھی بیوی نے خاوند سے کہا تم کہاں جا رہے ہو۔ یہاں تمہارا اپنا بھائی حاکم ہے۔ کیا یہ بہتر ہے کہ تم اس کے ماتحت رہو یا یہ بہتر ہے کہ تم غیر کی غلامی کرو۔ عکرمہ نے کہا کیا تجھے علم نہیں کہ مجھے قتل کر دینے کے احکام جاری ہو چکے ہیں۔ اس نے کہا تم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں جانتے تمہارے سینہ میں کفر کی آگ بھڑک رہی ہے میں جانتی ہوں کہ جو کچھ انہوں نے مجھ سے کہا ہے۔ انہوں نے سچ کہا ہے۔ انہوں نے کہا ہے کہ اگر عکرمہ مکہ واپس آجائے تو میں اسے معاف کر دوں گا عکرمہ نے کہا اچھا انہوں نے اگر معاف بھی کر دیا تو وہ مجھے مسلمان ہونے کے لئے کہیں گے لیکن میں تو مسلمان نہیں ہوں گا۔ بیوی نے کہا نہیں عکرمہ۔ انہوں نے کہا ہے کہ وہ تمہیں مسلمان ہونے کے لئے بھی نہیں کہیں گے تم اپنے مذہب پر قائم رہ کر مکہ میں رہ سکتے ہو۔ عکرمہ نے کہا۔ کیا یہ سچ ہے۔ بیوی نے کہا

ہاں یہ بالکل سچ ہے میں نے خود محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بات کی ہے۔ عکرمہ نے کہا۔ اچھا میں چلتا ہوں لیکن میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ سے یہ باتیں سنوں گا تب مانوں گا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم مجلس میں بیٹھے تھے کہ عکرمہ کی بیوی اسے ساتھ لئے حاضر ہوئی۔ عکرمہ نے کہا محمد (عکرمہ) ابھی ایمان نہیں لایا تھا اور وہ آپ کو اسی نام سے پکارتا تھا، میری بیوی کہتی ہے کہ آپ نے مجھے معاف کر دیا ہے آپ نے فرمایا تمہاری بیوی ٹھیک کہتی ہے۔ عکرمہ نے کہا میری بیوی نے ایک اور بات بھی کہی ہے اور وہ یہ ہے کہ میں مکہ میں اپنے مذہب کو مانتے ہوئے بھی رہ سکتا ہوں مجھے اپنا مذہب تبدیل کرنے کے لئے مجبور نہیں کیا جائے گا۔ آپ نے فرمایا تمہاری بیوی ٹھیک کہتی ہے عکرمہ نے کہا

أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عکرمہ میں نے تجھے مسلمان ہونے کے لئے نہیں کہا عکرمہ نے کہا اتنا بلند حوصلہ اور ایثار خدا تعالیٰ کے رسول کے سوا اور کسی میں نہیں ہو سکتا جب میں نے اپنے کالوں یہ بات سنی لی کہ آپ نے مجھ جیسے شدید دشمن کو بھی معاف کر دیا ہے تو میں آپ کی رسالت پر ایمان لے آیا ہوں اب آگے دیکھو عکرمہ میں کتنی جلدی فرق پڑتا ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے فرمایا عکرمہ ہم صرف تمہارے قصوروں کو ہی نظر انداز نہیں کرتے بلکہ ہم چاہتے ہیں کہ تم کچھ مانگ، لو اگر ہماری طاقت میں ہو تو ہم تمہاری خواہش کو پورا کر دیں گے تو اس کے منہ سے یہ بات سبجی تھی کہ مجھے دو سو اونٹ دے دیں میرے مکان مجھے واپس دے دیں لیکن وہ کلمہ پڑھتے ہی بدل چکا تھا۔ اس نے عرض کیا یا رسول اللہ میں آپ سے صرف اتنا عرض کرتا ہوں کہ آپ خدا تعالیٰ سے یہ دعا کریں کہ میں نے آپ سے لڑائیاں کر کے جو گناہ سہیڑے ہیں خدا تعالیٰ وہ گناہ مجھے معاف کر دے۔ پھر اسی عکرمہ نے مسلمان ہونے کے بعد وہ قربانی دکھائی جس کی نظیر نہیں ملتی۔ جب حضرت عمرؓ کے زمانہ میں اسلامی فوجیں قیصر کی فوجوں سے لڑنے کے لئے گئیں تو ایک جنگ پر دشمن کو زور حاصل ہو گیا دشمن نے ایک ٹیلہ پر عرب تیر انداز بٹھائے جو صحابہؓ کو پھپھانتے تھے اور انہیں ہدایت تھی کہ صحابہؓ کو چن چن کر ان کی آنکھوں پر تیر ماریں چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا اور اکثر صحابہؓ اندھے ہو گئے مسلمانوں کو فک کر پڑی کہ صحابہؓ کی جانیں ضائع ہو رہی ہیں حضرت عکرمہؓ حضرت ابو عبیدہؓ کے پاس گئے۔ حضرت ابو عبیدہؓ اسلامی فوج کے کمانڈر تھے او

کہا صحابہؓ کی یہ حالت مجھ سے دیکھی نہیں جاتی دشمن کی تعداد بہت زیادہ ہے جب تک ہم اچانک حملہ

کر کے انہیں خوفزدہ نہیں کریں گے یہ پیچھے نہیں ہٹیں گے آپ مجھے اجازت دے دیں کہ میں تمہیں آدمی
 ساتھ لے کر کفار کے لشکر کے قلب پر حملہ کروں تا وہ تتر بتر ہو جائے۔ حضرت ابو عبیدہؓ نے کہا یہ بات
 خلاف عقل ہے کہ ۶۰ ہزار دشمن کے مقابلہ پر تیس آدمی جائیں۔ حضرت عکرمہؓ نے کہا آخر ہم مر ہی جائیں گے
 اور کیا ہوگا۔ حضرت ابو عبیدہؓ نے کہا میں اتنی بڑی ذمہ داری نہیں لے سکتا۔ حضرت ابو عبیدہؓ نے حضرت
 خالد بن ولیدؓ کو بلایا اور ان سے کہا عکرمہؓ کوں کہتا ہے۔ خالد نے کہا عکرمہؓ نے ٹھیک کہا ہے جب تک
 دشمن پر ہمارا رعب نہیں پڑے گا وہ پیچھے نہیں ہٹے گا۔ حضرت ابو عبیدہؓ نے کہا اس کے یہ معنی ہونگے
 کہ میں تیس مسلمان مروادوں۔ خالد نے کہا آخر آدمی مرا ہی کرتے ہیں۔ تب حضرت ابو عبیدہؓ نے عکرمہؓ کی
 بات مان لی۔ ہاں اتنا کر دیا کہ تیس آدمی کی بجائے ساتھ آدمی ان کے ساتھ کر دے تا دشمن کے ہر
 ہزار کے مقابلہ میں ایک مسلمان ہو جائے۔ دوسرے دن ان ساتھ افراد نے اپنے گھوڑوں کی باگیں
 اٹھائیں اور ساتھ ہزار دشمن میں گھس گئے۔ پہلی صف والے ابھی تلوار ہی اٹھا رہے تھے کہ یہ وہ صف
 گذر چکے تھے۔ جب دوسری صف والے تلواریں اٹھانے لگے تو یہ تیسری صف میں پہنچ چکے تھے۔
 دشمن فوج کا کمانڈر جس سے قیصر نے یہ وعدہ کیا تھا کہ اگر اس نے مسلمانوں کے مقابلہ میں فتح حاصل کی
 تو وہ اسے اپنی لڑکی بیاہ دے گا۔ وہ تخت پر بیٹھا سوا تھا یہ وہاں پہنچے لشکر کو بھی ہوشن اسپہی تھی
 یہ مرتے گئے لیکن پیچھے نہ ہٹے۔ جب یہ عین اس جگہ پر پہنچے جہاں کمانڈر بیٹھا تھا تو وہ گھبرا کر بھاگ
 اٹھا لیکن ساتھ کے ساتھ یا تو زخمی ہو گئے یا مر گئے اتنے میں جب مسلمانوں نے دیکھا کہ ان کے ساتھ
 جانناڑ سپاہی لڑ رہے ہیں تو انہوں نے دشمن پر حملہ کر دیا اور دشمن کو جب خبر پہنچی کہ ان کا کمانڈر
 بھاگ گیا ہے تو وہ بھی بھاگ گئے۔ فتح کے بعد جب تلاش کیا گیا تو سوائے چند کے جو شدید زخمی تھے باقی
 سب مر چکے تھے۔ گرمی کا موسم تھا شدتِ پیاس کی وجہ سے زخمیوں کی زبانیں باہر نکل رہی تھیں۔ بعض
 سپاہی پانی کی کپیاں لے کر وہاں پہنچے۔ جب وہ حضرت عکرمہؓ کے پاس گئے تو آپ کو سخت پیاس لگی
 ہوئی تھی انہیں پانی پینے کے لئے کہا گیا جب وہ پانی پینے لگے تو ان کی نظر اپنی داہنی طرف پڑی
 آپ نے دیکھا کہ حضرت فضلؓ (حضرت عباسؓ کے بھائی) شدتِ پیاس کی وجہ سے تڑپ رہے ہیں۔
 آپ نے ان کی طرف اشارہ کیا اور کہا پہلے انہیں پانی دو۔ جب وہ وہاں پہنچے تو انہوں نے اپنے
 پہلو میں ایک اور زخمی دیکھا جو شدتِ پیاس کی وجہ سے تڑپ رہا تھا انہوں نے اس کی طرف اشارہ

کیا کہ پہلے اسے پانی پلاؤ۔ دس آدمی زخمی پڑے ہوئے تھے ان دسوں کے پاس جب آدمی چھاگل لے کر گئے تو انہوں نے دوسرے کی طرف بھیج دیا تاکہ اسے پہلے پانی پلایا جائے۔ جب وہ آدمی دسویں کے پاس پانی لے کر گیا تو وہ مرجھا تھا۔ نویں کے پاس گیا تو وہ بھی مرجھا تھا۔ آٹھویں کے پاس گیا تو وہ بھی مرجھا تھا۔ اسی طرح وہ ہر ایک کے پاس سے ہوتا ہوا دوبارہ عکرمہ کے پاس گیا تو وہ بھی مرجھے تھے۔ اب دیکھو گجایہ کہ ابو جہل کی دشمنی کی یہ حالت تھی کہ اس نے انتہائی مخالفت کی اور گجایہ کہ جب اسکے بیٹے عکرمہ کو پتہ لگ گیا کہ اس کے باپ نے غلطی کی تھی تو وہی عکرمہ جو اپنی ذاتی عزت اور وجاہت کی خاطر اپنے باپ کے نقش قدم پر چلتا ہوا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے لڑائی کیا کرتا تھا اسے اپنے آپ کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خاطر اس طرح قربان کیا کہ اس کی نظیر کم ملتی ہے۔ خالد بن ولید کو دیکھ لو مسلمان ان کا نام لیتے تھکتے نہیں لیکن وہ بھی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اشد ترین دشمن تھا۔ عمرو بن العاص کی بھی مسلمان تعریف کرتے ہیں کہ وہ بہترین جرنیل تھے لیکن وہ بھی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اشد ترین دشمن تھے۔ ان کو دیکھو اور ان کی اولادوں کو دیکھو احد کے واقعے کو دیکھو وہ شخص جس کی وجہ سے فتح مکہ بدل شکست ہو گئی تھی وہ خالد بن ولید ہی تھے۔ وہ حملہ جس کی وجہ سے مسلمان لشکر میں کھرام مچ گیا تھا وہ خالد کا ہی کیا ہوا تھا اور خالد ہی ہے جس کے متعلق رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں سَيُفَعُّ مِنْ سَيِّئِهِ اللَّهُ کہ وہ اللہ تعالیٰ کی تلواروں میں سے ایک تلوار ہے۔ وہی خالد اسلام کی لڑائیوں میں اتنا زخمی ہوا کہ جب وہ مرنے لگا تو اس نے کہا میرے سر سے لے کر پاؤں تک کوئی ایسی جگہ نہیں جس میں تلوار کا نشان نہ ہو لیکن یہ وہی خالد تھا جس نے اسلامی لشکر کو لپا کر دیا تھا اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو زخمی کر دیا تھا۔ دوسرا جرنیل جس نے خالد کے ساتھ مل کر مسلمان لشکر پر حملہ کیا وہ عمرو بن عاص تھا جس نے بعد میں حضرت عمرؓ کے زمانہ میں مصر فتح کیا لیکن جنگ احد کے وقت ہی دونوں تھے جنہوں نے حملہ کر کے صحابہ کو زخمی کر کے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر پھینک دیا اور آپ کو بھی زخمی کر دیا۔ حضرت عمرو بن عاص کے بیٹے حضرت عبداللہ عمروؓ آپ سے پہلے مسلمان ہو چکے تھے (جو لوگ حدیث سے واقف ہیں وہ عبداللہ بن عمروؓ اور عبداللہ بن عمرؓ میں فرق نہیں کرتے۔ درحقیقت یہ دونوں الگ الگ شخصیتیں ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے بہت سی روایات مروی ہیں) حضرت عمرو بن العاصؓ جب فوت

ہونے لگے تو آپ رو رہے تھے حضرت عبداللہ بن عمرو نے کہا باپ کیا آپ بھی روتے ہیں۔ اگر آپ کفر کی حالت میں مرتے تب تو کوئی بات تھی خدا تعالیٰ نے آپ کو اسلام نصیب کیا اور اب تو آپ کے لئے بشارت ہی بشارت ہے۔ حضرت عمرو بن عاص نے کہا بیٹا تمہیں معلوم نہیں اسلام کے ساتھ میری دو کیفیتیں رہی ہیں جب تک میں مسلمان نہیں ہوا تھا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مجھے اتنا بغض تھا اور اسلام کے ساتھ مجھے اتنی دشمنی تھی کہ میں نے کبھی آنکھ اٹھا کر آپ کی شکل نہیں دیکھی تھی۔ اگر میں اس وقت مرتا اور کوئی شخص مجھ سے یہ پوچھتا کہ آپ کی شکل کیا تھی تو میں آپ کی شکل نہ بتا سکتا۔ پھر جب اسلام لایا تو مجھے آپ سے اتنا عشق پیدا ہوا اور میرے اندر آپ کی اس قدر محبت جاگزیں ہوئی کہ میں آپ کے رعب کی وجہ سے آپ کی طرف نظر اٹھا کر نہیں دیکھتا تھا۔ اگر اب مجھ سے کوئی پوچھے کہ آپ کی شکل کیا تھی تو میں نہیں بتا سکتا۔ کفر کی حالت میں بغض کی وجہ سے میں نے آپ کی شکل نہ دیکھی اور اسلام کی حالت میں محبت اور عشق کی وجہ سے آپ کی طرف آنکھ اٹھا کر نہ دیکھا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں اگر فوت ہو جاتا تو کوئی فکر نہ تھا لیکن آپ کی وفات کے بعد کئی غلطیاں مجھ سے سرزد ہو گئی ہیں میں نہیں جانتا ان غلطیوں کی وجہ سے قیامت کے دن بھی آپ کا دیدار نصیب ہو یا نہیں۔ اور وہ یہ کہ کہ پھر رونے لگ گئے۔

ہماری جماعت کے لوگ مخالفت سے گھبراتے اور غصہ میں آجاتے ہیں لیکن مخالفت کی وجہ سے گھبرانے اور غصہ میں آجانے کی کوئی وجہ نہیں۔ یہ لوگ مخالفت کیوں کرتے ہیں؟ یہ لوگ اس لئے مخالفت کرتے ہیں کہ ان کا خیال ہے کہ ہم رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مخالف ہیں اور نعوذ باللہ آپ کو گالیاں دیتے اور اسلام کو بگاڑتے ہیں۔ گویا وہ مخالفت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور اس غلط فہمی کے نتیجے میں کرتے ہیں کہ ہم اسلام کے دشمن ہیں ہمیں دعائیں کرنی چاہئیں اور ساتھ ہی ساتھ تبلیغ کرنی چاہیے۔ آخر ہم ان کی غلط فہمیوں کو کیوں دور نہیں کرتے۔ اگر ایک مولوی ہمارے متعلق یہ کہتا ہے کہ ہم حضرت امام حسینؑ کی ہتک کرتے ہیں تو تم نے کیوں لوگوں کو یہ نہیں بتایا کہ ہم حضرت امام حسینؑ کی ہتک نہیں کرتے بلکہ ان کی تم سے بھی زیادہ عزت کرتے ہیں۔ اگر تم نے انہیں یہ بتایا ہوتا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تو یہ

کہا ہے ع

خاکم نثار کو پچھلے آل محمد است

تو وہ حقیقت سمجھ جاتے اور مولویوں سے کہتے کہ کیا یہ فقرہ کہنے والا شخص حضرت امام حسین کا دشمن یا ہتک کرنے والا ہو سکتا ہے لیکن تم گھروں میں بیٹھے رہے اور گھر بیٹھے بیٹھے تم نے سمجھ لیا کہ لوگوں نے اس کے معنی سمجھ لئے ہیں۔ پھر فرض کرو اگر دشمن یہ کہتا ہے کہ مرزا صاحب (علیہ الصلوٰۃ والسلام) نے مولویوں کو گالیاں دی ہیں تو تم ان کے سامنے گالیوں کی ایک فہرست رکھ دیتے کہ یہ گالیاں مولویوں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دی ہیں۔ یہ سب گالیاں کتابوں میں چھپی ہوئی ہیں تم وہ کتابیں ان کے سامنے رکھ دیتے اور انہیں بتاتے کہ کیا یہ مولویوں کا کام ہے تو ساری بات ان کی سمجھ میں آجاتی مثلاً اگر کوئی کسی کو حرام زادہ کہے اور وہ اسے کہے بے ایمان یہ بات مت کہو اور پہلا شخص جس نے اسے حرام زادہ کہا ہے اس سے لڑنے لگ پڑے۔ اب اگر تیسرا شخص پاس سے گذرتا ہے اور وہ اس سے دریافت کرتا ہے میاں تم لڑتے کیوں ہو اور وہ کہتا ہے اس نے مجھے بے ایمان کہا ہے تو اگر پہلا شخص اسے یہ بتا دیتا ہے کہ اس نے مجھے حرام زادہ کہا ہے اور قرآن و حدیث نے ایسا کہنے سے منع فرمایا ہے تو وہ کہے گا یہ تو قرآن اور حدیث کی بات کہتا ہے یہ گالی نہیں گالی وہ ہے جو تم نے دی۔ پس اگر تم لوگوں کے پاس جاتے ہو اور انہیں بتاتے ہو کہ مولویوں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو یہ گالیاں دی ہیں اور ان کے جواب میں آپ نے انہیں یہ کہا ہے کہ قرآن کریم نے ان سے منع فرمایا ہے تو وہ مولویوں کے پاس جاتے اور انہیں کہتے مرزا صاحب کو تم نے یہ گالیاں دی ہیں اب اگر انہوں نے اس کے جواب میں کچھ کہا ہے تو منہ زبانت میں اس کا نام گالی نہیں۔ اس پر مولوی یا تو یہ کہہ دیتے کہ یہ ہماری کتابیں نہیں یا یہ فتویٰ دیتے کہ ہمارے ماں باپ اور آباء و اجداد جھوٹے اور مغتری تھے لیکن یہ صاف بات ہے کہ وہ یہ فتویٰ ہرگز نہیں دیں گے کہ ہمارے ماں باپ جھوٹے اور مغزی تھے۔ اگر ایک اہل حدیث تمہارے پاس آتا ہے اور کہتا ہے کہ مرزا صاحب نے مولویوں کو گالیاں دی ہیں تو تم جھٹ انہی کی کتابیں ان کے سامنے رکھ دو اور کہو کہ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی اور دوسرے علماء اہل حدیث نے مرزا صاحب کو یہ گالیاں دی ہیں اور مرزا صاحب نے انہیں ان گالیوں سے منع فرمایا ہے لیکن جب ایک مولوی یونہی شور مچا دیتا ہے کہ مرزا صاحب نے مولویوں کو گالیاں دی ہیں تو لوگوں کو چونکہ پتہ نہیں ہوتا کہ ان کے

باپوں نے مرزا صاحب کو کیا کچھ کہا ہے اس لئے وہ مخالفت کرنے لگ جاتے ہیں تم ان کے پاس جاؤ
 اور ان کے سامنے ان کی کتابیں رکھ دو اور بتاؤ کہ تمہارے علماء نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ
 والسلام کو یہ یہ گالیاں دی ہیں اور کیا یہ اسلام کی تعلیم کے مطابق ہے۔ بعض غیر اسلامی گالیاں ہیں
 اور بعض غیر اسلامی نہیں مثلاً احمق ہے کسی کو احمق کہنا شرافت کے تو خلاف ہے لیکن اسلام کے
 خلاف نہیں۔ لیکن اگر کوئی حرام زادہ کہہ دیتا ہے تو یہ اسلام کے خلاف ہے اسلام نے ایسا کہنے
 سے منع فرمایا ہے۔ پھر اس قسم کی احادیث موجود ہیں کہ اگر کوئی کسی کو بُرا کلمہ کہتا ہے تو وہ اس کی
 طرف لوٹ آتا ہے۔ اب یا تو یہ باتیں احادیث سے نکال دو اور اگر انہیں احادیث سے نہیں
 نکالتے تو پھر غصہ میں کیوں آتے ہو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جو کسی مسلمان کو کافر کہتا
 ہے وہ خود کافر ہو جاتا ہے اگر کوئی کسی کو کافر کہتا ہے تو وہ خود کافر ہو جاتا ہے۔ اب یا تو یہ حدیث کاٹ
 دو اور یا ہماری بات مانو ہم کوئی نیا فتویٰ نہیں دیتے آج سے چودہ سو سال قبل سے یہ باتیں کتابوں
 میں لکھی ہوئی ہیں ہم تو آج پیدا ہوئے ہم امام مسلم کے ساتھ تو نہیں بیٹھے تھے ہم امام بخاری کے ساتھ
 تو نہیں بیٹھے تھے ہم ابو داؤد اور ترمذی کے ساتھ تو نہیں بیٹھے ہم نسائی اور ابن ماجہ کے پاس تو نہیں
 بیٹھے تھے لیکن ان بزرگوں نے اپنی اپنی کتابوں میں یہ باتیں لکھی ہیں اور وہ اب تک موجود ہیں۔ قرآن کریم
 میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہودی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق کہتے ہیں یہ جھوٹا ہے اللہ تعالیٰ
 کہتا ہے تم اسے جھوٹا کیونکر کہہ سکتے ہو؟ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی کتاب میں جو پیش گوئیاں اس کے
 متعلق پائی جاتی ہیں اور وہ اس کے حق میں پوری ہو گئی ہیں کیا وہ اپنی گوئیاں اس نے موسیٰ علیہ السلام
 کو لکھوا دی تھیں۔ اگر آج سے کئی سو سال قبل کی لکھی ہوئی باتیں اس شخص کے حق میں پوری ہو جاتی ہیں
 تو یہ شخص یقیناً سچا ہے اگر یہ جھوٹا ہوتا تو خدا تعالیٰ اتنے سو سال قبل کی کسی ہوئی باتیں اس کی ذات
 میں کیوں پوری کرتا۔ غرض جو بات مسلمان عیسائیوں اور یہودیوں کے اعتراضات کے جواب میں کہتے ہیں
 وہی بات ہم کہتے ہیں کہ مسلم اور بخاری میں یہ باتیں لکھی ہیں ہم تو اس وقت موجود نہیں تھے کہ ہم سنے خود یہ
 باتیں لکھوادیں۔ اگر تم کہو کہ میں مسلم اور بخاری کے وقت میں موجود تھا تو تمہیں یہ بھی ماننا پڑے گا کہ میں
 فرشتہ ہوں اور اگر میں فرشتہ ہوں تو تم فرشتے کی کیوں مخالفت کرتے ہو اور اگر میں انسانی ہوں تو
 صاف بات ہے کہ یہ باتیں میں نے مسلم اور بخاری کو نہیں لکھوائیں پھر اگر انہوں نے یہ باتیں خدا تعالیٰ کی

طرف منسوب کر کے لکھی ہیں تو اگر خدا اور اس کے رسول کا دشمن تھا تو یہ باتیں میرے ساتھ کیسے پوری ہو گئیں آخر اس کی بھی تو کوئی دلیل ہونی چاہیے۔ مثلاً رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ آنیوالا مسیح شادی کرے گا اور اس کے نتیجے میں اس کی اولاد بھی ہوگی **يَسْتَوِجُ وَيُوَكِّدُ لَهُ**۔ اب سیدھی بات ہے کہ خالی شادی کوئی اہم بات نہیں لوگ شادیاں کرتے ہی ہیں۔ مان لیا مرزا صاحب جھوٹے ہی ہیں لیکن یہ تو بتائیے کہ اگر آپ جھوٹے تھے تو خدا تعالیٰ یہ بات پوری نہ ہونے دیتا۔ اول تو آپ شادی ہی نہ کرتے یا اگر شادی کرتے تو آپ کی بیوی مر جاتی یا وہ اچھے خاندان سے نہ ہوتی یا اس کے ہاں اولاد نہ ہوتی یا اولاد پیدا ہوتی تو وہ مر جاتی لیکن وجہ کیا ہے کہ ایک شخص خدا تعالیٰ پر افترا بھی کرتا ہے لیکن خدا تعالیٰ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سب باتیں اس کی ذات میں پوری کر دیتا ہے یا مثلاً رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ آنے والے مسیح اور ہمدی کے زمانہ میں سورج اور چاند کو رمضان کے مہینہ میں گرہن لگے گا اور فرمایا یہ ایک ایسی آیت ہے کہ کیسی اور دعویٰ نبوت پر پوری نہیں ہوتی۔ یہ بات شیعوں اور سنیوں سب کی کتابوں میں لکھی ہوئی ہے اور یہ ۱۸۹۲ء میں پوری ہوئی۔ گجرات کا ایک اقد ہے کہ ایک مولوی کتنا تھا مرزا (علیہ الصلوٰۃ والسلام) سچا کیسے ہو سکتا ہے۔ حدیث میں یہ لکھا ہے کہ جب مسیح آئے گا سورج اور چاند کو گرہن لگے گا اور ایسا گہن اس سے قبل کسی دعویٰ نبوت کے زمانہ میں نہیں لگا ہوگا۔ جب یہ گرہن لگا تو اس مولوی کے ہمسایہ میں ایک احمدی رہتا تھا اس نے اسے بتایا کہ گرہن لگنے کی علامت پوری ہو گئی تب وہ مولوی کوٹھے پر کھڑا ہو کر سورج گرہن دیکھتا جاتا تھا اور کتنا جاتا تھا اب لوگ گمراہ ہو جائیں گے۔ اب لوگ گمراہ ہو جائیں گے۔ یہ نہیں کہا کہ یہ خدا تعالیٰ کا ایک نشان ہے جس کے نتیجے میں لوگ ہدایت پائیں گے بلکہ وہ کتنا تھا کہ اس کے نتیجے میں لوگ گمراہ ہو جائیں گے۔ اب سوال یہ ہے کہ جو جھوٹا ہوتا ہے اس پر سچوں والی علامتیں کیسے پوری ہو سکتی ہیں مثلاً حکومت ہے وہ افسر مقرر کرتی ہے اور اس کی علامتیں مقرر کرتی ہے۔ وہ گزٹ شائع کرتی ہے کہ فلاں افسر فلاں جگہ پر مقرر کیا گیا ہے۔ مثلاً ایک ڈپٹی کمشنر ہے حکومت کتنی ہے فلاں شخص کو فلاں ضلع میں ڈپٹی کمشنر مقرر کیا جاتا ہے سب محکمے اس کے ماتحت ہوں گے تحصیلدار، ضلعدار، گرو اور اوپر پٹواری سب اس کے تابع ہوں گے۔ اس کے بعد ایک شخص آتا ہے گزٹ میں اس کا نام چھپ جاتا ہے۔ سب محکمے اس کی اطاعت کرتے ہیں لیکن لوگ کہتے ہیں یہ جھوٹا ہے جھلا گورنمنٹ ایسا کرنے دیتی ہے اگر کوئی

شخص جعلی طور پر اپنے آپ کو افسر ظاہر کرے گا تو فوراً اسے گرفتار کر لے گی۔ اور اگر کوئی حکومت ایسا کرنے کی اجازت نہیں دے سکتی تو کیا خدا تعالیٰ اتنا کمزور ہے کہ ایک شخص اس پر الزام لگاتا ہے اور انکار کرتا ہے کہ خدا تعالیٰ اسے وحی کرتا ہے لیکن خدا تعالیٰ سب پیشگوئیاں اس کی ذات میں پوری کر دیتا ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اس زمانے میں عیسائیوں کا زور ہوگا اور عیسائیوں کا زور ہو جاتا ہے۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے اس زمانہ میں یا جوج اور ماجوج چاروں طرف سے پہاڑوں کی چوٹیوں اور سمندروں کی لہروں پر سے گذر کر دُنیا پر قابض ہو جائیں گے اور وہ قابض ہو جاتے ہیں لیکن لوگ کہہ دیتے ہیں یہ شخص جھوٹا ہے یہ بالکل وہی بات ہے کہ کسی بُزدل کو فوج میں بھرتی کر لیا گیا لڑائی میں اسے تیر لگا اور اس کے جسم سے خون بہنے لگا۔ وہ بُزدل تو تھا ہی تیر لگنے کے بعد وہ میدان میں کیسے ٹھہر سکتا تھا وہ بیساختہ پیچھے کو بھاگا وہ دوڑتا چلا جاتا تھا اور کہتا جاتا تھا یا اللہ یہ خواب ہی ہو یا اللہ یہ خواب ہی ہو۔ تیر تو جسم میں لگ چکا تھا اور خون بہ رہا تھا اب اُس کے کہنے سے کہ یا اللہ یہ خواب ہی ہو خواب کیسے بن سکتا ہے۔ یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ ایک شخص میں یہ سب علامات پوری ہو چکی ہوں لیکن لوگ کہیں یا اللہ یہ جھوٹا ہی ہو یا اللہ یہ جھوٹا ہی ہو یہ باتیں بھلا ہو سکتی ہیں مومن تو خوش ہوتا ہے کہ یہ باتیں پوری ہوئیں پس جاؤ اور لوگوں کو یہ بتاؤ بخاری اور مسلم یہ کہتے ہیں اور یہ سب کچھ پورا ہو گیا ہے۔ اب کیا ہم اُس وقت موجود تھے کہ ہم نے خود یہ باتیں انہیں لکھوا دیں اور اگر ہم اس وقت موجود نہ تھے تو پھر آپ کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ماننے میں انکار کیا ہے۔ خدا تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے کہ مَنْ كُنَّ حَذَابٍ يَنْسَادُونَ قِيَامِ جُوجِ اور ماجوج پہاڑی رستہ سے بھی آئیں گے اور نشیب کے رستہ سے بھی۔ وہ سمندر کے رستہ سے بھی آئیں گے اور خشکی کے رستہ سے بھی اور ساری دُنیا پہ چھا جائیں گے۔ بائبل میں لکھا ہے اے جوج روس اور سک اور توبل کے فرزند (حزقیل باب ۱) یہ سب باتیں پہلے سے لکھی ہوئی ہیں اگر ان میں سے ایک بات پوری ہو گئی تو یقیناً دوسری بھی ٹھیک ہے۔ اگر روس کا ذکر آگیا تو یقیناً دوسرا فرق برطانیہ اور امریکہ ہے۔ یہ دنبال اور حزقیل کی پیشگوئی ہے۔ قرآن کریم فرماتا ہے یہ یا جوج ماجوج تمام دنیا پر چھا جائیں گے اور ہم دیکھتے ہیں کہ یہ سب باتیں پوری ہو گئی ہیں۔ آج سے سو سال قبل کسی کا وہم بھی ہو سکتا تھا کہ روس اس طرح ترقی کر جائے گا۔ میں اس صدی والوں کو کہتا ہوں کہ ۱۹۰۰ء میں جاپان نے روس

کو کس طرح گرایا تھا۔ اس وقت کیا کوئی خیال بھی کر سکتا تھا کہ ایک دن روس اتنا زور پکڑ جائے گا کہ دوسری حکومتیں اس سے لرزنے لگ جائیں گی لیکن نوشتون میں لکھا تھا کہ تو دنیا میں پھیلے گا اور میں تجھے تباہ کر دوں گا۔ اور ادھر باجوج کے متعلق لکھا ہے کہ وہ سمندوں کی لہروں اور پہاڑوں کی چوٹیوں سے گذر کر دنیا پر چھپا جائے گا یہ کتنی صاف پیشگوئی ہے کیا تم اسے قرآن کریم سے نکال دو گے یا تو تم کو یہ غلط ہے لیکن سوال یہ ہے جب یہ پیشگوئی پوری ہو چکی ہے تو غلط کیسے ہو سکتی ہے؟ یہ تو وہی بزدلی والی بات ہے کہ بالی خواب ہی ہو یا الی خواب ہی ہو۔ ایک قوم جس کا نام بائبل میں آتا ہے اور جس کے پھیلنے کے متعلق قرآن مجید اور بائبل میں پیشگوئی تھی وہ دنیا میں پھیل گئی۔ اب کیا تم یہ کہو گے کہ قرآن اور بائبل جھوٹے ہیں اس لئے کہ مرزا صاحب جھوٹے ثابت ہو جائیں۔ اسلامی طریق تو یہ تھا کہ تم کہتے کہ مرزا صاحب سچے ہیں کیونکہ اس طرح محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سچے ثابت ہوتے ہیں۔

ایک راجہ نے دربار میں کہا میں نے بینگن کھائے ہیں بڑا مزہ آیا بینگن بڑی لذیذ سبزی ہے ایک درباری نے کہا ہاں حضور بینگن بڑی لذیذ چیز ہے۔ وہ طبت بھی پڑھا ہوا تھا اس نے کہا اس میں یہ یہ خوبیاں ہیں پھر کہا حضور اس کی شکل دیکھیں تو یوں معلوم ہوتا ہے جیسے کوئی صوفی نماز کے لئے کھڑا ہو۔ چند دنوں کے بعد راجہ نے دربار میں کہا میں نے بینگن کھائے تو مجھے بوا سیر ہو گئی میں سمجھتا تھا کہ یہ بہت اچھی چیز ہے لیکن اب معلوم ہوا ہے یہ بڑی ناقص چیز ہے۔ اب ہر چیز میں برائیاں بھی ہوتی ہیں اور خوبیاں بھی ہوتی ہیں۔ سنکھیا کو دیکھ لو سنکھیا مارتا بھی ہے اور زندہ بھی کرتا ہے۔ اسی طرح دوسری چیزوں کا حال ہے لیکن جب راجہ نے کہا کہ میں نے بینگن کھائے تو مجھے تکلیف ہو گئی یہ بہت ناقص سبزی تھی تو وہی درباری اٹھا اور اس نے کہا ہاں حضور یہ بڑی ناقص چیز ہے اس میں یہ یہ برائیاں ہیں اور پھر اس کی شکل بالکل ایسی ہے جیسے کسی چور کو اس کے ہاتھ باندھ کر سڑی پر لٹکا دیا جائے۔ لوگوں نے پوچھا یہ کیا بات ہے اگلے دن تو تو نے بینگن کی اتنی تعریف کی کہ حد نہ رہی اور آج اتنی مذمت کی کہ گویا اس جیسی پلید چیز دنیا میں کوئی نہیں۔ اس نے کہا میں راجہ کا نوکر ہوں بینگن کا نوکر نہیں۔ اسی طرح اسے بھائیو! میں اس سے کیا کہ عیسیٰ علیہ السلام آئیں گے یا نہیں تم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نوکر ہو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر آج تم یہ اعتراض کرتے ہو کہ آج

حدیث اور سنت کے خلاف جاتے ہیں حالانکہ آپ حدیث و سنت سے اپنے دعویٰ کے ثبوت میں دلائل دیتے تھے۔ پھر آپ حنفیوں میں پیدا ہوئے اس طرح آپ ان کے عقیدوں سے واقف تھے پھر آپ قرآن کریم سے دلائل دیتے تھے۔ ان دنوں مولوی محمد حسین صاحب بڑے عالم سمجھے جاتے تھے وہ اعتراض کرتے وقت کہتے تھے کہ قرآن میں یہ لکھا ہے حدیث میں یہ لکھا ہے سنت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ ثابت ہے اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام قرآن و حدیث سے ہی ان اعتراضات کے جواب دیتے تھے اور فرماتے قرآن میں یہ لکھا ہے حدیث میں یہ لکھا ہے۔ حضرت مولوی نور الدین صاحب خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ عنہ ایک دفعہ اتفاق سے قادیان آئے اور کسی کام کے لئے لاہور ٹھہر گئے۔ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی لاہور آئے ہوئے تھے انہوں نے خیال کیا کہ مولوی صاحب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مقرب ہیں ان سے بحث مباحثہ ہو جائے چنانچہ مولوی محمد حسین صاحب نے اشتہار بازی شروع کر دی۔ حضرت مولوی نور الدین صاحب خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ عنہ کی دو ماہ کی رخصت تھی اور وہ لاہور میں ہی ختم ہو گئی۔ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی نے کہا بناؤ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فوت ہو گئے ہیں یا زندہ ہیں اور وہ حیات مسیح کے بارہ میں احادیث سے دلائل دیتے لیکن حضرت خلیفۃ المسیح اول ان کا قرآن کریم سے رد ذکر دیتے اور قرآن کریم سے وفات مسیح ثابت کرتے۔ مولوی محمد حسین صاحب قرآن کریم کی طرف نہیں آتے تھے اور وہ چاہتے تھے کہ حضرت خلیفۃ المسیح اول کو بھی قرآن کریم سے ہٹا کر احادیث کی طرف لے آئیں۔ آخر حضرت خلیفۃ المسیح اول نے اس کی بات کو جھوٹا کرنے کے لئے کہا کہ جو بیماری کہے وہ میں مان لوں گا۔ ایک دوست نظام الدین نامی تھے انہیں حج کرنے کا بڑا شوق تھا انہوں نے دس حج کئے تھے وہ بمبئی تک پیدل جاتے اور آگے جہاز کے ذریعہ سفر کرتے انہوں نے براہین احمدیہ پڑھی ہوئی تھی اور انہیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی دونوں سے عشق تھا جب یہ لوگ شور مچاتے کہ مرزا صاحب کہتے ہیں کہ قرآن کریم کی رو سے عیسیٰ علیہ السلام فوت ہو گئے ہیں تو یہ بات ان کی سمجھ میں نہ آتی تھی کہ مرزا صاحب قرآن و حدیث کے بلند پایہ عالم ہو کر اتنی بڑی غلطی کے مرتکب ہوئے ہیں۔ ایک دفعہ وہ حج کے لئے گئے جب واپس آئے تو کسی شخص نے ان سے اس بات کا ذکر کر دیا کہ مرزا صاحب نے یہ کہا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام فوت ہو گئے ہیں اور یہ امر قرآن کریم

سے ثابت ہے۔ انہوں نے کہا مرزا صاحب میرے دوست ہیں میں جانتا ہوں کہ وہ بہت بڑے عالم ہیں اور قرآن و حدیث کے مسائل سے بخوبی واقف ہیں وہ ایسا نہیں کہہ سکتے۔ وہ کہنے لگے یا تو مرزا صاحب نے یہ کہا نہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فوت ہو گئے ہیں اور اگر کہا ہے تو میں ان کے پاس جاؤں گا اور انہیں کہوں گا کہ وہ ایسا دعویٰ نہ کریں اور وہ مان لیں گے چنانچہ وہ قادیان آئے اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس حاضر ہو کر کہنے لگے میں حج پر گیا ہوا تھا جب واپس آیا تو میں نے یہ عجیب بات سنی کہ آپ نے فرمایا ہے عیسیٰ علیہ السلام فوت ہو گئے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہاں میں نے یہ بات کہی ہے۔ انہوں نے کہا میں لوگوں سے کہہ آیا ہوں کہ میں مرزا صاحب سے کہوں گا کہ آپ یہ دعویٰ نہ کریں تو آپ لاہور یا دہلی کی کسی مسجد میں توبہ کا اعلان کریں اگر وہ نہ مانے تو میں کہوں گا کہ اگر یہ امر قرآن کریم سے ثابت نہ ہو سکے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہاں اگر یہ امر قرآن کریم سے ثابت نہ ہو تو میں ایسا کرنے کے لئے تیار ہوں۔ انہوں نے کہا اچھا میری تسلی ہو گئی ہے میں نے مولوی صاحب سے کہا ہے کہ وہ قرآن کریم کی تین سو آیات سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات ثابت کر کے دکھائیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا تین سو آیات کی کیا ضرورت ہے اس کے لئے ایک آیت ہی کافی ہے۔ میان نظام دین صاحب کو شبہ پڑا کہ شاید قرآن کریم میں حیات مسیح کے متعلق تین سو آیات نہ ہوں اس لئے انہوں نے کہا اچھا دو سو آیات سے ہی وہ حیات مسیح ثابت کریں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پھر فرمایا کہ اس کے لئے ایک آیت ہی کافی ہے۔ انہیں پھر شبہ پڑا کہ شاید قرآن کریم میں حیات مسیح کو ثابت کرنے کے لئے دو سو آیات بھی نہ ہوں اس لئے انہوں نے کہا اچھا وہ ایک سو آیات سے حیات مسیح ثابت کریں۔ آپ نے فرمایا نہیں اس کے لئے ایک آیت ہی کافی ہے اور پھر وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرح نیچے اترتے گئے جس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خدا تعالیٰ سے لوط کی بستی کے متعلق فرمایا تھا خدایا اس میں اگر چالیس تھہر پریقین رکھنے والے ہوں کیا تب بھی تو اسے تباہ کر دے گا تو خدا تعالیٰ نے کہا اے ابراہیم! تب میں انہیں معاف کر دوں گا۔ اس سے آپ کو شبہ ہوا کہ شاید اس بستی میں اتنے مومن نہ ہوں اس لئے آپ آہستہ آہستہ نیچے اترتے گئے یہاں تک کہ آپ دن تک آگئے اور خدا تعالیٰ نے کہا ابراہیم اگر اس میں دن مومن بھی ہوں تب بھی میں اس بستی کو تباہ نہیں کروں گا

اور جب حضرت ابراہیمؑ کو معلوم ہوا کہ اس بستی میں دین امون بھی نہیں تو آپ نے دعا کرنی چھوڑ دی۔ اسی طرح میان نظام الدین صاحب بھی دس آیات پر آگئے اور جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا نہیں دس آیات تو کیا وہ ایک آیت سے ہی حیات مسیح ثابت کر دیں تو وہ کہنے لگے آخر قرآن کریم میں حیات مسیح کو ثابت کرنے والی اتنی کم آیات تو نہیں ہوں گی وہ خوشی خوشی لاہور پہنچے مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی اس وقت مسجد چینیوں والی میں بیٹھے تھے اور وہ وہ دن تھا جب حضرت خلیفۃ المسیح اولؑ نے یہ بات مان لی تھی کہ قرآن کے علاوہ آپ بخاری بھی پیش کر سکتے ہیں اور مولوی محمد حسین صاحب بہت خوش تھے کہ وہ بالآخر حضرت خلیفۃ المسیح اولؑ کو قرآن کریم سے ہٹا کر احادیث پر لے ہی آئے ہیں۔ مولوی محمد حسین صاحب میں خود نمائی کا شوق پایا جاتا تھا وہ اپنے شاگردوں کو بتا رہے تھے کہ مولوی نور الدینؒ مرزا صاحب کا شاگرد ہے اور بہت بڑا طلبیب ہے میں نے اسے یوں رگیدا اور یوں لتاڑا اور آخر وہ احادیث کی طرف آہی گیا۔ اتنے میں میان نظام الدین صاحب آگئے اور انہوں نے مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کو مخاطب کرتے ہوئے کہا آپ یونہی کام خراب کر رہے ہیں مرزا صاحب تو سیدھے سادھے آدمی ہیں اور وہ قرآن کریم کو مانتے ہیں میں انہیں یہ بھی منوا آیا ہوں کہ اگر قرآن کریم میں سے ہم دس آیات حیات مسیح کی نکال دیں تو وہ دہلی یا لاہور کی کسی مسجد میں وفات مسیح کے عقیدہ سے توبہ کر لیں گے اور یہ دس آیات بھی میں نے ہی کہی ہیں ورنہ وہ تو کہتے ہیں کہ تم حیات مسیح کی ایک ہی آیت قرآن کریم سے نکال دو لیکن میں نے کہا دس سے بھی کیا کم آیات ہوں گی۔ آپ مولوی نور الدین صاحب سے جھگڑا کرنا چھوڑ دیں اور دس آیات حیات مسیح کی بتا دیں۔ مولوی محمد حسین صاحب غصہ میں آکر کہنے لگے تم کو کس نے کہا تھا کہ اس معاملہ میں دخل دیتے۔ میں مولوی نور الدینؒ کو گھسیٹ کر حدیث کی طرف لایا ہوں اور تم پھر قرآن کریم کو بیچ میں لے آئے ہو۔ میان نظام الدین صاحب اس صدمہ میں چند منٹ خاموش بیٹھے رہے پھر کہنے لگے اچھا مولوی صاحب جدھر قرآن ہے ادھر ہیں۔ اور اس کے بعد قادیان جا کر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیعت کر لی۔

پس حقیقت یہی ہے کہ جو مسلمان محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عقیدت رکھتا ہے اس کے دل میں یہی ہے کہ جدھر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں ادھر میں ہوں تم جاؤ اور انہیں بتاؤ کہ لوگ تمہیں دھوکہ دیتے ہیں اور تم دھوکہ میں آکر ہماری مخالفت کرتے ہو تم ان کے سامنے قرآن رکھو اور کہو ہم پر کیا

الزام رکھتے ہو قرآن کریم میں سب کچھ لکھا ہے اسے پڑھو اور پھر اس پر عمل کرو۔ ان کے سامنے احادیث رکھو اور کو کہ جو کچھ ہم کہتے ہیں وہ سب احادیث میں پہلے سے موجود ہے ہم نے اپنے پاس سے یہ عقیدہ نہیں گھڑ لیا بلکہ آج سے کئی سو سال پہلے یہ بات احادیث میں لکھی ہوئی موجود تھی اس طرح ایک شخص جس کے اندر کفر اور ارتداد پیدا نہیں ہوا وہ جب دیکھے گا کہ خدا تعالیٰ اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس طریق کے اختیار کرنے پر خوش ہیں تو اس کا جوش ٹھنڈا ہو جائے گا جس طرح نظام الدین نے کہا تھا کہ جدھر قرآن ادھر میں۔ یہ لوگ بھی کہیں گے جدھر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ادھر ہم۔ اور تم دیکھو گے کہ جو لوگ آج قسمیں کھاتے ہیں کہ وہ تمہاری چائے نہیں پیئیں گے تمہیں ماریں گے اور تمہارا بائیکاٹ کرینگے وہ تمہارے ساتھ چٹ جائیں گے اور کہیں گے جدھر قرآن ادھر ہم۔ انہیں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن کریم سے دشمنی نہیں۔ انہیں یہ غلط فہمی ہو گئی ہے کہ تم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن کریم کے دشمن ہو۔ تم ان پر ثابت کر دو کہ ہم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن کریم کے دشمن نہیں دوست ہیں پھر ان کے دل صاف ہو جائیں گے۔ ابھی مسلمانوں کے اندر انسانیت زندہ ہے، ان کے اندر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کی چنگاری موجود ہے تم اسے ٹھنڈا کرنے کی بجائے گرم ہو دو یہ مخالفت خود بخود دہٹ جائے گی۔

یہاں آیا تو میں بیمار کی حالت میں ہوں اور جیسا کہ دوستوں کو محسوس ہو رہا ہو گا کہ میرا نکلا بیٹھ رہا ہے اور میں بولانا نہیں چاہتا تھا لیکن جیسا کہ میں نے بتایا ہے میں مدتوں کی انتظار کے بعد اس بستی میں آیا ہوں اور اس بستی سے مجھے روحانی اور جسمانی تعلق ہے۔ اس بستی کے ایک معزز گھرانے کی لڑکی میری بیوی تھی اور اس بیوی سے میری اولاد بھی ہے پھر اس بستی کے ایک معزز شخص سے میں نے قرآن کریم اور بخاری کا تزییر پڑھا۔ پس اس بستی سے مجھے روحانی اور جسمانی نسبت ہے میرا دل کہتا ہے کہ جس کو میں سچا سمجھتا ہوں اس کو یہاں کے رہنے والے لوگ بھی سچا سمجھنے لگ جائیں اور جس طرح ان کا حق ہے کہ وہ مجھے کہیں تم غلطی پر ہو ہم سچ کہتے ہیں اسی طرح میرا بھی حق ہے کہ میں انہیں کہوں میں حق پر ہوں تمہیں غلط فہمی ہوتی ہے۔ کیونکہ یہ ناپسندیدہ امر ہے کہ کوئی شخص دوسرے کو کہے مجھے تو تمہیں غلطی میں مبتلا سمجھنے کا حق ہے لیکن تمہیں ایسا کرنے کا حق حاصل نہیں۔ کوئی مذہب ایسا نہیں جس کا تم نام لو اور میں نے اسکی کتابیں نہ پڑھی ہوں۔ ایک پاگل شخص جو مولوی محمد علی صاحب کی جماعت سے تعلق رکھتا ہے وہ کبھی کبھی

مجھے خط لکھ دیتا ہے اور اس کی نقل مولوی محمد علی صاحب کو بھیج دیتا ہے اور کبھی مولوی محمد علی صاحب کو خط لکھتا ہے اور اس کی نقل مجھے بھیج دیتا ہے۔ ایک دن وہ میرے پاس آیا اور کہا کیا آپ میرے خطوط پڑھتے ہیں میں نے کہا ہاں۔ اس نے کہا اچھا آپ میرے خطوط پڑھتے ہیں۔ میں نے کہا جب کوئی شخص کہتا ہے کہ مجھے خدا تعالیٰ نے یوں کہا تو میں اس کے خطوط کیوں نہ پڑھوں۔ وہ حق پر ہو یا نہ ہو لیکن میرا فرض ہے کہ وہ چیز جسے وہ خدا تعالیٰ کی طرف منسوب کرتا ہے ضرور پڑھوں۔ وہ مولوی محمد علی صاحب کے پاس گیا اور انہیں کہنے لگا آپ بڑے تنگ دل واقع ہوئے ہیں میں آپ کا مرید تھا لیکن آپ میرے خطوط نہیں پڑھتے اور جس کا میں مرید نہیں تھا وہ کہتا ہے کہ میں تمہارے خطوط پڑھتا ہوں۔ غرض میں نے دنیا کے ہر مذہب کا لٹریچر پڑھا ہے۔ میں نے مسیحیوں کا لٹریچر پڑھا ہے۔ میں نے شیعوں کا لٹریچر پڑھا ہے۔ میں نے خارجیوں کا لٹریچر پڑھا ہے۔ ہندوؤں، زرتشتیوں اور عیسائیوں کا لٹریچر میں نے پڑھا ہے۔ مجھے جب خدا تعالیٰ کہے گا بتاؤ تمہیں کس طرح پتہ لگا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سچے ہیں تو میں کہوں گا میں نے ہر مذہب کی کتب کا مطالعہ کیا ہے اور ان سے مجھے یہی معلوم ہوا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو کچھ کہا ہے وہ ٹھیک ہے لیکن جس نے دوسرے مذاہب کا لٹریچر نہیں پڑھا وہ خدا تعالیٰ کو کیا جواب دے گا خدا تعالیٰ کہے گا مان لیا سٹی مذہب سچا ہے لیکن جب تم نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا شائع کردہ لٹریچر نہیں پڑھا تمہیں یہ کس طرح پتہ لگا کہ وہ اپنے دعویٰ میں سچے نہیں۔ ظاہر ہے کہ وہ اس سوال کا جواب نہیں دے سکتا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب وعظ فرماتے تو اوجھل اور اس کے ساتھی شور مچا دیتے تھے اور آپ کی بات نہیں سنتے تھے۔ اب خواہ وہ اپنے خیال میں سچے بھی ہوں پھر بھی وہ خدا تعالیٰ کو کیا جواب دیں گے جب انہوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بات کو سنا ہی نہیں اور اس پر غور نہیں کیا۔ پس میں جھوٹا سہی، احمدیت جھوٹی سہی لیکن خدا تعالیٰ کے سامنے تم کیا جواب دو گے۔ اگر تم نے احمدیت کا لٹریچر پڑھا ہوتا اور پھر تم سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ماننے میں غلطی ہو جاتی تو تم کہہ سکتے تھے خدایا! ہم نے ان کے عقائد کو بغور پڑھا تو تھا لیکن ہم نے یہی نتیجہ اخذ کیا کہ یہ جھوٹے ہیں تو خدا تعالیٰ کہے گا اچھا تمہیں غلط فہمی ہوئی ہے اور یہ قابل معافی ہے لیکن ایک شخص اگر یہ کہے کہ میرے پاس ایک شخص آیا تھا اور اس نے کہا تھا کہ میں خدا تعالیٰ کی طرف سے ہوں لیکن میں نے اسے پرے دھکیل دیا اور کہا تم جھوٹ بولتے ہو تو خدا تعالیٰ کہے گا تم نے میری

ہنس کی۔ ایک شخص نے تمہارے سامنے یہ کہا کہ میں خدا تعالیٰ کی طرف سے ہوں اور خدا تعالیٰ نے مجھے یوں کہا ہے لیکن تم نے اس کی بات کو بغور سنا نہیں اور اسے رد کر دیا۔ ایک شخص اگر ایسی بات کہتا ہے اور تم سمجھتے ہو کہ یہ محض افتراء ہے تو تم اسے سمجھا دو کہ میاں یہ بات درست نہیں لیکن اس کی بات سُن لو کیونکہ اگر تم اس کی بات سُننے ہی نہیں تو خدا تعالیٰ کے سامنے کیا جواب دو گے کہ اسے میں نے کیوں رد کر دیا تھا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب وعظ فرمایا کرتے تھے تو مکہ والوں نے لوگوں کو یہ سکھا دیا تھا کہ جب یہ وعظ کریں تو تم وہاں سے بھاگ جاؤ، کانوں میں انگلیاں ڈال لو اور اس کی بات نہ سُنو تیرہ سال تک آپ نے تبلیغ کی اور مصائب اور تکالیف کا مقابلہ کیا۔ ایک دفعہ حج کے موقع پر جب لوگ کثرت سے مکہ میں جمع ہو گئے تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جہاں کچھ آدمیوں کو کھڑا دیکھتے انہیں تبلیغ کرنے لگ جاتے بعض لوگ آپ کی بات سُننے اور حیرت کا اظہار کر کے علیحدہ ہو جاتے اور بعض باتیں سُن رہے ہوتے تو مکتے والے ان کو ہٹا دیتے اور بعض جو مکہ والوں سے آپ کی باتیں سُن چکے ہوتے وہ ہنسی اڑا کر آپ سے جُدا ہو جاتے۔ اس دوران آپ کی نظر مدینہ کے سات افراد پر پڑی مکہ والے ارد گرد بھاگتے پھرتے تھے اور جس طرح یہ مولوی کہتے ہیں کہ احمدیوں کی چائے شراب سے بدتر ہے وہ بھی لوگوں کو آپ کے خلاف ہمکاتے تھے اور آپ کی باتیں سُننے سے منع کرتے تھے سب لوگوں نے آپ کو رد کر دیا لیکن جب آپ مدینہ والوں کے پاس گئے تو انہوں نے آپ کی باتیں سُننے پر آمادگی کا اظہار کیا۔ انہوں نے آپ کی باتیں سُنیں اور متاثر ہوئے اور کہا اس سال ہم تھوڑی تعداد میں آئے ہیں اگلے سال ہم زیادہ تعداد میں آئیں گے اور آپ کی باتیں سُنیں گے چنانچہ اگلے سال بارہ آدمی آئے آپ کی باتیں ان کے دلوں میں گھر کر گئیں اور وہ آپ کی بیعت کر کے واپس چلے گئے اور اگلے سال اس سے زیادہ تعداد میں آئے کا وعدہ کیا چنانچہ اگلے سال ایک بڑا قافلہ آیا جس میں عورتیں اور بچے بھی تھے لیکن مخالفت کا اتنا جوش تھا کہ مشرکین مکہ لوگوں کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بات نہیں سُننے دیتے تھے اس لئے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وادی عقبہ میں مدینہ سے آنے والوں سے رات کے بارہ بجے ملاقات فرمائی۔ مدینہ والوں نے جب آپ کی باتیں سُنیں تو انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ نے جو کچھ بیان کیا وہ سب ٹھیک ہے ہم آپ کی بیعت کرنا چاہتے ہیں چنانچہ آپ نے ان کی بیعت لی۔ حضرت عباسؓ کو بھی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ساتھ لے گئے تھے حضرت عباسؓ

آپ سے دو سال بڑے تھے اور دل سے آپ پر ایمان لے آئے تھے۔ جب وہ لوگ بیعت کر چکے تو انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! اس بستی نے آپ کو قبول نہیں کیا آپ ہماری بستی میں آجائیں۔ حضرت عباسؓ نے کہا یہ آسان بات نہیں مگے والوں کو پتہ لگا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لے گئے ہیں تو وہ مدینہ پر حملہ کر دیں گے تم پہلے سوچ سمجھ لو یہ نہ ہو کہ پھر مقابلہ سے گریز کرو۔ انہوں نے کہا ہم نے خوب سوچ سمجھ کر فیصلہ کیا ہے ہم بہر حال رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ساتھ لے جانا چاہتے ہیں حضرت عباسؓ نے کہا اچھا معاہدہ کر لو چنانچہ ایک معاہدہ ہوا کہ اگر مدینہ میں آپ پر یا مہاجرین پر کسی نے حملہ کیا تو ہم آپ کی حفاظت کریں گے لیکن اگر مدینہ کے باہر کوئی لڑائی ہوئی تو ہم مدافعت کے ذمہ دار نہیں ہوں گے کیونکہ سارے عرب سے لڑائی مول لینا ہمارے بس کی بات نہیں۔ اتنے میں کسی نے کفارِ مکہ کو یہ خبر دے دی کہ مدینہ سے ایک قافلہ آیا ہے اور وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے گفتگو کر رہا ہے ان کا جلد کوئی انتظام ہونا چاہیے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی یہ بات پہنچ گئی اور آپ نے خیال کیا ایسا نہ ہو وہ مسلمانوں کو کوئی نقصان پہنچائیں اس لئے آپ نے فرمایا اب گفتگو ختم کر دینا چاہیے اور یہاں سے چلے جانا چاہیے لیکن مدینہ والے اب ایمان لا چکے تھے اور موت ان کی نظروں میں حقیق ہو چکی تھی انہوں نے کہا ہم کمزور نہیں ہم بھی عرب ہیں اگر مشرکین مکہ نے کوئی نقصان پہنچانا چاہا تو ہم ان کا مقابلہ کریں گے اور آپ پر جو انہوں نے ظلم کئے ہیں ان کا بدلہ لینے جب آپ مدینہ ہجرت کر کے تشریف لے گئے تو یہ معاہدہ موجود تھا جب آپ جنگِ بدر کے لئے باہر تشریف لے گئے اور خدا تعالیٰ نے الہاماً آپ کو یہ خبر دے دی کہ آپ کا مقابلہ قافلہ سے نہیں ہوگا بلکہ مکہ سے آنے والے لشکر کے ساتھ ہوگا تو آپ نے اپنے ساتھیوں کے سامنے یہ سوال پیش کیا کہ اب قافلہ کا کوئی سوال نہیں صرف فوج ہی کا مقابلہ کیا جاسکتا ہے اس پر ایک کے بعد دوسرا مہاجر کھڑا ہوا اور اس نے کہا یا رسول اللہ! جب ہم مدینہ سے لڑائی کے لئے نکلے ہیں تو بہر حال ہمیں لڑائی سے بھاگنا نہیں چاہیے۔ یا رسول اللہ! اگر دشمن ہمارے گھروں پر چڑھ آیا ہے تو ہم اس سے ڈرتے نہیں ہم اس کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار ہیں۔ ہر ایک کا جواب سنکر آپ ہی فرماتے لوگو مجھے مشورہ دو، لوگو مجھے مشورہ دو۔ مدینہ کے لوگ اس وقت تک خاموش تھے جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بار بار فرمایا مجھے مشورہ دو تو ایک انصاری کھڑے ہوئے اور انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! مشورہ تو آپ کو مل رہا ہے مگر

پھر بھی جو آپ بار بار مشورہ طلب فرما رہے ہیں تو شاید آپ کی مراد ہم با مشندگان مدینہ سے ہے۔ آپ نے فرمایا ہاں۔ اس نے عرض کیا یا رسول اللہ شاید آپ اس لئے ہمارا مشورہ طلب کر رہے ہیں کہ آپ کے مدینہ تشریف لانے سے پہلے ہمارے اور آپ کے درمیان ایک معاہدہ ہو اٹھا اور وہ یہ تھا کہ اگر مدینہ میں آپ پر اور مہاجرین پر کسی نے حملہ کیا تو ہم آپ کی حفاظت کریں گے لیکن اگر مدینہ کے باہر کوئی لڑائی ہوئی تو ہم اس میں حصہ لینے کے پابند نہیں ہوں گے۔ آپ نے فرمایا ٹھیک ہے۔ اس نے کہا یا رسول اللہ جس وقت وہ معاہدہ ہوا تھا ہم پر آپ کی حقیقت پورے طور پر روشن نہ ہوئی تھی لیکن اب جبکہ ہم نے آپ کے معجزات اور نشانات دیکھ لئے ہیں ہم پر آپ کا مرتبہ اور آپ کی شان پورے طور پر ظاہر ہو چکی ہے یا رسول اللہ اب اس معاہدہ کا کوئی سوال نہیں ہم موسیٰ کے ساتھیوں کی طرح آپ سے یہ نہیں کہیں گے کہ فا ذہبَ اَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَا اِنَّا هُنَا قَاعِدُوْنَ کہ جاؤ اور تیرا رب اپنے دشمنوں سے جنگ کرتے پھر وہ ہم تو یہیں بیٹھے ہیں بلکہ ہم آپ کے دائیں بھی لڑیں گے اور بائیں بھی لڑیں گے اور آگے بھی لڑیں گے اور پیچھے بھی لڑیں گے اور یا رسول اللہ دشمن آپ تک نہیں پہنچ سکتا جب تک وہ ہماری لاشوں کو روندنا ہوا نہ آئے۔ یا رسول اللہ جنگ تو ایک معمولی بات ہے یہاں سے تھوڑے فاصلہ پر سمندر ہے آپ ہمیں حکم دیجئے کہ سمندر میں اپنے گھوڑے ڈال دو اور ہم بلا دلیر سمندر میں اپنے گھوڑے ڈال دیں گے۔ یہ کتنا بڑا تغیر ہے جو اسلام میں داخل ہونے کے بعد صحابہؓ کے اندر پیدا ہو گیا۔ پس حقیقت یہی ہے کہ لوگ احمدیت سے ناواقف ہیں انہیں یہ معلوم نہیں کہ خدا تعالیٰ نے ان پر کتنا بڑا احسان کیا ہے کہ اس تاریک زمانہ میں اس نے اپنا ایک مامور بھیجا تا وہ اسلام کو باقی ادیان پر غالب کر دے۔ ان لوگوں کے پاس جاؤ اور ان سے دریافت کرو کہ ہم کافر ہی سہی مان لیا ہم قرآن کریم سے منکر ہیں، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مخالف ہیں لیکن یہ تو بتاؤ کہ ہم نے امریکہ او لندن میں مسجدیں بنائی ہیں کیا مسجدیں کافر بناتے ہیں۔ پھر یہ بتاؤ کہ دوسرے فرقوں کے نوجوان ہو و لعب میں اپنا وقت بسر کر رہے ہیں لیکن ہمارے نوجوان اپنی زندگیاں وقف کر کے محض خدا کی خاطر باہر نکل گئے ہیں اور وہ کافروں کو مسلمان بنا رہے ہیں۔ کیا یہ کام کافر کرتے ہیں۔ یہ سوچنے کا مقام ہے کہ کیا صرف کافر کو ہی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عشق ہے مومن کو آپ سے عشق نہیں یوں نے ایک دفعہ احرار کو یہ چیلنج دیا تھا کہ تم بھی تبلیغ کی غرض سے باہر نکل کھڑے ہو اور ہم بھی تبلیغ کے لئے

باہر نکل آتے ہیں پھر دیکھیں گے کہ کس کی کوشش کے نتیجہ میں اسلام پھیلتا ہے لیکن اس چیلنج کا جواب
 موصول نہیں ہوا۔ اگر ان کے پاس سچائی ہے تو وہ میدان میں کیوں نہیں آتے۔ یہ سیدھی بات ہے
 کہ جو لوگ ہماری مخالفت کرتے ہیں اور عشیق رسول کا دعویٰ کرتے ہیں وہ بھی اسلام کی اشاعت
 کے لئے باہر نکل کھڑے ہوں ہم بھی باہر نکلتے ہیں اگر ہم جھوٹے ہیں تب بھی اسلام کے لئے بہر حال یہ طریق
 مفید ہوگا اور دنیا کو پنہ لگ جائے گا کہ اسلام کے لئے اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کون
 قربانی کرتا ہے اور محض زبانی دعووں پر کون اکتفاء کرتا ہے لیکن ہوتا کیا ہے کہ بجائے اس کے کہ یہ لوگ
 میرا چیلنج قبول کرتے ہمارے خلاف جلسے کرتے ہیں اور تقریروں میں یہ فتویٰ صادر کرتے ہیں کہ احمدیوں
 کی چائے شراب سے بھی بدتر ہے شراب پی جا سکتی ہے لیکن ان کی چائے پینا جائز نہیں۔ ان کا پکا ہوا
 گوشت خنزیر کے گوشت سے بھی بدتر ہے تم سور کا گوشت کھا لو لیکن ان کا پکا ہوا گوشت نہ کھانا۔ کیا
 ان فتوؤں سے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اسلام کو کوئی فائدہ پہنچ سکتا ہے۔ اسلام کو فائدہ
 پہنچ سکتا ہے تو اس طرح کہ میرا مبلغ اگر دشمن مسلمان بناتا ہے تو یہ بیس مسلمان بنائیں۔ میرا مبلغ اگر ایک
 روٹی کھا کر گزارہ کرتا ہے تو یہ آدھی روٹی کھائیں۔ اگر وہ ایسا کریں تو کیا میری آنکھیں کھل نہ جائیں گی۔
 یہ کتنا بڑا نشان ہوگا تمہاری صداقت کا اور اس سے اسلام کو کتنا بڑا فائدہ پہنچے گا۔ ہماری لڑائی بھی
 ختم ہو جائے گی اور مقابلہ بھی ہو جائے گا۔ مثلاً یہ تو مقابلہ ہوگا کہ دریا کا بند ٹوٹ جائے تو کون دریا کا
 بند باندھتا ہے۔ یہ خدمتِ خلقی کا کام ہے لیکن اگر ہم بند بنانے سے پہلے آپس میں لڑ پڑتے ہیں اور
 لوگ پانی کی زد میں آکر تباہ و برباد ہو جائیں تو کیا یہ خدمتِ خلقی ہوگی۔ غرض اگر یہ لوگ اپنے دعووں
 میں سچے ہیں تو یہ بھی تبلیغ کے لئے باہر نکل جائیں اور ہم بھی تبلیغ کے لئے باہر جاتے ہیں پھر جو فرقہ جیت
 جائے گا اسے حق ہوگا کہ وہ معاہدے کو جھوٹا کہہ سکے اور لوگ بھی سمجھ لیں گے کہ کون جیتا اور کون ہارا
 اور اس سے اسلام کو بھی فائدہ پہنچے گا لیکن مارنے، گالیاں دینے اور اس قسم کے فتوے دینے میں کیا رکھا
 ہے۔ کیا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کو پتھر نہیں پڑتے تھے۔ ایک دفعہ مولوی ثناء اللہ
 صاحب قادیان آئے اور انہوں نے ایک لیکچر دیا اور لوگوں کے سامنے یہ بات پیش کی کہ میاں محمود احمد بھی
 کلکتہ جائیں اور میں بھی کلکتہ جاتا ہوں پھر دیکھیں گے کہ کس پر پتھر پڑتے ہیں اور کس پر پھول برستے ہیں بلکہ
 اس چیز کا پتہ امرتسر کے اسٹیشن پر ہی لگ جائے گا۔ لوگ اس بات کو سن کر نعرہ ہائے تکبیر بلند کرنے لگے

ان کی اس بات کا جواب میں نے اسی دن عصر کے وقت دیا کہ مولوی صاحب نے خود ہی اس جھگڑے کا فیصلہ کر دیا ہے مجھے اب کسی دلیل کی ضرورت نہیں مولوی صاحب نے کہا ہے کہ کلکتہ تک جا کر ہم دیکھتے ہیں کہ پتھر کس کو پڑتے ہیں اور پھول کس پر برسائے جاتے ہیں۔ آپ عالم آدمی ہیں احادیث نکال کر دیکھیں کہ مکہ والے پتھر کس کو مارتے تھے اور پھول کس پر پھینکتے تھے اگر پتھر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو پڑتے تھے اور پھول ابو جہل پر پھینکے جاتے تھے تو میں سچا اور جھوٹے لیکن اگر پھول رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر پھینکے جاتے تھے اور پتھر ابو جہل کو مارے جاتے تھے تو میں جھوٹا اور یہ سچے۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب تبلیغ کے لئے طائف تشریف لے گئے تو طائف والوں نے لڑکوں کو لکایا انہوں نے آپ پر پتھر پھینکنے شروع کر دئے آپ وہاں سے چلے آئے اور راستہ میں ایک باغ میں بنا کر بیٹھ گئے آپ کے ساتھ حضرت زید بھی تھے اور وہ بھی زخمی تھے۔ آپ کے پاؤں سے لہو بہ رہا تھا۔ وہ باغ اتفاقاً آپ کے ایک شدید دشمن کا تھا۔ مکہ میں زراعت نہیں ہوتی تھی اس لئے بعض لوگوں نے مکہ سے باہر زمین خرید کر باغات لگائے ہوئے تھے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس باغ کے کنارے پر بیٹھ گئے اس لئے کہ اگر آپ اس کے اندر گئے تو باغ کا مالک کیا کہے گا۔ ایسے موقع پر ایک شدید سے شدید دشمن میں بھی شرافت کا احساس پیدا ہو جاتا ہے جب اس باغ کے مالک نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھی حضرت زید کی یہ حالت دیکھی تو اس نے کہا ان پر ظلم ہوا ہے خود تو اسے جرات نہ ہوئی اس نے اپنے ایک غلام کو جو نینوا شہر کا رہنے والا تھا حکم دیا کہ ان کو اچھے اچھے انگور رکھلاؤ وہ غلام انگور لے کر آپ کے پاس گیا اس نے جب آپ کو سر سے پاؤں تک زخمی دیکھا تو وہ حیران ہوا اور آپ سے دریافت کرنے لگا کہ ایسا کیوں ہوا۔ آپ نے فرمایا میں لوگوں سے کتنا ہوں کہ میں خدا تعالیٰ کی طرف سے آیا ہوں اور وہ مجھے مارتے ہیں۔ وہ غلام عیسائی تھا جب اس نے آپ سے تمام قصہ سنا تو عیسائیت کی یاد اس کے دل میں پھر تازہ ہو گئی اس نے محسوس کیا کہ اس کے سامنے خدا کا ایک نبی بیٹھا ہے۔ حضورؐ دیر کے بعد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس غلام سے کہا میں میرے بھائی یونس بن متی کے بیٹے ہیں تمہیں خدا تعالیٰ کی کچھ باتیں سنانا چاہتا ہوں چنانچہ آپ نے اسے تبلیغ شروع کی اور حضورؐ ہی دیر میں وہ اپنی غلام آنسوؤں سے بھری ہوئی آنکھوں کے ساتھ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے لپٹ گیا اور آپ کے سر، ہاتھوں اور پیروں کو بوسہ دینے لگا۔ باغ کے مالک نے پہلے تو ترس کھا کر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم

کے لئے انکو بھیجے تھے لیکن جب اس نے دیکھا کہ اس کا غلام عقیدت مندانہ طور پر آپ کے پاس بیٹھا ہے تو وہ غضب ناک ہو گیا اور اپنے غلام کو بلا کر کہنے لگا یہ شخص میرا رشتہ دار ہے میں جانتا ہوں یہ مجھوں ہے اس غلام نے کہا یہ نہیں ہو سکتا اس کی باتیں تو نبیوں والی معلوم ہوتی ہیں۔ لوگ کہتے ہیں جب اوکھلی میں سردیا تو مولوں کا کیا ڈر۔ اگر کوئی صداقت کی مخالفت کرتا ہے تو کسی مومن کو مخالفت سے گھبراتا نہیں چاہیے۔ حضرت صاحبزادہ عبداللطیفؒ کو جب شہید کیا جا رہا تھا تو دیکھنے والوں کا بیان ہے اور انہوں نے شہادت دی ہے کہ جب آپ پر پتھر برسائے جا رہے تھے اس وقت آپ یہ کہہ رہے تھے اے اللہ! تو ان لوگوں پر رحم کر دراصل ان کو پتہ نہیں کہ میں کون ہوں یہ مجھے جھوٹا اور مرتد خیال کرتے ہیں اور اپنے خیال میں ایک نیکی کا کام کر رہے ہیں حقیقت یہ ہے کہ جس کے اندر سچائی ہوتی ہے وہ تکالیف اور مصائب سے گھبراتا نہیں۔ لوگ اس کی مخالفت کرتے ہیں تو وہ اپنا راستہ چھوڑ نہیں دیتا وہ کہتا ہے اچھا جتنا سنا ہے سنا۔ جب اس کے پاس حقیقت ہے تو وہ ڈرے گا کیوں۔ ہاں اگر وہ سمجھتا ہے کہ اس کے پاس سچائی نہیں تو وہ بے شک ڈرے گا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بخران کے عیسائیوں کا جب وفد گیا تو ان سے تبادلہ خیال ہوا مسجد میں بیٹھ کر گفتگو شروع ہوئی اور گفتگو لمبی ہو گئی۔ وہ باتیں سننے رہے آخر انہوں نے کہا ہماری نماز کا وقت ہو گیا ہم باہر جا کر نماز ادا کر لیں نبی کریم نے فرمایا آپ اپنی عبادت ہماری مسجد میں ادا کر لیں آخر ہماری مسجد خدا تعالیٰ کے ذکر ہی کے لئے بنائی گئی ہے لیکن اب یہ رواداری باقی نہیں مسجدوں پر اب یہ لکھا ہوا ہوتا ہے اس مسجد میں کوئی وہابی گناہ یا مرتاضی سورد داخل نہ ہو۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جن کی اتباع کا یہ لوگ دعویٰ کرتے ہیں وہ تو عیسائیوں سے فرماتے ہیں تم اپنی عبادت ہماری مسجد میں ہی کر لو لیکن یہ لوگ مسلمانوں کو بھی مسجد میں عبادت کرنے سے منع کرتے ہیں اب یہ حدیث میری لکھی ہوئی نہیں ہے میں اس وقت موجود نہیں تھا جب بخاری اور مسلم لکھی گئی تھی۔ انہیں پتہ بھی نہیں تھا کہ میں کس زمانہ میں پیدا ہوں گا۔ جب فتح مکہ ہوئی تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے چند لوگوں کے متعلق یہ احکام نافذ کئے تھے کہ جہاں کہیں بھی وہ ملیں قتل کر دئے جائیں ان لوگوں میں ایک عکرمہ بھی تھے۔ آپ کے پاس عکرمہ کی بیوی آئی اور اس نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ میرے خاوند کو قتل کرنے کے احکام واپس لے لیں اور اسے اپنے مذہب پر قائم رہتے ہوئے مکہ میں رہنے کی اجازت دیں۔ آپ نے فرمایا اچھا اگر وہ یہاں آجائے تو ہم صرف اسے معاف ہی نہیں کریں گے بلکہ اس کے مذہب میں بدعت

بھی نہیں کریں گے۔ یہ تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا طریق تھا مگر ہمارے مخالف کہتے تو یہ ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے آقا اور سردار ہیں مگر جو کام یہ لوگ کرتے ہیں وہ آپ کے رویت کے خلاف ہیں اگر یہ سب لوگ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والے کام کرنے لگ جائیں تو دشمن کس طرح اسلام سے باہر جاسکتا ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک یہودی آیا آپ نے اسے کھانا وغیرہ کھلایا اور رات وہ وہیں سو گیا لیکن جاتے ہوئے وہ بستر پر پاخانہ کر گیا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب دیکھا تو فرمایا تم نے ہمان پر ظلم کیا کہ اسے پاخانہ کرنے کی جگہ نہ بتائی چونکہ اسے پاخانہ کرنے کی جگہ کا پتہ نہیں لگا اس لئے وہ بستر پر ہی پاخانہ پھر گیا۔ آپ نے ایک عورت کو بلایا اور اسے فرمایا تم پانی ڈالتی جاؤ اور میں خود کپڑا دھوتا ہوں۔ اُس عورت نے پانی ڈالتے ہوئے کہا خدا تعالیٰ اس شخص کو غارت کرے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا گالی مت دو پتہ نہیں اسے کتنی تکلیف ہوئی ہو۔ یہ آپ کے اخلاقِ فاضلہ کا ہی نتیجہ تھا کہ لوگ آپ کے پاس آتے اور مسلمان ہوتے جاتے۔ جب نورِ قلب پیدا ہو جائے، جب وسعتِ قلب نصیب ہو جائے اور جب روحانیت دکھائی جائے تو کیا کسی کی عقل ماری گئی ہے کہ وہ جہنم میں جائے تنور میں جان بوجھ کر کوئی نہیں پڑتا جتنے لوگ جہنم میں جائیں گے غلط فہمی کی بناء پر جائیں گے پس تم ان کے پاس جاؤ اور انہیں سمجھاؤ جب ان کے اندر نورِ ایمان پیدا ہو جائے گا، جب ان کی محبت تیز ہو جائے گی تو جو لوگ آج تمہارے مارنے کا فتویٰ دیتے ہیں اگر کوئی تمہیں پتھر مارے گا تو وہ خود اپنے سینہ پر لیں گے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ایک واقعہ آتا ہے کہ ایک شخص نے بظاہر اسلام قبول کر لیا اور وہ جنگِ حنین میں شریک ہوا لیکن اس کی نیت یہ تھی کہ جس وقت لشکرِ آپس میں ملیں گے تو میں موقع پا کر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو شہید کر دوں گا جب لڑائی تیز ہوئی تو اُس شخص نے تلوار کھینچ لی۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت اکیلے تھے صرف حضرت عباسؓ ساتھ تھے۔ اُس شخص نے موقع غنیمت جانا اور آگ بڑھ کر وار کرنا چاہا۔ خدا تعالیٰ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو الما بتا دیا کہ اس شخص کے اندر مخالفت کی آگ بھڑک رہی ہے۔ وہ شخص خود شہادت دیتا ہے میں آپ کی طرف بڑھتا گیا اور میں خیال کرتا تھا کہ اب میری تلوار آپ کی گردن اُڑا دے گی لیکن جب میں آپ کے قریب پہنچا تو آپ نے اپنا ہاتھ میری طرف بڑھایا اور سینہ پر رکھ کر فرمایا اے خدا تو اس کو شیطانی خیالات سے نجات دے اور اس کے بغض کو دور کر دے۔ وہ شخص کہتا ہے کہ مجھے یکدم یوں معلوم ہوا کہ آپ سے زیادہ پیاری چیز اور کوئی نہیں۔ اسکے

بعد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آگے بڑھو اور لڑو میں نے تلوار سونت لی اور خدا کی قسم اگر اس وقت میرا باپ بھی زندہ ہوتا اور وہ میرے سامنے آجاتا تو میں اپنی تلوار اس کے سینہ میں گھونپ دینے سے بھی ذرا دریغ نہ کرتا۔ یہ محبت تھی جس نے اس کی دشمنی کو مٹا کر دیا۔

پس تم محبت سے تبلیغ کرو اور نرمی سے سمجھاؤ اور دعائیں کرو کہ خدا تعالیٰ ان لوگوں کے اندر بھی محبت پیدا کرے ان کی دنیا داری، بغض اور کینہ و فساد کی آگ کو مٹا دے انہیں ایمان بخشنے، انہیں اسلام کی محبت بخشنے، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کا جذبہ بخشنے اور بجائے اس کے کہ یہ ہمیں مارتے پھر یہ یہ بھی آگے بڑھیں اور عیسائیت کے سینے میں خنجر گھونپ دیں۔ ۱۷

اس تقریر کے بعد حضور نے حاضرین سمیت دعا فرمائی۔

جلسہ کے بعد میاں فضل الرحمن صاحب و میاں دعوتِ چائے میں شرکت اور مراجعت | محمد اقبال صاحب پر آپ نے حضور کے اعزاز میں دعوتِ عصرانہ پیش کی جس میں کوئی ڈیڑھ سو سے زائد احمدی و غیر احمدی معززین مدعو تھے۔ چائے کے اختتام پر بعض غیر احمدی دوستوں کی فرمائش پر اور حضور کی اجازت سے جناب ثاقب زیروی صاحب نے اپنی ایک نظم ”میرا جواب“ سنائی۔ حضور سے بعض غیر احمدی معززین کا تعارف کرایا گیا۔ ان تمام تقاریب کے بخیر و خوبی اختتام پذیر ہونے کے بعد حضور مع قافلہ شام کوچہ بیکر دس منٹ پر واپس عازم ربوہ ہو گئے۔

اس مبارک سفر میں ۲۶ نومبر (نبوت) کی صبح سے لیکر رات کے دن بجے تک مرزا عبدالحق صاحب امیر جماعت احمدیہ سرگودھا اور میاں محمد اقبال صاحب پر آپ کو حضور کی معیت کا شرف حاصل کرنے اور انتظامات کی نگرانی کرنے کی سعادت حاصل ہوئی۔ ۱۸

۱۷ شعبہ زود لوسی کے غیر مطبوعہ ریکارڈ سے ماخوذ +

۱۸ الفضل ۲۹، نومبر ۱۹۵۸ء / نبوت ۱۱، ۱۲، ۱۳، ۱۴، ۱۵، ۱۶، ۱۷، ۱۸، ۱۹، ۲۰، ۲۱، ۲۲، ۲۳، ۲۴، ۲۵، ۲۶، ۲۷، ۲۸، ۲۹، ۳۰، ۳۱، ۳۲، ۳۳، ۳۴، ۳۵، ۳۶، ۳۷، ۳۸، ۳۹، ۴۰، ۴۱، ۴۲، ۴۳، ۴۴، ۴۵، ۴۶، ۴۷، ۴۸، ۴۹، ۵۰، ۵۱، ۵۲، ۵۳، ۵۴، ۵۵، ۵۶، ۵۷، ۵۸، ۵۹، ۶۰، ۶۱، ۶۲، ۶۳، ۶۴، ۶۵، ۶۶، ۶۷، ۶۸، ۶۹، ۷۰، ۷۱، ۷۲، ۷۳، ۷۴، ۷۵، ۷۶، ۷۷، ۷۸، ۷۹، ۸۰، ۸۱، ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۸۵، ۸۶، ۸۷، ۸۸، ۸۹، ۹۰، ۹۱، ۹۲، ۹۳، ۹۴، ۹۵، ۹۶، ۹۷، ۹۸، ۹۹، ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱

فصل دوم

کوالفِ قادیان (۱۳۲۹ھ - ۱۹۵۰ء)

یہ سال تنظیمی، تعلیمی اور تبلیغی لحاظ سے بہت مبارک سال تھا کیونکہ اس میں قادیان نے سیدنا حضرت مصلح موعودؑ کی خصوصی دعاؤں اور توجہات و ہدایات کی بدولت اپنی پوزیشن ایک فعال مرکز کی حیثیت سے پہلے سے بہت مضبوط و مستحکم بنالی اور ہندوستان میں جماعت احمدیہ کی ترقی کا میدان بھی وسیع سے وسیع تر ہو گیا۔

حضرت امیر المؤمنین المصلح الموعودؑ نے وسط ماہ نبوت ۱۳۲۸ھ
حضرت مصلح موعودؑ کی اہم اسکیم (نومبر ۱۹۴۹ء) میں قادیان اور بھارت کی دیگر احمدی جماعتوں کی تنظیم جدید کے لئے ایک اہم اسکیم تجویز فرمائی جس کی تفصیلات ایک مکتوب سے ملتی ہیں جو حضور نے ۱۵، ۱۴، ۱۳ ماہ نبوت ۱۳۲۸ھ کو امیر جماعت احمدیہ قادیان کے نام تحریر فرمایا۔ حضور نے لکھا کہ:-

”اب آپ کو پوری طرح کوشش کرنی چاہیے کہ مختلف جگہوں سے تھپس تیس آدمی کم سے کم، مستقل مہاجر ہو کر قادیان آجائیں اور تھپس تیس آدمیوں کو قادیان سے فارغ کر کے ادھر بھجوا دیا جائے کیونکہ غالباً اتنے لوگ وہاں ہیں جو ادھر آنا چاہتے ہیں یا ان کے حالات ایسے ہیں کہ ان کو ادھر بھجوا دینا چاہیے۔ اس طرح دس بارہ نوجوانوں کو بلوا کر دیہاتی مبلغوں کی طرح تعلیم دینی چاہیے۔ ملکانہ، مالابار، ہمارا اور نکال سے ایسے آدمی منگوانے چاہئیں۔۔۔ اور جو موجودہ دیہاتی مبلغ ہیں وہ ہمیں سال سے پڑھ رہے ہیں انکو باہر بھجوانا چاہیے تا وہ کام کریں۔ پہلے موجودہ جماعتوں کو سنبھالنے اور ان کو بڑھانے کی کوشش ہونی چاہیے۔ اس کے بعد نئے نئے تبلیغی مرکز مختلف صوبوں میں کھولنے چاہئیں۔ یہ وقت انتہائی کوشش کا ہے کوئی مشکل نہیں کہ اگر آپ لوگ توجہ کریں تو سال ڈیڑھ سال میں لاکھ دو لاکھ کی جماعت ہندوستان میں پیدا نہ ہو جائے۔ اگر ایسا ہو جائے تو چھ سات لاکھ سالانہ کی آمد آسانی سے قادیان میں ہوتی رہے گی جو زمانہ کے ساتھ بڑھتی چلی جائے گی اور آپ لوگ پھر مدرسہ احمدیہ و بنیاد کانج، ہائی سکول اور تعلیم الاسلام

کالچ وہاں بنانے کی توفیق پائیں گے۔ جو زمانہ زندہ رہنے کی کوشش کا تھا اللہ تعالیٰ نے خیریت سے اس زمانہ کو گزار دیا ہے اب آپ نے آگے بڑھنے کی کوشش کرنی ہے۔ نئے ماڈل سوچنے کا بھی سوال نہیں۔ قادیان میں جو کچھ پہلے تھا اسے دوبارہ قائم کرنے کے لئے کسی سکیم کے سوچنے کی ضرورت نہیں وہ سکیم تو سامنے ہی ہے اس کے لئے صرف ان باتوں کی ضرورت ہے:-

اول :- قادیان میں عورتوں، بچوں کا مہیا کرنا۔ اڑسیہ، کان پورا اور بہار میں بہت غریب عورت بل جاتی ہے جو شادیاں کر سکتے ہیں ان کی ان علاقوں میں شادیاں کروائیے اور قادیان میں عورتیں بسوائیے۔
دوم :- ہزاروں ہزار مسلمان جو مارا گیا ہے ان کے بیوی بچے ابھی دہلی اور اس کے گرد و نواح میں موجود ہیں ایسے پندرہ بیس بچے منگوائیے اور پرائمری سکول کھول دیجئے۔ دس بیس نوجوان باہر سے وقف کی تحریک کر کے دیہاتی مبلغ بنانے کے لئے منگوائیے اور مدرسہ احمدیہ قائم کر دیجئے۔ اگر پڑانا پریس نہیں ملتا تو نئے پریس کی اجازت لیجئے۔ دستی پریس پتھروں والا ہومیو سوڈو سو میں آجاتا ہے بلکہ خود قادیان میں بنوایا جاسکتا ہے اس پر ایک پرچہ ہفتہ وار چھاپنا شروع کر دیجئے۔ آپ لوگوں کے لئے کام اور شغل نکل آئے گا۔ کچھ لوگ کاتب بن جائیں گے، کچھ کاغذ لگانے والے اور سٹھی چلانے والے بن جائیں گے اور کئی لوگوں کے لئے کام نکل آئے گا۔ آبادی بڑھے گی تو خالی جگہوں کو دیکھ کر لوگوں کو جو لالچ پیدا ہو جاتا ہے وہ جاتا رہے گا اور جو خالی ٹکڑے پڑے ہیں ان میں نئی عمارتیں بن جائیں گی۔

سوم :- حکیم خلیل احمد صاحب میرے خیال میں اگر وہاں آجائیں یا اور کوئی حکیم تو ایک مطب بھی کھول دیا جائے اور ایک طبیہ کلاس کھول دی جائے۔ دیہاتی مبلغ بھی طب سیکھیں اور مرزا وسیم احمد صاحب بھی طب سیکھ لیں اور ایک بہت بڑا دو اخانہ کھول دیا جائے جس کی دوائیں سارے ہندوستان میں جائیں۔ خدا چاہے تو لاکھوں کی آمدنی اس ذریعہ سے ہو سکتی ہے۔ یہ خط تمام ممبران انجمن کو سنادیں تا سب لوگ اس سکیم کو اپنے سامنے رکھیں اور جلد سے جلد اس سکیم کو پورا کرنے کی کوشش کی جائے۔

اس سکیم کو جلد از جلد بروئے کار لانے کے لئے حضور نے اپنے مکتوب مورخہ ۳۱ ص ۲۹۹ ۱۳۲۹ھ ہجری

۱۹۵۱ء میں تاکید فرمایا کہ:-

" ایک ہی طریق آپ کے لئے کھلا ہے کہ ہندوستان سے نئے آدمی منگوائیے۔۔۔ اور جو پاکستان واپس آنا چاہتے ہیں واپس آجائیں۔۔۔ ایک سوئٹیس آدمی کی درخواست اسپکی ہے جو پاکستان واپس

آبادی میں اضافہ ہوا۔

- ۳۔ احمدی بچوں کی تعلیم و تربیت کے لئے پرائمری سکول جاری ہوئے۔
- ۴۔ نئے مبلغین پیدا کرنے کے لئے جامعۃ المبشرین کا قیام عمل میں لایا گیا۔
- ۵۔ مشرقی پنجاب میں بعض غیر مسلموں نے خفیہ طور پر قبولِ اسلام کیا اور بعض نو مسلم خوش عقیدگی سے حضرت سیح موعود علیہ السلام اور حضرت مصلح موعودؑ کا تبرک بھی مانگنے لگے۔
- ۶۔ نظارتِ بیت المال قادیان کے ماہِ وفاء ۱۳۲۹ھ کے گوشوارہ آمد سے پتہ چلتا ہے کہ اس وقت تک ہندوستان و کشمیر کی حسبِ ذیل جماعتیں جمعیتِ احمدیہ کے مالی جہاد میں سرگرم عمل ہو چکی تھیں :-

قادیان - دہلی - بکوپور - شاہجان پور - انبیدہ - لکھنؤ - ساندھن - علی گڑھ - جے پور - اٹاواہ - میرٹھ - کانپور - رائے مسکرا - بنارس - علی پور کھیڑا - امر وہہ - رام پور - کشن گڑھ - جھانسی - صالح نگر - مظفر پور - پٹنہ - بھالکپور - موسیٰ بنی مانتر - خانپور ملکی - موہنڈار - مونگھیر - جمشید پور - کلکتہ - دارجلنگ - سونگڑھ - بھدرک - پنکالو - کرڑاپلی - کٹک - سری یاریدن یدا - پوری - کیرنگ - کوٹپلہ - کندہ باڑہ - او ایم پی - سنبل پور - سرلونیا گاؤں - بمبئی - ویگوالا - باندھ - حیدرآباد - سکندر آباد - یادگیر - دیودرگ - اٹکور - رانچور - شموگہ - کینا نور - کالی کٹ - بنگلور - پٹنہ گاڈی - سامان کولم - ٹیلی چری - آسنور - شورت - ماندوجن - کنپورہ - بانڈی پورہ - بھدرواہ -

یہ صرف ان جماعتوں کے نام ہیں جنہوں نے ماہِ وفاء ۱۳۲۹ھ میں مرکزی چندوں میں حصہ لیا۔ اس ماہ حیدرآباد دکن نے سب سے زیادہ چندہ دیا دوسرے نمبر پر قادیان اور تیسرے نمبر پر مدراس و میسور کی جماعتیں رہیں۔

- ۷۔ اس سال (ماہِ ہجرت میں) ۲۴ درویش اپنے گھر ملیو حالات کی وجہ سے پاکستان آئے۔
- ۸۔ حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؒ کی کوشش سے اس سال درویشوں کو پہلی بار یہ موقع ملا کہ وہ واہگہ کی ہندو پاک سرحد پر اپنے اعزہ و اقارب سے ملاقات کر سکیں چنانچہ اُس دور

۱۔ رسالہ ”درویشان قادیان“ ص ۲۲ (بزمِ درویشان قادیان مطبوعہ دسمبر ۱۹۵۰ء)

۲۔ مکتوب حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؒ بحضور حضرت مصلح موعودؑ مورخہ ۵۔ امان ۱۳۲۹ھ

کے ریکارڈ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس ضمن میں پہلی ملاقات ۲۹ ماہ ہجرت ۱۳۲۹ھ کو ہوئی اور حضرت مولوی عبدالرحمن صاحب جٹ بھی اس موقع پر تشریف لائے چنانچہ انہوں نے ۳۱۔ ہجرت ۱۳۲۹ھ کو حضرت مصلح موعودؑ کی خدمت میں لکھا:-

” ۲۸ مئی شام کی گاڑی سے میں مع بارہ چودہ درویشوں کے (اپنے اپنے عزیزان کی ملاقات کے لئے) واہگہ گیا تھا۔ یہ سب درویش ایسے تھے جن کے رشتہ داروں کی طرف سے بذریعہ تلویا خطوط اطلاعات آچکی تھیں چنانچہ ۲۹ مئی کی صبح کو ۱۔ ۹ بجے ہم سب نے ملاقات کی سوائے دو درویشوں کے باقی سب کے ورتاء آئے ہوئے تھے۔ پاکستان کی طرف سے ایک سوا فراد تشریف لائے۔ ملاقات دن میں دو بار ہوتی ہے بعض دوستوں نے خواہش ظاہر کی کہ ہم اس رعایت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے شام کو پھر ملاقات کریں میں چونکہ صرف ایک رات کے لئے باہر گیا تھا اس لئے بجمہوری مجھے تو واپس آنا پڑا اور باقی درویش وہیں رہ گئے اور وہ شام کو دوبارہ ملاقات کر کے دوسرے دن واپس آئے۔“

۲۹ ماہ ہجرت / مئی کے بعد ۱۵ احسان / جون کو قریباً ایک سو پانچو کستانی احمدی بچوں اور خواتین نے درویشوں سے ملاقات کی۔ ۱۷ احسان / جون کو ۸۰ افراد کو باہمی ملاقات کا موقع میسر آیا۔

فصل سوم

سالانہ جلسہ قادیان ۱۳۲۹ھ اور حضرت مصلح موعودؑ کا روح پرور پیغام

اس سال بھی سالانہ جلسہ قادیان ۲۶-۲۷-۲۸ رفتح ۱۳۲۹ھ / دسمبر ۱۹۵۰ء کی مقررہ تاریخوں میں منعقد ہوا۔ اس مقدس تقریب پر حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعودؑ نے حسب ذیل روح پرور پیغام ارسال فرمایا:-

اعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ
 بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ ۝ نَحْمَدُكَ وَنُصَلِّيْ عَلَى رَسُوْلِكَ الْكَرِيْمِ
 وَالسَّلَامُ عَلَى عَبْدِكَ الْمَسِيْحِ الْمَوْعُوْدِ
 خدائے فضل اور رحم کے ساتھ

ہوالہ

اے برادرانِ کرام جو قادیان میں مسنون جلسہ سالانہ کے موقع پر ہندوستان کے مختلف کناروں سے جمع ہوئے ہیں یہیں پہلے تو آپ لوگوں کو مبارکباد دیتا ہوں کہ آپ اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ مرکز میں اسکے مقرر کردہ جلسہ میں اس کے مامور کے مقرر کردہ ایام میں خدائے وحدۃ لاشریک کا ذکر بلند کرنے کے لئے جمع ہوئے ہیں آپ لوگوں کو یاد رکھنا چاہیے کہ احمدیت ایک صوفیوں کا فرقہ نہیں ہے بلکہ احمدیت ایک تحریک ہے، ایک پیغامِ آسمانی ہے جو دنیا کو میدار کرنے اور خدا تعالیٰ کی طرف سے بندے کے لئے ایسے وقت میں نازل ہوا ہے جبکہ دنیا خدا کو بھول چکی تھی اور مذہب سے بیزار ہو چکی تھی اور اسلام ایک نام رہ گیا تھا اور قرآن صرف ایک نقش رہ گیا تھا۔ نہ اسلام کے اندر کوئی حقیقت باقی رہ گئی تھی اور نہ قرآن کے اندر کوئی معنی رہ گئے تھے۔ اسلام اسلام کہنے والے تو کروڑوں دنیا میں موجود تھے قرآن پڑھنے والے بھی کروڑوں موجود تھے لیکن نہ مسلمان کہلانے والے اسلام پر غور کرتے تھے نہ قرآن پڑھنے والے قرآن کے معنی سمجھتے تھے۔ خدا تعالیٰ نے چاہا کہ اس غفلت اور اس سستی کو دور کرے اور اسلام کو نئے سرے سے دنیا میں قائم کرے اور پھر اپنا وجود اپنے تازہ نشانیوں کے ساتھ دنیا پر ظاہر کرے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے روحانی کمالات اپنے پیروؤں اور اپنے جانشینوں کے ذریعہ سے دنیا کو دکھلائے اور آپ کے حسن سے جہان کو روشناس کرے پس جہاں تک فرد کی اصلاح کا سوال ہے کسی ایک فرد کا بھی اس طریق کار کو اختیار کر لینا احمدیت کے مقصد کو پورا کر دیتا ہے لیکن جہاں تک اسلام کو دنیا میں پھیلانے کا سوال ہے کسی ایک فرد یا دس ہزار افراد کے ساتھ بھی یہ مقصد پورا نہیں ہو سکتا بلکہ یہ مقصد اسی وقت پورا ہو سکتا ہے جبکہ اسلام اور احمدیت کے پیغام کو ہندوستان اور دنیا کے گوشہ گوشہ میں پھیلا دیا جائے، سوتوں کو جگایا جائے، غافلوں کو ہوشیار کیا جائے، وہ جن کو توجہ نہیں ان کو توجہ دلائی جائے، وہ جو اسلام سے متنفر ہیں ان کے دل میں اسلام کی محبت پیدا

کی جائے، جو اسلام سے ناواقف ہیں انہیں اسلام سے واقف کیا جائے۔ کوئی کان نہ رہے جس میں اسلام اور احمدیت کی آواز نہ پڑے۔ کوئی آنکھ نہ رہے جو احمدیت کے لٹریچر کے پڑھنے سے محروم ہو۔ کوئی دل باقی نہ ہو جس کو خدائے وحدہ لاشریک کے سندھیے سے آگاہ نہ کر دیا جائے۔ اور آپ جانتے ہیں کہ یہ کام بغیر تنظیم کے، بغیر کوشش کے، بغیر جذبہ و جہد کے، بغیر سعی لامتناہی کے پورا نہیں ہو سکتا۔ آپ کے دل بے شک اس صدمہ سے چور ہوں گے کہ ایک بڑی بھاری جماعت کٹ کے ٹکڑے ہو گئی ہے اور آپ ہندوستان جیسے وسیع ملک میں تھوڑے سے رہ گئے ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ آپ لوگ جو آج قادیان میں جمع ہوئے ہیں وہ ان سے بہت زیادہ ہیں جو ۱۸۹۱ء کے جلسہ میں قادیان میں جمع ہوئے تھے۔ وہ ان سے بہت زیادہ ہیں جو ۱۸۹۲ء کے جلسہ قادیان میں جمع ہوئے تھے۔ وہ ان سے بھی بہت زیادہ ہیں جو ۱۸۹۳ء کے جلسہ قادیان میں جمع ہوئے تھے۔ وہ ان سے بھی زیادہ ہیں جو ۱۸۹۴ء کے جلسہ میں قادیان میں جمع ہوئے تھے۔ اور وہ ان سے بھی زیادہ ہیں جو ۱۸۹۵ء کے جلسہ میں قادیان میں جمع ہوئے تھے لیکن یہ ۱۸۹۱ء اور ۱۸۹۲ء اور ۱۸۹۳ء اور ۱۸۹۴ء اور ۱۸۹۵ء میں قادیان میں جمع ہونے والے لوگ ہر سال اس یقین سے زیادہ سے زیادہ معمور ہوتے چلے جاتے تھے کہ ہم دنیا پر غالب آنے والے ہیں اور دنیا کو احمدیت کی تعلیم منوانے والے ہیں۔ آپ لوگ تو ان سے بہت زیادہ ہیں۔ آپ کی مالی حیثیت بھی ان سے زیادہ ہے۔ آپ کی ذہنی تعلیم بھی ان سے زیادہ ہے۔ صرف اس بات کی ضرورت ہے کہ آپ ان لوگوں والا ایمان پیدا کریں اور یہ آپ کے لئے کوئی مشکل بات نہیں کیونکہ وہ نشان جو ان لوگوں کے سامنے تھے ان سے بہت بڑے نشان آپ کے سامنے ہیں۔ ۱۸۹۵ء کے بعد تیرہ سال برابر حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر نشانات ظاہر ہوتے رہے اور آپ کی وفات سے لے کر اس وقت تک بھی آپ کے نشانات نئی نئی صورتوں میں دنیا پر ظاہر ہو رہے ہیں۔ پھر خدانے میرے ذریعہ سے بہت سے غیب ظاہر کئے ہیں جو کہ مردوں کو زندہ کرنے والے، بہروں کو شنوائی بخشنے والے اور اندھوں کو بینائی بخشنے والے ہیں پس آپ کے ایمانوں کو زیادہ کرنے والے جو سامان موجود ہیں وہ ان لوگوں سے بہت زیادہ ہیں جو ۱۸۹۵ء کے لوگوں کو میسر تھے۔ ضرورت صرف اس امر کی ہے کہ آپ لوگ اپنے اوقات کو ان نشانات کے پڑھنے اور سوچنے اور ان پر غور کرنے میں صرف کریں اور ان سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کریں۔ اگر آپ ایسا کریں تو دنیا کی محبت آپ کے دلوں سے یقیناً سرد ہو جائے گی

اور دین کی محبت کی آگ آپ کے دلوں میں تلنے لگ جائے گی اور آپ صرف انہی نشانوں پر جو ظاہر ہو چکے ہیں زندہ نہیں رہیں گے بلکہ خدا تعالیٰ آپ کے اندر سے بولنے لگے گا اور آپ خود خدا تعالیٰ کا ایک نشان بن جائیں گے۔

کیا یہ سچ نہیں کہ ہمارا خدا سب دُنیا کو پیدا کرنے والا خدا ہے کیا یہ سچ نہیں کہ دُنیا کا ذرہ ذرہ اس کا مملوک اور غلام ہے۔ کیا یہ سچ نہیں کہ دنیا کی تمام بادشاہتیں اللہ تعالیٰ کے مقابلہ میں اتنی ہی حیثیت نہیں رکھتیں جتنا کہ ایک ٹچھرا ایک ہاتھی کے مقابلہ میں حیثیت رکھتا ہے۔ پھر آپ کے حوصلوں کو پست کر نیوالی کیا چیز ہے؟ صرف ارادے کی کمی ہے ورنہ نشانوں کی کوئی کمی آپ کے پاس نہیں۔ آج آپ لوگ یہ عہد کر لیں کہ ہم احمدیت کو نئے نئے سرے سے پھر ہندوستان میں قائم کریں گے۔ اس کے گوشے گوشے میں احمدیت کا پیغام پہنچا دیں گے۔ اس کے خاندان خاندان سے احمدیت کے سپاہی نکال کر لائیں گے۔ اس کی قوم قوم کو احمدیت کا غلام بنا کر چھوڑیں گے اور یہ کام شکل نہیں ہے۔ حق ہمیشہ غالب ہوتا ہے اور ناراستی ہمیشہ مغلوب ہوتی ہے۔

پس آپ لوگوں کو چاہیے کہ (۱) ایک تو اس بات کا عزم کر لیں کہ ایک زندہ احمدی کی زندگی آپ بسر کریں گے نہ کہ مردہ احمدی کی (۲) آپ اپنے علاقہ اور اس کے اردگرد احمدیت کے پیغام کو اس زور سے پھیلائیں گے کہ لوگ مجبور ہو جائیں اس پر کان دھرنے کے لئے اور لوگ مجبور ہو جائیں اس کو ماننے کے لئے (۳) صدر انجمن احمدیہ قادیان کے ساتھ مل کر سلسلہ کے لٹریچر کی اشاعت کے لئے ایک وسیع سکیم بنائیں گے کہ ہندوستان کی ہر زبان بولنے والوں کے لئے احمدی لٹریچر موجود ہو (۴) اپنے نوجوانوں کو یہ تحریک کس کریں گے کہ وہ زندگیاں وقف کریں اور دین سیکھیں اور پھر اپنے اپنے علاقوں میں دین پھیلانے کی طرف توجہ کریں (۵) قادیان میں پریس کے قیام کے لئے کوشش کریں گے کہ بغیر قادیان میں پریس کے قیام کے باقاعدہ لٹریچر باہر کی جماعتوں کو نہیں پہنچ سکتا (۶) اپنے چندوں میں باقاعدگی اختیار کریں گے اور نئے آنے والے احمدیوں پر بھی چندوں کی اہمیت ظاہر کریں گے تاکہ جماعتی فنڈ مضبوط ہو اور تبلیغ کے کام کو زیادہ سے زیادہ وسیع کیا جاسکے (۷) جلسہ سالانہ میں تو اب آپ لوگ آنا شروع ہو ہی گئے ہیں لیکن اس کے علاوہ بھی قادیان میں آتے رہیں گے تاکہ مرکز سے آپ کے تعلقات زیادہ سے زیادہ مضبوط ہوں اور آپ لوگوں کے آنے سے مرکز والوں کا حوصلہ بلند رہے اور مرکز کے لوگوں کے ساتھ ملنے سے آپ کے

ایمان میں تازگی ہو۔ اگر آپ لوگ ان باتوں پر عمل کریں گے تو میں امید کرتا ہوں کہ اگلے سال کا جلسہ اس سال کے جلسے سے بہت بڑا ہوگا اور اگلے سال کی جماعت اس سال کی جماعت سے زیادہ نخلص ہوگی اور اگلے سال کی مالی وسعت اس سال کی مالی وسعت سے کہیں بڑھ کر ہوگی اور خدا تعالیٰ کے فضل کی ہوئیں چلنے لگ جائیں گی۔ یا یوحییٰ کے بادل چھٹ جائیں گے امیدیں دلوں میں کلبلانے لگ جائیں گی۔ عزم اور یقین قلوب میں ڈیرہ لگائیں گے اور پھر احدیت کی روحانی فوج بنی نوع انسان کو گھیر کر خدا تعالیٰ کے دروازے کے آگے لانے کے لئے ایک پُرشوکت اور پُرسلیبت ماریج کر رہی ہوگی۔ خدا تعالیٰ آپ کے ساتھ ہو۔ والسلام
خاکسار مرزا محمود اسعد (خفیفۃ المسیح الثانی) " لہ

کوالف جلسہ | اس جلسہ سالانہ میں ساڑھے تین سو کے قریب مقامی درویش بزرگوں اور بھائیوں کے علاوہ پاکستان کے ۹۷ افراد شریک ہوئے۔ اس کے علاوہ ہندوستان کے مختلف علاقوں مثلاً حیدرآباد دکن، بلبلی، بہار، یوپی، بنگال اور کشمیر سے اڑھائی سو احمدی احباب نے شرکت کی جن میں سے حضرت سید محمد عبداللہ الدین صاحب، حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی پڑھوہڑی اور احمد صاحب کاہلوں امیر جماعت احمدیہ کلکتہ، حضرت حکیم خلیل احمد صاحب مونگیری اور حضرت سید وزارت حسین صاحب امیر جماعت ہائے احمدیہ صوبہ بہار کے نام بالخصوص قابل ذکر ہیں۔ غیر مسلم حضرات بھی کثرت سے جلسہ میں شریک ہوتے رہے چنانچہ ۲۴ دسمبر کے دوسرے اجلاس میں نو سو کے قریب غیر مسلم حضرات موجود تھے۔ شہر کے ہندو کچھ محرزین کے علاوہ ڈی سی صاحب گورداسپور۔ ڈی ایس پی صاحب گورداسپور۔ آر ایم صاحب بٹالہ۔ الپکٹر صاحب سی، آئی، ڈی۔ پریذیڈنٹ صاحب میونسپل کیدٹی بٹالہ اور سبٹی آفیسر زگورداسپور و شملہ بھی جلسے میں شامل ہوئے۔ پروفیسر عبدالجید صاحب سابق سفیر حکومت ہند منقینہ جڈہ بھی تینوں دن جلسہ میں شامل ہوتے رہے۔

سیٹج کے دائیں طرف لواٹے احمدیت لہرا رہا تھا جلسے کے پہلے دو دن درویشان قادیان باری باری اس کا پہرہ دیتے رہے اور آخری دن پاکستان اور ہندوستان کے احباب نے پہرہ دینے کی سعادت حاصل کی۔ اس سال احمدی خواتین کو بھی اللہ تعالیٰ نے اس جلسہ میں شامل ہونے کی توفیق بخشی چنانچہ پاکستان و ہندوستان کی متحدہ خواتین جیلے میں شامل ہوئیں جن کے لئے حضرت مولانا سید

۱۔ الفضل ۳۱ دسمبر ۱۹۵۰ء صفحہ ۵۔۲ بٹالہ کے رہنے والے ہیں یونیورسٹی کی سینٹ کے ممبر اور پنجاب سروس کمیشن کے

چیرمین بھی رہے ہیں شملہ میں ان کا مستقل قیام ہے (مکتوب ملک صلاح الدین صاحب ایم اے ۱۳ اپریل ۱۹۸۲ء)

محمد سرور شاہ صاحب کے مکان میں جلسے کی تقاریر سننے کا انتظام کیا گیا تھا جہاں پر لاؤڈ سپیکر کے ذریعہ آواز بخوبی پہنچتی تھی۔ مہمانوں کے قیام و طعام اور جلسہ کے دیگر تمام انتظامات سرانجام دینے کی سعادت دیا رحیب کے خوش قسمت درویشوں نے حاصل کر رکھی تھی۔ جلسہ کے منتظم اعلیٰ صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب ناظر دعوت و تبلیغ اور آپ کے نائب مولوی عبدالقادر صاحب دہلوی جنرل پریذیڈنٹ جماعت احمدیہ قادیان تھے۔ ان کے ماتحت قریباً تمام درویش بھائی اپنی اپنی ڈیوٹی بڑی تندہی سے سرانجام دے رہے تھے۔ بہت سے ایسے درویش تھے جنہیں سالہا سال کے بعد اسی موقع پر اپنے کسی عزیز یا بزرگ سے ملنے کا موقع ملا تھا اور وہ بھی نہایت محدود وقت کے لئے لیکن وہ اس عرصہ میں بھی اپنے ذاتی جذبات اور تعلقات کو قربان کر کے جلسہ کے سلسلہ میں اپنے فرائض سرانجام دینے میں مصروف نظر آتے تھے اور اس طرح اپنے عمل سے ثابت کر رہے تھے کہ وہ فی الحقیقت تمام دنیوی تعلقات اور علاقائی سے عمدہ موڑ کر اپنے تئیں خدا تعالیٰ کے لئے وقف کر چکے ہیں۔ ہندوستان سے تشریف لانے والے اکثر دولت مند مدرسہ احمدیہ اور پور ڈنگ مدرسہ احمدیہ کے کمروں میں رہائش رکھتے تھے۔ جلسہ کی تصاویر لینے کی خدمت میاں منور علی صاحب درویش (پروپرائٹر "علی سٹوڈیو") اور چوہدری انور احمد صاحب کابلوں امیر جماعت احمدیہ کلکتہ سرانجام دیتے رہے۔

۲۷۔ فتح (دسمبر) کی رات کو مسجد اقصیٰ میں محترم شیخ بشیر احمد صاحب ایڈووکیٹ لاہور کی صدارت میں ایک تربیتی جلسہ ہوا جس میں حضرت مولانا غلام رسول صاحب راجپتی، مولوی محمد سلیم صاحب مبلغ سلسلہ عالیہ احمدیہ اور چوہدری محمد عبداللہ خاں صاحب امیر جماعت احمدیہ کراچی نے مختلف تربیتی امور پر تقاریر فرمائیں۔ جلسہ کے بعد حضرت مولوی راجپتی صاحب نے اجتماعی دعا کرائی اور دعا کے بعد اپنا یہ کشف بیان فرمایا کہ جب دعا شروع ہوئی تو سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی عالم کشف میں مسجد میں تشریف لائے اور دعائیں متبادل ہوئے (الحمد للہ)

مورخہ ۲۹۔ فتح (دسمبر) بروز جمعہ میجر جنرل عبدالرحمن صاحب ڈیپٹی ہائی کمشنر پاکستانی متعینہ جالندھر قادیان تشریف لائے، پاکستانی زائرین کی طرف سے شیخ بشیر احمد صاحب ایڈووکیٹ نے آپ کا خیر مقدم کیا۔ پور ڈنگ مدرسہ احمدیہ میں آپ نے پاکستانی زائرین سے ملاقات فرمائی۔ شام کو آپ واپس تشریف لے گئے۔ ۲۹۔ فتح (دسمبر) کی صبح کو پاکستان سے جانے والے احباب نے اپنے امیر شیخ بشیر احمد صاحب

ایڈووکیٹ کی سرکردگی میں گروپ فوٹو کھینچوائی پھر مقبرہ ہشتی میں اجتماعی دعا کی مسجد اقصیٰ میں نوافل ادا کئے اور ساڑھے نو بجے مقامی پولیس کے انتظام کے ماتحت محلہ دارالانوار، دارالبرکات، دارالفضل، دارالرحمت اور دارالفتوح کی مساجد کے علاوہ تعلیم الاسلام کالج اور مسجد نور میں جا کر بڑی رقت اور درد کے ساتھ اجتماعی دعا کی، تعلیم الاسلام ہائی سکول اور نور ہسپتال میں سے ہوتے ہوئے بڑے بازار کی طرف سے واپس دالہج آئے۔

مورخہ ۲۹ ماہِ فتح (دسمبر) کو نماز جمعہ کے بعد حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے باغ کے اس مخصوص حصہ میں جہاں حضور علیہ السلام کا جنازہ پڑھا گیا تھا (اور جو حضرت بھائی عبدالرحمن صاحب قادیانی کی سعی اور نگرانی میں اس حصہ کی تجدیدی کر کے اسے باقی جگہ سے علیحدہ کر دیا گیا تھا) حیدرآباد کے نہایت مخلص خادم سلسلہ حضرت سیٹھ محمد غوث صاحب کا جنازہ حضرت مولوی عبدالرحمن صاحب فاضل امیر جماعت مقامی نے پڑھا۔ حضرت سیٹھ صاحب موصوف کا ۲۸ فروری ۱۹۲۷ء کو حیدرآباد میں انتقال ہوا تھا اور آپ کو وہیں امانتاً دفن کر دیا گیا تھا۔ اس جلسہ کے موقع پر آپ کے فرزند سیٹھ محمد اعظم صاحب آپکا تابوت حیدرآباد سے دارالامان لائے۔ حضرت سیٹھ صاحب اگرچہ صحابی نہیں تھے لیکن اپنی شاندار خدمات سلسلہ کی وجہ سے حضرت مصلح موعود کی اجازت پر مقبرہ ہشتی کے قطعہ صحابہ میں دفن کئے گئے۔ جنازہ سے قبل مؤرخ احمدیت حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی نے پریم آنکھوں کے ساتھ احباب کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:-

”اس وقت میری آنکھوں کے سامنے ۲۷ مئی ۱۹۰۵ء کا دن ہے جبکہ ٹھیک اسی میدان میں ہماری آقا و محسن حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا جنازہ رکھا گیا تھا اور یہی وہ میدان تھا جس میں ہم نے خلافتِ اولیٰ کی بیعت کی تھی۔ وہ بیعت اسی امر پر کی تھی کہ ہم خلیفہ وقت کو واجب الطاعت امام سمجھتے ہیں۔ حضرت سیٹھ محمد غوث گذشتہ ۴۲ سال میں وہ پہلے خوش قسمت انسان ہیں جن کا جنازہ ٹھیک اس جگہ اور اسی حلقہ میں پڑھا جا رہا ہے جہاں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا جسم اطہر رکھا گیا تھا اور جنازہ پڑھا گیا تھا۔ خدا تعالیٰ کے بے شمار فضل ہوں محترم بھائی عبدالرحمن صاحب قادیانی پر جنہیں اللہ تعالیٰ نے اس حلقہ زمین کو عہد کرنے کی توفیق دی۔ میں اس امر کی تصدیق کرتا ہوں کہ ٹھیک اسی جگہ حضور علیہ السلام کا

جنازہ پڑھا گیا تھا۔ یاد رکھو مقامات مقدسہ پرستش کے لئے نہیں ہوتے ہاں وہ اس لئے ضرور ہمارے لئے قابل احترام ہوتے ہیں تاکہ ہم انہیں دیکھ کر اپنے نفوس کا تذکرہ کرنے اور ان مقامات سے وابستہ تبرکات کو حاصل کرنے کی کوشش کریں۔“

حضرت عرفانی صاحب نے حضرت میٹھ محمد غوث صاحب کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:۔
 ”وہ بڑے مخلص، خادِمِ سلسلہ تھے۔ وہ گدازتے حضرت صاحب کی محبت میں اور یہی رنگ دوستوں سے ان کی محبت کا تھا۔ میں مبارکباد دیتا ہوں ان کے بیٹے عزیز محمد اعظم کو کہ انہیں آج ان کا تابوت یہاں لانے کی توفیق ملی۔“

جلسہ کے ایام کی سب سے بڑی اور نمایاں خصوصیت وہ دعائیں، عبادتیں اور نمازیں تھیں جو دارالکعبہ کو ہر وقت اللہ تعالیٰ کی برکتوں اور رحمتوں سے معمور رکھتی تھیں۔ مسجد مبارک اور مسجد اقصیٰ، دار حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام خصوصاً بیت الدعا، بیت الذکر اور بیت الحکر تو مومنین کی خشوع و خضوع سے نکلی ہوئی دعاؤں اور مناجاتوں کی آماجگاہ بنی رہیں۔ علاوہ ازیں صبح سو اپانچ بجے مساجد میں باجماعت نماز تہجد ادا کی جاتی جس میں احباب بڑے ذوق و شوق سے حصہ لیتے تھے۔ مقبرہ ہشتی میں مرزا حضرت مہدی موعود علیہ السلام پر حاضر ہو کر دعائیں کرنے والے احباب کا بھی ہر وقت تانتا لگا رہتا تھا۔

قافلہ پاکستان کے مختصر حالات

قافلہ پاکستان مورخہ ۲۵ ماہ فتح (دسمبر) بروز پیر صبح بسوں میں روانہ ہوا۔ قافلہ کے امیر شیخ بشیر احمد صاحب ایڈووکیٹ امیر جماعت احمدیہ لاہور تھے جو بس میں سواری تھے اور ان کے ماتحت بس کے انچارج میاں عطاء اللہ صاحب وکیل امیر جماعت راولپنڈی اور بس کے انچارج چوہدری محمد عبداللہ خاں صاحب امیر جماعت کراچی تھے۔ اس موقع پر الوداع کرنے کے لئے بہت سے احباب جمع تھے۔ پھر حضرت مولوی غلام رسول صاحب راجپوت نے اجتماعی دعا کرائی اور پریس فوٹو گرافر نے فوٹو لے لئے۔ روانگی کے وقت حضرت مرزا بشیر احمد صاحب کی رقم فریضہ ضروری ہدایات کی ایک ایک کاپی تمام زائرین کو دے دی گئی۔ ان ہدایات میں امیر قافلہ کی اطاعت

کرنے کے علاوہ اس امر کی خاص طور پر نصیحت کی گئی تھی کہ اس مقدس سفر کے دوران میں اپنے دلوں کی نیت کو پاک و صاف رکھنا چاہیے اور دعاؤں پر خاص زور دینا چاہیے "تاکہ خدا تعالیٰ اس سفر کو نہ صرف آپ کے لئے اور نہ صرف اہل قادیان کے لئے بلکہ تمام جماعت کے لئے اور احمدیت اور اسلام کے لئے مبارک اور شہرت خیز و مستحسن بنا لے" چنانچہ ارکانِ قافلہ نے روانہ ہوتے ہی دعائیں شروع کر دیں اور سفر کا زیادہ سے زیادہ وقت دعاؤں میں گزارا جب قافلہ واہگہ سرحد پر پہنچا تو شیخ محمود الحسن صاحب جنرل سیکرٹری جماعت لاہور اور شیخ نذیر احمد صاحب کے علاوہ خان محمد شفیع خان صاحب ایڈیشنل ڈپٹی کمشنر لاہور بھی قافلہ کو الوداع کہنے کے لئے موجود تھے۔ ضروری امور کی سرانجام دہی کے بعد پونے بارہ بجے قافلہ کے ارکان پیدل ہندوستان کی سرحد میں داخل ہوئے۔

امر تسر کے ڈپٹی کمشنر سردار بہادر سردار نریندر سنگھ صاحب نے ہندوستان کی طرف سے قافلہ کا خیر مقدم کیا۔ پریس فوٹو گرافر نے آپ کی معیت میں قافلہ کی تصویر لی۔ آپ کچھ عرصہ ٹھہرنے کے بعد امر تسر چلے آئے۔

ہندوستانی سرحد پر قادیان کے دو درویش چوہدری فضل الہی صاحب اور بشیر احمد صاحب ٹھیکیدار بھی درویشانِ قادیان کی نمائندگی میں موجود تھے۔

ڈی۔ سی صاحب امر تسر کے جانے کے بعد قافلہ بسوں میں سوار ہو کر ہندوستان گسٹم آفس کے آگے رُکا جو سرحد سے تھوڑے فاصلے پر کاہن گڑھے نامی گاؤں کے قریب واقع ہے۔ ساہان وغیرہ کی تلاشی ہونے کے بعد ایک بج کر بیس منٹ پر انڈین پولیس کے حفاظتی دستے کے ہمراہ قافلہ روانہ ہوا پونے دو بجے امر تسر میں سے گذرا اور پونے تین بجے بٹالہ پہنچ گیا یہاں بھی بعض درویش استقبال کے لئے موجود تھے۔ چند منٹ بٹالہ ٹھہرنے کے بعد قافلہ سری گوبند پور والی سڑک کے راستے سے قادیان روانہ ہوا۔ پنچگڑھ میں کے موڑ پر اسے کچھ رُکنا پڑا کیونکہ نہر کی پٹری کا دروازہ بند تھا۔ جب یہاں سے قافلہ روانہ ہوا تو چند منٹ بعد ہی مینارۃ السیح نظر آنے لگا اسی وقت امیر قافلہ کے ارشاد پر اجتماعی دعا شروع کر دی گئی جو دیر تک جاری رہی۔ جوں جوں منارۃ السیح نمایاں نظر آتا تھا اور قادیان کی محبوب بستی قریب آتی جاتی تھی اہل قافلہ میں خوشی اور غم کے نئے نئے جذبات سے عجیب کیفیت پیدا ہو رہی تھی۔ جب قادیان اور قریب آ گیا تو درویشانِ قادیان کا مجمع نظر آنے لگا جو کئی گھنٹوں سے قافلہ کا منتظر تھا۔ آخر وہ مبارک ساعت آ گئی

جبکہ پانچ بجے یسبیں موضع بیل کلاں سے مقبرہ بہشتی کی طرف جانے والی سڑک پر باغ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے قریب ٹھہر گئیں۔ درویشانِ قادیان نے قافلہ کا خیر مقدم کیا۔ مقامی جماعت کے امیر حضرت مولوی عبدالرحمن صاحب فاضل نے آگے بڑھ کر امیر قافلہ شیخ بشیر احمد صاحب سے مصافحہ اور معائنہ کیا۔ اس موقع پر حضرت سیٹھ عبداللہ الدین صاحب آف سکندر آباد دکن اور ہندوستان سے تشریف لائے۔ متعدد دیگر احباب بھی موجود تھے۔ قادیان کے بعض ہندو سکھ اصحاب بھی آئے ہوئے تھے۔ چونکہ نماز کا وقت بہت تنگ ہو رہا تھا اس لئے بسوں سے اترتے ہی قافلہ نے حضرت مولوی راجی صاحب کی اقتداء میں اسی جگہ نماز ظہر و عصر ادا کیں۔ نماز کے بعد ارکانِ قافلہ نے باری باری تمام مقامی احباب سے مصافحہ کیا۔ پھر یہ سارا مجمع مقبرہ بہشتی میں اپنے آقا و مطہر سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مزار مبارک پر حاضر ہوا اور بڑے درد، رقت اور سوز کے ساتھ لمبی دعا کرنے کے بعد قافلہ دار المسیح میں داخل ہوا۔

مورثہ ۳۰ ماہ فتح (دسمبر) بروز ہفتہ نماز فجر کی ادائیگی کے بعد ارکانِ قافلہ کا مسجد مبارک میں درویشانِ قادیان اور ہندوستان کے احمدی احباب سے تعارف اور ملاقات کا انتظام کیا گیا تھا۔ چنانچہ مسجد کے مغربی حصہ میں ارکانِ قافلہ لائن میں کھڑے ہو گئے۔ ہندوستانی احباب اور درویشانِ کرام باری باری لائن کے ساتھ گزرتے چلے جاتے اور ہر دوست سے ملاقات کرتے جاتے۔ ملاقات اور تعارف کے بعد پاکستانی زائرین سفر کی تیاری میں مصروف ہو گئے۔ بسوں پر سامان لہرانے کے بعد سوانو بجے قافلہ کے ارکان اور مقامی احباب سب مقبرہ بہشتی میں جمع ہو گئے۔ یہاں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مزار مبارک پر لمبی الوداعی دعا کی گئی پھر قافلہ کی روانگی تک ملاقاتوں کا سلسلہ جاری رہا۔ سب احباب ایک دوسرے سے بخلیگر ہو رہے تھے مگر اس حالت میں کہ آنکھوں سے بے اختیار آنسو رواں تھے۔ اخلاص اور درد سے بھری ہوئی یہ ملاقاتیں جاری رہیں حتیٰ کہ دس بج کر پچیس منٹ پر اجتماعی دعا کے بعد بسیں روانہ ہو گئیں جبکہ قافلہ کا ہر رکن اشکبار آنکھوں کے ساتھ دعاؤں میں مصروف تھا اور درویش بڑے درد اور رقت کے ساتھ یہ شعر پڑھ رہے تھے کہ سہ

ہم بھی کرتے ہیں دعا اور آپ بھی مانگا کریں

جلد شاہ قادیان تشریف لائے قادیان

الغرض قافلہ روانہ ہو گیا اور قادیان اور اس کے درویش آنکھوں سے اوجھل ہو گئے حتیٰ کہ نہر جمود کرتے ہوئے قادیان کی آخری جھلک یعنی منارۃ المسیح بھی نظروں سے اوجھل ہو گیا۔ سوا بارہ بجے قافلہ بٹالہ کی سڑکوں کو عبور کر رہا تھا اور دو بجے امرتسر سے گذرتا ہوا امرتسر پہنچ چکا تھا۔ چار پانچ درویش امرتسر تک چھوڑنے کے لئے آئے۔ اس جگہ ظہر و عصر کی نمازیں باجماعت ادا کی گئیں۔ چار بجے انڈین کسٹم آفس کے ارکان نے ہمارے سامان کی تلاشی لینا شروع کی۔ یہ تلاشی کتنی کڑی تھی اور کتنی صبر آزما اس سلسلہ میں امیر قافلہ کا بیان انہی دنوں اخبارات میں بھی شائع ہو گیا تھا۔ مختصر یہ کہ دو بجے قافلہ امرتسر پہنچا اور ساڑھے پانچ بجے مکمل شکل ایک بس کی مکمل اور دوسری بس کی ادھوری تلاشی ختم کی گئی اور اس امر کا سخت خطرہ پیدا ہو گیا کہ شاید قافلہ کو رات امرتسر پر ہی گزارنی پڑے کیونکہ دونوں ملکوں کے امرتسر دی پھانگ ساڑھے پانچ بجے داخلہ کے لئے بند ہو جاتے ہیں۔ آخر امرتسر کے ڈی سی صاحب کی مداخلت سے یہ کٹھن مرحلہ کسی نہ کسی طرح ختم ہوا لیکن اس وقت دونوں طرف کے امرتسر دی پھانگ داخلہ کے لئے بند ہو چکے تھے اور مغرب کا وقت ہو رہا تھا۔ آخر دو گھنٹہ کی خاص کوشش کے بعد یہ مرحلہ بھی طے ہوا اور رات کے آٹھ بجے قافلہ پاکستان کی سرحد میں داخل ہوا۔

فصل چہارم

کو اَلْفِ رِبْوَه ۱۳۲۹ھ
۶۱۹۵

اگرچہ دونوں مراکز احمدیت میں ترقیات کا سلسلہ متوازی شکل میں جاری رہا مگر ربوہ کی وادی غیر ذی زرع کی رفتار ترقی نسبتاً زیادہ تیز رہی اور ہر لحاظ سے اس کی اہمیت و شہرت میں اضافہ ہوا۔ ماہ امان ۱۳۲۹ھ مارچ ۱۹۵۰ء میں نارنگو ویسٹرن ریلوے کے ایک خاص گزٹ کے ذریعہ ربوہ کو باقاعدہ اسٹیشن بنا دیا گیا۔

اور دوسرے اسٹیشنوں کی طرح ماہ شہادت ۱۳۲۹ھ / اپریل ۱۹۵۰ء سے مال و اسباب کی بکنگ بھی ہونے لگی۔

حضرت مصلح موعودؑ کی ذاتی لائبریری جو ماہ احسان
 حضرت مصلح موعودؑ کی ذاتی لائبریری بونہ میں
 ۱۳۲۸ھ / جون ۱۹۴۹ء میں لاہور سے چنیوٹ
 لائی گئی تھی امان ۱۳۲۹ھ / مارچ ۱۹۵۰ء میں چنیوٹ سے ربوہ منتقل کی گئی۔

لجنہ امانہ اللہ مرکزیہ کا ترجمان 'مصابح' جو ماہ وفا ۱۳۲۶ھ / جولائی ۱۹۴۴ء کے
 فسادات میں بند ہو چکا تھا اس سال ماہ شہادت / اپریل میں دوبارہ جاری ہو گیا
 مصباح پہلے پنجاب الیکٹرک پریس لائل پور میں چھپتا تھا پھر ظہور ۱۳۳۳ھ / اگست ۱۹۵۴ء سے فیضان اسلام
 پریس ربوہ میں چھپنے لگا۔ یہ پہلا رسالہ تھا جو ربوہ سے شائع ہوا۔

ابتداء میں ربوہ کے عارضی محلہ جات کے یہ نام تھے ا۔ ب۔ ج۔ د۔ س۔ ص۔ ط۔ تبوک ۱۳۲۸ھ / ستمبر ۱۹۵۱ء میں
 حضرت مصلح موعودؑ کے حکم سے ان کو مندرجہ ذیل ناموں سے
 اور مکانات کی تعمیر کا آغاز
 مستقل الاٹمنٹ
 موسوم کیا گیا۔

دارالین (ا) باب الابواب (ب) دارالنصر (ج) دارالبرکات (د) دارالرحمت (س)
 دارالصدر (ص) دارالفضل (ط)۔

ان محلہ جات میں مستقل الاٹمنٹ کا کام اس سال شروع ہوا چنانچہ اس سلسلہ میں دفتر کمیٹی آبادی
 ربوہ کی طرف سے ۲۵ صلیح / جنوری اور تبلیغ / فروری کو ربوہ کا نقشہ دئے کر یہ پہلا اعلان جاری کیا
 گیا کہ :-

" ایک کنال اور دس مرلہ کے پلاٹ محلہ جات العت۔ ب۔ ج۔ د اور س میں واقع ہیں۔ ایک
 کنال اور دس مرلہ خریدنے والے دوست اطلاع دیں کہ وہ کس محلہ میں پلاٹ خریدنا چاہتے ہیں اور یہ کہ
 اگر وہ پسند کردہ پلاٹ میں نہ آسکیں تو ان کی دوسری پسند کیا ہوگی۔ ہر محلہ کے قطعہ مقرر ہیں ان

لے رپورٹ سالانہ صدر لجنہ احمدیہ ربوہ ۱۳۲۸-۱۳۲۹ھ / ۱۹۴۹-۱۹۵۰ء ص ۶۷ لے مزید تفصیل کیلئے

ملاحظہ ہو "تاریخ لجنہ امانہ اللہ" جلد دوم ص ۱۶۶ (مواظفہ منہ اللطیفہ ترجمہ سیکرٹری لجنہ امانہ اللہ مرکزیہ) ۶

میں دوستوں کو حسب پسند الاٹمنٹ کی کوشش کی جائے گی لیکن اگر کسی محلہ میں قطععات کی مقررہ تعداد سے زائد کا مطالبہ ہو تو جن دوستوں کی رقیں پہلے داخل خزانہ ہوئی ہیں انہیں ترجیح دی جائے گی جن دوستوں کی طرف سے کوئی اطلاع نہیں آئے گی ان کے لئے محلے کا فیصلہ قرعہ اندازی سے کیا جائے گا۔

یہ اعلان پہلے کیا جا چکا ہے کہ رشتہ داروں کو بھی اکٹھا کرنے کی کوشش کی جائے گی بعض دوستوں کی طرف سے اطلاعات آچکی ہیں باقی جو دوست بھی پلاٹ اکٹھے کروانا چاہیں وہ اطلاع دیں لیکن یہ خیال رہے کہ صرف خونی رشتہ یعنی باپ، بیٹا، بہن، بھائی اور اسی طرح بیوی کے خونی رشتے اکٹھے کئے جائیں گے جن دوستوں نے اپنی پہلی اطلاعات میں رشتہ کی اطلاع نہیں دی وہ اس کے مطابق مکمل اطلاعات دوبارہ بھجوادیں۔ ایسی اطلاعات دفتر میں ۱۰ فروری تک پہنچ جانی چاہئیں !

اس اعلان کے بعد جس میں الاٹمنٹ کے طریق کار پر مفصل روشنی ڈالی گئی تھی بذریعہ الفضل ۱۲ تبلیغ / فروری کو یہ اعلان بھی شائع کیا گیا کہ مطلوبہ اطلاعات کے لئے ۲۸ مارچ / فروری تک انتظار کیا جائے گا اس کے بعد انشاء اللہ قطععات کی الاٹمنٹ شروع کر دی جائے گی لیکن جو دوست فوری طور پر مکان تعمیر کرانے کے خواہشمند ہوں ان کے لئے قطعہ بھی فوراً الاٹ کر دیا جائے گا۔

ان اعلانات کے مطابق جلد ہی الاٹمنٹ شروع کر دی گئی سب سے پہلے جن محلوں کی الاٹمنٹ شروع ہوئی وہ محلہ الف (دارالین)، اور عن (دارالصدر) تھے۔ اس کے بعد محلہ ب (باب الابواب) اور ط (دارالفضل) کی الاٹمنٹ کی گئی۔

دارالصدر میں سب سے پہلی کوٹھی نواب محمد احمد صاحب کی تعمیر ہوئی۔ دارالین میں پہلا مکان ٹھیکیدار نور احمد صاحب کا بنا اور باب الابواب اور دارالفضل میں آبادی کی داغ بیل ڈالنے کی سعادت بالترتیب چوہدری عبداللطیف صاحب اور کیپٹن نواب دین صاحب کے حصہ میں آئی۔

۲۹ مارچ / ہجرت / مئی کو حضرت مصلح موعودؑ نے اپنے دستِ مہلک سے سوا سات بجے صبح اپنے ذاتی

مرکزی عمارات کا سنگ بنیاد اور تعمیر

مکان کا اور ۳۱ مارچ کو مندرجہ ذیل مرکزی عمارات کا سنگ بنیاد رکھا اور دعا فرمائی :-

تعلیم الاسلام ہائی سکول۔ قصر خلافت۔ دفاتر تحریک جدیدہ۔ دفاتر صدر انجمن احمدیہ۔ دفاتر

الفضل ۲۵ صبح ۱۲:۲۹ ص ۳۰ یہ مکان ربوہ بھر میں پہلا رہائشی اور ذاتی مکان تھا جو تعمیر ہوا

لجنہ اناء اللہ مرکزیہ۔

اس موقع پر حضور کے علاوہ حضرت مفتی محمد صادق صاحب نے جرمی، مصر اور سوڈان وغیرہ ممالک کے بعض احمدی احباب نے بھی ایٹیشن رکھیں اور اجتماعی دعائیں شرکت کی گئیں۔
 سیدنا حضرت مبلغ موعودؑ نے ۱۳۲۹ھ کو ارشاد فرمایا کہ تعمیر کے اسٹیٹمنٹ حاصل کئے جائیں اور مجھے بھجوائے جائیں کسی صورت میں بھی کسی عمارت کا کام شروع نہیں ہونا چاہیے جب تک کہ میری منظوری نہ ہو۔
 اخراجات کی حد اور انجنیئر سے گارنٹی نہ لی جائے۔
 چنانچہ اس ہدایت کے مطابق یہ سب تعمیرات مکمل ہوئیں جن کے اخراجات کا ذکر رپورٹ سالانہ صدر انجمن احمدیہ ۱۹۵۰-۱۹۵۱ء میں شائع شدہ ہے۔

۱۔ افضل ۳ احسان ۱۳۲۹ھ / جون ۱۹۵۰ء ص ۱

۲۔ ارشاد بر نقول ریزولوشن صدر انجمن احمدیہ ص ۵-۶-۱۸۲ غ م

۳۔ سلسلہ احمدیہ کی مرکزی تعمیرات اور دوسری پبلک عمارت کے لئے سیمنٹ ایک ضروری چیز تھی جس کی فراہمی کے لئے صدر انجمن احمدیہ نے سرگودھا کے ایک تاجر سے دو وینگان کا سودا کیا مگر وہ بیانہ وصول کرنے اور دو وینگان کے لالیوں تک پہنچانے کے باوجود سیمنٹ کو ٹرکوں پر لدا کر واپس سرگودھا لے گیا اور ربوہ کو سیمنٹ دینے بلکہ پیشگی رقم تک واپس کرنے سے منصرف ہو گیا۔ بالآخر زوبت عدالت تک پہنچی۔ صدر انجمن احمدیہ نے ایک طرف اپنی رقم اور خرچ مقدمہ وصول کر کے راضی نامہ کر لیا دوسری طرف مسلسل جدوجہد کے بعد سال کے آخر میں ڈالمیا سیمنٹ کمپنی کی ایجنسی قائم کر لی اور افضل (۳) فتح ۱۳۲۹ھ / دسمبر ۱۹۵۰ء میں اعلان کیا کہ :-

” جو دست جس مقدار میں سیمنٹ خریدنے کے خواہش مند ہوں وہ اس کی قیمت اندازاً پریشگی خزانہ صدر انجمن احمدیہ میں داخل کر کے اس کی اطلاع سیکرٹری تعمیر کو بھی ساتھ ہی کر دیں تاکہ وہ انکی ضروریات کو ملحوظ رکھ کر زیادہ سے زیادہ سیمنٹ سٹاک کر سکیں۔ اس کا فائدہ یہ ہوگا کہ احباب کو کسی وقت کے بغیر اور بدولت زیادہ خرچ کے معقول حیثیت پر ربوہ میں سیمنٹ مہیا ہو سکے گا۔“

فصل پنجم

سالانہ جلسہ ربوہ اور حضرت مصلح موعودؑ کی طرف سے مخالفین احمدیت کے

دو الزامات کا حقیقت افزہ جواب

ربوہ کانفرنس سالانہ جلسہ ۲۶ تا ۲۸ ماہِ فتح ۱۳۲۹ھ / دسمبر ۱۹۵۱ء کو منعقد ہوا جس میں پاکستان کے علاوہ مشرقی افریقہ، برٹش گی آنا، جرمنی، ہالینڈ، بوزنیوا اور انڈونیشیا وغیرہ ممالک کے احمدی بھائی کثیر تعداد میں شامل ہوئے۔

ان ایام میں احمدیت کے مخالف احراری اور دوسرے علماء عوام کو بھڑکانے کے لئے نہایت وسیع پیمانے پر غلط فہمیاں پھیلا رہے تھے خصوصاً حضرت مسیح موعودؑ کے معاذ اللہ برطالوی ایجنٹ ہونے اور ۱۹۴۷ء کے باؤنڈری کمیشن میں الگ میوزیم پیش کر کے ضلع گورداسپور کے کٹوانے کے الزامات کو ملک بھر میں ہوادی جا رہی تھی۔

سیدنا حضرت امیر المؤمنین المصلح الموعودؑ نے جہاں اپنی رُوح پرور اور پُر معارف تقاریر میں بہت سی علمی، تربیتی اور تبلیغی مسائل پر روشنی ڈالی وہاں ان دونوں الزامات کا (۲۷ ماہِ فتح کو) بڑی شرح و بسط سے تنقیدی جائزہ لیا اور نہایت مدلل ہسکت اور حقیقت افزہ جواب دیا۔ شروع میں حضورؑ نے بتایا کہ اس وقت جو جانتیں ہماری مخالفت میں پیش پیش ہیں وہ مجلس احرار، علامہ مشرقی کی اسلام لیگ اور اسلامی جماعت ہے مجلس احرار نے اپنی تقاریر میں متواتر ہمارے قتل کی تحریک کی ہے اور منظم گری میں کھلے بندوں یہ کہا ہے کہ ایک رات تمام احمدیوں کے مکانوں پر نشانات لگا دو اور پھر کسی وقت ان سب کو قتل کر دو کسی جگہ گورنمنٹ کو تو خبر دلا رہی ہے کہ وہ ہمیں خلاف قانون قرار دے دیں یا اقلیت قرار دیں یہ لوگ جو چاہیں کہیں لیکن ان کے نزدیک پاکستان میں چونکہ اسلامی حکومت ہے اس لئے ہمیں انکی باتوں

کاجواب دینے کی بھی ضرورت نہیں۔ پھر کھلے بندوں ہم پر کھلے حملے کرنے کی نیاریاں کی جا رہی ہیں۔ اور ہم پر یہ الزام لگایا جاتا ہے کہ ہم رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی (نعوذ باللہ) ہمت تک کر رہے ہیں حالانکہ اگر دنیا میں کوئی ایسا فرقہ موجود ہے جو رسول کریم کے عشق میں گداز اور آپ کے نام اور عزت کو قائم کرنے والا ہے تو وہ صرف احمدیت ہی ہے۔ ہماری تو بنیاد ہی یہ ہے کہ رسول کریم کا نور ہمیشہ قائم رہے گا۔ آپ ہمیشہ زندہ رہیں گے اور آخری زمانہ میں آپ کے ہی ایک غلام نے آپ کے دین کو زندہ کرنا ہے کیا کوئی عقلمند کہہ سکتا ہے کہ ایسا فرقہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کر سکتا ہے یہ عقلی طور پر بحال ہے یہ ہونی نہیں سکتا کہ ایک شخص کسی دوسرے کے شاگرد ہونے کا بھی دعویٰ کرے اور پھر اس کو جاہل بھی کہے۔

اس تمہید کے بعد حضور نے سب سے پہلے اس افترا کی قلعی کھولی کہ احمدی انگریزی استعمار کے ایجنٹ ہیں چنانچہ حضور نے فرمایا :-

”ہماری جماعت کے خلاف لوگوں میں اشتعال پیدا کرنے کے لئے مخالف علماء کی طرف سے جو غلط فیصلے

برطانوی ایجنٹ ہونے کے الزام کا جواب

پیدا کی جاتی ہیں ان میں سے ایک بڑی غلط فہمی یہ پھیلائی جاتی ہے کہ انگریزوں کی عادت تھی کہ وہ رعایا میں تفرق ڈال کر حکومت کیا کرتے تھے چنانچہ اسی عادت کے مطابق انہوں نے ہندوستان کے مسلمانوں میں تفرق ڈالنے کے لئے احمدیوں کو کھڑا کیا گویا احمدی نعوذ باللہ انگریز کے ایجنٹ ہیں اور انہی کی سکیم کے مطابق اس جماعت کا وجود عمل میں آیا ہے۔ یہ اعتراض اس قدر بولدا اور دُورا از حقیقت ہے کہ میں حیران ہوں لوگوں نے اسے کیونکر قبول کر لیا۔ اگر وہ ذرا بھی غور کرتے اور سوچتے اور تدبیر سے کام لینے کی عادت پیدا کرتے تو اس غلط فہمی میں کبھی مبتلا نہ ہوتے۔ اس اعتراض کی لغویت تو اس سے ظاہر ہے کہ خود انہی علماء کے پیشرو ایک زمانہ میں جبکہ انگریز حکمران تھا بڑے زور سے کہا کرتے تھے کہ مرزا صاحب حکومت کے باغی ہیں اگر ان کی طرف فوری توہین نہ کی گئی تو حکومت کو سخت مشکلات کا سامنا کرنا پڑے گا۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پانچ سات سال بعد کی کتب جو مخالف علماء کی طرف سے لکھی گئیں ان میں کہیں بھی یہ اعتراض نظر نہیں آتا کہ مرزا صاحب انگریزوں کے ایجنٹ ہیں بلکہ ان کی

تمام کتب میں یہ لکھا ہوا ہے کہ مرزا صاحب حکومت کے مخالف اور باغی ہیں لیکن اب یہ کہا جاتا ہے کہ احمدی انگریزوں کے ایجنٹ ہیں۔ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ان کی اصل غرض لوگوں کو اشتعال دلانا ہے۔ جب انگریزوں کو اشتعال دلانا مقصود تھا تو یہ کہا جاتا تھا کہ مرزا صاحب حکومت کے باغی ہیں اور جب عوام کو اشتعال دلانا چاہا تو کہہ دیا کہ احمدی انگریزوں کے ایجنٹ ہیں۔ اگر احمدی انگریزوں کے ایجنٹ تھے تو مولوی محمد حسین صاحب بٹا لوی اور لدھیانہ کے علماء نے اُس وقت یہ کیوں لکھا کہ مرزا صاحب انگریزوں کے مخالف اور حکومت کے باغی ہیں۔ ذمہ دار افسروں کو ان کے خلاف فوری کارروائی کرنی چاہیے۔ انہوں نے تو اس اعتراض کو اتنی اہمیت دی تھی کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو جب ایک دفعہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے الہاماً بتایا گیا کہ

سلطنتِ برطانیہ تا ہشت سال
بعد از ضعف و فساد و اختلال

(بعض روایات میں ایام ضعف و اختلال کے الفاظ بھی آئے ہیں، تو بعض مصلحتوں کی بناء پر اسے متنازع نہ کیا گیا بلکہ صرف اپنی جماعت کے دوستوں کو بتانے تک اکتفاء کیا گیا لیکن مولوی محمد حسین صاحب بٹا لوی جو ہر وقت اسی ٹوہ میں رہتے تھے کہ کوئی قابل اعتراض بات بل جائے انہوں نے یہ الہام کسی احمدی سے سن لیا اور فوراً ایک مضمون لکھا کہ کیا میں نے یہ نہیں کہا تھا کہ یہ شخص (یعنی حضرت مسیح موعود علیہ السلام) حکومت کا باغی ہے۔ اب اسے یہ الہام بھی ہونے لگا ہے کہ حکومتِ برطانیہ چند سال تک ہی ہے۔ اگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام فی الواقعہ انگریزوں کے ایجنٹ تھے اور جماعتِ احمدیہ انگریزوں کی قائم کردہ تھی تو آپ کو انگریزوں کے خلاف الہام کیوں ہوا۔ یہ تو کوئی کہہ سکتا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو انگریزوں نے قائم کیا کیوں کہ یہ بھی ہو سکتا تھا کہ آپ انہی کے خلاف اپنے الہامات و متون کو بتاتے اور پھر وہ پورے بھی ہو جاتے۔ آپ کو یہ الہام ۱۸۹۲ء میں ہوا اور ۱۹۰۰ء کے بعد سے انگریزوں کی حکومت میں ضعف و اختلال شروع ہو گیا۔ ملکہ و کٹوریہ فوت ہوئی اور آہستہ آہستہ کینڈا، آسٹریلیا اور ہندوستان میں بیداری پیدا ہوئی اور انہوں نے آزادی حاصل کر لی۔ پس یہ عقلی طور پر محال ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو انگریزوں کا ایجنٹ قرار دیا جائے۔ اگر آپ کو انگریزوں نے قائم کیا تھا تو چاہیے تھا کہ وہ آپ کو ایسی باتیں سکھاتے جو ان کی تائید کرنے والی ہوتیں کیونکہ جہاں

یہ لوگ سیاست میں بڑھے ہوئے ہیں وہاں مذہبی تعصب میں بھی بڑھے ہوئے ہیں چنانچہ سابق بادشاہ ایڈورڈ ہشتم کی تخت سے دستبرداری کا واقعہ اس کا ثبوت ہے کہ ان کا ایک عورت مسز سپین سے تعلق تھا۔ وہ دیر سے شاہی دعوتوں میں بلائی جاتی تھیں۔ ان میں خود وزیر اعظم بھی شامل ہوتے تھے۔ وہ اکثر اوقات شاہی حلقہ میں رہتی تھیں اور شاہی لوگوں کی خدمت پر نامور تھے لیکن کسی وزیر نے ان کے میل جول پر اعتراض نہ کیا۔ مسٹر بالڈون جنہوں نے بعد میں اعتراض کیا وہ کئی دفعہ ان ناچ گالوں میں شامل ہو چکے تھے جن میں وہ عورت ایڈورڈ ہشتم کے ساتھ شریک ہوتی تھی لیکن جب ایڈورڈ ہشتم کی تاجپوشی کی رسوم طے ہونے لگیں اور اس غرض کے لئے ایک خاص کمیٹی عمل میں آئی اور اس نے اپنی رپورٹ بادشاہ کے سامنے رکھی تو بادشاہ نے مذہبی رسم کا حصہ ادا کرنے سے انکار کر دیا اور صاف طور پر کہہ دیا کہ میں اس پر یقین نہیں رکھتا اس لئے مجھے معذور سمجھا جائے۔ جب یہ بات وزراء اور پارلیوں کو معلوم ہوئی تو انہوں نے سخت ہڑامنا یا اور آپرچ بشپ آف کنٹربری نے اس تقریب میں شامل ہونے سے انکار کر دیا اور پھر مسز سپین کے ساتھ شادی کے واقعات کو بہانہ بنا کر ان کے خلاف اس قدر شور بلند کیا گیا کہ آخر ایڈورڈ ہشتم کو تخت سے دستبرداری کا اعلان کرنا پڑا یہ دلیل ہے اس بات کی کہ انگریز مذہب کے بارہ میں نہایت متعصب واقع ہوئے ہیں۔ اسی طرح برطانیہ کے وزیر اعظم سٹراٹھیل کی بہن سخت کٹر پادری تھی۔ ہمارے مشن میں بھی وہ آیا کرتی تھی۔ وہ ساؤتھ افریقہ میں بطور مشنری کام کیا کرتی تھی۔ پس انگریز خواہ چھوٹے ہوں یا بڑے ان میں اسلام کے خلاف اور عیسائیت کی تائید میں ایک شدید جذبہ پایا جاتا ہے۔ ۱۹۲۴ء میں میں جب انگلستان گیا تو ایک دہریہ ڈاکٹر سے میرا تبادلہ خیالات ہوئے۔ جب اس سے میری گفتگو ہوئی تو اس نے دو چار فقرات کے بعد ہی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر حملہ کر دیا میں نے کہا آپ تو خدا کو بھی نہیں مانتے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر کیوں اعتراض کرتے ہیں صرف ہستی باری تعالیٰ تک اپنی گفتگو کو عندہ رکھیں مگر اُس نے پھر اعتراض کر دیا میں نے اسے دوبارہ نرمی سے سمجھایا لیکن وہ باز نہ آیا۔ آخر جب اس نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر اعتراض کیا تو میں نے حضرت مسیح علیہ السلام پر اعتراض کر دیا۔ اس پر اُس کا چہرہ مٹرخ ہو گیا اور کہنے لگا میں مسیح (علیہ السلام) کے متعلق کوئی بات سننے کے لئے تیار نہیں۔ میں نے کہا اگر تم مسیح کے متعلق کوئی بات سننے کے لئے تیار نہیں تو کیا میں ہی ایسا بے غیرت ہوں کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کے متعلق اعتراضات سننا چلا

جاؤں اور خاموش رہوں۔ غرض برطانیہ کے ایک دہریہ کو بھی عیسائیت سے محبت ہے۔ عیسائیت کی محبت میں برطانیہ اور امریکہ سب سے زیادہ بڑھے ہوئے ہیں۔ وہ ایک ارب پونڈ سے زیادہ اپنے مشنوں پر سالانہ خرچ کرتے ہیں اور چھوٹے حکام سے لے کر وائسرائے اور بادشاہ تک گرجا میں جاتے ہیں پھر کیا یہ عجیب بات نہیں کہ علماء کے خیال کے مطابق حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو کھڑا تو انگریزوں نے کیا مگر آپ کو کہا یہ کہ تم کو عیسیٰ مر گیا ہے۔ کیا یہ بات کسی انسانی عقل میں آ سکتی ہے؟ جو حکومت اربوں روپیہ عیسائیت کی اشاعت کے لئے خرچ کر رہی ہے، جس کی بنیاد میسح کی الوہیت پر ہے جس کے پادریوں میں اتنی طاقت ہے کہ ان کی مخالفت کی وجہ سے ایک بادشاہ بھی استعفیٰ دینے پر مجبور ہو جاتا ہے کیا اسے مسلمانوں کو کمزور کرنے کے لئے یہی کہنا تھا کہ عیسیٰ مر گیا ہے حالانکہ عیسیٰ کے مرنے میں عیسائیت کی موت ہے۔ مجھے یاد ہے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جب سیالکوٹ میں ۱۹۰۴ء میں تقریر ہوئی تو علماء نے آپ پر کفر کے فتوے لگائے اور ان میں سب سے پیش پیش پیر جماعت علی صاحب تھے۔ دھندلے پیٹے گئے اور اشتہاروں اور اعلانوں کے ذریعہ یہ پراسپیکنڈ کیا گیا کہ جو شخص مرزا صاحب کی تقریر سننے جائے گا اس کا نکاح ٹوٹ جائے گا۔ آپ کی یہ تقریر ایک سمرائے میں ہوئی تھی لوگ باوجود ان فتووں کے تقریر سننے کے لئے گئے۔ مولوی اشتہار بانٹتے تھے اور لوگوں کو پکڑ پکڑا کر کہتے تھے کہ دیکھو اس میں کیا لکھا ہے تو لوگ یہ کہہ کر آگے بچلے جاتے کہ نکاح کا کیا ہے نکاح تو پھر سواروپہ دے کر ہم پڑھالیں گے لیکن مرزا صاحب شاید دوبارہ یہاں نہ آئیں۔ لیکن پھر آپ کے بعد جب آپ جائے قیام کی طرف روانہ ہوئے تو لوگوں نے آپ کی گاڑی پر خشنت باری شروع کر دی۔ ان دنوں سیالکوٹ میں ایک انگریز لیفٹیننٹ سپرنٹنڈنٹ پولیس تھا جس کا نام بیٹی (BETTY) تھا اس نے لوگوں سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا کہ مسلمانو یہ ہمارے خدا کو مار رہا ہے لیکن میں خاموش کھڑا تقریریں رہا ہوں اور تمہارے مذہب کو زندہ کر رہا ہے اور تم شور مچا رہے ہو۔ غرض ہم نے عیسائیوں کا خدا مار دیا لیکن پھر بھی ان کی نظروں میں ہم انگریزوں کے ایجنٹ ہیں اور یہ لوگ ان کے خدا کو زندہ آسمان پر بٹھائے ہوئے ہیں اور پھر بھی انگریزوں کے مخالفت ہیں۔

میں بنا چکا ہوں کہ یہ بات عقلی طور پر محال ہے کہ ہمیں انگریزوں کا ایجنٹ کہا جاسکے۔ اب میں واقعاتی مثالیں لیتا ہوں۔ اگر احمدیوں کو فی الواقعہ انگریزوں نے قائم کیا ہوتا تو ضرور

تھا کہ پادری جو واقعہ میں عیسائیت کے ایجنٹ ہیں اور جن کی مدد سے عیسائیت ہر ملک میں پھیلی ہے وہ ان کے دوست ہوتے لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ ایسا نہیں ہوا۔ سب سے پہلے جن لوگوں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مخالفت کی وہ پادری ہی تھے۔ امرتسر میں پادری رلیارام کا ایک مشہور پریس تھا۔ ایک دفعہ آپ نے ایک مسودہ چھپنے کے لئے بھجوایا اور مسودہ کے ساتھ ایک خط بھی رکھ دیا جس میں طباعت کے متعلق ہدایات درج تھیں۔ اس وقت کسی علیحدہ خط کا پیکٹ میں رکھنا قانوناً ایک جرم تھا۔ آپ رلیارام کے کسٹومر (CUSTOMER) تھے اور دکاندار اپنے گاہک سے کوئی برا سلوک نہیں کرتا لیکن رلیارام نے ایک انگریز سپرنٹنڈنٹ ڈاکخانہ جات کی مدد سے آپ پر مقدمہ چلا دیا مقدمہ میں خود سپرنٹنڈنٹ پیش ہوا مجسٹریٹ نے آپ سے دریافت کیا کہ کیا آپ نے پیکٹ میں خط ڈالا ہے۔ آپ نے فرمایا ہاں میں نے مسودہ کے ساتھ خط بھی بھیجا تھا۔ آپ کی اس سچائی کا مجسٹریٹ پر نہایت گہرا اثر ہوا سپرنٹنڈنٹ ڈاکخانہ جات نے بہت راز و رنگ کیا کہ آپ کو کسی طرح سزا ہو جائے لیکن مجسٹریٹ نے کہا میں سچ بولنے والے کو سزا نہیں دے سکتا اور اس نے آپ کو بری کر دیا۔

غرض حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سب سے پہلے عیسائی پادریوں نے ہی مخالفت کی۔ پھر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مشہور مخالف پادری ٹھا کر اس تھا اس نے اسلام اور احمدیت کے خلاف ”ریویو برابین احمدیہ“ ”ازالۃ المرزا قادیانی“ ”ذلوب محمدیہ“ اور ”انجیل یا قرآن“ چار کتابیں لکھی ہیں۔ پھر پادری ایس پی جیکب (S. P. JACOB) تھا اس نے آپ کے خلاف ایک کتاب لکھی جس کا نام ”مسیح موعود“ تھا۔ ڈاکٹر گریس وولڈ (DR. GRISWOLD) نے ”مرزا غلام قادیانی“ کے نام سے آپ کے خلاف ایک کتاب لکھی۔ پھر مشہور پادریوں فتح مسیح، وارث مسیح، عماد الدین، سراج الدین، عبداللہ آفتم اور ہنری مارٹن کلا رک نے آپ کی مخالفت کی عجیب بات یہ ہے کہ عبداللہ آفتم سرکاری ملازم تھا اور ڈپٹی کے عہدہ پر فائز تھا۔ اگر انگریزوں نے ہی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو کھڑا کیا تھا تو کیا انہوں نے اپنے ایک اعلیٰ افسر سے کہنا تھا کہ وہ آپ کی مخالفت کرے۔ پھر ڈاکٹر ہنری مارٹن کلا رک نے آپ پر اقدام قتل کا مقدمہ چلایا۔ امرتسر کے ڈی۔ سی۔ اے۔ ای۔ رائیو نے آپ کے نام خلاف قاعدہ وارنٹ گرفتاری جاری کیا۔ کیا یہ ایجنٹوں والا سلوک ہے جو آپ سے کیا گیا۔ پھر قادیان جانے والے ہر احمدی کا نام نوٹ کیا جاتا تھا۔ کیا یہ اس بات کی علامت ہے کہ

احمدیت انگریزوں کی قائم کی ہوئی ہے۔

ہمارے بڑے بھائی مرزا سلطان احمد صاحب مرحوم بیان کیا کرتے تھے کہ ابھی وہ احمدی نہیں ہوئے تھے کہ وہ ڈی سی جالندھر کو کسی کام کے سلسلہ میں ملنے کے لئے گئے۔ اس نے کہا مجھے یہ معلوم کر کے بڑی خوشی ہوئی ہے کہ آپ اپنے باپ والا عقیدہ نہیں رکھتے۔ مرزا سلطان احمد صاحب گو احمدی نہیں تھے لیکن ان میں غیرت پائی جاتی تھی۔ انہوں نے ڈی سی کو کہا کہ آپ نے تو مجھے حرام زادہ قرار دیا ہے۔ اس نے کہا آپ کو کس نے ایسا کہا ہے میں نے تو نہیں کہا۔ مرزا سلطان احمد صاحب نے جواب دیا کہ جو شخص اپنے باپ کا لعنت ہوتا ہے وہ حرام زادہ ہی ہوتا ہے۔ اس پر اس نے معذرت کی کہ مجھ سے غلطی ہو گئی ہے۔

غرض عیسائیوں میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اتنی مخالفت پائی جاتی تھی کہ ایک عیسائی ڈی سی مرزا سلطان احمد صاحب کو اپنے باپ کی جماعت میں شامل نہ ہونے پر مبارکباد دیتا ہے۔ فارباں جانے والوں پر پھر اس وقت تک قائم رہا جب تک کہ آپ کی وفات سے دو سال قبل ایبٹس (ABBETS) نہ آیا۔ اس نے یہ سوال اٹھایا کہ یہ پرہ کیوں ہے۔ جب اس بات کا کوئی ثبوت نہیں کہ مرزا صاحب نے حکومت کے خلاف کوئی اقدام کیا ہے وہ ایک مذہبی آدمی ہیں تو پھر یوں ہی اتنے آدمی رستہ پر کیوں بٹھائے جاتے ہیں اور کیوں اتنا رویہ تحریج کیا جاتا ہے چنانچہ اس کے آنے پر خفیہ پولیس کی ڈائریوں کا سلسلہ ختم ہوا۔ اگر ہم انگریزوں کے ایجنٹ ہوتے تو پادری مارٹن کلاک ہماری مدد کرتا لیکن اس نے ہماری مخالفت کی اور اس کی تائید مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی نے کی مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی نے کہا کہ عدالت میں میں بھی یہی کہوں گا کہ مرزا صاحب نے عبدالمجید کو آپ کے قتل کے لئے بھیجا تھا اور سر ڈگلس صاحب گورداسپور آئے تو پادریوں نے انہیں بار بار کہا کہ مرزا غلام احمد ہمارے دین کی ہتک کرتا ہے اسے کسی نہ کسی طرح ضرور منزاعی چاہیے۔ پھر جب امرتسر کے ڈی سی مسٹر اے۔ ای مارٹینو نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خلاف وارنٹ گرفتاری جاری کر کے اور بعد میں اسے خیال آیا کہ اس نے یہ حکم خلاف قانون دیا ہے وہ گورداسپور کے کسی ملازم کے نام وارنٹ جاری نہیں کر سکتا تو اس نے ڈپٹی کمشنر گورداسپور مسٹر ڈگلس کو تار دیا کہ میں نے غلطی سے مرزا غلام احمد قادیانی کے جو وارنٹ گرفتاری جاری کئے ہیں انہیں منسوخ سمجھا جائے۔ انگریز افسر عموماً اپنے ساتھیوں سے مشورہ لے لیتے ہیں انہوں نے دوسرے افسروں کو بلوا کر ان سے مشورہ لیا۔ مسلمان افسروں نے کہا مرزا غلام احمد صاحب

مذہبی آدمی ہیں اور ایک محرز خاندان سے تعلق رکھتے ہیں یہ مناسب نہیں کہ ان کے نام وارنٹ گرفتاری جاری کیا جائے۔ اگر انہیں بلانا ضروری ہے تو کوئی آدمی بھیج کر انہیں بلالیا جائے۔ انہوں نے مشورہ مان لیا اور گورد اسپور سے حضور کے نام نوٹس جاری کر دیا گیا کہ آپ بٹالہ میں پیش ہوں اور پولیس کے ایک افسر حلال الدین یہ نوٹس لے کر قادیان آئے جب آپ عدالت میں پیش ہوئے تو آپ کو دیکھتے ہی ان کے دل کی کاپلاٹ لگی اور انہوں نے عدالت کے چوترے پر کرسی پچھا کر آپ کو عزت کے ساتھ بٹھایا۔ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی تو اس بات کے حریص تھے کہ آپ کو ہتھکڑیاں لگی ہوئی دیکھیں۔ ان کا خیال تھا کہ مقدمہ کرنے والا انگریز ہے، فیصلہ کرنے والا انگریز ہے اور میں اہل حدیث کا ایڈووکیٹ بطور گواہ جا رہا ہوں اب تو مرزا صاحب کو ضرور پھانسی کی سزا ہوگی۔ وہ اس دن ایک بڑا جتہ ہیں کہ عالمانہ شان میں آئے اور سمجھتے تھے کہ مرزا صاحب کو ہتھکڑیاں لگی ہوئی ہوں گی اور میں انہیں دیکھ کر مسکراؤں گا۔ مگر جب عدالت میں آئے تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بجائے ہتھکڑی لگنے کے اعزاز کے ساتھ مجسٹریٹ کے پاس کرسی پر بیٹھے ہوئے دیکھا۔ مولوی صاحب آپ کا یہ اعزاز دیکھ کر چل گئے (یہ مولوی صاحب جو عیسائیوں کی تائید میں گواہی دینے کے لئے عدالت میں آئے تھے انہیں تو انگریزوں کا دشمن کہا جاتا ہے اور مرزا صاحب جن پر انگریزوں نے قتل کا مقدمہ کھڑا کیا تھا انہیں انگریزوں کا دوست قرار دیا جاتا ہے) مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی نے عدالت میں آتے ہی آگے بڑھ کر مجسٹریٹ سے کہا مجھے بھی کرسی دی جائے۔ ڈپٹی کمشنر حیران ہوا کہ کیا یہ ملاقات کا کمرہ ہے کہ کرسی مانگی جا رہی ہے۔ اس نے کہا تم کون ہو مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی نے کہا میں اہل حدیث کا ایڈووکیٹ ہوں اور مشہور مولوی ہوں۔ ڈپٹی کمشنر نے کہا تم گواہی دینے آئے ہو ملاقات کرنے نہیں آئے پھر کرسی کا مطالبہ کیسا؟ مولوی محمد حسین صاحب نے کہا اگر عدالت میں مجھے کرسی نہیں مل سکتی تو مرزا صاحب کو کیوں کرسی دی گئی ہے؟ ڈپٹی کمشنر نے کہا ان کا نام خاندانی کرسی نشینوں میں ہے۔ مولوی صاحب نے کہا مجھے بھی کرسی ملتی ہے اور میرے باپ کو بھی کرسی ملتی تھی۔ میں جب لاٹ صاحب کو ملنے جاتا ہوں تو وہ مجھے کرسی دیتے ہیں۔ ڈپٹی کمشنر نے کہا بک بک مت کر بیچھے ہٹ اور سیدھا کھڑا ہو جا۔ یہ سنتے ہی اردلی آیا اور اس نے مولوی صاحب کو کمرہ سے باہر کر دیا۔ مولوی صاحب وہاں سے نکلے تو خیال کیا کہ اگر یہ بات باہر نکل گئی تو بدنامی ہوگی اس لئے اندر کے معاملہ کے اختتام کے لئے ایک کرسی پر جو برآمدہ میں پڑی تھی بیٹھ گئے۔ اردلیوں کو چونکہ معلوم ہو چکا

تھا کہ کرسی کی درخواست پر اسے جھاڑ پٹری ہے انہوں نے خیال کیا ایسا نہ ہو کہ مولوی صاحب کو یہاں بیٹھے دیکھ کر صاحب ہم پر ناراض ہو انہوں نے اس کرسی پر سے بھی انہیں جھٹک کر اٹھا دیا مولوی صاحب وہاں سے بھی ذلت کے ساتھ اٹھ کر باہر چلے گئے۔ عدالت کے باہر ہزاروں آدمی مقدمہ کی کارروائی سننے کے لئے کھڑے تھے۔ ان میں سے بعض تو یہ دعائیں کر رہے تھے کہ اے خدا! اسلام کے پہلوان کو عیسائیوں کی طرف سے دائر شدہ مقدمہ میں ہری کر دے۔ اور کچھ لوگ مخالفت کی وجہ سے وہاں جمع تھے تاکہ جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سزا پا کر باہر نکلیں تو وہ خوشی کے شادیاں بچائیں۔ ان لوگوں میں سے بعض تو زمین پر بیٹھے تھے اور کچھ چادریں بچھا کر ان پر بیٹھے ہوئے تھے مولوی صاحب نے اپنی سبکی چھپانے کے لئے مناسب سمجھا کہ کسی چادر پر ہی بیٹھ جائیں تاکہ باہر کے لوگ یہ سمجھیں کہ انہیں اندر بھی کرسی ملی ہوگی۔ انہوں نے ایک چادر کا کنارہ کھینچا اور اس پر بیٹھ گئے لیکن ان کا بیٹھنا ہی تھا کہ چادر کے مالک نے کہا اٹھ اٹھ ٹوٹنے میری چادر پلید کر دی ہے مسلمان ہو کر اسلام کے ایک سپاہی کے خلاف عیسائیوں کی تائید میں گواہی دینے آیا ہے۔

غرض عیسائیوں کی مخالفت انتہاء کو پہنچی ہوئی تھی لیکن پھر بھی ہم تو انگریزوں کے ایجنٹ ہیں اور یہ ان کے مخالف۔ یہ رعبوں کی درخواستیں دیں اور ملازمتیں حاصل کرنے کے لئے انگریزوں کی خوشامدیں کرتے پھریں تو پھر بھی انگریزوں کے مخالف ہیں لیکن ہم جن پر انگریزوں نے مقدمات کئے ان کے ایجنٹ ہیں۔

غرض جتنے افسر آئے وہ سارے کے سارے ہمارے مخالف رہے۔ صرف میرے زمانے میں ایڈوائزر پر یہ اثر ہوا کہ احمدیوں سے جو برتاؤ کیا جا رہا ہے وہ کسی غلط فہمی کی بنا پر ہے۔ وہ ہمیشہ ہمیں عزت کی نگاہ سے دیکھتا تھا اور ہر مجلس میں کہتا تھا کہ احمدیوں سے جو سلوک روارکھا گیا ہے وہ درست نہیں لیکن ایمرسن کے زمانہ میں پھر انگریز حکام ہمارے خلاف ہو گئے اور یہ مخالفت جھکنسن کے زمانہ تک جاری رہی۔ آخر بتاؤ وہ کونسی چیز ہے جس کی وجہ سے ہمیں انگریزوں کا ایجنٹ کہا جاتا ہے۔ کیا یہ ہماری انگریز دوستی کی علامت ہے کہ ۱۹۳۵ء میں کومینل لاء امونڈ منٹ ایکٹ کے ماتحت مجھے لوٹس دیا گیا کہ تمہیں اپنی حفاظت کے لئے باہر سے احمدیوں کو بلانے کی بھی اجازت نہیں۔ اور یہ لوٹس مجھے گیارہ بجے رات کو دیا گیا اور پھر چار پانچ سو پولیس افسر، دو سپرنٹنڈنٹ پولیس اور ایک ڈپٹی کمشنر اس لئے قادیان بھیجے گئے تاکہ تنواروں کی ٹوکوں کے نیچے مولوی عطاء اللہ صاحب بخاری تقریر کریں۔ اس سے کیا ظاہر ہوتا ہے آیا یہ کہ انگریز احمدیوں کا

دوست تھا یا یہ کہ انگریز احمدیوں کا مخالفت تھا۔ پس یہ الزام جو ہماری جماعت پر عائد کیا جاتا ہے بالکل بے بنیاد اور واقعات کے سراسر خلاف ہے۔“ لے

ر اس پہلے الزام کا واقعاتی جائزہ لینے کے بعد فرمایا۔
باؤنڈری کمیشن میں الگ میمورنڈم
پیش کرنے کے اعتراض کا جواب

تراشا ہے کہ چوہدری ظفر اللہ خاں صاحب باؤنڈری کمیشن کے موقع پر ملک سے غداری کی چنانچہ اخبار ”آزاد“ ۹ دسمبر ۱۹۴۹ء لکھتا ہے۔

” اگلے دن سکھوں نے اپنا کیس پیش کیا کہ ننکانہ ہماری زیارت گاہ ہے اسے کھلا شہر قرار دیا جائے ہمارے ظفر اللہ خاں صاحب بھی ان موجود ہوئے کہ آج میں پھر پیش ہونا چاہتا ہوں مجھے بھی اجازت دی جائے۔ آج میں نے مسلمانوں کا کیس پیش نہیں کرنا بلکہ جماعت احمدیہ کا کیس سکھوں کے مقابلہ میں پیش کرنا ہے تاکہ قادیان بھی کھلا شہر قرار دیا جائے۔ سیٹل واڈ نے اعتراض کیا کہ اس نام کی کیا کوئی اقلیت ملک میں موجود ہے۔ ظفر اللہ نے کہا ہم اقلیت ہیں ہم تمام مسلمانوں سے علیحدہ ہیں۔“

(آزاد ۹ دسمبر ۱۹۴۹ء)

یہ ان لوگوں کا بیان ہے جو اپنے آپ کو شریعت کے ٹھیکیدار سمجھتے اور ختم نبوت کے محافظ کہلاتے ہیں۔ اور جن کا لیڈر یہ کہا کرتا ہے کہ میں آل رسول ہوں۔ اس جھوٹ کے بعد انہیں پتہ لگا کہ احمدیوں کی طرف سے میمورنڈم چوہدری ظفر اللہ خاں صاحب نے پیش ہی نہیں کیا بلکہ شیخ بشیر احمد صاحب نے پیش کیا تھا۔ اس پر سول اینڈ ملٹری گزٹ میں انہوں نے یہ نوٹ شائع کر دیا کہ :-

” شیخ بشیر احمد نے جولاہور کی جماعت احمدیہ کے امیر ہیں باؤنڈری کمیشن کے سامنے اپنی جماعت کی طرف سے وکالت کرتے ہوئے کہا تھا کہ ضلع گورداسپور جو اس وقت تک ۳ مارچ ۱۹۴۷ء کی ابتدائی سکیم کے مطابق پاکستان کا حصہ تھا ضرور اس سے علیحدہ کر دیا جائے اور قادیانیوں کی ایک علیحدہ اور آزاد ریاست بنا دی جائے۔ اس نے اپنے دعویٰ کی بنیاد اس بات پر رکھی تھی کہ چونکہ قادیانی مسلمانوں کا حصہ نہیں ہیں اس لئے ان کو علیحدہ وحدت تسلیم کیا جائے۔“

(آر۔ اے۔ سول اینڈ ملٹری گزٹ ۱۱ دسمبر ۱۹۴۹ء)

ظاہر ہے کہ اس بات کو مسلمانوں کے سامنے پیش کرنے کے معنی ہی یہ تھے کہ جن لوگوں کو واقعات

کا صحیح علم نہیں وہ کہیں گے کہ آخر کچھ نہ کچھ تو اس نے ضرور کہا ہوگا مگر بعد میں انہیں پتہ لگا کہ یہ بات بھی ثابت نہیں ہو سکتی اس پر انہوں نے دوسرا رخ بدلا اور کہا :-

”جب تین مارچ ۱۹۴۷ء کے بیان سے ضلع گورداسپور کے پاکستان میں شامل ہونے کا فیصلہ ہو چکا تھا اور جب وہ مسلم اکثریت کا ضلع تسلیم کر لیا گیا تھا اور جب قادیان بھی اس ضلع میں شامل تھا اور اس طرح قادیان کو پاکستان میں شامل ہونا تھا تو پھر آپ کو کیا ضرورت محسوس ہوئی تھی کہ مسلمانوں کی واحد نمائندہ جماعت سے علیحدہ اپنا محضر پیش کرتے اور آپ کے اس جواب کے کیا معنی کہ ہم نے محضر اس لئے پیش کیا تھا کہ قادیان پاکستان میں شامل ہو جائے جب کہ اس کے پاکستان میں شامل ہونے کا فیصلہ ایک عرصہ پہلے ہی ہو چکا تھا اور جب اس فیصلہ پر ہندوستان کو بھی اعتراض نہ تھا ہم افضل اور ان کے وکیل شیخ بشیر احمد کو چیلنج کرتے ہیں کہ اس محضر کو جو آپ نے مسلمانوں سے جدا جماعت احمدیہ کی طرف سے پیش کیا تھا من و عن نشانہ کرنا کہ ملت اسلامیہ کو معلوم ہو سکے کہ تم نے ہم سے جدا کیا بات حجت کی تھی اور ۳ مارچ کے واضح بیان کے بعد گورداسپور ہم سے کیوں چھین لیا گیا“

(آزاد یکم جنوری ۱۹۵۰ء)

یہ وہ الزامات ہیں جو عام مسلمانوں کو بھڑکانے کے لئے احمدیوں پر لگائے گئے۔ یہ صاف بات ہے کہ اگر عوام کو یہ محسوس ہو کہ احمدیوں نے ضلع گورداسپور کو جدا کرنے کی کوشش کی اور وہاں جو خونریزی ہوئی ہے وہ محض احمدیوں کی وجہ سے ہوئی ہے تو لازماً ان کے اندر جوش پیدا ہوگا۔ چوہدری محمد ظفر اللہ خاں صاحب کے متعلق جب یہ بات کہی گئی کہ انہوں نے گورداسپور کو پاکستان سے علیحدہ کرانے کی کوشش کی تو چونکہ وہ حکومت کے رکن تھے اس لئے حکومت مجبور ہوئی کہ وہ اس کی تردید کرے چنانچہ حکومت نے اعلان نشانہ کیا کہ :-

”یہ کہا گیا ہے کہ جولائی ۱۹۴۷ء میں ہاؤنڈری کمیشن کے روبرو آنریبل چوہدری محمد ظفر اللہ خاں (موجودہ وزیر خارجہ پاکستان) نے مسلم لیگ کی طرف سے کیس پیش کرتے ہوئے اس بات پر اصرار کیا کہ انہیں جماعت احمدیہ کی طرف سے بھی بحث کرنے کی اجازت دی جائے اور پھر بحث کے دوران میں انہوں نے کمیشن سے کہا کہ ”قادیان“ کو کھلا شہر قرار دیا جائے اور یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ انہوں نے دوران بحث اس بات پر بھی زور دیا ہے کہ احمدیہ جماعت عام مسلمانوں سے ایک علیحدہ امتیازی حیثیت کی مالک ہے پھر

ان مفروضہ بیانات کی بناء پر یہ بحث کی جاتی ہے کہ آنرئبل چوہدری صاحب کی اس بحث نے کہ جماعت احمدیہ ایک علیحدہ فرقہ ہے گورداسپور کے مسلمانوں کی عام آبادی کے تناسب کو کم کر دیا ہے اور کمیشن نے اس جماعت کی علیحدہ حیثیت کی وجہ سے گورداسپور کے مسلم اکثریت والے ضلع کو مسلم اقلیت کا ضلع قرار دے کر پاکستان کی حدود سے نکال دیا ایوارڈ کی رو سے اسے پاکستان میں شامل ہونا چاہیئے تھا۔

حکومت کو یہ اعتراضات سن کر سخت تعجب اور حیرت ہوئی ہے کیونکہ اسے پہلے ہی یہ علم تھا کہ ان اعتراضات میں کوئی حقیقت نہیں اور یہ اصل واقعات کے بالکل خلاف ہیں لیکن اس کے باوجود حکومت نے ان اعتراضات کی پوری پوری تحقیقات کی جس نے یہ ثابت کر دیا کہ یہ الزامات اور اعتراضات کلیتاً بے بنیاد و خلاف واقعہ اور جھوٹے ہیں۔ آنرئبل چوہدری محمد ظفر اللہ خاں ہرگز جماعت احمدیہ کی طرف سے پیش نہیں ہوئے نہ آپ نے ان کی طرف سے کسی کیس کی وکالت کی اور نہ انہوں نے کبھی بحث کے دوران میں وہ باتیں کہیں جو ان کی طرف منسوب کی گئی ہیں۔“

جب گورنمنٹ کی طرف سے یہ اعلان ہوا تو احرار یوں نے سوچا کہ اب کیا کریں اب تو گورنمنٹ نے بھی تردید کر دی اور ہمارا جھوٹ ظاہر ہو گیا چنانچہ انہوں نے اپنا رخ بدل لیا۔ دیکھئے کیا ہی نرم الفاظ میں اعلان ہوتا ہے ”آزاد“ لکھتا ہے:-

”برسبیل تذکرہ تقریر کی روانی اور خطابت کے جوش میں سر ظفر اللہ کا نام بھی آتا رہا لیکن اصل سمیٹ قادیانی جماعت تھی نہ کہ سر ظفر اللہ کی ذات“ (آزاد ۲ جون ۱۹۵۰ء)

اب ذرا اس کو پہلے بیان کے ساتھ ملا کر دیکھو کیا چوہدری ظفر اللہ خاں صاحب کا نام ضمناً آتا رہا ہے؟ پہلے انہوں نے کہا تھا ”ہمارے ظفر اللہ بھی آں موجود ہوئے کہ آج میں پھر پیشین ہونا چاہتا ہوں“ مگر احرار کے نزدیک یہ واقعات کا ذکر نہیں صرف خطابت اور تقریر کی روانی کا جوش ہے۔ پھر کہا تھا ”آج میں نے مسلمانوں کا کیس پیش نہیں کرنا بلکہ جماعت احمدیہ کا کیس سکھوں کے مقابلہ میں پیش کرنا ہے“ یہ بھی جوش خطابت ہے اور چوہدری ظفر اللہ خاں کا ذکر ضمناً آ رہا ہے دراصل مخاطب جماعت احمدیہ ہے۔ گویا ظفر اللہ اصطلاح ہے اور مراد اس سے جماعت احمدیہ ہے۔ یہ کتنا بڑا جھوٹ ہے جو انہوں نے بولا۔ پہلے کہا چوہدری ظفر اللہ خاں نے یوں کہا لیکن اس کے بعد آزاد نے مندرجہ ذیل مضمون لکھا جو میں سارا سنا دیتا ہوں پہلے میں نے اس کا تھوڑا سا حصہ سنایا تھا:-

”حکومت نے اس بیان سے عوام کو جہلِ مرکب میں ڈالنے اور غلط فہمی میں مبتلا کرنے کی جو کوشش کی ہے وہ انتہائی مذموم ہے (اس لئے کہ ان کے جھوٹ کو ظاہر کیا گیا ہے اور ایسا کرنا سخت غلطی ہے) اس بیان کا مقصد محض قادیانی جماعت پر عائد شدہ الزامات کو سرظفر اللہ پر منطبق کر کے عوام کے ذہنوں سے اس اثر اور دلوں سے ان تاثرات کو دور کرنا ہے جو کہ مرزائی جماعت کے متعلق ان کے دلوں میں موجود ہے۔۔۔ برسبیل تذکرہ تقریر کی روانی اور خطابت کے جوش میں سرظفر اللہ کا نام بھی اتار رہا لیکن اصل بحث قادیانی جماعت تھی نہ کہ سرظفر اللہ کی ذات (گویا جو کچھ ہو، زور خطابت سے ہوا یعنی جب احرار میں زور خطابت پیدا ہوتا ہے تو وہ سو فیصدی جھوٹ بولا کرتے ہیں پھر کسی کو کیا حق ہے کہ ان کی اس عادت کے باوجود ان پر اعتراض کرے)۔

پھر لکھا ہے: ”ہمارا الزام سرظفر اللہ کی ذات پر نہیں بلکہ قادیانی جماعت پر ہے (گویا جہاں ہم نے ظفر اللہ کہا ہے وہاں قادیانی جماعت سمجھو) وہ جماعت کہ سرظفر اللہ جس کا نفسِ ناطق ہے (یعنی ہم نے خلاصہ جماعت احمدیہ نہیں لکھا ظفر اللہ لکھ دیا ہے) اور وہ الزام یہ نہیں کہ گورداسپور کیوں گیا (گویا یہاں گورداسپور کا سوال ہی نہیں) بلکہ وہ الزام یہ ہے کہ جب مسلم لیگ، تمام مسلمانوں کی واحد نمائندہ جماعت تھی تو مرزا ٹیوں نے مسلم لیگ کے نمائندے سے الگ اپنا وکیل کیوں پیش کیا۔ اور جب انتخابات کے زریعہ یہ فیصلہ ہو چکا تھا کہ حق نمائندگی صرف مسلم لیگ کو ہی حاصل ہے تو مرزائی وکیل کو باؤنڈری کمیشن کے سامنے یہ کہنے کا کیا حق تھا“ قادیان بین الاقوامی یونٹ بن چکا ہے اور اسے حق ہے کہ ہندوستان میں رہے یا پاکستان میں“ اور یہ سب کچھ اس وقت کیا گیا جب سرظفر اللہ مسلم لیگ کے نمائندہ کی حیثیت سے موجود تھے اور جب تمام مسلمان انہیں اپنا نمائندہ تسلیم کرتے تھے تو انہوں نے بشیر احمد کو جدا پیش ہونے سے کیوں نہ روکا اور کیوں قادیانیوں کو جدا پیشی کے خلاف احتجاج نہ کیا۔ اصل بات، اصل مسئلہ، اصل ملزم، اصل مجرم قادیانی جماعت ہے کہ جس نے جدا نمائندہ اور الگ محضر پیش کیا اور مسلم لیگ کو نمائندہ تسلیم کرنے سے عملاً انکار کر دیا۔ حکومت نے سرظفر اللہ کے متعلق تحقیقات تو فرمائی اور اس کی تردید بھی کی تاکہ کسی طرح قادیانی جماعت کا چہرہ دھل سکے۔ کیا حکومت پاکستان اس بات کی تحقیقات کو بھی تیار ہے کہ قادیانی جماعت نے وزارتی کمیشن سے کیا مطالبہ کیا تھا اور باؤنڈری کمیشن کے سامنے کیا بحث تھی؟“

اس بیان میں یہ دعویٰ کیا گیا ہے کہ :-

”حکومت نے اس بیان سے عوام کو جہل مرکب میں ڈالنے اور غلط فہمی میں مبتلا کرنے کی جو ناکام کوشش کی ہے وہ اتہائی مذموم ہے۔ اس بیان کا مقصد محض قادیانی جماعت پر عائد کردہ الزامات کو سر ظفر اللہ پر منطبق کر کے عوام کے ذہنوں سے اُس اثر اور دلوں سے ان تاثرات کو دور کرنا ہے جو کہ مرزائی جماعت کے متعلق ان کے دلوں میں موجود ہیں“

آخر میں لکھا ہے :-

”برسبیلِ تذکرہ تقریر کی روانی اور خطابت کے جوش میں سر ظفر اللہ کا نام بھی آتا رہا لیکن اصل بحث قادیانی جماعت تھی نہ کہ سر ظفر اللہ کی ذات“

میں نے اصل مضمون پڑھ دیا ہے اس میں جماعت کا کہیں ذکر نہیں صرف چوہدری ظفر اللہ خاں صاحب کا ذکر ہے۔ ”پن آزاد“ کا یہ دعویٰ صراحتاً جھوٹا ہے۔ نہ زورِ خطابت کا اس سے تعلق ہے نہ کسی اور شے کا خالصتاً ظفر اللہ خاں صاحب پر الزام ہے اور وہ بھی ضلاف واقعہ کیونکہ سر ظفر اللہ خاں صاحب نہ جماعت کی طرف سے پیش ہوئے اور نہ انہوں نے ... یہ باتیں کہیں۔ اب میں یہ بتانا ہوں کہ اس بیان میں جتنی باتیں بیان کی گئی ہیں وہ سب کی سب جھوٹی ہیں کیونکہ یہ طبقہ جو احرار سے تعلق رکھتا ہے ایک فیصدی بھی سچ نہیں بولتا۔ پہلی بات تو میں نے بتا دی ہے کہ یہ جھوٹ ہے کہ الزام چوہدری ظفر اللہ خاں صاحب پر تھا جماعت پر نہیں تھا۔ اب میں دوسری بات لیتا ہوں۔

دوسری بات یہ کہی گئی ہے کہ جب مسلم لیگ مسلمانوں کی واحد نمائندہ جماعت تھی تو ”مرزائیوں“ نے مسلم لیگ کے نمائندے سے الگ اپنا وکیل کیوں پیش کیا۔

میرا جواب یہ ہے کہ جماعت احمدیہ کے الگ میمورنڈم پیش کرنے کی وجہ احرار اور ان کے ہم خیال تھے اگر وہ نہ ہوتے تو ہم کو لیگ سے علیحدہ میمورنڈم پیش کرنے کی ضرورت کیا تھی۔ واقعہ یہ ہے کہ جب باؤنڈری کمیشن مقرر ہوا تو طبقاً ہر جماعت نے خدمتِ قوم کے خیال سے اپنے اپنے میمورنڈم تیار کئے اور یہ خیال کیا گیا کہ جتنے زیادہ میمورنڈم ہوں گے اتنا ہی کمیشن پر زیادہ اثر ہوگا۔ زمیندار بھی کہیں گے ہم پاکستان میں شامل ہونا چاہتے ہیں۔ تاجر بھی کہیں گے ہم پاکستان میں شامل ہونا چاہتے ہیں اور اسی طرح دوسرے لوگ بھی۔ ہندوؤں کی طرف سے بھی سیوں انجنوں نے میمورنڈم پیش کرنے کا ارادہ کیا۔ اسی خیال کے ماتحت

جماعت احمدیہ نے بھی ایک میمورنڈم تیار کیا اور غالباً گورد اسپورٹس لیگ کی طرف سے بھی ایک میمورنڈم تیار کیا گیا۔ اور وہ لوگ جنہوں نے یہ میمورنڈم تیار کیا تھا ان کے نام یہ ہیں:-

غلام فرید صاحب ایم ایل اے۔ شیخ کبیر الدین صاحب شیخ شریف حسین صاحب وکیل جو احرار یوں کے لیڈر تھے مولوی محبوب عالم صاحب جو اوکاڑہ میں احرار یوں کے لیڈر بنے ہوئے ہیں اور مرزا عبدالحق صاحب وکیل۔

کیا یہ لوگ مسلم لیگ کو مسلمانوں کا واحد نمائندہ خیال نہیں کرتے تھے۔ اسی طرح امرتسر کی ایک انجمن نے بھی علیحدہ میمورنڈم پیش کرنے کا ارادہ کیا۔ اور بعض انجمنوں نے جالندھر اور ہوشیار پور سے بھی یہی ارادہ کیا کہ علیحدہ میمورنڈم پیش کیا جائے۔ حقیقت یہ ہے کہ ہر ایک کے اندر ایک خاص جوش تھا کہ کسی طرح پاکستان کی طرف سے زیادہ سے زیادہ میمورنڈم بنائیں اور یہ کہیں کہ ہم پاکستان میں شامل ہونا چاہتے ہیں اس کا حکومت پر اثر ہوگا۔ گویا صرف "قادیانیوں" نے ہی علیحدہ میمورنڈم پیش نہیں کیا بلکہ مسلم لیگ کی ایک شاخ نے بھی ایسا کرنے کا ارادہ کیا۔ اور جنہوں نے علیحدہ میمورنڈم پیش کرنے کا ارادہ نہیں کیا وہ وہی لوگ تھے جو کہتے تھے ہم پاکستان کی "پ" بھی نہیں بننے دیں گے۔ اس لئے نہیں کہ وہ مسلم لیگ کے نمائندے تھے بلکہ اس لئے کہ وہ پاکستان کا وجود ہی گوارا نہیں کرتے تھے۔ ورنہ خود لیگیوں نے بھی علیحدہ میمورنڈم تیار کئے تھے تاکہ لیگ کو مضبوطی حاصل ہو۔ جب میمورنڈم پیش کرنے کا وقت قریب آیا اور چوہدری صاحب مسلم لیگ کی طرف سے نمائندہ مقرر ہوئے تو انہوں نے جماعت کو اطلاع دی کہ فیصلہ یہ ہوا ہے کہ دونوں فریق کی طرف سے صرف کانگریس اور لیگ کے میمورنڈم پیش ہوں کیونکہ دو ہی نقطہ نگاہ ہیں اور یہ دونوں انجمنیں دو مخالف خیالات کی نمائندگی کرتی ہیں۔ اس پر جماعت نے اپنے میمورنڈم کے پیش کرنے کا ارادہ چھوڑ دیا (یاد رہے کہ احمدیہ میمورنڈم تیار کر کے مسلم لیگ کو بھجوا دیا گیا تھا تاکہ کوئی اعتراض ہو تو وہ بتا دیں مگر انہوں نے اس پر کوئی اعتراض نہ کیا)

اس کے بعد کانگریس نے کسی مصلحت کے ماتحت اپنے وقت میں سے کچھ وقت سکھوں کو دے دیا اور اسی طرح اچھوتوں کو بھی۔ شاید ان کا یہ مطلب ہو کہ سکھوں کے مطالبے تو وہی ہیں جو کانگریس کے ہیں لیکن چونکہ یہ اجداد قوم ہے کہیں یہ نہ کہہ دیں کہ جب تک سردار جی نہ بولیں گے ہم راضی نہیں ہوں گے۔ اور جب سکھ بولے تو شاید اچھوتوں میں بھی یہ خیال پیدا نہ ہو جائے اس لئے ان کو بھی وقت دو (پہلے فیصلہ کے

مطابق وقت صرف لیگ اور کانگریس میں تقسیم تھا اگر لیگ یا کانگریس اجازت نہ دیتی تو کوئی اور میوزنڈم پیش نہ ہو سکتا۔

جب اس فیصلہ کا علم مسلم لیگ کو ہوا تو اس خیال سے کہ ہندوؤں کی طرف سے بعض دوسری قوموں کے لیڈر بھی پیش ہوں گے شاید اس کا بھی کوئی اثر پڑ جائے لیگ نے فیصلہ کیا کہ ہم بھی ایک علیحدہ میوزنڈم پیش کر دیں چنانچہ لیگ کی طرف سے ہمیں اور عیسائیوں کو ہدایت ملی کہ علیحدہ علیحدہ میوزنڈم پیش کرو ورنہ ہم پہلے ایسا کرنے کا ارادہ چھوڑ چکے تھے۔ کوئی کہہ سکتا ہے کہ عرف احمدیوں کو یہی علیحدہ میوزنڈم پیش کرنے کی اجازت کیوں دی گئی گورداسپور کی مسلم لیگ کو اجازت کیوں نہ دی گئی۔ اس کا جواب یہ ہے کہ مسلم لیگ گورداسپور برحال مسلم لیگ کہلاتی ہے اور کوئی عقل مند نہیں کہہ سکتا کہ وہ مرکزی مسلم لیگ کے ساتھ متفق نہیں ہوگی لیکن احراریوں نے یہ پراپیگنڈا کیا ہوا تھا کہ احمدی مسلمان نہیں اور شبہ تھا کہ ہندو رکھ ریڈ کلفٹ کو یہ نہ کہہ دیں کہ مسلمان احمدیوں کو مسلمان نہیں سمجھتے اس لئے ان کی آبادی کو نکال کر دکھاجائے کہ آیا گورداسپور میں مسلم اکثریت ہے یا غیر مسلم اکثریت حقیقت یہ ہے کہ ضلع گورداسپور میں ۶۰ ہزار احمدی تھے اور انہیں ملا کر مسلمان ۵۱۶۱۴ تھے جس کے یہ معنی تھے کہ اگر احمدیوں کو باقی مسلمانوں سے علیحدہ کر دیا جاتا تو مسلمان ۳۵۶۶۹ رہ جاتے اور غیر مسلم زیادہ ہو جاتے تھے۔

پس احراریوں نے جو یہ شرارت کی کہ احمدیوں کو باقی مسلمانوں سے علیحدہ سمجھا جائے اس کی وجہ سے مسلم لیگ نے فیصلہ کیا کہ ہم علیحدہ میوزنڈم پیش کریں ورنہ ہندو کہہ دیں گے کہ یہ مسلمان نہیں اور ثبوت میں احراریوں کا فتویٰ پیش کر دیں گے۔ گویا احمدی اس لئے الگ پیش نہیں ہوئے کہ وہ اپنے آپ کو الگ سمجھتے تھے بلکہ ان کے الگ پیش ہونے کی ضرورت اس لئے سمجھی گئی کہ احراریوں نے یہ اعلان کیا ہوا تھا کہ احمدی مسلمان نہیں۔ اگر ان سے علیحدہ پاکستان کی حمایت یہ میوزنڈم پیش نہ کر لیا جاتا تو ضلع گورداسپور میں مسلمان بڑی نمایاں اقلیت ہو جاتے تھے چنانچہ بعد میں سر تریا سنگھ کی جرح نے ثابت کر دیا کہ احراریوں نے اور ہندوؤں کی سکیم کا اس طرح احمدی میوزنڈم نے خاتمہ کر دیا سر تریا سنگھ نے احمدی میوزنڈم کے پیش ہونے پر سٹپٹا کر کہا کہ "احمدیہ موومنٹ کا اسلام میں موقف کیا ہے؟" یعنی آپ لوگ تو مسلمانوں میں ہیں ہی نہیں آپ ان کی طرف سے کس طرح بول رہے ہیں؟ شیخ بشیر احمد صاحب نے جو احمدیوں کی طرف سے میوزنڈم پیش کر رہے تھے جواب دیا کہ "ہمارا دعویٰ ہے کہ ہم اول سے آخر تک مسلمان ہیں ہم اسلام کا

ایک حصہ ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہندوؤں اور سکھوں کا منصوبہ تھا کہ وہ کہیں احمدی مسلمان نہیں۔ انہیں نکال کر معلوم کرو کہ آیا ضلع گورداسپور میں مسلمان اقلیت میں ہیں یا اکثریت میں۔ لیگ اسے بھانپ گئی اور اس نے پاکستان کی حمایت میں احمدیوں سے علیحدہ جھڑپیں کروادیا۔

دیکھو یہ احراری جھوٹے ہیں پہلے انہوں نے کہا میمورنڈم چوہدری ظفر اللہ خاں صاحب نے پیش کیا تھا اور اس لئے علیحدہ میمورنڈم پیش کیا کہ احمدی مسلمان نہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ میمورنڈم شیخ بشیر احمد صاحب نے پیش کیا اور سر تیسرا سنگھ کے اس سوال کے جواب میں کہ احمدیوں کا موقف کیا ہے شیخ بشیر احمد صاحب نے کہا ہم شروع سے آخر تک مسلمان ہیں اور اپنے آپ کو اسلام کا ایک حصہ سمجھتے ہیں۔ اگر احرار جھوٹ بول کر کہتے ہیں کہ ہم نے باؤنڈری کمیشن کے سامنے یہ کہا کہ ہم مسلمان نہیں ہم مسلمانوں سے الگ ہیں۔ کسی شاعر کا شعر ہے

ہم آہ بھی کرتے ہیں تو ہو جاتے ہیں بدنام

وہ قتل بھی کرتے ہیں تو چسپا نہیں ہوتا

یہ لوگ کتنا بھی جھوٹ بولیں انہیں کوئی کچھ نہیں کہہ سکتا لیکن بدنام ہم ہیں۔ ہم کہتے ہیں ہم مسلمانوں کا ایک حصہ ہیں لیکن وہ کہتے ہیں انہوں نے کہا تھا ہم مسلمان نہیں۔ ہے "کو نہیں" کہہ دینا کیا جھوٹی سی بات ہے؟

خلاصہ یہ ہے کہ احمدیوں کا الگ میمورنڈم پیش کرنا احرار کی اس شرارت کو ختم کرنے کے لئے تھا کہ احمدی مسلمان نہیں کیونکہ اگر اس کا جواب احمدی میمورنڈم میں دوسرے مسلمانوں کی حمایت کر کے نہ دیا جاتا تو گورداسپور میں مسلمانوں کی اکثریت کو ہندو سکھ اعداد و شمار سے غلط ثابت کر سکتے تھے۔ یاد رہے کہ برٹالہ تحصیل میں مسلمانوں کی تعداد تین لاکھ ساٹھ ہزار کے قریب تھی اور احمدی ووٹ بچپن ہزار ووٹ میں سے پانچ ہزار سے اوپر تھا اور تحصیل گورداسپور بشکریہ گڑھ اور بٹھانکوٹ میں دو ہزار سے زائد تھا۔ پس ووٹوں کے لحاظ سے احمدیوں کی تعداد زیادہ... بنتی ہے۔ مگر چونکہ احمدیوں میں تعلیم زیادہ تھی اس لئے تعلیم کی وجہ سے ان کے ووٹ ساٹھ ہزار میں سے اتنے بن گئے۔ صرف قادیان میں احمدی بارہ ہزار سے زائد تھے اور اردگرد کے پانچ چھ دیہات میں مزید پانچ ہزار تھے۔ گویا صرف قادیان اور اس کے اردگرد کے دو دو میل کے حلقہ میں احمدی سترہ ہزار تھے یعنی ۱۶۵ ہزار سے ضلع کی آبادی کے۔ اگر قادیان کے علاوہ کوئی احمدی

نہ ہوتا تب بھی احمدیوں کے نکالنے سے مسلمان اقلیت میں آجاتے تھے پس احمدیوں سے میمورنڈم پیش کروانا مسلمانوں کے مفاد کے لئے نہایت ضروری تھا اور لیگ نے جو فیصلہ کیا وہ بالکل درست تھا۔

دوسری بات یہ یاد رکھنے کے قابل ہے کہ فیصلہ کے مطابق وقت صرف مسلم لیگ اور کانگریس کو ملا تھا۔ اگر مسلم لیگ ہمیں اجازت نہ دیتی تو احمدی میمورنڈم پیش ہی نہیں ہو سکتا تھا۔ خان افتخار حسین صاحب آف ممدوٹ، خواجہ عبدالرحیم صاحب سابق کمشنر، چوہدری ابر علی صاحب اور دوسرے مسلم لیگی لیڈر اس بات کے گواہ ہیں کہ وقت صرف مسلم لیگ کو دیا گیا تھا ہمیں براہِ راست وقت نہیں ملا بلکہ مسلم لیگ نے اپنے وقت میں سے ہمیں کچھ وقت دیا ورنہ ہم الگ محضر پیش ہی نہیں کر سکتے تھے۔ پھر کمیشن کے دو مسلمان جج جسٹس محمد منیر اور سابق جسٹس وحالی گورنر سندھ ہزاریکسی لینسی شیخ دین محمد صاحب بھی اس کے گواہ ہیں، ان لوگوں کو معلوم ہے کہ اس میمورنڈم کے پیش کرنے میں برابر ان مسلم جموں سے مشورہ کیا جاتا رہا کیونکہ ان جموں کے متعلق فیصلہ کیا گیا تھا کہ یہ قوم کے نمائندے ہیں خود مسٹر جسٹس منیر کی کوٹھی پر گیا ہزاریکسی لینسی شیخ دین محمد صاحب گورنر سندھ بھی وہاں آگئے تھے۔ اسی طرح چوہدری نذیر احمد صاحب ممبر سروس کمیشن بھی اتفاقاً آگئے تھے میرے ساتھ شیخ بشیر احمد صاحب اور درود صاحب بھی تھے ہم نے اس میمورنڈم پر قانونی طور پر ڈسکس (DISCUSS) کی اور اس کی کاپیاں ہم نے ان میں سے اکثر کو الگ بھی دے دی تھیں پس یہ سوال نہیں کہ ہم نے مسلم لیگ سے الگ محضر پیش کیوں کیا بلکہ سوال یہ ہے کہ الگ محضر پیش کرایا گیا اور اس کی وجہ میں بنا چکا ہوں کہ احرار کی یہ شرارت تھی کہ احمدی مسلمان نہیں اور اس کا انہوں نے پراسیگنڈ کیا ہوا تھا۔ اگر ہم علیحدہ پیش نہ ہوتے تو ریڈ کلفٹ کو ادھر ادھر کے ہانے بنانے کی ضرورت ہی نہ تھی وہ احرازیوں کا اپنا فتویٰ پیش کر کے کہہ سکتا تھا کہ چونکہ احمدی مسلمان نہیں اس لئے ان کو نکال دیا جائے تو مسلم آبادی ۵۴ فیصد رہ جاتی ہے اس لئے یہ ضلع ہندوستان میں شامل ہونا چاہیئے اس میمورنڈم کو پیش کرنے کا فائدہ یہ ہوا کہ ریڈ کلفٹ کو اور ہانے تلاش کرنے پڑے جن کی وجہ سے ہم آج تک انگریزوں کو بدنام کر رہے ہیں۔ اس وقت مسلم لیگ احرازیوں کی شرارت کو بھانپ گئی اور اس نے دھوکہ نہیں کھایا۔ اب انگریزوں کے پاس اس فیصلہ کو درست ثابت کرنے کے لئے کوئی دہرہ جو از نہیں چنانچہ جب کوئی انگریز ہمارے پاس آتا ہے وہ شرمندہ ہو جاتا ہے۔ ان لوگوں کے ہندوستان سے تعلقات ہیں ہندوستان کو پاکستان کے مقابلہ میں جوڑک پہنچی اس کا اثر زائل کرنے

کے لئے بیشتر اہم کروائی جا رہی ہیں اور پیرا سپیکڈا کروایا جا رہا ہے کہ ضلع گورداسپور کا پاکستان سے الگ ہونا احمدیوں کی وجہ سے تھا۔ حالانکہ ہم نے میمورنڈم صرف اس لئے پیش کیا تھا کہ اجرائی چونکہ ہمیں مسلمانوں سے خارج سمجھے تھے۔ اس لئے تم ہمیں مسلم سمجھو یا غیر مسلم ہم بہر حال پاکستان میں شامل ہونا چاہتے ہیں اور ہم مسلم لیگ کے ساتھ ہیں۔ لہ

اخبار ”تنظیم“ پشاور میں سالانہ جلسہ ربوہ کی رپورٹ | پشاور (سرخد) کے ہفت روزہ اخبار ”تنظیم“ نے اپنی ۵ جنوری ۱۹۵۱ء کی اشاعت میں اس جلسہ کی حسب ذیل الفاظ میں رپورٹ شائع کی:-

”ربوہ شریف میں مسلم جماعت احمدیہ کا سٹھواں سالانہ اجلاس ۱۹۵۰ء

۲۶ دسمبر ۱۹۵۰ء بروز منگل حضرت امیر امام جماعت احمدیہ جناب شیخ الدین محمود نے افتتاح فرمایا

علماء کرام اور مبلغین جماعت احمدیہ کی حالاتِ حاضرہ پر قرآن و احادیث فقہ و تاریخ کے مطابق اسلامی شعور ذہن و فکر کے اعتبار سے موثر تفسیریں و مواظب!

پشاور۔ ۲۵ دسمبر کو شام کی گاڑی سے تنظیم کے نامہ نگار خصوصی ربوہ روانہ ہوئے اور ۲۶ کو پہلے اجلاس میں شامل ہوئے۔ مندرجہ حالات ہمارے نامہ نگار کے چشم دید اور اپنی قلم سے لکھے ہوئے ہیں جس پر ”اخبار تنظیم“ ہر طرح سے اعتماد رکھتا ہے۔

پنڈال میں اسی ہزار (۸۰۰۰۰) نفوس کے لئے انتظام تھا اور ہر شخص پوری ذمہ داری سے اجلاس کے کام میں اپنی نشست پر پہنچ جاتا تھا۔ جماعت احمدیہ کے امام نے پہلے روز یعنی ۲۶ دسمبر ۵ بجے بروز منگل تلاوتِ قرآن اور حمد و نعت کے ساتھ اجلاس کا افتتاح فرمایا۔

اس وقت عجیب کیفیت تھی اور ایسا معلوم ہو رہا تھا کہ اس زمانے کے محمود نے اپنے لئے کئی ہزار یاز پیدا کر لئے ہیں اور یقین ہو رہا تھا کہ مستقبل میں کفر و شرک کے سونامی گرتے ہوئے نظر آئیں گے۔ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے نبوت کا دعوے کیا ہے اور اس کے عقیدت مند غیر آخر زمان کی امت میں

اسے نبی کا درجہ دیتے ہیں۔

مسلمانوں کا جماعت احمدیہ سے صرف ایک اختلاف ہے کہ وہ مرزا صاحب کو صرف اُمتی ہی خیال کریں دوسرے اختلافات مثلاً لٹیکل عقیدوں کے متعلق یا جہاد کے متعلق تھے تو اس کا بھی پاکستان کے قیام میں جہانگیری اور جہانباہی کی ذمہ داری نے اعتدال پسندانہ رویہ اختیار کر لیا ہے اور پاکستانی مسلمانوں کے ہر فرقے کا مرکز اب لندن، امریکہ، لینن گراڈ، برلن اور ٹوکیو نہیں رہا بلکہ اب کراچی ہے۔ جنگ اور صلح زندگی کے عظیم الشان نصب العین میں سے ہے اور جنگ اور صلح کو چاہے کوئی مذہبی نقطہ نظر سے حل کرے یا اس کو دینی اور دنیاوی جدوجہد قرار دے مقصد ایک ہی بنتا ہے۔

جناب مرزا بشیر الدین صاحب محمود نے اپنی وسطی اور اختتامی تقریر مورخہ ۲۷ دسمبر بروز بدھ اور ۲۸ دسمبر شہ بروز جمعرات میں صاف فرمادیا کہ ہمارا نصب العین اسلام ہے جماعت احمدیہ اسلام کے لئے زندہ رہے گی اور اسلام ہی کے لئے مرے گی۔ جماعت احمدیہ کا دستور العمل قرآن کریم ہے جس نے ہر وقت اور ہر زمانے میں انسان کی راہ نمائی کی ہے اور انسان نے اس کتاب الہی سے اپنے لئے مقام انسانیت اور فلاح و بہبود کا راستہ متعین کیا۔ اسلام تمام دنیا پر غالب رہا ہے اور غالب رہے گا۔ حضرت رسول اکرم محمد رسول اللہ صلعم سب نبیوں کے امام و پیشوا ہیں اور نسل انسانی کے سب سے بڑے خیر خواہ اور مختار حضرت کے نبی اور رسول ہیں۔ مرزا بشیر الدین صاحب کی تقریر میں درد تھا وہ درد جو کسی چشتی پیر کے حلقہ قوالی میں کبھی نہیں ہو سکتا۔ آج ہمارے پیروں اور سجادہ نشینوں کو سبق ماحصل کرنا چاہیے کہ ان کے گرد و پیش میں قوال ہی قوال رہتے ہیں لیکن مرزا بشیر الدین صاحب نے فعالوں کا گروہ پیش کیا ہے۔

حضرت جناب ڈاکٹر مفتی محمد صادق صاحب سابق مبلغ انگلینڈ و امریکہ، جناب پروفیسر قاضی محمد اسلم صاحب ایم۔ اے، جناب مولانا عبد المنان صاحب ایم۔ اے، جناب قاضی محمد نذیر صاحب لائل پوری، جناب مولوی عبدالغفور صاحب، جناب چوہدری مشتاق احمد صاحب باجوہ سابق امام مسجد لندن، صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب ایم۔ اے، جناب ملک عبدالرحمن صاحب خادم، جناب سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب، جناب مولوی ابوالعطا صاحب

فاضل پرنسپل جامعہ احمدیہ جناب خواجہ جلال الدین صاحب شمس فاضل سابق امام مسجد احمدیہ لندن، جناب مولوی رحمت علی صاحب فاضل مبلغ انڈونیشیا جن کی ہر تقریر اور ہر لفظ اور ہر مباحث میں انسانوں کو انسان اور انسانیت میں درس

حیات اور دنیا و آخرت کے نجات کا ذریعہ قرار دے کر بتایا کہ توحید باری تعالیٰ اور رسولِ عربی صلی اللہ علیہ وسلم اور اللہ کی کتاب قرآنِ کریم ہی نجاتِ آخرت کا وسیلہ ہے اور اس سے ہر شخص مرشاد ہے۔ ہمارا نامہ نگار لکھتا ہے کہ پاکستان کے پیر اور پیر زادے اگر ربوہ کے اجتماع میں ہوتے تو کافی بوقت لیتے جہاں علماء اور فضلاء کا اجتماعِ عظیم تھا، جہاں سالوں کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر تھا۔ اختلاف ہمارا بھی جماعتِ احمدیہ سے اتنا ہی ہے جتنا ہمارے پیروں اور سجادہ نشینوں اور پیر زادوں کا ہے لیکن حقیقت بات حق ہے۔ مرزا بشیر الدین محمود صاحب بھی اپنے مریدوں سے چندہ وصول کرتے ہیں لیکن وہ تعمیر پر خرچ کرتے ہیں۔ ربوہ میں دس ہزار کنال زمین خریدی ہے، سندھ میں محمود آباد سٹیٹ قائم کیا ہے۔ اپنے مریدوں سے لیتے بھی ہیں لیکن پھر تکلیف میں ان کی امداد بھی کرتے ہیں۔ کاش کہ ہمارے علماء، پیران، سجادہ نشینان بھی ایسے ہی حالات پیدا کریں جو آج مرزا بشیر الدین صاحب محمود نے پیدا کئے ہیں۔ نصیحت جہاں سے بھی ملے غنیمت ہے۔“ (نامہ نگار)

فصل ششم

جلیل القدر صحابہ کا انتقال

۱۲۲۹ھ / ۱۹۵۰ء میں متعدد بزرگ صحابہ رحلت فرما گئے جن میں سے بعض کا تذکرہ اس فصل میں کیا جاتا ہے۔

(تاریخ وفات ۱۱ ص ۱۲۲۹ھ مطابق
۱۔ مولوی رحمت اللہ صاحب نوریؒ :- ۱۱ جنوری ۱۹۵۰ء)

آپ حضرت مہدی موعود علیہ السلام کے سرخ سیاہی کے شہرہ آفاق آسمانی نشان کے حامل بزرگ حضرت مولوی عبداللہ صاحب سنواری کے فرزندِ ارجمند تھے۔
آپ ہجرت ۱۹۲۴ء کے بعد موضع ثابت شاہ متصل پنڈی بھٹیاں ضلع گوجرانوالہ میں تھے کہ پیغامِ اجل

آگیا نعتش بذریعہ لاری ربوہ لائی گئی۔ حضرت مصلح موعودؑ منتظر رہے کہ کوئی اطلاع دے تو جنازہ پڑھائیں مگر افسوس مسجد میں اعلان تک کئے بغیر ان کی نماز جنازہ پڑھا دی گئی اور آپ سپردِ خاک کر دئے گئے اور حضورؑ اور جنازہ میں شرکت نہ فرما سکے۔ ایک قدیم اور ممتاز صحابی کے تختِ جگر کی نماز جنازہ کے بارے میں غفلت اور کوتاہی کا یہ ایسا افسوسناک مظاہرہ تھا کہ حضرت امیر المؤمنین المصلح الموعودؑ نے اسے آئندہ نسلوں کی راہ نمائی کے لئے پوری جماعت کے سامنے رکھنا ضروری سمجھا چنانچہ حضورؑ نے ۱۳ صلیح ۱۳۲۹ھ کو خطبہ جمعہ کے شروع ہی میں اس ناقابلِ برداشت سانحہ کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:-

”پیشتر اس کے کہ میں خطبہ کے مضمون کی طرف توجہ کروں میں اس امر پر اظہارِ افسوس کرنا چاہتا ہوں کہ پرسوں یہاں ایک پُرانے صحابی کا جنازہ آیا جس کے والد حضرت سیح موعود علیہ السلام کے قریب صحابہ میں سے تھے اور آپ کے ایک بہت بڑے نشان کے حامل تھے لیکن یہاں کے کارکنوں نے ایسی بے اعتنائی اور غفلت برتی جو میرے نزدیک ایک نہایت شرمناک حد تک پہنچی ہوئی ہے۔ جنازہ ہمان خانہ میں لایا گیا مگر کسی نے تکلیف گوارا نہ کی کہ وہ اس کی طرف توجہ کرے اور نہ ہی اس جنازہ کا مسجد میں اعلان کیا گیا۔ میں دوسرے دن دوپہر تک انتظار کرتا رہا کہ کوئی مجھے اطلاع دے اور میں نماز جنازہ پڑھاؤں لیکن کسی نے مجھے اطلاع نہ دی جب درو صاحب آئے تو انہوں نے مجھے بتایا کہ جنازہ کسی نے پڑھا دیا ہے۔ بعد میں مجھے معلوم ہوا کہ میری طرف سے یہ کہہ دیا گیا کہ میں بیمار ہوں اور جنازہ کے لئے باہر نہیں آسکتا اس لئے جنازہ پڑھا دیا جائے۔ اس میں کوئی شبہ نہیں میں بیمار تھا اور باہر نہیں آسکتا تھا لیکن جب وصیت کا کاغذ میرے پاس دستخط کے لئے آیا تو ان کے تعلقات کی وجہ سے جو ان کے والد صاحب کے حضرت سیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے تھے میں نے فیصلہ کیا کہ خود جنازہ پڑھاؤں مگر یونہی کہہ دیا گیا کہ میں نے جنازہ پڑھانے کی اجازت دے دی ہے حالانکہ مجھے اطلاع ہی نہیں دی گئی۔ میں کل دوپہر تک انتظار کرتا رہا۔ رات کو تو میں نے خیال کیا کہ مناسب نہیں سمجھا گیا کہ رات کو جنازہ پڑھا جائے اور کل دوپہر تک میں نے سمجھا کہ رشتہ داروں کے آنے کی وجہ سے دیر ہو ہی جاتی ہے اس لئے شاید دیر ہو گئی ہو لیکن بعد میں معلوم ہوا کہ جنازہ خود پڑھا دیا گیا ہے اور میری طرف سے یہ کہہ دیا گیا کہ میں بیمار ہوں اس لئے جنازہ کے لئے باہر نہیں آسکتا جنازہ پڑھا دیا جائے۔ میں نے یہ کیسے ناظر صاحب اعلیٰ کے سپرد کر دیا ہے اور تمام ایسے آدمیوں کو جنہوں نے یہ حرکت کی ہے سرزنش کی جائے گی خصوصاً وصیت

کا حکم بہت حد تک اس کا ذمہ دار ہے۔ میں جماعت کو بد قسمت سمجھوں گا اگر وہ اپنی تاریخ سے ناواقف ہو جائے۔ جو جنازہ آیا تھا وہ عبداللہ صاحب نورنگی کے بیٹے کا تھا جو صوفی عبدالقدیر صاحب نیاز کے بڑے بھائی اور مولوی عبدالرحیم صاحب درد (ناظر امور خاں بر صدر انجمن احمدیہ) کے پھوپھی زاد بھائی تھے۔ مولوی عبداللہ صاحب سنوری کی ہستی ایسی نہیں کہ جماعت کے جاہل سے جاہل اور نئے سے نئے آدمی کے متعلق بھی یہ قیاس کیا جاسکے کہ اسے آپ کا نام معلوم نہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا وہ کشف جس میں کپڑے پر مسرخی روشنائی ظاہری طور پر دکھائی دی مولوی صاحب اس نشان کے حامل اور چشم دید گواہ تھے۔ ان کی آنکھوں کے سامنے وہ چھینٹے گرے اور پھر خدا تعالیٰ نے انہیں یہ مزید فضیلت بخشی تھی کہ ایک پھینٹا ان کی ٹوپی پر بھی آپڑا۔ گویا خدا تعالیٰ کے عظیم الشان نشان میں اور ایسے نشان میں جو دنیا میں بہت کم دکھائے جاتے ہیں وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ساتھ شامل تھے لیکن ان کے لڑکے کا جنازہ عمامان خانہ میں پڑا رہا مگر کسی نیک بخت کو یہ نہیں سوجھا کہ وہ مساجد میں اعلان کرے کہ فلاں کا جنازہ آیا ہے احباب نمازیں شامل ہوں۔

پھر فرمایا :-

”بہر حال ایسے کارکنوں کے خلاف مناسب اقدام کیا جائے گا اور انہیں سرزنش کی جائے گی لیکن چونکہ میں جنازہ میں شریک نہیں ہو سکا اس لئے نماز جمعہ کے بعد میں ان کا جنازہ پڑھاؤں گا۔ لے چنانچہ حضور نے جمعہ کے بعد مولوی رحمت اللہ صاحب کا جنازہ پڑھایا اور اس طرح ہزاروں احمدیوں کو خلیفہ وقت کی اقتدا میں ایک اہم قومی و جماعتی فریضہ کی بجا آوری کا شرف حاصل ہوا۔

۲۔ حضرت صاحبزادہ مینظور محمد رضا لہوی خلیفۃ الرشید حضرت صوفی احمد خان ضارسی اللہ عنہ :-

(ولادت ۱۸۶۶ء قریباً پہلی زیارت ۱۸۸۴ء بمقام لہویانہ۔ بیعت ۶ فروری ۱۸۹۲ء۔ وفات ۲۱ اگست ۱۹۵۰ء / جون ۱۹۵۰ء)۔

حضرت پر صاحب سلسلہ احمدیہ کے باخدا بزرگوں میں سے تھے، ہجرتِ قادیان سے قبل ریاست جموں کے حکمہ تعلیم میں ملازم تھے لیکن جب حضرت حاجی الحرمین الشرفین مولانا نور الدین (خلیفۃ المسیح الاولؑ)

مستقل طور پر قادیان تشریف لے گئے تو آپ نے بھی ہجرت کر لی اور الدار میں رہائش پذیر ہو گئے۔ آپ نے محض اس جذبہ سے کہ حضرت ہمدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تصانیف بہترین صورت میں چھپ سکیں کتابت سیکھی چنانچہ حضرت اقدس علیہ السلام کی بہت سی کتابوں کے پہلے ایڈیشن آپ ہی کے قلم سے لکھے ہوئے ہیں اور بہت دیدہ زیب اور نفیس ہونے کے علاوہ نہایت صاف اور صحیح چھپے ہوئے ہیں۔ حضور علیہ السلام نے اپنے ایشمار ۴ اکتوبر ۱۸۹۹ء میں خاص طور پر آپ کی اس عظیم خدمت کا ذکر کرتے ہوئے تحریر فرمایا:-

”بطور شکر احسان باری تعالیٰ کے اس بات کا ذکر کرنا واجبات سے ہے کہ میرے اہم کام تحریر تالیفات میں خدا تعالیٰ کے فضل نے مجھے ایک عمدہ اور قابلِ قدر مخلص دیا ہے یعنی عزیز میاں منظور محمد کاپانی نولیس جو نہایت خوشخط ہے جو نہ دنیا کے لئے بلکہ محض دین کی محبت سے کام کرتا ہے اور اپنے وطن سے ہجرت کر کے اسی جگہ قادیان میں اقامت اختیار کی ہے اور یہ خدا تعالیٰ کی بڑی عنایت ہے کہ میری مرضی کے موافق ایسا مخلص سرگرم مجھے میسر آیا ہے کہ میں ہر ایک وقت دن کو بیارات کو کاپانی نولیس کی خدمت اس سے لیتا ہوں اور وہ پوری جاں فشانی سے خدا تعالیٰ کی رضامندی کے لئے اس خدمت کو انجام دیتا ہے یہی سبب ہے کہ اس روحانی جنگ کے وقت میں میری طرف سے دشمنوں کو شکست دینے والے رسالوں کے ذریعہ سے تاثر توڑنے والوں پر فیر ہو رہے ہیں۔ اور درحقیقت ایسے موید اسباب میسر ہو رہے ہیں یہ بھی خدا تعالیٰ کا ایک نشان ہے جس طرف سے دیکھا جائے تمام نیک اسباب میرے لئے میسر کئے گئے ہیں اور تحریر میں مجھے وہ طاقت دی گئی ہے کہ گویا میں نہیں بلکہ فرشتے لکھتے جاتے ہیں گویا ہر میرے ہی ہاتھ ہیں۔“ لہ

پیر صاحب کتابت کے دوران ہی جوڑوں کے درد کی وجہ سے معذور ہو گئے تو انہوں نے حضرت اقدس علیہ السلام کی منظوری سے حضور کے صاحبزادگان اور صاحبزادیوں کو قرآن شریف ناظرہ پڑھایا اور انہی کی تعلیم کی غرض سے ”یسترنا القرآن“ کا مشہور و معروف قاعدہ ایجاد کیا جس کے ذریعہ نہ صرف برصغیر بلکہ بیرونی ممالک کے لاکھوں اُن پڑھ لوگوں کو قرآن کریم پڑھنے کی توفیق ملی اور اس وقت تک اسکے بہت سے ایڈیشن چھپ چکے ہیں۔ اس قاعدہ کی تحریر میں حضور نے ۱۹۰۱ء میں اپنی اولاد کی آئین میں

فرمایا

پڑھایا جس نے اس پر بھی کرم کر
جزا دے دین اور دنیا میں بہتر
رو تعلیم اک تو نے بتا دی
فسحان الذی اخذ الاعادی

نیز اپنے قلم مبارک سے لکھا :-

”قاعدہ لیسنہ القرآن بچوں کے لئے بے شک مفید چیز ہے اس سے بہتر اور کوئی طریقہ تعلیم خیال
میں نہیں آتا“

خلافتِ ثانیہ کے قیام پر پیر صاحب نے رسالہ ”تشمیذالذہاب“ میں ”پیر موعود“ ”نشانِ فضل“ اور
”قدرتِ ثانیہ“ کے عنوان سے تین محرکۃ الآراء مضامین لکھے جن میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریرات سے
ثابت کر دکھایا کہ حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانی ہی اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کے
حقیقی مصداق اور مصلح موعود ہیں۔ یہ مضامین جن میں سے دو کتابی شکل میں بھی چھپ گئے ان مباحث کی لیسرچ
میں بنیادی حیثیت رکھتے ہیں۔

حضرت مرزا بشیر احمد صاحب نے ان کی وفات پر ایک نوٹ میں لکھا کہ حضرت پیر صاحب کے مزاج
میں تصوف بہت غالب تھا مگر اس کے ساتھ زندہ دلی بھی بہت تھی اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور
حضرت خلیفہ اولؑ اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کے ساتھ خاص عقیدت رکھتے تھے۔^۱
حضرت مصلح موعود نے ان کی وفات پر فرمایا :-

”پیر منظور محمد صاحب جنہوں نے قاعدہ لیسنہ القرآن ایجاد کیا تھا وہ پرسوں فوت ہو گئے ہیں۔
پیر صاحب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پُرانے صحابی تھے اور پھر حضرت خلیفۃ المسیح الاولؑ کے سالے
تھے ہم جتنی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اولاد ہیں پیر صاحب ان کے استاد بلکہ ہم تینوں بھائیوں
اور ہماری بہن مبارکہ میگم کو قرآن کریم پڑھانے کے زمانہ میں ہی انہوں نے قاعدہ لیسنہ القرآن ایجاد کیا
تھا۔“^۲

(وفات ۲۳ ربیع الثانی ۱۳۲۹ھ مطابق ۲۳ فروری

۳۔ ڈاکٹر عبداللہ صاحب آف نیروبی :- (۱۹۵۰ء)

مشرقی افریقہ کے اولین صحابہ میں سے تھے۔ آپ کا نام الحکم ۱۰ اپریل ۱۹۱۱ء میں شائع شدہ ہے آپ صنلع گجرات کے رہنے والے تھے اور ایک لمبے عرصہ سے نیروبی (مشرقی افریقہ) میں مقیم تھے بلکہ نیروبی کے ابتدائی آباد کاروں میں سے تھے اور اسی بناء پر احمدیہ مسجد نیروبی کی ملحقہ ذیلی مٹرک کا نام نیروبی میونسپلٹی نے "احمدی روڈ" رکھا تھا۔ حضرت ڈاکٹر رحمت علی صاحب مرحوم (برادر حضرت حافظ روشن علی صاحب) یوگنڈا ریلوے کی تعمیر کے سلسلہ میں ابتدائی بھرتی میں جب مشرقی افریقہ گئے تھے ان کی تبلیغ کے طفیل جہاں اور کئی نیک روحوں کو احمدیت قبول کرنے کی سعادت حاصل ہوئی وہاں مرحوم کو بھی احمدیت قبول کرنے کی توفیق ملی۔ نیروبی کی عالی شان احمدیہ مسجد کی تعمیر و چندہ جمع کرنے اور دیگر متعلقہ کاموں میں آپ نے آغاز کار ہی سے نمایاں حصہ لیا۔ علاوہ ازیں احمدیہ مسجد ٹبورا کی نہایت خوبصورت عمارت کے چندہ کی فراہمی میں بھی آپ نے بڑی محنت و کاوش سے کام کیا۔ اپنی موٹر کار پر اس بڑھاپے میں جوانوں کی طرح مختلف دیہات و قصبات میں اور دوستوں کے پاس جاتے رہے اور تحریک کر کے چندہ وصول کرنے میں مدد دیتے رہے۔ ڈاکٹر صاحب ہمیشہ اپنے عزیزوں کو یہ تلقین کرتے کہ شہری زندگی کی وجہ سے اور بعض اوقات مجبوریوں کی وجہ سے بھی لوگ مہمانوں کی خدمت کا حقہ نہیں کر سکتے تمہارا ڈاکٹر ہمیشہ مہمانوں کے لئے کھلا رہے اور مہمانوں کی خدمت سے کبھی تمہیں گریز نہیں کرنا چاہیے۔ کانفرنسوں اور دیگر مواقع پر آپ مہمانوں کو حتی المقدور اپنے عزیزوں کے گھروں میں لے جاتے۔ باوجود بڑھاپے اور بیماری کے خود نرش پریسٹ جاتے اور مہمانوں کو چار پائی اور لیٹر ایدیتے مبتدئین سلسلہ سے بالخصوص محبت و پیار کا سلوک کرتے اور ان کی خدمت سے خود بھی خوش ہوتے اور اپنے بچوں بچوں کو ان کی مہمان نوازی کی تلقین کرتے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعود سے آپ کو بے انتہاء محبت تھی۔ کسی کو حضور یا خاندان کے مقدس افراد اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اولادِ طیبہ کے متعلق کچھ کہتے سنتے تو نہایت سختی سے اس کا مقابلہ کرتے اور اس کا بہترین جواب پیش کرتے اور ہمیشہ جماعت اور اپنے عزیزوں کو فتنہ پردازوں کی شرارتوں کے متعلق اصل حالات بتا کر آگاہ کر دیتے۔

ڈاکٹر صاحب مرحوم انقلاب ہندوستان اور ہجرتِ قادیان کے وقت قادیان میں تھے۔ اُن دنوں ڈاکٹر صاحب کے مُنہ سے اکثر خدا تعالیٰ سے خطاب کرتے ہوئے یہ الفاظ نکلتے کہ ”یا الہی تو قادیان میں ہی وفات دے دے، لیکن جب سلسلہ کے نظام کے ماتحت آپ کو قادیان سے ہجرت کر کے پاکستان آنا پڑا تو آپ جناب الہی میں یہ عرض کرنے لگے کہ اگر قادیان میں میری وفات مقدر نہیں تو افریقہ کی سرزمین ہی میں لے چلیں۔ مرحوم کی یہ دعا قبول ہوئی اور آپ کی وفات نیروبی میں ہوئی اور احمدیہ قبرستان نیروبی میں سپردِ خاک کئے گئے۔

حضرت ڈاکٹر صاحب موصی تھے اور مقامی اور مرکزی تحریکوں میں سرگرم حصہ لیتے تھے۔ بہت سے نیک کام کئے۔ طبیعت میں خاص مزاج تھا اور مرخاں مریخ طبیعت کے مالک تھے۔ بچے، جوان اور بوڑھے سب ہی ان کی مجلس اور گفتگو سے حظ اٹھاتے۔ نیروبی کے ہر قوم کے لوگ جو ان کے واقف تھے، انہیں بہت عزت و احترام کی نگاہ سے دیکھتے تھے یہ

۴۔ صاحبزادہ حکیم خواجہ برکھرم ادرسا سابق حکم شاہی یا سرت جموں و کشمیر متوطن پانگنیاں ضلع انڈیا

(ولادت قریباً ۱۸۲۵ء۔ وفات ۲۱ مارچ ۱۳۲۹ھ مطابق ۲ مارچ ۱۹۵۰ء بمبر ۱۵ سال)
حکیم صاحب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابی اور حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ کے شاگرد بھی تھے اور آپ کے ساتھ بہت عرصہ دربارِ کشمیر میں ملازم رہ چکے تھے اور اکثر چشم دید حالات جو نہایت ایمان افروز ہوتے منسایا کرتے تھے۔ پیرانہ سالی کے باوجود نماز پنجگانہ کو بالالتزام ادا کرتے اور ہر نماز کے وقت تازہ وضو کرتے تبلیغ کے بہت شائق تھے اور اکثر مریضوں اور ملنے والوں کو تبلیغ کرتے اور اشتہاراً یا کتب سلسلہ بھی تقسیم کرتے رہتے تھے۔ آپ سلسلہ پر نہایت سچا ایمان رکھنے والے اور مسیح موعود علیہ السلام اور خلفاءِ کابے حد ادب و احترام کرنے والے بزرگ تھے۔ ۱۳۲۴ھ / ۱۹۴۸ء کو حضرت اقدس خلیفہ مسیح الثانی کراچی تشریف لائے تو انہوں نے نظر کمزور ہونے کی وجہ سے اپنے نواسہ چوہدری فیض عالم خاں صاحب کو ساتھ لیا اور نمازِ جمعہ کے بعد حضور سے مصافحہ کیا اور بہت خوشی ظاہر کی۔

۵۔ الفضل ۱۹ مارچ ۱۳۲۹ھ / مارچ ۱۹۵۰ء (مخلصاً از مضمون مولانا شیخ مبارک احمد صاحب

سابق رئیس تبلیغ مشرقی افریقہ) :

انہی دنوں آپ سے سوال کیا گیا کہ آپ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں سب سے اچھی بات کونسی دیکھی؟ فرمایا:-

"میں نے سب سے اچھی بات اُس وقت یہ دیکھی کہ صحابہ مسیح موعود علیہ السلام میں ہر وقت ایک یہ جذبہ موجزن رہتا تھا کہ حضور علیہ السلام کی طرف سے کوئی حکم یا خدمت ملے تو وہ عاشقوں کی طرح اس کو کرنے کو تیار رہتے تھے اور ہر صحابی کا یہی خیال بلکہ خواہش اور تڑپ ہوتی تھی کہ یہ خدمت مجھے دی جائے اور اس کام کے کرنے کا مجھے ہی شرف حاصل ہو اور یہ ان میں ایک والہانہ جذبہ تھا جو صحابہ میں سب سے اچھا مجھے نظر آیا۔"

(بیعت ۱۸۹۴ء - زیارت

۵۔ حضرت سید محمد قاسم میاں بخاری شاہ، بھاپور مٹی :- اکتوبر ۱۸۹۹ء - وفات

۱۳۲۹ھ / ۱۹۵۰ء بعمر ۸۱ سال قریباً)

حضرت سید محمد قاسم صاحب اُن عشاق احمدیت میں سے تھے جن کو قادیان دارالامان میں بار بار آنے اور اس کی برکات سے بہت مستفید ہونے کا موقع ملا۔

آپ نے ۲۳ ستمبر ۱۹۳۹ء کو اپنی چشم دید روایات بیان کرتے ہوئے فرمایا:-

(۱) "میں نے حضور (حضرت مسیح محمدی علیہ السلام - ناقل) کی خدمت میں دو سوال کئے تھے ایک تو رشتہ کے متعلق تھا اور ایک نماز کے بارہ میں - نمازِ عشاء میں وتر کے متعلق سوال تھا کہ وتر کیسے پڑھے جاویں؟ آپ نے فرمایا کہ وتر کہتے ہیں دو کے اوپر جو ایک ہوتا ہے اور ایسے تین ہو جاتے ہیں اس لئے دو رکعت پڑھ کر سلام پھیرنے کے بعد پھر کھڑے ہو کر ایک رکعت پڑھنی چاہیے۔

دوسرا سوال رشتوں کے متعلق تھا میں چونکہ سادات خاندان سے ہوں مجھے اور میرے والد صاحب کو قومیت کا بہت خیال تھا مگر یہاں یہ کہا گیا کہ کوئی امتیاز نہیں۔ یہ بات میرے والد کے لئے گراں تھی میں نے حضور سے عرض کی کہ اس کے متعلق یہ شکلات ہیں تو حضور نے یہ فرمایا کہ ہمارا یہ منشاء نہیں ہے کہ امتیاز مٹایا جائے بلکہ اس کے اوپر ضد یا ہٹ کر کے مٹھرنہ ہونا چاہیے۔ اور

لے الفضل، ۳ مارچ ۱۹۵۰ء ص ۶ (ملخصاً) ۵ لے والد ماجد سید محمد ہاشم صاحب بخاری مبلغ نانا و سیرالیون

۳ لے "روایات صحابہ" (غیر مطبوعہ) جلد ۱ ص ۲۲، ۲۱ لے نام سید محمد تقی میاں صاحب ۶

ہماری جماعت میں سید بھی ہیں آپ ان سے رشتہ کر سکتے ہیں۔ ہاں اگر سید نہ ملیں تو سید پر اصرار نہیں کرنا چاہیئے۔

(۲) کیں مسلسل چالیس سال سے جلسہ میں شرکت کر رہا ہوں ایک ناغہ بھی نہیں کیا۔
(۳) جب دو "ترباقی الہی" تیار ہوئی تو میری خواہش پر حضرت صاحب نے مجھے بھی کچھ دیا اور کچھ کوئین بھی عطا فرمائی تھی۔

(۴) ایک گرتہ حضرت ام المومنین نے حضرت صاحب کا عطا فرمایا تھا جو اس وقت میرے اٹکے سید محمد ہاشم خاں بخاری کے پاس محفوظ ہے۔ حضرت صاحب نے مجھے براہین احمدیہ کے پہلے چاروں حصے خود اپنے دست مبارک سے عطا فرمائے تھے۔ حقیقتہً الوحی بھی آپ کی عطیہ میرے پاس ہے۔ ترباقی القلوب، تحفہ گولڑویہ اور خطبہ الہامیہ عطا فرما کر حضور نے فرمایا تھا کہ ان کتابوں کو ایک جلد میں کر لینا۔ ریلو یو آرڈر بھی حضور نے ہی میرے نام جاری فرمایا تھا۔ ایک سال کے بعد میں خریدار بن گیا۔ آپ کی وفات پر حضرت مصلح موعودؑ نے ۳۰ احسان ۱۱۳۹ھ / جون ۱۹۵۰ء کے خطبہ جمعہ میں فرمایا :-

"قاسم میاں اکثر قادیان آتے رہتے تھے اور دیر دیر تک قادیان رہا کرتے تھے۔ حافظ مختار احمد صاحب شاہجہاںپوری کے قریبی رشتہ داروں میں سے تھے۔ ہندوستان کے گذشتہ فسادات میں جو تباہی مسلمانوں پر آئی اس کا صدمہ ان پر گراں گذرا اور اسی صدمہ کی وجہ سے وہ ٹڈھال ہو گئے اور فوت ہو گئے۔" (بیعت ۱۸۹۵ء یا ۱۸۹۹ء۔ وفات ۲۰ جولائی ۱۳۲۹ھ)

۴۔ حضرت بابا محمد حسن صاحبؒ :- مطابق ۲۰ جولائی ۱۹۵۰ء (بمقامی سال)

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؒ نے "موصیٰ بابا حسن محمد صاحب بھی چل بسے" کے عنوان سے مندرجہ ذیل نوٹ سپرد قلم فرمایا جس سے حضرت بابا صاحب کے حالات و سوانح اور شمائل و خدمات پر مختصر مگر بلیغ روشنی پڑتی ہے۔ فرمایا :-

"بابا صاحب مرحوم او جملہ علیہ گورداسپور کے رہنے والے تھے اور صحابیوں کی ایک خاص پارٹی

۱۔ "روایات صحابہ" جلد ۱ ص ۲۲۰، ص ۲۲۱ (غیر مطبوعہ) ۲۔ افضل ۵ جولائی ۱۹۵۰ء ص ۵
۳۔ والد ماجد مولانا رحمت علی صاحبؒ مجاہد جاو او سماٹراؒ اصل نام محمد حسن ہی ہے (ریکارڈیشن ہند)

کے رکن تھے جو چھ مخلصین پر مشتمل تھی یعنی ایک تو بابا صاحب مرحوم کے قریبی عزیز میاں عبدالعزیز صاحب^{رحمۃ} مرحوم اور منشی امام دین صاحب مرحوم اور دوسرے سیکھواں متصل قادیان کے تین مشہور و معروف بھائی یعنی میاں جمال الدین صاحب مرحوم اور میاں امام الدین صاحب مرحوم اور میاں خیر الدین صاحب مرحوم ان چھ بزرگوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ہاتھ پر اوائل زمانہ ہی میں بیعت کی اور پھر آخر تک بیعت کے عہد کو نہایت اخلاص اور استقلال کے ساتھ نبھایا۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں ان کا قادیان میں آنا جانا بھی اکثر کٹھا ہوا کرتا تھا۔ ان میں سے میاں عبدالعزیز صاحب مرحوم نے ایک رات قیام گورداسپور کے دوران میں جبکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام بیمار تھے حضور کی اس رنگ... میں خدمت کی اور ساری رات اس طرح جاگ کر کاٹی کہ بعد میں حضور نے ان کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ خدا کا ہم پر کتنا فضل ہے کہ حضرت عیسیٰ صلیب کے واقعہ پر اپنے حواریوں کو بار بار دعا کے لئے جگاتے تھے اور وہ پھر بھی بار بار سو جاتے تھے مگر ہم نے منشی عبدالعزیز صاحب کو بار بار سونے کے لئے کہا مگر وہ پھر بھی اپنے اخلاص میں ایک منٹ کے لئے بھی نہیں سوئے اور ساری رات خدمت میں لگے رہے۔ بہر حال بابا حسن محمد صاحب مرحوم جو مولوی رحمت علی صاحب مبلغ جاوا کے والد تھے اس مقدس شخص ممبر پارٹی کے رکن تھے جنہوں نے اوائل میں ہی احمدیت سے مشرف ہونے کی سعادت پائی اور پھر ان کی زندگی کا ہر نیا دن انہیں خدا سے قریب تر کرتا گیا۔ افسوس کہ ایسے مخلص صحابیوں سے ہماری جماعت بڑی سرعت کے ساتھ محروم ہوتی جا رہی ہے اور نئی پودیں سے اکثر نے ابھی تک وہ درس و فائز سیکھا جس کے بغیر خدائی جماعتیں دنیا پر چھا نہیں سکتیں۔

بابا حسن محمد صاحب نے قریباً اپنی ساری عمر وعظ و نصیحت اور قرآن شریف پڑھنے پڑھانے میں گزاری اور ان کے وعظ کا طریق بھی ایسا دلکش ہوتا تھا کہ سننے والے دیہاتی لوگ اس سے بہت محظوظ ہوتے تھے اور فائدہ اٹھاتے تھے اور میرے خیال میں ان سے غالباً سینکڑوں عورتوں نے قرآن شریف پڑھا اور دینی مسائل سیکھے ہوں گے حتیٰ کہ جب وہ آخری ایام میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایہہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے چینیوٹ میں مقیم ہوئے تو کئی غیر احمدی عورتیں بھی ان کے درس میں شامل ہوتی تھیں اور میں نے سنا ہے کہ وہ ان کی وفات پر اس طرح روتی تھیں جس طرح ایک نیک اور شفیق باپ کی موت پر سعادت مند بچے روتے ہیں لیکن غالباً بابا صاحب مرحوم کا سب سے بڑا امتیاز یہ تھا کہ انہیں

موصیوں میں سے موسیٰ علیہ السلام نے ہونے کا شرف حاصل ہوا کیونکہ جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ۱۹۰۶ء کے شروع میں رسالہ الوصیت لکھ کر وصیت کی تحریک فرمائی تو اس تحریک پر سب سے اول نمبر پر لٹیک کہنے والے بابا حسن محمد صاحب مرحوم ہی تھے اور ان کی وصیت کا عمل درج ہوا اور دوسرا امتیاز ان کا یہ ہے کہ ان کے اکلوتے فرزند مولوی رحمت علی صاحب کو سمندر پار فریضہ تبلیغ ادا کرنے کا سب سے پہلے مبلغوں سے زیادہ لمبا موقع ملا ہے کیونکہ انہوں نے غالباً ۲۵ سال سے زیادہ جاوا، سماٹرا میں تبلیغ کی سعادت حاصل کی ہے اور ظاہر ہے کہ اولاد کی نیکی میں مومن باپ کا بھی ضرور حصہ ہوتا ہے۔

حضرت بابا صاحب کی روایات جو انہوں نے ۳۰، ۳۱ دسمبر ۱۹۳۴ء کو قادیان میں چوہدری عبدالستار صاحب بی۔ اے (آنرڈ) ایل ایل بی کے سامنے بیان فرمائیں (مورخہ ۲۳ تا ۲۸ ربیع الثانی ۱۳۶۹ھ / ستمبر ۱۹۵۰ء) میں چھپ چکی ہیں اور بہت ایمان پرور ہیں۔

۷۔ حضرت ماسٹر مولانا بخش صاحب متوطن موضع منیلہ تحصیل روپڑ ضلع انبالہ :-

(ولادت ۱۸۷۶ء - بیعت ۱۹۰۳ء - زیارت قادیان ستمبر ۱۹۰۵ء - وفات ۹ ظہور ۱۳۶۹ھ مطابق ۹ اگست ۱۹۵۰ء)

حضرت ماسٹر صاحب کو داخل احمدیت ہونے کی تحریک مرزا نند بخش صاحب کی کتاب ”عسل مصفی“ سے ہوئی جو انہیں مولوی محمد تقی صاحب سنوری مدرس سرہند کے ہاں ملی تھی۔ آپ ۱۹۰۵ء سے حضور کے وصال تک ہر سال موسمی تعطیلات میں ایک ماہ حضور کی خدمت میں حاضر ہوتے رہے۔ آپ کی روایت ہے کہ :-

”میں ایک دفعہ قادیان آیا ہوا تھا غالباً ستمبر کا مہینہ تھا اس مجھے یاد نہیں مسجد مبارک بڑھ چکی تھی صبح آٹھ بجے کا وقت ہو گا میں اکیلا ہی مسجد مبارک میں ہٹل رہا تھا کہ حضور اندر سے تشریف لے آئے میں نے مصافحہ کیا حضور مسجد مبارک کے پڑانے حصہ میں بیٹھ گئے۔ اندر کی بیڑھیوں سے حضرت مولوی

۱۔ الفضل ۲۵۔ وفات ۱۳۶۹ھ / جولائی ۱۹۵۰ء صلا ۲۔ پروفیسر عطاء الرحمن صاحب طائب مرحوم پروفیسر جامعہ نصرت ربوہ اور مولوی عبدالقادر صاحب ضیعی صاحبی مبلغ امریکہ کے صاحبزادے اور مولوی حافظ بشیر الدین عبد اللہ صاحب مبلغ نارنڈس و بلوا دعوتیہ آپ کے داماد ہیں۔

نور الدین صاحبؒ اور ڈاکٹر یعقوب بیگ بھی آگئے حضور ان سے باتیں کرنے لگے میں حضور کے ہاتھ دبانے لگا۔ دباتے دباتے جب میرے ہاتھ دائیں ہاتھ کے پنجے کے قریب تھے تو حضور کو یکدم جھٹکا لگا اور حضور کا مارا جسم ہل گیا حضور فوراً ہی اندر تشریف لے گئے پھر کوئی بات نہیں کی۔ حضرت مولوی نور الدین صاحب خلیفہ اول فرماتے لگے کہ اب وحی کے نزول کا وقت ہے۔

خلافتِ ثانیہ کے بابرکت دور میں جن بزرگ صحابہ کو عرصہ دراز تک مرکز سلسلہ میں تعلیمی خدمات بخالانے کا موقع میسر آیا ان میں حضرت ماسٹر صاحب موصوف کو ایک امتیازی مقام حاصل ہے۔ آپ ۱۹۱۸-۱۹ء میں سپیشل ٹیچر کی حیثیت سے مدرسہ احمدیہ کے سٹاٹ میں شامل ہوئے اور لمبی مدت تک اس مرکزی ادارہ سے منسلک ہو کر نوہالان احمدیت کو اپنے علم سے فیضیاب کرتے رہے۔ وارا ہجرت ربوہ میں ۲۱ اثناء ۱۳۲۸ھ / اکتوبر ۱۹۴۹ء کو لوئر ٹڈل سکول جاری کیا گیا جس کے آپ پہلے ہیڈ ماسٹر مقرر ہوئے۔ حضرت مصلح موعود، حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؒ، حضرت صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحبؒ اور حضرت نواب محمد عبداللہ خاں صاحبؒ کے جن صاحبزادوں اور صاحبزادیوں کے آپ استاد تھے ان میں سیدنا حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب (خلیفہ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ) اور صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب بھی شامل ہیں۔

حضرت ماسٹر صاحب تحریک جدید کے دفتر اول کے مجاہد تھے۔ قرآن مجید سے عاشقانہ تعلق اور لگاؤ تھا نمازوں اور تہجد کے باقاعدگی سے پابند تھے اور حضرت مولوی شیر علی صاحبؒ کی طرح اکثر نمازیں محلہ دارالعلوم (قادیان) سے چل کر مسجد مبارک میں ادا کیا کرتے تھے۔ خاندان حضرت مسیح موعود کے فدائی تھے۔ اکرام ضریف کا خاص اہتمام کرتے تھے۔ ہر ایک شخص سے نہایت خندہ پیشانی اور خوش اخلاقی سے پیش آتے تھے۔ آپ کے دل میں بزرگوں کا احترام اور خدمتِ خلق کا جذبہ گھٹ کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ غایت درجہ صابر و شاکر اور قانع بزرگ تھے دستِ سوال دراز کرنا ان کی طبیعت کے خلاف تھا۔ ملازمت سے بسکدوشی کے بعد ٹیوشن کر کے اپنے پیٹل کو اعلیٰ تعلیم دلوانی اور انہیں سلسلہ احمدیہ کی خدمت کے لئے وقف کر دیا۔ آخر عمر میں نحیف اور بوڑھا ہونے کے باوجود غیر معمولی ہمت و استقلال سے کئی کئی گھنٹے تک نہایت بشاشت سے مسلسل کام کیا کرتے تھے اور

۱۰ رپورٹ سالانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان ۱۹۱۸-۱۹ء ص ۴۲ مرتبہ حضرت خلیفہ ڈاکٹر رشید الدین صاحب ایل ایل اے
ٹرسٹی و جنرل سیکرٹری صدر انجمن احمدیہ بمبوعہ انوار احمدیہ پریس قادیان

فرمایا کرتے تھے کہ مجھے فارغ بیٹھنا دو بھر معلوم ہوتا ہے اور میں کام میں خوش رہتا ہوں۔ دن کو سونا پسند نہیں کرتے تھے اور اسے سستی کی علامت سمجھتے اور فرماتے تھے کہ سستی آدمی اکثر بیمار رہتا ہے اور میں ساری عمر میں دو ایک مرتبہ کے سوا کبھی بیمار نہیں ہوا۔

۹ ماہ ظہور ۱۲۹۹ھ / اگست ۱۹۵۰ء کو ملک عمر علی صاحب کھوکھر رئیس ملتان کے ہمراہ کوئٹہ سے واپس آکر ملک صاحب کے آبائی گاؤں کی طرف تشریف لے جا رہے تھے کہ ملتان اور لودھراں اسٹیشن کے درمیان ریل گاڑی میں ہی حرکت قلب بند ہو جانے سے وفات پائی۔ ۲۰ اگست ۱۹۵۰ء / اکتوبر ۱۹۵۰ء کو حضرت مصلح موعودؑ نے جمعہ کے خطبہ ثانیہ کے بعد آپ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:-

”ماسٹر مولابخش صاحب ان بزرگوں میں سے تھے جو استثنائی ہوتے ہیں۔ باوجود اندھے ہو جانے کے ان کا پڑھانے کا شوق نہیں جاتا تھا۔ ان کی عمر ۸۰ سال سے اوپر ہوگی کیونکہ مجھے خیال پڑتا ہے کہ وہ بیس پچیس سال سے ریٹائر ہو چکے تھے۔ وہ ہمیشہ پڑھاتے رہتے تھے۔ جہاں بھی خدمت کا کوئی موقع نکلتا وہ اپنے آپ کو اس کے لئے پیش کر دیتے۔ باوجود زور دینے کے میں نے دیکھا ہے کہ وہ پیسے نہیں لیتے تھے میری بچیوں کو بھی انہوں نے پڑھایا ہے مگر باوجود زور دینے کے انہوں نے پیسے نہیں لئے بعض دفعہ میری طبیعت پر یہ امر گراں بھی گذرتا تھا لیکن وہ ہمیشہ یہی کہتے تھے کہ میں ثواب کی خاطر یہ کام کروں گا حالانکہ میں جانتا ہوں کہ ان کی مالی حالت بہت کمزور تھی۔ اس دفعہ وہ کوئٹہ گئے تو انہیں دیکھ کر مجھے رحم آگیا.... یہ لوگ ہیں جو شہید کمانے کے مستحق ہیں۔ ۷۵، ۸۰ سال کی عمر تھی۔ نظر اتنی کمزور کہ میں بات کرتا تھا تو پہچانتے تھے لیکن پڑھانے کے لئے وہ ہر جگہ چلے جاتے تھے۔ ممکن ہے وہ کسی سے کچھ لے بھی لیتے ہوں لیکن عام خیال تھا کہ وہ مفت ہی پڑھاتے ہیں حالانکہ ان کا گزارہ بہت حقیر تھا یہ وہ لوگ تھے جنہیں دیکھ کر خوشی ہوتی ہے کہ جماعت میں ایسے لوگ بھی پائے جاتے ہیں جن پر فَرَمْنَهُمْ مَن قَضَىٰ نَجْبًا وَ مَنَّهُمْ مَن يَنْتَظِرُ لِيَأْتِيَ صَادِقَ آتِي ہے کہ کچھ لوگ ایسے ہیں جنہوں نے اپنے فرائض ادا کر دیئے ہیں اور کچھ اپنے فرائض کو ادا کرنے کے لئے تیار بیٹھے ہیں۔“

لہ احزاب: ۲۴

لہ مفصل حالات ملک صلاح الدین صاحب ایم۔ اے نے رسالہ ”اصحاب احمد“ میں وجوہات و نومبر ۱۹۵۵ء

میں شائع کر دیئے ہیں مندرجہ بالا اقتباسات و معلومات بھی اسی سے ماخوذ ہیں

(ولادت ۱۸۸۳ء۔ بیعت ۱۹۰۱ء، وفات

۸۔ حضرت ڈاکٹر محمد طفیل صاحب بٹالوی :- ۲۰ ماہ ظور ۱۳۲۹ھ / اگست ۱۹۵۰ء)

حضرت ڈاکٹر صاحب کے مختصر حالات تاریخ احمدیت جلد سوم میں ۱۹۰۱ء کے ممتاز صحابہ کے ضمن میں آچکے ہیں۔ حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب نے حضرت ماسٹر مولانا بخش صاحب اور آپ کی وفات کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا:-

”یہ دونوں بزرگ بہت نیک اور مخلص اصحاب میں سے تھے جو عرصہ بہو اپنے وطنوں سے ہجرت کر کے قادیان میں آباد ہو چکے تھے اور پھر گذشتہ انقلاب کے نتیجہ میں قادیان سے ہجرت کرنے پر مجبور ہوئے اور دونوں کو سلسلہ کے محکمہ تعلیم میں کافی خدمت کا موقع میسر آیا اور حسن اتفاق سے دونوں بالآخر مدرسہ احمدیہ سے (جو سلسلہ کی ایک مخصوص دینی درسگاہ ہے) اپنی ملازمت کا عرصہ پورا کر کے ریٹائر ہوئے مگر اس ریٹائرمنٹ کے بعد بھی ان کی خدمت کا سلسلہ جاری رہا۔ چنانچہ ماسٹر مولانا بخش صاحب مرحوم حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ کے چھوٹے بچوں اور ہمارے خاندان کے دوسرے بچوں کو پرائیویٹ ٹیوٹر کی حیثیت میں پڑھاتے رہے اور ماسٹر محمد طفیل صاحب مرحوم کو جلسہ سالانہ کے ایام میں سلسلہ کے ہمناموں کی خدمت کا نمایاں موقع ملتا رہا۔ دونوں اصحاب موصی تھے اور نماز اور دیگر اعمال صالحہ کے بجالانے میں خوب چوکس اور مستعد تھے“ لہ

۹۔ حضرت مولانا محمد امیر صاحب آف آسام :- ۲۹ ماہ مطابق ۲۳ ستمبر ۱۹۵۰ء لبر ۱۹۶۶ء (ولادت اندازاً ۱۸۵۴ء۔ وفات ۲ تبوک

حضرت مولانا صاحب علاقہ آسام میں احمدیت کے ستون اور بڑے جوشیلے مخلص اور بہادر راہوی تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ۱۸۸۵ء میں پہلا تبلیغی اشتہار جو انگریزی اور اردو میں شائع ہوا تھا حضرت امام الواعظین مولوی غلام امام صاحب منی پور کے ذریعہ آپ کے ہاتھ لگا اشتہار کا پڑھنا تھا کہ آپ کا چہرہ روشن ہو گیا اور آپ نے بلا تاویل بیعت کا خط حضرت اقدس کی خدمت میں لکھ دیا۔

لہ الغفل ۸ تبوک ۱۳۲۹ھ / ستمبر ۱۹۵۰ء۔ زیر عنوان ”دو مخلصین کی وفات“ لہ والد ماجد خان بہادر محمد عطاء الرحمن صاحب سابق ہرم سیکرٹری حکومت آسام۔ لہ تفصیل تاریخ احمدیت جلد دوم میں آچکی ہے۔ لہ ۱۳ صحابہ کبار میں سے تھے۔ آپ کا نام ضمیمہ انجام آٹھ ص ۲۲ پر مندرج ہے۔

اکثر فرمایا کرتے تھے کہ میں مدت سے مسیح موعود اور زہدی موعود کی آمد کا منتظر تھا کیونکہ مجھے تفہیم ہوئی تھی کہ یہ زمانہ امام الزمان کے نزول کا مقتضی تھا۔ میں خدا کا شکر ادا کرتا ہوں کہ مسیح موعود علیہ السلام کا ظہور میری زندگی میں ہوا اور ان کو متبول کرنے کی توفیق ملی۔

رپ جلیل کے قائم کردہ پاک سلسلہ میں شامل ہونے کے بعد آپ پر مصائب کے بادل چھا گئے اور آپ کو زمانہ دراز تک دنیاوی مشکلات اور صعوبتوں کو برداشت کرنا پڑا مگر آپ ہر ابتلا پر ثابت قدم رہے اور ہر فتنہ کے موقع پر نہ صرف یہ کہ آپ خود ایک مضبوط چٹان کی طرح حق و صداقت پر قائم رہے بلکہ اپنے وعظ و تبلیغ کے نتیجہ میں قریباً دو سو اشخاص کو تحریک احمدیت سے وابستہ کرنے میں کامیاب ہوئے۔

حضرت مولوی صاحب ایک عالم متبحر تھے۔ قرآن کریم سے ان کو عشق تھا اور خدا تعالیٰ نے محض اپنے فضل و کرم سے ان کو فہم قرآن کا ایک خاص ملکہ عطا فرمایا تھا۔ مشکل سے مشکل مقامات کو دعاؤں کے ذریعہ حل کر لیتے تھے اور سلسلہ کے بعض بزرگوں کی تفاسیر سے توارد ہو جاتا تھا۔ سلسلہ عالیہ کی کوئی کتاب ایسی نہیں جو انہوں نے مطالعہ نہ کی ہو۔ عمر کے آخری دو سال میں آپ کی بینائی بالکل کمزور ہو گئی تھی اور مطالعہ ناممکن ہو گیا تھا پھر بھی اخبارات سلسلہ اور تازہ تالیفات و تصنیفات اپنی بیٹیوں سے سنا کرتے تھے۔ دہلی میں سے تو آپ کو ایک بے نظیر عشق تھا۔ بصارت کی کمزوری کے اس زمانے میں بھی درمیں آپ کے تکیہ کے نیچے رکھی رہتی تھی۔ آنکھوں پر زور ڈال کر اشعار یاد کرنا آپ کا محبوب شغل تھا۔ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ دہلی میں کمزوری کے لئے لٹنگ اور میری بیماری کے لئے دوا اور روحانی غذا ہے۔ آخری دنوں میں بار بار وقت پوچھا کرتے تاکوئی نماز فوت نہ ہو جائے یہاں تک کہ آخری رات تہجد اشارے سے پڑھی۔

آپ رؤیا صالحہ کی نعمت سے بھی مستفیض تھے اور تعبیریں بتایا کرتے تھے اور صاحب الامام بھی تھے گو وہ اپنے الاماموں کو ظاہر کرنا پسند نہیں کرتے تھے۔ ۱۰

۱۰۔ خواجہ عبدالرحمن صاحب ریج افسر امیر جماعت احمدیہ کشمیر (سنو)۔ ۱۰۔ قادیان (زیارت)

۱۹۱۰ء۔ وفات ۷/ فتح ۱۳۲۹ھ / دسمبر ۱۹۵۰ء)

خواجہ صاحب کشمیر میں احمدیت کی جیتی جاگتی تصویر تھے۔ ۱۹۰۱ء میں اپنے والد میاں حبیب اللہ صاحب کے ساتھ قادیان دارالامان میں گئے اور تعلیم الاسلام ہائی سکول میں داخل ہوئے اور میٹرک تک تعلیم بھی اس مرکزی ادارہ سے پائی اور حضرت مہدی موعود علیہ السلام کی بابرکت مجالس میں بھی شامل ہوئے۔ آپ کی متعدد چشم دید روایات حضرت مرزا بشیر احمد صاحب نے اپنی کتاب "سیرت المہدی" حصہ دوم و سوم میں درج فرمائی ہیں۔

فمادات ۱۹۲۷ء کے بعد حضرت مصلح موعودؑ نے خواجہ صاحب موصوف کو مقبوضہ کشمیر کی تمام احمدی جماعتوں کا پہلا امیر مقرر فرمایا اور آپ اس قومی خدمت کی بجا آوری کے لئے صبح و شام سرگرم عمل ہو گئے۔ جماعتی کاموں کے سلسلہ میں آپ مختلف جماعتوں کا دورہ ختم کر کے سرینگر پور پہنچے تو بیمار ہو گئے اسی حالت میں اپنے گاؤں آسنور لائے گئے اور ڈیڑھ ماہ بعد واصل بحق ہو گئے۔

حضرت مفتی محمد صادق صاحب نے آپ کی وفات پر حسب ذیل نوٹ لکھا:-

"میں اس عزیز کو اُس وقت سے جانتا تھا جب کہ وہ چھوٹی عمر میں قادیان کے ٹی آئی ہائی سکول میں تعلیم حاصل کر رہے تھے۔ میں اُس وقت اس سکول کا ہیڈ ماسٹر تھا اور خواجہ صاحب مرحوم سکول کے بورڈنگ میں رہتے تھے۔ بلحاظ سکول اور بورڈنگ کا افسر ہونے کے مجھے ان کے حالات اور اخلاق دیکھنے کا بہت اتفاق ہوتا رہا۔ مرحوم ایک نہایت ہی نیک اور شریف طالب علم تھے کبھی کسی کے ساتھ اُن کا کوئی جھگڑا نہ ہوا۔ اپنے استادوں کا اتنا ادب کرتے تھے کہ سب اُن سے خوش رہتے تھے۔ اس کے بعد جب وہ اپنے وطن جا کر ملازم ہو گئے تب بھی اُن سے خط و کتابت کا سلسلہ جاری رہا۔ سلسلہ احمدیہ کی صداقت کا ان کو طبعاً ایک جوش تھا اور نہایت اخلاق کے ساتھ وہ دوسروں پر اپنا نیک اثر ڈالتے تھے خدا تعالیٰ کی توحید اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت اور حضرت مرزا صاحب کی مسیحیت اور وحدانیت پر ان کو صدق دل سے ایمان تھا اور اُن کی طبیعت میں یہ جوش تھا کہ خدا تعالیٰ کی توحید کشمیر میں اور تمام ملکوں میں پھیل جائے اور قائم ہو جائے اور سب لوگ مشرک کو ترک کر کے توحید پر قائم ہو جائیں۔ انکی

۱۔ "سیرت المہدی" حصہ دوم صفحہ ۲۸-۲۹-۳۰، حصہ سوم صفحہ ۲۳-۲۴-۲۵-۲۶-۲۷-۲۸-۲۹-۳۰-۳۱-۳۲-۳۳-۳۴-۳۵ الفضل

۲۶ دسمبر ۱۹۵۰ء ص ۵ (مضمون خواجہ عبدالغفار صاحب دارالاساقی ایڈیٹر اخبار "اصلاح" سرینگرہ حال راولپنڈی)

وفات کا مجھے بہت افسوس ہوا کیونکہ اُن کی بیماری کی کوئی خبر نہیں آئی تھی اور ان ایام میں وہ میرے دو پوتوں کی خبر گیری کرتے تھے جو میرے بیٹے طیفی منظور مرحوم کی وفات کے بعد کشمیر میں رہ گئے تھے اور سیاسی انقلابات کے سبب ان کا میرے پاس آنا ایک مدت تک نہ ہو سکا۔ خواجہ صاحب مرحوم ہر طرح سے اُن کی تعلیم و تربیت اور پرورش کی طرف متوجہ رہے اور میں انہیں بچوں کی ضرورت کے مطابق خرچ بھیجتا رہا۔ مرحوم نے اپنے بیٹوں کو تعلیم و تربیت کے واسطے قادیان بھیج دیا تھا اور تب سے اُن کے دو لڑکے پاکستان میں مقیم ہیں اور نیکی میں اپنے باپ کے نقش قدم پر چلنے والے ہیں۔۔۔ جب میں نے اپنی کتاب میں شائع کرنے کے لئے سرینگر میں قبر سیح کا فوٹو لیا تو مرحوم بھی میرے ساتھ اُس فوٹو میں شامل تھے اور میری کتاب کی تصنیف کے کام میں مجھے امداد دیتے رہے۔“ ۳

ان اکابر صحابہ کے علاوہ میاں رحمان علی صاحب جھنگ کا بھی اسی سال انتقال ہوا۔ میاں صاحب نے لکھنؤ کے مدرسہ دینیہ میں تعلیم کے دوران مخالف علماء سے حضرت سیح موعود علیہ السلام کا تذکرہ سنا اور تحقیقات شروع کر دی اور بالآخر داخل احمدیت ہو گئے۔ آپ لدھیانہ اسٹیشن پر حضرت سیح موعود علیہ السلام کے دست مبارک پر بیعت سے شرف ہوئے۔ چنانچہ آپ کا بیان ہے:-

”حضرت سیح موعود علیہ السلام۔۔۔ سیکنڈ کلاس میں تشریف رکھتے تھے۔ ریل کا ڈبہ ریزرو نہیں کرایا ہوا تھا۔ اس وقت ایک گھنٹہ تک وہ گاڑی لدھیانہ اسٹیشن پر کھڑی رہی۔ اس وقت گاڑی کے اندر میں نے حضرت صاحب کی بیعت کی۔ بہت سے ہندو اور مسلمان اسٹیشن پر کھڑے ہو گئے تھے تاکہ آپ کی زیارت کر سکیں اور پلیٹ فارم کھپا کھچ بھر گیا۔“

۱۔ آپ کی اولاد:- میر محمد عبداللہ صاحب۔ میر عبدالسلام صاحب۔ میر عبدالوہاب صاحب۔ ائمۃ الرحیم صاحبہ۔ ائمۃ الرحمن صاحبہ۔ ائمۃ اللہ صاحبہ۔ ۲۔ یہ ۱۹۳۵ء کا واقعہ ہے۔ ۳۔ الفضل ۳۷، صلح ۱۱۲، جزیرہ ۱۹۵۱ء ص ۶، کالم ۱۔ حضرت تھقی صاحب کی یہ کتاب ”تحقیق جدید تعلق قبر سیح“ کے نام سے بکڈ پونتا لیف و اشاعت قادیان نے اکتوبر ۱۹۳۶ء میں ڈیڑھ ہزار کی تعداد میں شائع کی۔ کتاب کے ص ۹۲ تا ۹۵ میں اُن عبرانی الفاظ کی فہرست درج ہے جو کسی نہ کسی پہلو سے کشمیری زبان میں مستعمل ہیں۔ یہ فہرست خواجہ عبدالرحمن صاحب ہی نے تیار کی تھی۔

(خواجہ صاحب کے مزید حالات کے لئے ملاحظہ ہو ”تاریخ احمدیت کشمیر“ ص ۳۲، ص ۳۵، مولفہ جناب قریشی محمد اسد اللہ صاحب فاضل مرتبی سلسلہ احمدیہ مطبوعہ منیاء الاسلام پریس رلوہ ۱۳۵۲ھ / ۱۹۷۳ء)

آپ نے ۱۹۲۶ء میں ملازمت سے سبکدوش ہونے پر قرآن شریف مکمل حفظ کیا اور صحاح ستہ مطالعہ کیں۔ آپ کو مسائل و فنیہ خصوصاً احادیث، کتب سلسلہ اور ثنائی لٹریچر پر خاصا عبور تھا۔ پابند موم و صلوات، شب بیدار اور جماعت کے مالی جمادیں باقاعدگی سے حصہ لیتے تھے اور خاندان حضرت مسیح موعود کے دلی محبتوں میں شامل تھے۔ آپ جھنگ میں مدفون ہیں۔

فصل مہتمم

۱۳۲۹ھ کے بعض متفرق مگر اہم واقعات ۱۹۵۰ء

اس سال کے شروع کا ایک المناک واقعہ صاحبزادہ محمد اکرم خاں صاحبؒ کی شہادت | چار سہ صلح پشاور کے رئیس اور مخلص احمدی صاحبزادہ محمد اکرم خاں صاحبؒ کا واقعہ شہادت ہے جو ارماہ صلح / جنوری کو پیش آیا۔ سیدنا حضرت صلح موعودؒ نے خطبہ جمعہ میں اس واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:-

”وہ ۷۶ سال کی عمر کے تھے اور ایک رئیس خاندان میں سے تھے۔ یہ وہی ہیں جن کے متعلق ان کے بھائی نے بیان کیا تھا کہ ہم نے ایک اٹھنی احمدیوں کو دے دی ہے اور ایک اٹھنی غیر احمدیوں کو۔ یہ پہلے پینامی جماعت کے ساتھ تھے بعد میں مباہلین میں شامل ہو گئے۔ خیال کیا جاتا ہے کہ ان کی شہادت میں بعض مولویوں کا ہاتھ ہے لیکن ممکن ہے یہ غلط ہو کیونکہ پٹھانوں میں چھوٹی سے چھوٹی رنجش پر بھی ایک دوسرے کو قتل کر دیا جاتا ہے۔ بہر حال وہ نہایت مخلص اور جوشیلے احمدی اور مبلغ تھے“ ۳۷

۱۔ اصحاب احمد جلد دہم ص ۱۶۸، ص ۱۶۹ (مولفہ ملک صلاح الدین صاحبہ ایم۔ اے۔ ناشر احمدیہ بک، ڈپور بڑہ۔ ۱۹۶۱ء)

۲۔ ماسٹر سعد اللہ خاں صاحبؒ ٹیچر تعلیم الاسلام ہائی سکول ربوہ آپ ہی کے فرزند ہیں۔ ۳۷۔ انفضل، ۱۶، تبلیغ، ۱۳۲۹ھ

۳۔ حضرت قاضی محمد یوسف صاحبؒ امیر جماعت تھے احمدیہ سرحد کی تحقیق کے مطابق صاحبزادہ اکرم خاں کو احمدیت کی تحریک ابتداء حضرت مولوی محمد الیاس صاحبؒ سے پہنچی تھی (تاریخ احمدیہ سرحد، ص ۲۵، مطبوعہ ۱۹۵۹ء منظور عام پریس پشاور)

حضرت امیر المومنین المصلح الموعودؑ نے انگریزی زبان میں خطاب

دیگر احمدی مہمانوں کے اعزاز میں، ۱۷ مارچ کو ایک دعوتِ عصرا نہ دی جس میں سورۃ بقرہ کو جمعہ کی تلاوت کے بعد انگریزی زبان میں خطاب کرتے ہوئے فرمایا۔

”قربانی کرو اور کرتے چلے جاؤ۔ خدا تعالیٰ کے احکام پر معنونا نہ عمل کرو اور کرتے چلے جاؤ اور نتائج کے متعلق کوئی تردد نہ کرو کیونکہ جس کے ہاتھ میں نتائج ہیں وہ انشاء اللہ اپنے سلسلہ کو خود بار آور کرے گا اور اُسے ہر قسم کی تباہی سے بچالے گا۔“

جلسہ سیالکوٹ پر سنگبھاری اور ایک سعید روح کا قبولِ احمدیت

۱۹ مارچ مصلح/جنوری کو جماعت احمدیہ سیالکوٹ نے ایک جلسہ منعقد کیا جس کا پہلا اجلاس صبح ساڑھے دس بجے سے لیکر ڈیڑھ بجے تک احزابوں کی مزاحمت کے باوجود جاری رہا جس سے پرنسپل جامعہ احمدیہ مولانا ابوالعطاء صاحب، مولانا جلال الدین صاحب شمس اور چوہدری اسد اللہ خاں صاحب نے تقریریں کیں۔ اس کے بعد جب دوسرے اجلاس میں ملک محمد علی صاحب خادم گجراتی کی تقریر شروع ہونے لگی تو احزاب اور خاکساروں نے شور مچانا اور حاضرین جلسہ پر بے دریغ پتھر پھینکنا شروع کر دئے اور ساتھ ہی لاؤ ڈسپیکر لگا کر بانی سلسلہ احمدیہ، جماعت احمدیہ اکابر سلسلہ اور وزیر خراجہ پاکستان کے خلاف گالیاں دینے لگے۔ پولیس نے صورتِ حال پر قابو پانے کی ہر ممکن کوشش کی لیکن جب یہ لوگ اپنی ان غیر اسلامی حرکات سے باز نہ آئے تو بالآخر حکام نے امیر جماعت احمدیہ کو جلسہ بند کر دینے کی تلقین کی۔ احمدی اس دوران میں نہایت پر امن رہے اور حکومت سے تعاون کرتے ہوئے جلسہ ختم کر دیا۔ احزابوں کی ٹولیاں جلسے کے بعد بازاروں میں گشت لگا کر بھی رگڑا دکھا احمدیوں کو زد و کوب کرتی رہیں اور دو ایک احمدیوں کی دکانیں بھی ٹوٹیں۔ گجراتیوں نے قانون کو ہاتھ میں لینا گوارا نہ کیا۔ احمدیوں کے اس صحیح اسلامی نمونہ کا یہ اثر ہوا کہ ایک شخص نے داخل احمدیت ہونے کا اعلان کیا اور کہا کہ اگر یہی اسلام ہے جو احزابوں نے آج پیش کیا ہے تو مجھے

اس کی قطعاً ضرورت نہیں۔ ع

مجھے یہ کفر بہتر ہے ترے اسلام سے توبہ لے

حضرت مصلح موعودؑ کو شروع ۱۳۲۴ھ
۱۹۴۸ء میں چوہدری محمد ظفر اللہ خاں صاحب
کی نسبت ایک تشویش ناک روایاد کھائی

چوہدری محمد ظفر اللہ خاں صاحب کو قتل کر نیکی سازش
اور حضرت مصلح موعودؑ کی تحریک دعا

گئی۔ چوہدری صاحب اُن دنوں نیویارک میں پاکستان کی نمائندگی کے تعلق میں قیام فرماتے حضور نے
مورخہ ۱۲۔ امان / مارچ کو اُن کے نام حسب ذیل تار دیا:-

"Telegrams No 273 Dated 13.3.1948.

To - Sir Zafullah Khan Newyork.

I have seen Newyork Radio announced you
have been slain.... It ordinarily means unexpected
success, but it may be a warning, so be careful
Mahmood Ahmad."

(ترجمہ) میں نے روایا میں دیکھا ہے کہ نیویارک ریڈیو نے اعلان کیا ہے کہ آپ شہید کر دیئے
گئے۔ عام طور پر اس کی تعبیر کوئی غیر متوقع کامیابی ہوتی ہے لیکن یہ ایک انذار بھی ہو سکتا ہے اس لئے آپ
محتاط رہیں۔ محمود احمد ؑ

ڈیڑھ دو سال بعد ۱۳۲۹ھ / ۱۹۵۰ء میں چوہدری محمد ظفر اللہ خاں صاحب کے نام گناہ خطوط
آنے شروع ہو گئے جن میں آپ کو قتل کی دھمکیاں دی گئیں۔ یہ بات جو سنی اخبارات کے ذریعہ منظر عام پر
آئی حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے مندرجہ ذیل مضمون کے ذریعہ اجاب جماعت کو دعائے خاص کی
تحریک فرمائی:-

۱۔ افضل ۱۷ ص ۲۹ / جنوری ۱۹۵۰ء ص ۸۱

۲۔ افضل ۲ امان / مارچ ۱۹۵۰ء ص ۴

اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم
 بسم اللہ الرحمن الرحیم • نحمدک و نصلی علی رسولہ الکریم
 خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ
 ہوا اللہ صا

چوہدری سرفراز اللہ خان صاحب کے بارہ میں ایک تشویش انگیز

حال میں اخبارات میں شائع ہوا ہے کہ سرفراز اللہ خان صاحب کو تہذیبی خطوط ملے ہیں جنہ میں انہیں قتل کی دھمکی دی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ انہیں ہر شر سے محفوظ رکھے۔ اس بارہ میں احباب کی اطلاع کے لئے تحریر ہے کہ ۱۹۴۸ء کی شورشی سے پہلے جب میں سندھ گیا تو میں نے وہاں بیرویا دیکھا کہ کوئی مجھے کہتا ہے یا میں نے اخبار میں دیکھا ہے کہ نیویارک ریڈیو اعلان کر رہا ہے کہ سرفراز اللہ خان کو شہید کر دیا گیا ہے۔ میں نے اُس وقت چوہدری صاحب کو اس بارہ میں اطلاع دی کہ کہ خواب میں قتل سے مراد کوئی بڑی کامیابی یا ظاہری تعمیر کے لحاظ سے یہ خواب مندر بھی ہو سکتی ہے اس لئے وہ احتیاط رکھیں۔ اب اس تنازعہ خبر سے معلوم ہوتا ہے کہ اس خواب کے مضمون کو ظاہری صورت میں پورا کرنے کی سکیم دشمنوں کے ہاتھ میں ہے۔ مختلف اطلاعات ملا کر جو نتیجہ نکلتا ہے وہ یہ ہے کہ ہندو لیڈروں نے پہلے احرار کے ذریعہ سے پاکستان میں چوہدری صاحب کے خلاف پراپیگنڈا کروایا اور انہوں نے بعض مجالس میں یہاں تک کہا کہ امام جماعت احمدیہ اور سرفراز اللہ کو قتل کیوں نہیں کر دیا جاتا جیسا کہ مجھے بعض لوگوں نے آج سے کوئی ایک ماہ پہلے اطلاع دی تھی اس پراپیگنڈا سے راستہ کھولنا مقصود تھا کہ اگر خدا نخواستہ دشمن اپنے منصوبہ میں کامیاب ہو تو ہندو لیڈر کہہ سکیں کہ ان کے مارنے والے خود مسلمان تھے۔ اس کے ساتھ ہی کہا جاتا ہے اسی سکیم کو اور زیادہ مؤثر بنانے کے لئے بنگال سے چند ہندو نوجوان مسلمانوں کے لباس میں بھجوائے گئے ہیں جو امریکہ میں چوہدری صاحب پر حملہ کریں تاکہ ہندو لیڈر یہ کہہ سکیں کہ ان کا کام میں کوئی دخل نہیں یہ نام مسلمانوں نے خود پیش میں آکر کیا ہے۔ حالانکہ احراری پراپیگنڈا بھی ان کے اشارے سے شروع کیا گیا ہے اور اب یہ کوشش بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔

اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے کہ بعض دفعہ کسی مُنذرہ امر سے ہوشیار کرنے کے لئے وہ خواب یا ایلام ہے۔

اطلاع دے دیتا ہے تاکہ دعا اور تدبیر سے مومن اسے ٹلا سکے۔ سو اجاب کو چاہیئے کہ چوہدری صاحب کے لئے ان دنوں میں خاص طور پر دعا کریں تاکہ اللہ تعالیٰ احرار اور ہندوؤں کے مشترکہ منصوبہ سے انکو بھی اور سب جماعت کو بھی محفوظ رکھے۔ کاش ہندو لیڈر یہ سمجھتے کہ ایسی کینہ سازشیں فسادات کا ایک ایسا دروازہ کھول دیتی ہیں کہ ان کو بند کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔ کاش احرار یہ سمجھتے کہ وہ اپنے لئے تباہی کا گرٹھا کھود رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس وقت اسلام کو فتح دینا چاہتا ہے۔ احرار اور ہندو لیڈر دیکھ لیں گے اور دنیا بھی دیکھ لے گی کہ اس کھیل کا خدا تعالیٰ کیا جواب دیتا ہے۔ خاکسار زلموود احمدؒ لہ
 اللہ تعالیٰ کے خلیفہ موعود اور اس کے پاکباز بندوں کی دعائیں جناب الہی میں قبول ہوئیں اور نہ صرف احرار اور ہندو لیڈروں کا چوہدری صاحب کے خلاف یہ خفیہ منصوبہ ناکام ہو گیا بلکہ چند ماہ بعد یہ حقیقت بھی ثابت ازہم ہوتی ہے کہ احرار بھارت کے آلہ کار اور ایجنٹ کی حیثیت سے ملک میں فساد برپا کرنا چاہتے ہیں۔ چنانچہ برصغیر پاک و ہند کے مشہور مسلمان لیڈر خواجہ حسن نظامی صاحب دہلوی نے انکے خلاف کیا کہ :-

”ہو لوگ اس وقت مسلمانوں کے فزوں خاص طور پر قادیانیوں کے خلاف تقریریں کرتے پھرتے ہیں پاکستان کے دشمن اور بھارت کے ایجنٹ ہیں“۔

احرار پاکستان کا تختہ الٹنے
 حضرت امیر المومنین کی طرف سے احرار کے ایک جعلی ٹریکیٹ کی تردید کے لئے اب تک ”جو شش

خطابت“ سے کام لے کر اشتعال پھیلا رہے تھے مگر اس سال ان کی فساد انگیز کارروائیوں نے ایک نیا رخ بدلا اور وہ یہ کہ انہوں نے جماعت احمدیہ کو بدنام کرنے کے لئے خود ایک ٹریکیٹ لکھا اور کراچی، گوجرانوالہ لاہور اور دہلائی پور سے شائع کرایا اور پھر لاہور کے اخبار آزاد، زمیندار اور سفینہ وغیرہ میں احمدیوں کے خلاف دستجات کر کے ملک بھر میں نکتہ اٹھانا شروع کر دیا۔

سیدنا حضرت مصلح موعودؑ نے اس جعلی اور شرانگیز ٹریکیٹ کا جواب ایک مفضل مضمون میں دیا جو افضل میں چھپنے کے علاوہ بذریعہ اشتہار ملک بھر میں شائع کیا گیا۔ یہ مضمون حسب ذیل الفاظ میں تھا :-

لے افضل ۲۸ سینیچ ۱۳۲۹ھ / فروری ۱۹۵۰ء ص ۶

۶ احراری امرگن ”آزاد“ ۲۱ جون ۱۹۵۰ء

أَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ ۝ نَحْمَدُهُ وَنُصَلِّي عَلَى رَسُولِهِ الْكَرِيمِ

خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ

ہوالہ

مسلمانوں اور پاکستان کا قیام اسلام کے قیام پر منحصر ہے

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ مسلمانوں کی یہ شان بتاتا ہے کہ وہ جھوٹ سے بچتے ہیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان نبوت سے پہلے اہل مکہ پر اسی صفت سے ظاہر تھی کہ وہ صدوق و امین کہلاتے تھے یعنی نہایت راستباز اور ہر امانت کو پورا کرنے والے۔ آج بھی اگر مسلمان کوئی عزت حاصل کرنا چاہتے ہیں تو سچ ہی سے عزت حاصل کر سکتے ہیں لیکن افسوس کہ اس وقت بھی کہ اسلام اور مسلمان دشمنوں کے نزعہ میں گھرے ہوئے ہیں اور سرحد پار دشمن ان کی تاک میں لگے ہوئے ہیں بعض مسلمان کہلانے والے بلکہ علماء کہلانے والے اور اسلام کی حفاظت کا دعویٰ کرنے والے جھوٹ اور فریب سے کام لے رہے ہیں چنانچہ برسوں مجھے گوجرانوالہ کے دو دوستوں کی طرف سے اشتہارات ملے ہیں جن کے نیچے ناظر دعوت و تبلیغ انجمن خدام احمد صلی اللہ علیہ وسلم گوجرانوالہ شہر لکھا ہے۔ یہ اشتہار سر سر جھوٹا اور افتراؤں کا پلندہ ہے۔

جماعت احمدیہ میں ناظر مرکزی سیکرٹری کو کہتے ہیں اور اس مفتری اور کذاب کو یہ بھی معلوم نہیں کہ گوجرانوالہ جماعت احمدیہ کامرکز نہیں اور وہاں کوئی ناظر نہیں ہے۔ پھر لطف یہ کہ وہ انجمن خدام احمد کا ناظر ہونے کا دعویٰ کرتا ہے اور خدام احمد نام کی کوئی انجمن احمدیوں میں نہیں۔ پھر اس مفتری نے احمد کے آگے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا نام ہے صلی اللہ علیہ وسلم لکھا ہے یہ بھی اس کی جہالت نہیں بلکہ نشرات پر دلالت کرتا ہے۔ جماعت احمدیہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کسی اور نبی یا مامور کو صلی اللہ علیہ وسلم نہیں لکھتی۔ میں نے یا سلسلہ کے ناظروں نے کبھی بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو صلی اللہ علیہ وسلم نہیں لکھا پس صرف شہر کے نام میں ہی اس شخص نے تین جھوٹ بولے ہیں اور وہ خیال کرتا ہے کہ وہ خدا تعالیٰ کی اور اسلام کی جھوٹ بول کر خدمت کرتا ہے حالانکہ خدا اور اس کا رسول اور دین اسلام جھوٹ کے ہرگز محتاج نہیں وہ سچے ہیں اور سچ سے فرج پاسکتے ہیں جھوٹ شیطان کے لئے ہے خدا اور اسکے

رسول کے لئے نہیں ہے۔ وہ مفتزی ہے جو یہ سمجھتا ہے کہ اسلام جھوٹ کا محتاج ہے۔

اس اشتہار کا عنوان ہے "امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الثانی حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد ایدہ اللہ تعالیٰ کا تازہ ترین الامام" اکھنڈ ہندوستان" یہ عنوان بھی سراسر جھوٹا اور افتراء ہے مجھے ہرگز ایسا کوئی الامام نہیں ہوا ہے اور میں نے یا میری جماعت نے ہرگز کوئی ایسا الامام شائع نہیں کیا۔ پس میں اس کے جواب میں صرف یہ کہہ سکتا ہوں کہ لعنت اللہ علی الکاذبین خدا تعالیٰ کی لعنت ہو اس پر جو جھوٹ بولتا ہے۔ اس شخص نے اپنے نام کو چھپایا ہے لیکن خدائے علیم و خیر اس کے نام کو جانتا ہے پس میں خدائے علیم و خیر سے جو جھوٹ کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتا ہے جو پوشیدہ درپوشیدہ رازوں سے واقف ہے جس نے اپنی پاک کتاب قرآن کریم میں جھوٹ سے منع فرما دیا دعا کرتا ہوں کہ اے خدائے علیم و خیر، اے خدائے قادر و توانا تو جانتا ہے کہ تو نے ایسا کوئی الامام مجھے نہیں کیا اگر باوجود اس کے میں نے یہ جھوٹ تجھ پر بولا ہے اور اس قسم کا الامام تیری طرف منسوب کیا ہے تو اے خدا میں تیری سچائی اور پاکیزگی کی قسم دے کر تجھ سے کہتا ہوں کہ تو مجھے اور ان لوگوں کو جو اس جھوٹ میں میرے شریک ہوں نیست و نالود کر دے تاکہ دنیا پر یہ واضح ہو جائے کہ خدا تعالیٰ پر جان بوجھ کر جھوٹ بولنے والا تباہ اور برباد کیا جاتا ہے۔ اور اے میرے خدا اگر یہ اشتہار احرار یا اسی قسم کے اور لوگوں کی طرف سے جھوٹ اور افتراء و ناکردہ گناہ لوگوں کو بدنام کرنے کے لئے ہے تو اے میرے رب جو سچائی سے پیار کرنے والا اور مظلوم کی مدد کرنے والا ہے میں تجھ سے عاجزانہ درخواست کرتا ہوں کہ اس قسم کے جھوٹے اشتہار دینے والوں اور اپنے افتراء سے اسلام کو بدنام کرنے والوں پر اپنی لعنت بھیج اور اپنے عذاب میں ان کو پکڑتا تیرا نام دنیا میں روشن ہو اور صداقت دنیا میں پھیلے اور تیرا نام لے کر جھوٹ بولنے والوں کو عبرت حاصل ہو۔ یہ تو میری خدا تعالیٰ سے اپیل ہے اور اس قسم کا اشتہار دینے والوں سے میں یہ کہتا ہوں کہ جھوٹ وہی بولتا ہے جس میں ایمان نہیں ہوتا اور جو خدا تعالیٰ پر توکل نہیں رکھتا اس لئے ایسے شخص کو سچائی اور صداقت کے نام پر بلانا فضول ہے۔ وہ تو لالچ ہی کا شکار ہوتا ہے پس میں ان لوگوں سے کہتا ہوں کہ اے پیٹ کی خاطر جھوٹ بولنے والو اگر اس اشتہار میں تم نے سچ بولا ہے تو میں ایک ہزار روپیہ تمہارے لئے مقرر کرتا ہوں کہ وہ میری تحریر پیش کر دو جس میں میں نے یہ لکھا ہو کہ اکھنڈ ہندوستان کی تائید میں مجھے الامام ہوا ہے یا یہ کہ پاکستان کے عارضی ہونے کے بارے میں مجھے الامام

ہوا ہے۔ اگر تم ایسا ثابت کر دو تو فوراً ایک ہزار روپیہ میں تم کو الحام ووں گا اور جھوٹ بولنے کی ذلت مجھے الگ نصیب ہوگی۔

حقیقت یہ ہے کہ جب تک ہندو مسلمان میں اختلاف انہما کو نہیں پہنچا میری کوشش تھی کہ کسی طرح ملک تقسیم نہ ہو اور اس کے بارہ میں میں نے اپنے ذاتی خیالات کئی دفعہ ظاہر کئے تھے مگر کوئی المام شائع نہیں کیا مگر جب مئی ۱۹۴۷ء میں یہ بات ظاہر ہو گئی کہ اب یہ اختلاف مٹائے نہیں مٹ سکتا میں نے اپنی رائے بدل لی اور پورے زور سے پاکستان کی تائید شروع کر دی۔ چنانچہ تقسیم ملک سے پہلے ہی میں نے پاکستان کی تائید میں لکھنا شروع کر دیا جو افضل اور دوسرے احمدی لٹریچر میں موجود ہے۔ اور اس وقت جب احراری اس امر کی کوشش میں تھا کہ پاکستان کی پب بھی نہ لکھی جائے میں اس امر کی تائید میں تھا کہ پاکستان سب کا سب مکمل ہو جائے اور خدا تعالیٰ اسے عزت اور شان کے ساتھ قائم رکھے۔ اگر مجھے کوئی المام ہوا ہے تو یہی کہ اللہ تعالیٰ اسلام کو عزت بخشے گا اور مسلمان ذلیل ہو کر دشمن کے سامنے نہیں گرے گا بلکہ قدم بہ قدم آگے بڑھے گا۔ مشکلات ہوں گی عارضی طور پر قدم پیچھے بھی مٹیں گے لیکن انجام اچھا ہی ہوگا۔ اسلام کے لئے اب فتح مقدر ہے۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جھنڈا اب بلند ہو کر رہے گا اور احراری یا دوسرے لوگ اسے نیچا نہیں کر سکیں گے۔ انشاء اللہ۔

خاکسار مرزا محمود احمد امام جماعت احمدیہ " سلمہ

جماعت احمدیہ کی مرکزی تنظیموں اور
علمائے سلسلہ کو احساس ذمہ داری کی تلقین
تحریک احمدیت ایک عالمی تحریک ہے جس کے
تقاضوں کو پورا کرنے کے لئے یوں تو جماعت
کے ہر فرد کو بین الاقوامی ذہن پیدا کرنے اور

اس کے مطابق اپنے فرائض کو پائیہ تکمیل تک پہنچانا ضروری ہے مگر جماعت احمدیہ کی مرکزی تنظیموں اور
علمائے سلسلہ پر تو اولین فرض عائد ہوتا ہے کہ وہ اپنے مقام کو سمجھیں اور فرض شناسی کا ثبوت دیں۔

حضرت مصلح موعودؑ نے خطبہ جمعہ (۲۸ شہادت / اپریل) میں اس نکتہ کی طرف اس سال بھی بڑی

وضاحت سے توجہ دلائی اور فرمایا:-

"میں نے مدت سے جماعت کو اس طرف توجہ دلائی شروع کی ہے کہ اسے اپنی ذمہ داریوں کو زیادہ

سے زیادہ محسوس کرنا چاہیے۔ سب سے پہلے فرض کا محسوس کرنا ان مرکزی انجمنوں پر عائد ہوتا ہے جو اس کام کے لئے مقرر ہیں یعنی صدر انجمن احمدیہ اور تحریک جدید اور پھر صدر انجمن احمدیہ اور تحریک جدید کے ناظر اور وکلاء یعنی جن اعضاء سے یہ دونوں انجمنیں بنتی ہیں ان پر یہ فرض عائد ہوتا ہے۔ اور پھر ان سے اتر کر دوسرے کارکن جو ان کے ماتحت ہیں ان پر یہ فرض عائد ہوتا ہے۔ ان کے علاوہ نہایت ہی اہم طور پر فرض جماعت کے علماء پر عائد ہوتا ہے جو مذہبی خیالات اور اخلاقی معیاروں کے لئے ایک راہنما کی حیثیت رکھتے ہیں اور ایک نمونہ کی شکل میں دیکھے جاتے ہیں۔ ان سب کو یاد رکھنا چاہیے کہ بڑے کاموں کے لئے دماغ کا ہر وقت کام میں لگائے رکھنا ضروری ہوتا ہے اور یہی وہ عادت ہے جس کے ماتحت کوئی شخص کسی بڑے کام کے قابل ہو سکتا ہے۔

”انبیائے کرام کو ہم دیکھتے ہیں کہ رات دن وہ اپنی قوم کی اصلاح و بہبودی کے لشکر میں لگے رہتے تھے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی نسبت فرماتے ہیں کہ میں سوتے ہوئے بھی جاگتا ہوں۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ آپ سوتے ہوئے واقعی جاگ رہے ہوتے تھے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ میں سونے لگتا ہوں تب بھی قوم کی اصلاح و بہبود کے لئے سوچ رہا ہوتا ہوں اور جب جاگنے لگتا ہوں اس وقت بھی میرا دماغ انہی افکار میں مشغول ہوتا ہے گویا آپ کا یہ دعویٰ تھا کہ میں جو بیس گھنٹے قوم کی ترقی و اصلاح کے کاموں اور ان کے صحیح طور پر سرانجام پانے کی لشکر میں لگا رہتا ہوں۔ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ میں نماز پڑھا رہا ہوتا ہوں اور اسلامی لشکر بھی تیار کروا رہا ہوتا ہوں۔ اب بظاہر یہ نظر آتا ہے کہ حضرت عمرؓ نماز سے غافل ہوتے تھے اور وہ ایسا کام کرنے لگ جاتے تھے جس کا نماز کے ساتھ تعلق نہیں ہوتا تھا۔ آپ فرماتے ہیں اَصَلِّيْ وَ اُجَهِّدُ الْجِيُوْشَ فِيْ نَمَازٍ پڑھتا ہوں اور ساتھ ساتھ لشکر کی تیاری میں بھی لگا رہتا ہوں۔ یہ کیفیت نا تجربہ کار اور جاہل لوگوں کے لئے واقعی ٹھوکر کا موجب ہو سکتی ہے وہ سمجھیں گے کہ پھر نماز کیا ہوئی لیکن واقعہ کار جانتا ہے کہ لشکر کا ایک مقام ایسا بھی ہوتا ہے کہ انسان ایک وقت میں دو دو تین تین کاموں میں مشغول رہتا ہے نماز بھی پڑھ رہا ہوتا ہے اور قوم کے کاموں میں بھی مصروف ہوتا ہے۔ مجھے کئی دفعہ لوگ ملنے کے لئے آتے ہیں میں بعض کاغذات دیکھ رہا ہوتا ہوں وہ خاموش ہو جاتے ہیں تاہیں اپنے کام سے فارغ ہو جاؤں لیکن میں انہیں کتنا ہوں کہ بات کریں میں آپ کی بات بھی سنتا جاؤں گا اور اپنا کام بھی کرتا جاؤں گا اور یہ چیز میرے لئے ممکن ہوتی ہے میں

کھانا کھاتے ہوئے بھی سوچ رہا ہوتا ہوں۔ پانی پیتے ہوئے بھی سوچ رہا ہوتا ہوں۔ پیشاب کرتے وقت بھی سوچ رہا ہوتا ہوں۔ پاجانا کرتے وقت بھی سوچ رہا ہوتا ہوں۔ حوض کوئی وقت مجھے ایسا نظر نہیں آتا جب میرا دماغ فارغ ہو یا میرا دماغ فارغ ہونا چاہے یا میرا دماغ فارغ ہو سکے لیکن اس کے مقابلہ میں یہ دیکھتا ہوں کہ ہماری یہ دونوں ہنسیں بیکار اور عضو معطل کے طور پر ہیں۔ ایک ادنیٰ سے ادنیٰ کاغذ جو ان کے سامنے آتا ہے ان کی توجہ کو پھرا لیتا ہے اور اہم چیزوں کے متعلق تو ان کا دماغ چلتا ہی نہیں۔ میں نے بار بار توجہ دلائی ہے کہ اپنے اوقات کو اس طرح صرف کرنا چاہیے جس طرح ایک قومی لیڈر اپنے اوقات کو صرف کرتا ہے۔

ایک شخص احمدی عرصہ سے حضرت ابوالحسن
خاندان حضرت مسیح موعود کے متعلق ایک ضروری اعلان
 الصلح الموعود کی خدمت میں یہ درخواست
 کرتے آ رہے تھے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خاندان کے لئے "خاندان نبوت" کے الفاظ ترک کر دیئے
 جائیں۔

حضور نے اس درخواست کو شرف قبولیت بخشے ہوئے ۲۰ ماہ ہجرت ۱۳۶۹ھ کو بذریعہ الفضل
 حسب ذیل اعلان عام فرمایا:-

اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم

بسم اللہ الرحمن الرحیم + محمدؐ و نصلی علیٰ و آلہ و سلم

خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ

ہوالت

خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے متعلق ایک ضروری اعلان

ایک صاحب دیر سے یہ لکھ رہے تھے کہ خاندان نبوت کا لفظ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام
 کے خاندان کے متعلق نہ لکھا جایا کرے۔ مجھ پر چونکہ یہ اثر تھا کہ اس کے پیچھے صرف بزدلی کا جذبہ ہے کہ اس
 سے غیر احمدی چڑتے ہیں۔ اس لئے میں کوئی وجہ نہیں پاتا تھا کہ جب ایک بات میں صداقت پائی جاتی ہے

تو اس کو کیوں نہ استعمال کیا جائے لیکن متواتر خط و کتابت میں ان صاحب نے ایک بات لکھی جس نے میری طبیعت پر اثر کیا اور وہ بات یہ تھی کہ خاندانِ نبوت سے یہ دھوکا لگتا ہے کہ شاید یہی ایک خاندانِ نبوت ہے اور میں نے سمجھا کہ اس قسم کا دھوکا ضرور پیدا ہو جاتا ہے اس لئے اس لفظ کا استعمال ٹھیک نہیں۔ اصل نبوت تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نبوت تو ظاہر ہے پس اصل خاندانِ نبوت "تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا خاندان ہے جس نے اپنی قربانیوں سے او اپنے ایشارے اور اپنی خدمتِ اسلام سے یہ ثابت کر دیا کہ ان کے دل میں اس حسنِ فضل اور احسان کی بہت بڑی قدر ہے جو خدا تعالیٰ نے انہیں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لگے میں پیدا کر کے کیا ہے پس ایسا کوئی لفظ جس سے یہ شبہ پیدا ہو جائے کہ کسی اور خاندان کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان کے علاوہ کوئی امتیاز دیا جاتا ہے تو خواہ وہ نادانستہ ہی ہو پس بندیدہ نہیں اس لئے میں یہ اعلان کرتا ہوں کہ "آئندہ الفضل" میں اور دوسری احمدی تحریروں میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خاندان کو خاندانِ نبوت کی بجائے خاندانِ مسیح موعود لکھا جاتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جتنے دعاوی ہیں وہ سارے کے سارے مسیح موعود کے لفظ میں شامل ہو جاتے ہیں کیونکہ یہ نام آپ کا حاوی نام ہے پس خاندانِ مسیح موعود کہنے سے وہ تمام باتیں اس خاندان کی طرف منسوب ہو جاتی ہیں جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے تعلق کی وجہ سے ان کی طرف منسوب ہو سکتی ہیں۔ اصل سوال تو یہ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا خاندان اپنے عمل سے اپنے آپ کو اس مقام کا اہل ثابت کرے جو مقام خدا تعالیٰ نے ان کو بخشا ہے۔ اگر ان میں سے ہی بعض دنیا کے کاموں میں لگ جائیں اور روٹی انہیں خدا تعالیٰ پر مقدم ہو تو انہیں خاندانِ نبوت کہا جائے یا خاندانِ الوہیت کہا جائے بلکہ خواہ خدا ہی کہہ دیا جائے ہر تعریف ان کے لئے ہتک کا ہی موجب ہوگی کسی عزت کا موجب نہیں ہوگی بلکہ یہ سمجھا جائے گا کہ ان کی تعریف کرنے والے لوگ ان کو زیادہ سے زیادہ خدا تعالیٰ سے پھرانا چاہتے ہیں۔ خاکسار مرزا محمود احمد ؑ لہ

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ۱۸۸۲ء

میں جبکہ آپ کی دوسری شادی نہیں

سلسلہ احمدیہ کے متعلق ایک ایت اور حضرت مسیح موعود کی رہنمائی

اول رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے وہ دوائی لے کر رکھ لی اور استعمال نہیں کی کیونکہ بوجہ طیب ہونے کے میرا یہ خیال تھا کہ فائدہ تو تشخیص پر مبنی ہوتا ہے جب تک کسی شخص کی بیماری یا اس کی کمزوری کی وجہ سے مشخص نہ ہو کسی دوائی کو اس کے لئے مفید نہیں کہا جاسکتا اس لئے میں نے ادب کی وجہ سے دوائی تو رکھ لی مگر استعمال نہ کی۔ واپس جتوں جاتے ہوئے میری اہلیہ بھی ساتھ تھیں ہم دراستنہ میں ایک رئیس کے پاس ٹھہرے اس کے اولاد نہیں ہوتی تھی میری بیوی نے اس کی بیوی سے پوچھا کہ تمہارے اولاد کیوں نہیں ہوتی۔ اس نے کہا اولاد کیا ہوتی ہے میرے خاوند میں تو بعض مردانہ کمزوریاں پائی جاتی ہیں آپ ہی حکیم صاحب سے کہیں کہ وہ کوئی دوائی دیں۔ حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب میری بیوی نے مجھ سے یہ ذکر کیا تو چونکہ ہم مسافرت میں تھے اور تو کوئی دوائی تھی نہیں میں نے وہی گولیاں "زدجام عشق" اس کو دیدیں۔ ایک دو دن کے استعمال سے اسے بے نظیر فائدہ ہوا جس کا نتیجہ بعد میں معلوم ہوا کہ اس کے اولاد بھی ہو گئی۔ جب ہم چلنے لگے تو اس کی بیوی نے میری بیوی کو یہ کہہ کر کہ آپ نے تو ہمارا اجر لبا ویا ہے اپنے سونے کے کڑے اتار کر تحفہ کے طور پر دے دیئے اور مجھے بھی اس رئیس نے بہت سی رقم اور دوسری چیزیں تحفہ میں دیں تب میرے دل میں خیال آیا کہ خدا تعالیٰ کے نزدیک کوئی بات بھی حکمت سے خالی نہیں ہوتی۔ میں نے تو سمجھا تھا کہ یونہی دوستانہ رنگ میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے گولیاں مجھے دے دی ہیں لیکن اللہ تعالیٰ نے ان سے یہ گولیاں اس لئے دوائی تھیں کہ وہ میرے کام آنے والی تھیں اور مجھے ان سے بہت فائدہ پہنچنے والا تھا۔

یہ روایت میں نے حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ سے سنی ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ یہ روایت بھی ہماری تاریخ میں محفوظ ہو جانی چاہیے۔ اس روایت کی تفصیلات سے مجھ پر یہ اثر ہے کہ یہ زیادہ صحیح معلوم ہوتی ہے کیونکہ علم وراثت میں یہ قاعدہ بیان کیا گیا ہے کہ تفصیلی روایت مجمل روایت کی شراح ہوتی ہے۔ ممکن ہے حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ نے مختصراً یہ فرمایا ہو کہ ہم نے یہ گولیاں ایک رئیس کو دیں تو اس کو فائدہ ہوا۔ اور اتنا حصہ روایت کا اوپر والی روایت کے خلاف نہیں بلکہ اس کے عین مطابق ہے اور سننے والے نے دوسرے ذرائع سے یہ بات معلوم کر کے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی نسخہ استعمال فرماتے تھے یہ خیال کر لیا کہ وہ رئیس والا واقعہ پہلے کا ہے اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس نسخہ کے استعمال کرنے کا واقعہ بعد کا ہے اور اس طرح روایت

کی شکل بدل دی! ۱۷

حضرت مصلح موعودؑ کا ایک ارشادِ خاص
عالمگیر اسلامی نظام کے قیام سے متعلق

۲۳ احسان / جون کو حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ
نے ایک خطبہ جمعہ کے ذریعہ ایک بار پھر جماعت احمدیہ کو
یہ خصوصی ہدایت فرمائی کہ وہ تبلیغ کے ذریعہ احمدیت
کے روحانی غلبہ اور فتح کی سرگرمیوں کو تیز کر دیں تاکہ جلد سے جلد صحیح اسلامی نظام کا دنیا بھر میں نفاذ ہو
سکے چنانچہ فرمایا:-

”یہ امر ظاہر ہے کہ جب بھی کبھی کسی مامور کی جماعت کو خدا تعالیٰ غلبہ عطا کرتا ہے تو پہلے وہ افراد
پیدا کیا کرتا ہے تو پھر غلبہ دیا کرتا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے وقت میں بھی ایسا ہوا۔ حضرت عیسیٰ کے
وقت میں بھی ایسا ہوا۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں بھی ایسا ہوا اور اب بھی ایسا ہی ہوگا
یہ کبھی نہیں ہوگا کہ خدا تعالیٰ لاکھ دو لاکھ افراد کو دنیا پر غالب کر دے وہ پہلے لاکھ دو لاکھ کو دس دس
کوڑ بنائے گا اور پھر انہیں غلبہ بخشے گا۔ اور یا اگر ہمیں خدا تعالیٰ نے فوری طور پر ترقی دی تو پھر کسی
ایسے ملک میں جس کی آبادی پانچ چھ لاکھ کی ہو دو تین لاکھ آدمی اس جماعت میں داخل کرے گا اور اس
بلکہ پورے احمدیت کو غلبہ عطا کرے گا اور پھر ایک سے دو گھروں اور دوسرے سے تیس گھروں تک میرا غلبہ عطا کرتا
جائے گا لیکن ایسا کبھی نہیں ہو سکتا کہ خدا تعالیٰ افراد میں کثرت کے بغیر کسی جماعت کو پہلا غلبہ عطا کرے
اگر ہمارے افراد کی زیادتی نہیں تو ہم دنیا میں صحیح جمہوریت کو قائم نہیں کر سکتے۔ اسلام جبر کو جائز نہیں
سمجھتا اگر ہم تھوڑی تعداد کے ذریعہ دنیا میں حکومت کو قائم کریں گے اور اسلامی نظام کو دنیا میں جاری
کریں گے تو یہ ظلم ہوگا اور اسلام ظلم کی اجازت نہیں دیتا اور اسلام کی بناوٹ ہی اس قسم کی ہے کہ
وہ صحیح جمہوریت کو قائم کرتا ہے! ۱۸

حضرت مصلح موعودؑ کا ایک مختصر مگر پر معارف نوٹ

۱۹ چوہدری ظہور احمد صاحب باجوہ امام
مسجد لندن اس سال کو ٹیڈ میں حضرت

امیر المؤمنین کی خدمت میں حاضر ہوئے تو حضور نے انہیں لندن مشن سے متعلق بعض اہم ہدایات دینے
کے علاوہ مندرجہ ذیل الفاظ بھی ان کی نوٹ بک میں تحریر فرمائے۔ یہ الفاظ حضور نے ناسازی طبع

کے باعث حضرت سیدہ اہم متین صاحبہ مدظلہا العالی سے کھوائے تھے اور نیچے اپنے دستخط ثبت فرمادیئے تھے۔

اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم

بسم اللہ الرحمن الرحیم : نحمدک و نصلی علی رسولہ الکریم

و علی عبدک المسیح الموعود

خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ

ہوالتصامیر

کتے بد قسمت ہیں وہ لوگ جن کے مکان سونے کی کانوں پر بنے ہوئے تھے لیکن ان سونے کی کانوں سے فائدہ غیر ملکی لوگوں نے اٹھایا مگر ان سے بھی زیادہ بد قسمت ہیں وہ لوگ جو تعلق باللہ کی سرنگ پر حیران بیٹھے ہیں غیر توہین آئیں گی اور اس سرنگ کے ذریعے سے خدا تعالیٰ تک پہنچیں گی، بعض انسان کتنا بد قسمت ہوتا ہے! مرزا محمود احمد ج ۲ لہ

احزری فتنہ نے جہاں عوامی فضا کو بہت مسموم اور
جماعت احمدیہ اور مغربی پاکستان پریس | نہرا آلود کیا وہاں مغربی پاکستان کا محنت و وطن پرست
بھی ان کے اثرات کی لپیٹ میں آ گیا تاہم بعض اخبار گاہے گاہے حق و انصاف کی خنیف سی آواز بھی بلند
کرتے رہے۔ اس سلسلہ میں پنجاب کے روزنامہ "آفاق" اور پشاور کے ہفت روزہ "تنظیم" کے نوٹ یہاں دلچ
کئے جاتے ہیں تا اُس دور کے غیر جانبدار اور سنجیدہ صحافت کا نقطہ نگاہ بھی سامنے آجائے۔

(۱) اخبار "آفاق" (لاہور) نے ۱۶ جولائی ۱۹۵۰ء کی اشاعت میں پروفیسر محمد سرور صاحب کا

حسب ذیل مضمون شائع کیا :-

"ہمارا یہ اصرار کہ مملکت پاکستان کا دستوری اساس جمہوری ہو اور پاکستان دستور ساز اسمبلی کی

منظور کردہ "قرارداد مقاصد" کے الفاظ میں

"مملکت تمام حقوق و اختیارات کو عوام کے منتخب کردہ نمائندوں کے ذریعے کام میں لائے۔۔۔

(کیونکہ) خدا نے اختیارات سوائے جمہور کے کسی اور کو تفویض نہیں کئے ہیں اور اس کا فیصلہ خود جمہور

کے سپرد ہے کہ اس اقتدار کو کن لوگوں کے ذریعے استعمال کیا جائے۔
 اور یہ اس لئے جیسا کہ اُس ”قرارداد مقاصد“ میں وضاحت کر دی گئی ہے۔
 ”جمہوری اختیارات کی امانت کے حامل ہیں اور انہی کو اختیارات کو استعمال کرنے کا مجاز ٹھہرایا گیا
 ہے۔“

محض پاکستان کے عوام کی یہودی کے پیش نظر ہے اور چونکہ ان عوام کی غالب اکثریت مسلمان ہے
 اس لئے جو نظام حکومت ان کی یہودی کا ضامن ہوگا اور یہودی سے ہماری مراد صحت پیٹ پائے کی آسٹری
 نہیں بلکہ اُن کی معنوی اور روحانی فلاح بھی ہے اُسے غیر اسلامی کہنا صحیح نہیں۔ ہمارے نزدیک حکومت
 کے نظم و نسق کو جمہور کے سامنے جواب دہ ماننا اور اسے جمہور کے تابع سمجھنا اسلام کے منافی نہیں اور اسی کا
 نام سیاسی زبان میں جمہوریت ہے اور پھر جب ہم اس بات پر زور دیتے ہیں کہ پاکستان کی حکومت مذہبی
 حکومت نہ ہو تو مذہب سے ہماری مراد اصلاً مذہب نہیں ہوتا جو کہ انسانیت کا جوہر ہے اور جس کے
 بغیر انسان انسان نہیں بلکہ حیوان ہو جاتا ہے۔

در اصل مذہبی حکومت سے ہمارا مطلب کسی مذہبی طبقہ کی حکومت ہے اور اسی کے ہم خلاف ہیں
 اور اسے اس زمانہ میں انسانیت کے لئے سب سے بڑا روگ سمجھتے ہیں۔

مثال کے طور پر ہم نہیں چاہتے کہ پاکستان میں احمدی فرقہ کی حکومت ہو، نہ ہم اس کے روادار
 ہیں کہ شیعیت پاکستان کا سرکاری مذہب ہو۔ اسی طرح جماعت اسلامی اسلامی نظام کی جو تعبیر کرتی ہے
 وہ کیشیت ایک مذہبی فرقہ کے اُس کی تعبیر ہے اُسے اسلام کا نام دینا اور اسلام اور اس کے پیش کردہ
 نظام کو مترادف سمجھنا صحیح نہیں۔

یعنی جماعت اسلامی کا کہنا ہے کہ اسلام جاگیر داری کا مخالف نہیں یا یہ کہ ہماری حکومت میں ذمی
 یعنی غیر مسلم کو ووٹ کا حق نہیں ہوگا۔ اسی طرح وہ سمجھتی ہے کہ اگر کوئی غیر مسلم مسلمان ہو جائے تو بہت
 اچھا لیکن اگر ہماری حکومت میں کوئی مسلمان مرتد ہوگا (اور یاد رہے کہ مرتد کی تعریف وہی ہوگی جو یہ
 جماعت کرے گی) تو اسے قتل کر دیا جائے گا۔ اس طرح آج اس زمانے میں جماعت اسلامی کا غلام اور
 لوٹ پی بنانے کی اجازت دینا اور اسے اسلامی نظام سمجھنا یہ سب باتیں مسلمانوں کی ایک مخصوص مذہبی جماعت
 کی فقہی تعبیریں ہیں اور انہیں پاکستان کا دستوری اساس نہیں بنایا جاسکتا۔ اس کو ہم اصطلاحاً مذہبی

حکومت کیسے لگے۔

لیکن اگر کوئی شخص یہ کہتا ہے کہ صاحب! اسلام دشمن سے بھی انصاف کا حکم دیتا ہے اور تقویٰ اور انصاف اس کے نزدیک ہم معنی ہیں۔ وہ انسان اور انسان میں کسی تفریق کا روادار نہیں۔ نیز اس کا حکم ہے کہ اپنے غیر مسلم ہمسائے تک کو بھائی سمجھو اور ایسا نہ ہو کہ خود تو پیٹ بھر لو اور اگھو کا پھوڑ دو۔ اور پھر اسلام مشورے کو حکومت کا اساس مانتا ہے اور اس کا منشاء یہ ہے کہ امیر کوئی کام جمہور سے پوچھے بغیر نہ کرے اور وہ اپنے آپ کو ان کے سامنے مسئول سمجھے اور یہ کہ امیر کو منتخب اور معزول کرنے کا حق جمہور کو ہے اور وہ ظلم اور معاہدہ شکنی سے روکتا ہے وغیرہ وغیرہ۔ اس لئے ضروری ہے کہ دستور پاکستان کا اساس اسلام کے یہ عمومی اور عالمگیر اصول ہوں۔ ہمارے خیال میں کوئی شخص بھی اسلام کے ان عمومی اصولوں کو مانگا اور دستور بنانے پر معترض نہیں ہوگا۔ نہ بستی، نہ شیعہ، نہ احمدی، نہ ہندو، نہ عیسائی اور نہ پارسی۔ اور ان عمومی اصولوں پر جو حکومت بنے گی اسے سب پسند کریں گے۔ وہ بھی جو اس کے ماتحت رہتے ہوں گے اور وہ بھی جو اس سے ہزاروں میل دور کے ملک کے باشندے ہوں گے۔۔۔ دوسرے یہ کہ ہم تمام پاکستانیوں کو ایک قوم مانتے ہیں یعنی ان سب کو جو اس سرزمین کے باشندے ہیں یا جنہوں نے اب اس کو اپنا وطن بنا لیا ہے۔ ہم ان میں سے کسی قسم کی سیاسی تفریق کے حامی نہیں۔ یہاں کا ایک ہندو بھی اتنا ہی پاکستانی ہے جتنا ایک مسلمان۔ اگر ایک ہندو عوام کے ووٹوں سے منتخب ہو جائے تو وہ ہماری پارلیمنٹ میں اسی طرح بیٹھنے کا حقدار ہے جس طرح ایک مسلمان، اور اسی کو ترقی کے تمام مواقع ملنے چاہئیں کہ جس طرح کہ مسلمانوں کو یعنی قانوناً ہندو اور مسلمان کی تمیز نہیں ہونی چاہیے۔

اسی طرح ہمارے نزدیک شیعہ اور بستی اور مسلمان اور احمدی میں سیاسی تفریق بھی صحیح نہیں اور گو ہم ذاتی طور پر جماعت احرار کے بزرگوں کے بے حد نیاز مند ہیں لیکن احمدیوں کو اقلیت قرار دینے کی جہت جو انہوں نے شروع کر رکھی ہے اس سے کبھی ہمیں اتفاق نہیں رہا کیونکہ ایک جمہوری ملک میں سیاسی اکثریتیں اور اقلیتیں نہیں ہوتیں۔ ہم انور پاشا مرحوم کی مشہور ترکی انجمن اتحاد و ترقی کے اس مشہور فقرے کے کہ

” سب کی ایک سی ذمہ داریاں اور ایک سے حقوق“

کے قائل ہیں اور یہی جمہوری نظام کا اصل اصول ہے۔ اب اگر پاکستان میں کسی ایک مذہبی فرقے کی

حکومت مان لی جاتی ہے تو اس سے پاکستان کی قومی وحدت پارہ پارہ ہو جائے گی اور شیعہ، مسیحی اور مسلمان اور احمدی کا بھگڑا ہماری زندگی کا معمول ہو جائے گا۔ اس لئے جہاں تک حکومت کا تعلق ہے جمہوری نظام میں کسی کے مذہبی اعتقادات سے بحث نہیں کی جاتی۔ اگر منڈل مملکت کا وفادار ہے تو وہ ہزار ایسے مسلمانوں سے جو مملکت کے وفادار نہیں اچھا ہے۔ اسی طرح اگر ظفر اللہ خاں اپنے فرائض ایمان داری سے سہرا انجام دیتا ہے تو اسے احمدی بتا کر مطعون کرنا قانوناً غلط قرار دینا چاہیے۔“ لے

(۲) اخبار ”تنظیم“ پشاور نے لکھا:

”کون نہیں جانتا کہ امام جماعت احمدیہ مرزا بشیر الدین محمود نے بنفس نفیس حضرت قائد اعظم کے حضور میں پہنچ کر اپنے وراپنی جماعت کے حلقہ و فاداری کا نہ صرف یقین دلایا بلکہ پاکستان کے حصول میں مسلمانوں کی دوسری جماعتوں سے بڑھ کر من حیث الجماعت مالی و جانی قربانیاں پیشیں کیں اور ناقابل تلافی نقصانات برداشت کئے اور حضرت میرزا بشیر محمود نے اپنی جماعت کو مسلمانوں کے سوا دُعاً اعظم سے وابستگی کے خطبات و بیانات ارشاد فرمائے کشمیر کے سلسلہ میں آپ کی جد و جہد عیاں ہے۔ آپ کے والد کے ایک بہت بڑے چیمپے مرید خان سہر محمد ظفر اللہ خاں ابھی تک پاکستان کے ایک بہت بڑے منصب پر فائز ہیں اور قلمدان وزارت خارجہ سنبھالے ہوئے ہیں۔ آپ نے جس قابلیت سے مجلس اقوام میں پاکستان، حیدرآباد دکن او کشمیر کے مسائل پیش کئے ہیں وہ آتی دنیا کے لئے مشعل راہ اور تاریخ میں سنہری حروف سے نقش کرنے کے قابل ہیں۔ ہم خود قادیانی نہیں اور نہ ہمیں پیر پرستی سے کوئی واسطہ ہے۔ ہمیں یہ معلوم ہے کہ اگر صدیق اکبر، عمر فاروق، عثمان غنی اور علی المرتضیٰ محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہ لاتے تو ان کو بھی اسلام میں کوئی وقعت نہ ہوتی صحابہ کرام اور ان کے نعتی قدم پر چلنے والے مسلمانوں کو جو عورت نصیب ہوتی ہے وہ حضرت عمر کے الفاظ میں صرف مسلمان ہونے کی صورت میں اسلام نے ہی بخشا ہے۔ ہم جماعت احمدیہ کو خواہ وہ لاهوری ہو یا قادیانی اسلامی فرقوں کی ایک کڑی تصور کرتے ہیں اور یورپ و جرمن میں اس جماعت کی دونوں شاخوں کی سرگرمی کو نظر تحسین دیکھتے ہیں ہمیں بعض تبلیغی حلقوں اور مسلم معاصرین سے شکایت ہے کہ وہ اس جماعت کے بعض اراکین پر جاسوسی اور اس قسم کے کئی اور الزامات تراشتے ہیں۔ ہمیں پاکستان کے لئے مرزا بشیر الدین کو جس کو ہم مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کا فرزند ہونے کے

ساتھ ساتھ مغل خون کا ایک مجسمہ سمجھتے ہیں۔ اور ہمیں یقین ہے کہ ان کی غیرت و محبت کا یہ تقاضا ہو گا جیسا کہ اس نے بارہا اظہار بھی کیا ہے کہ ہندوستان و پاکستان غلامی کی لعنت سے آزاد ہو گئے ہیں۔۔۔ لے

در و مندول مقتدر کشمیری مسلمانوں کی طرف سے
احرار کی شورش کے خلاف احتجاج

چلا تھا کہ وادی کشمیر کے باشندے آزادانہ انتخاب کے ذریعہ اپنا فیصلہ پاکستان کے حق میں دیں گے کہ احرار میدان مخالفت میں آگئے اور احمدیوں کو غیر مسلم قرار دئے جانے کا مطالبہ کرنے لگے۔ چونکہ کشمیر کے اُس مرکزی حصہ میں جو انتخاب کے معاملہ میں فیصلہ کن حیثیت اختیار کر سکتا تھا احمدی بھاری تعداد میں موجود تھے اور موجود ہیں اس لئے یہ خطرہ پیدا ہو گیا کہ اگر احرار اپنے ناپاک عزائم میں کامیاب ہو گئے اور احمدیوں کو غیر مسلم قرار دے دیا گیا تو کشمیری مسلمانوں کا تناسب غیر مسلم آبادی کے مقابل کم رہ جائے گا اور بھارت انتخاب کے مسلم جمہوری طریق سے پورے کشمیر کو اپنے ملک کا ٹوٹ انگ بنانے میں کامیاب ہو جائے گا۔ اس تشویشناک صورت حال نے در و مندول رکھنے والے کشمیری مسلمانوں کو لرزادیا اور ان کی طرف سے حسب ذیل اشتہار ملک بھر میں تقسیم کیا گیا:-

اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

خدا کے لئے کشمیر اور کشمیریوں پر رحم کریں!

تمام مسلمانانِ پاکستان کی خدمت میں عموماً اور ہالی صوبہ سرحد و آزاد علاقہ کی خدمت میں خصوصاً ہم ساکتانِ کشمیر کی طرف سے عرض ہے کہ ہم لوگ پانچ سال سے متواتر مصائب اور مظالم کا تختہ مشق بن رہے ہیں ہماری آبادی کشمیر کے مسلمانوں کی کوئی بتیس تیس لاکھ ہے اس میں سے قریباً ایک لاکھ سے زائد مارا گیا ہے یعنی پانچ فیصدی سے بھی زیادہ اور بعض کی جائیدادیں منقولہ ہوں یا غیر منقولہ دشمنوں کے ہاتھوں میں ہیں اور باقی غلامی کی زندگی بسر کر رہے ہیں۔ نہ جائے ماندن ہے نہ پائے رفتی۔

پنجاب اور دیگر علاقوں سے جو مسلمان مغربی یا مشرقی پاکستان میں گئے ہیں انہیں غیر مسلموں کی متروکہ جائیدادوں میں سے زمین، مکان، دوکانیں ملی ہیں اور ان میں سے نوے فیصدی آباد ہو چکے ہیں اور بعض تو پہلے سے اچھی حالت میں ہو گئے ہیں۔ بڑے بڑے کارخانوں کے مالک بن چکے ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ وطن اور علاقہ کا چھوڑنا بھی بہت قربانی ہے اور ابتدائی دنوں میں جوان لوگوں نے جانی قربانیاں پیش کیں، وہ بھی بہت بڑی قیمت رکھتی ہیں ہم ان کی قدر کرتے ہیں لیکن ہم نے صرف مقابلہ کے لئے لکھا ہے کہ ان میں سے اکثر نے جائیداد کے مقابلہ پر جائیداد اور تجارت کے مقابلہ میں تجارت اور کارخانہ کے مقابلہ میں کارخانہ حاصل کر لیا ہے۔ لیکن گو ہماری قربانیاں بھی اسی رنگ کی ہیں مگر ہم نے حاصل کچھ نہیں کیا ہم اب تک بھی ہمارے ہیں اور خدا معلوم کب تک ہمارے رہیں گے۔

کشمیر ویلی اس وقت تک ساری کی ساری شیخ عبداللہ کی حکومت میں ہے اور ہمارا وطن اور ہماری جائیدادیں دشمن کے قبضہ میں ہیں۔ ہم صرف اس امید پر جی رہے ہیں کہ خدا تعالیٰ اپنے فضل سے کشمیر پاکستان سے ملا دے تو ہم جا کر چھتوں کے نیچے سوئیں، اپنی تجارتیں اور اپنی زمینیں سنبھالیں اور اپنے بیوی بچوں سے ملیں جو ایک سیاسی دیوار کے اُس طرف ہماری یاد میں ظالموں کی ٹھوکریں کھا کر جی رہے ہیں جس طرح ہم انکے ملنے کی امید میں دیوار کی دوسری طرف خدا کے فضل اور اس کے بعد اس کے اُن بندروں کی کوششوں کے نتیجہ پر اُس لگائے بیٹھے ہیں جنہوں نے اسلام کے رشتہ کا احترام کر کے ہمیں غلامی سے آزاد کرانے کا بیڑا اٹھایا ہے خصوصاً صوبہ سرحد اور آزاد قبائل علاقہ کے لوگ جنہوں نے عملاً جنگِ کشمیر میں حصہ لے کر سینکڑوں ہزاروں شہداء کے خون سے ہماری وادی کو ہمیشہ کے لئے وادی شہداء بنا دیا ہے اور کشمیر اور سرحد اور آزاد علاقہ کے درمیان محبت اور پیار کی ایک مضبوط گرہ باندھ دی ہے۔

مگر جہاں ہم آپ لوگوں کی قربانیوں اور ہمدردیوں کے ممنون ہیں وہاں ہم آپ سے یہ بھی امید کرتے ہیں کہ آپ اپنے نیک کام کو انجام تک پہنچائیں اور کسی غلطی کے مرتکب ہو کر اور کسی غلطی کرنے والے کا ساتھ دے کر اپنی ساری کوشش کو خاک میں نہ ملا دیں۔

برادران! آپ جانتے ہیں کہ گزشتہ سالوں میں ہمیں یہی امید دلائی جاتی رہی ہے کہ کشمیر میں آزاد کشمیری ہو کر اس کے مطالبی فیصلہ ہو گا اور کشمیر آزادی حاصل کر کے آرام کا سالس لے گا۔ لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ کچھ دنوں سے ہندوستانی گورنمنٹ کی مشہور وہ لوگ جو پہلے کانگریس کا بایاں بازو تھے ایسے سوالات پیدا

کر رہے ہیں جو کشمیر کی رائے شماری کو سخت نقصان پہنچانے والے ہوں گے۔ مثلاً اس وقت یہ سوال اٹھایا جا رہا ہے کہ مرزاٹیوں کو ایک اقلیت قرار دیا جائے۔ اسی طرح مرتد بھی۔ جہاں تک مذہب کا سوال ہے ہم خود مرزاٹی نہیں ہیں اور اہلسنت و دیگر مختلف فرقوں سے تعلق رکھتے ہیں اور ہم میں سے بعض مرزاٹیوں کی سخت مخالفت کرتے رہے ہیں اور اب تک کرتے ہیں مگر جہاں تک کشمیر کے مسئلہ کا سوال ہے ہم اس فرقہ دارانہ اختلاف کو کشمیر کی آزادی میں رخنہ انداز ہونے دینا کسی صورت میں پسند نہیں کرتے۔ آپ لوگ جانتے ہیں کہ ہندوستانی حکومت کچھ عرصہ سے مغربی حکومتوں پر یہ زور دے رہی ہے کہ جن جن علاقوں میں جس فریق کی اکثریت ہو ان علاقوں کو اپنے ہمدرد لوگوں سے ملا دیا جائے۔ وہ کہتے ہیں کہ پاکستان اس اصل کو پنجاب اور بنگال کے حق میں بان چکا ہے کیوں نہ وہی اصل کشمیر کے متعلق بھی تسلیم کیا جائے کیونکہ پاکستان ایک دفعہ اس اصل کو تسلیم کر چکا ہے۔ اس دلیل کا اثر مغربی دماغ پر بہت پڑتا ہے اور قریباً ہر یو۔ این۔ او کے نمائندے نے زور لگایا ہے کہ اس پر فیصلہ ہو جائے تو اچھا ہے اور مغربی اخبارات خصوصاً امریکہ اور انگلستان کے اخبارات اس نظریہ کی تائید میں مضامین بھی لکھتے رہے ہیں۔ ان حالات میں ہمیں بہت ہوشیار رہنا چاہیے کہ کشمیر کا کوئی حصہ ایسا نہ ہو جہاں کی رائے شماری مشکوک ہو جائے۔ اگر ایسا ہو تو کشمیر کا مستقبل بالکل تاریک ہو جائے گا اور کشمیر کا مسلمان زندہ درگور ہو جائے گا۔

اس حقیقت کو مد نظر رکھ کر اگر آپ کشمیر کے نقشہ کو دیکھیں تو آپ کو معلوم ہو گا کہ جموں کے ہندو علاقے کے ساتھ اگر اننت ناگ (اسلام آباد) کا علاقہ مل جائے تو سرینگر کا تعلق جموں سے ہو جاتا ہے کیونکہ ایک طرف اننت ناگ سرینگر اور اجوری اور اودھم پور سے ملاتا ہے تو دوسری طرف جموں سرینگر روڈ اننت ناگ میں سے ہو کر گزرتی ہے۔ لیکن اننت ناگ پاکستان سے ملے تو سرینگر لازماً پاکستان سے ملنے پر مجبور ہوتا ہے کیونکہ کوئی باقاعدہ راستہ اسے ضلع اننت ناگ سے باہر جموں سے نہیں ملتا پس اننت ناگ ضلع کی حیثیت رائے شماری کے لحاظ سے نہایت اہمیت رکھتی ہے۔

ہم لوگ جو اس علاقہ کے رہنے والے ہیں جانتے ہیں کہ اس علاقہ میں مرزاٹیوں کا کافی زور ہے اور اچھے زمیندار اور تاجروں اور بعض سالم گاؤں پاس پاس احمدیوں کے ہیں۔ گذشتہ سے پیوستہ ایکشن میں شیخ عبداللہ کی پارٹی کے خلاف احمدی ہی کونسل کے لئے کھڑے ہوئے تھے مگر گوہ شیخ عبداللہ

کی پارٹی، ڈوگروں اور مولویوں کے مشترکہ محاذ کی وجہ سے جیت نہ سکے مگر ان تین طاقتوں کے نمائندے سے احمدی نمائندے کے ووٹ صرف دو سو کم تھے۔ اور سب لوگ جانتے ہیں یہ شیخ عبداللہ نے اتنا خطرہ محسوس کیا تھا کہ سارے کشمیر کو چھوڑ کر وہ اس علاقہ میں آگئے تھے اور اپنی ساری طاقت احمدیوں کو شکست دینے میں لگا دی تھی۔ اس علاقہ میں اکثر ڈوگرہ رؤساء کی جائیدادیں ہیں اور غریب مسلمان اُن سے دبے ہوئے ہیں۔ اُن کے مقابل پر احمدی ہی کھڑے ہوتے ہیں کیونکہ وہ زمیندار اور تاجر اور منظم ہیں۔ انکی مدد سے ہی ہندو ڈوگروں کا مقابلہ ہوتا ہے۔ چنانچہ رشی نگر کا مشہور مقدمہ اس کا گواہ ہے کہ ڈوگرہ رئیس کا مقابلہ احمدی جماعت نے مل کر کیا۔ اگر احمدی جماعت بھی ان لوگوں سے جا ملے تو مسلمانوں کی طاقت اس درمیانی علاقہ میں بہت کمزور ہو جاتی ہے اور سری نگر اکثر طرف سے اسلامی علاقوں سے کٹ جاتا ہے۔

ان حالات میں ہم پوچھتے ہیں کیا احمدیوں کے خلاف موجودہ شورش کشمیر کے مفاد میں ہوگی؟ ایک قوم سے آپ کتنی ہی اُمید رکھیں مگر اُسے کافر اور مرتد اور اچھوت قرار دے کر اُس سے یہ خواہش رکھنی کہ وہ آپ کے حق میں ووٹ دیں کتنی خلاف عقل بات ہے۔ آخر جب ایک شخص دوسرے سے ملتا ہے تو یہ سمجھ کر ملتا ہے کہ دوسرا شخص اُس کا دوست ہے۔ اگر دوسرا اپنی دشمنی کا ثبوت دے تو وہ اُسے ووٹ کیوں دے گا اور دشمنی ظاہر کرنے والا اُس سے اُمید ہی کیوں رکھے گا پس گردن دینی اور اقلیت قرار دے کر اور اُن کے خلاف شہروں میں بلوے کر کے بعض آدمیوں کو قتل کر کے یہ اُمید کرنا کہ کشمیر کا احمدی شوق سے آگے بڑھے گا اور کہے گا کہ میں پاکستان جانا چاہتا ہوں کمانڈر عقل کے مطابق ہے؟ اور احمدیوں کو جو بڑی تعداد میں اس علاقہ میں پائے جاتے ہیں اور جنہوں نے پہلے ہی پٹیشن میں ڈوگرہ حکومت کے دانت کھٹے کر دیئے تھے ڈرا دینا اور پاکستان سے متنفر کر دینا تاکہ وہ ڈوگروں اور شیخ عبداللہ کی جماعت سے مل کر پاکستان سے الگ رہنے کا ووٹ دیں کشمیر کے مستقبل کے لئے کس قدر خطرناک ہے۔ یہ صاف بات ہے کہ جو لوگ ایسا کر رہے ہیں انہیں ہندوستانی حکومت سے مدد مل رہی ہے اور وہ کشمیر کی رائے شماری کو ناکام بنانے کے لئے ایسا کر رہے ہیں مگر ہم پوچھتے ہیں کہ سرحد کا وہ غیور مسلمان جس کے خون سے ہماری وادیاں چمک رہی ہیں کیا اپنی قربانی کو اس طرح ضائع ہونے دے گا؟ اگر رائے شماری سے فیصلہ ہونا ہے اور اگر رائے شماری

کو کامیاب بنانا ہے تو ہمیں احمدیوں کے خلاف شور کر کے انہیں ڈرانے سے اجتناب کرنا ہوگا ورنہ نتیجہ خطرناک نکلے گا اور اُس وقت ندامت ظاہر کرنے کا کوئی فائدہ نہ ہوگا اور ہم لوگ ہمیشہ کے لئے مہاجر ہی بنے رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ اس عذاب سے ہمیں بچائے ۴

اس اشتہار کے نیچے مندرجہ ذیل کشمیری مسلمانوں کے دستخط ثبت تھے :-

- (۱) میر عبدالعزیز صاحب بی۔ اے آنرز (جائمنٹ سیکرٹری آل جموں و کشمیر مسلم کانفرنس) حال راولپنڈی (۲) مرزا احمد بیگ لون (ممبر مجلس عائدہ و کمیٹی آف ایکشن و جنرل کونسل آل جموں و کشمیر مسلم کانفرنس) حال پشاور (۳) تاج الدین مالک تاج محل ہوسٹل "امیر اکدال سرینگر" حال مقیم اکبری گیٹ لاہور (۴) خواجہ علی محمد بابا بی۔ اے۔ ایل ایل بی ایڈووکیٹ پریذیڈنٹ ضلع مسلم کانفرنس بارہ مولہ حال مظفر آباد (۵) خواجہ غلام مصطفیٰ ملک ایم۔ ایل۔ اے کشمیر تحصیل انٹ ناگ حال مظفر آباد (۶) سید محمد مقبول شاہ شنگائی سپرنٹنڈنٹ دفتر آل جموں و کشمیر مسلم کانفرنس مرکزیہ راولپنڈی (۷) خواجہ غلام قادر سوپوری ممبر جنرل کونسل آل جموں و کشمیر کانفرنس حال مظفر آباد (۸) خواجہ غلام احمد کرنائی آف سوپور جنرل کونسل آل جموں و کشمیر مسلم کانفرنس حال مظفر آباد (۹) منظور الحق ڈار سمبوری فرزند خواجہ غلام محمد صاحب خادم مرحوم ممبر جنرل کونسل آل جموں و کشمیر مسلم کانفرنس حال راولپنڈی (۱۰) ایم۔ اے حفیظ بی۔ اے ایل ایل بی ایڈووکیٹ سرینگر جنرل سیکرٹری مسلم لیگ سرینگر کشمیر حال ایبٹ آباد (۱۱) خواجہ بشیر احمد فرزند حاجی مامہ کلوصاحب جنرل فروٹ مہینٹ لٹاٹ سرینگر حال مری (۱۲) عبدالغنی خاں سابق نمبر دار ملیال تحصیل ہندواڑہ ریونیو جی اسٹنٹ حال مری (۱۳) وزیر غلام مہدی ایم۔ اے۔ ایل ایل بی آن اسکردو حال راولپنڈی (۱۴) غلام حسن ڈار مخدومی سابق سیکرٹری کشمیر پریس رپورٹرز سائیکو بیچ بیارہ کشمیر حال مری (۱۵) ڈاکٹر سجاد حسن بٹ ڈینٹس سابق چیف آرگنائزر انجمنی مہاجرین کشمیر حال مظفر آباد۔ (۱۶) خواجہ غلام محمد کار سوپوری ممبر مجلس عائدہ آل جموں و کشمیر مسلم کانفرنس حال مری (۱۷) غلام مہدی ملتستانی ممبر ورننگ کمیٹی آل جموں و کشمیر مسلم کانفرنس حال مری (۱۸) عبدالرحمن بٹ صدر ڈسٹرکٹ ہزارہ مسلم کانفرنس حال مقیم ایبٹ آباد (۱۹) خواجہ عبدالرحمن جنرل سیکرٹری مسلم کانفرنس ہزارہ حال ایبٹ آباد (۲۰) (مولوی) عبدالعزیز مالک کشمیر کلاہہ لاؤس ایبٹ آباد (۲۱) محمد شریف قریشی پلیسی سیکرٹری مسلم کانفرنس ہزارہ (۲۲) ماسٹر عبدالرحمن قریشی راجوڑی حال ایبٹ آباد ضلع ہزارہ (۲۳) خواجہ غلام رسول

وانی آف بارہ مولہ ممبر جنرل کونسل آل جموں و کشمیر مسلم کانفرنس حال مظفر آباد (۲۴) سید محمد ہدایت اللہ شاہ راجوروی جنرل سیکرٹری انجمن تحفظ سادات کشمیر حال پاکستان (۲۵) پیر زادہ نشتر کشمیری سابق صدر انجمن درس الاسلام کشمیر و پٹی سیکرٹری آل جموں و کشمیر مسلم کانفرنس حال مظفر آباد (۲۶) پیر زادہ غلام احسن ساکن مرہا تحصیل گولہ گام کشمیر حال مقیم مظفر آباد (۲۷) عبدالرزاق ڈار آف بڈ گام کشمیر حال مقیم واہ کیمپ پاکستان (۲۸) محمد لطیف خاں آف کلگر کشمیر حال ایبٹ آباد (۲۹) شیخ عبدالرحمن ساکن اسلام آباد حال مقیم مظفر آباد (۳۰) خواجہ ثناء اللہ میر آف کورہ ہاٹہ تحصیل بارہ مولہ حال مقیم پشاور (۳۱) منشی حبیب اللہ بیٹ چھتہ بلی سرینگرہ حال مقیم پشاور (۳۲) راہبہ عطاء اللہ خاں برادر راہبہ محمد عنایت اللہ خاں صاحب علاقہ دار چیلڈار تحصیل ہندو واڑہ کشمیر (۳۳) سردار سمیع خاں دزانی فرزند سردار محمد اکرم خاں صاحب وزیر وزارت کشمیر حال مقیم پشاور (۳۴) سعید احمد خاں (ایف۔ ایس سی) سرینگرہ کشمیر حال مقیم راولپنڈی (۳۵) خواجہ حبیب اللہ ڈار آف بارہ مولہ حال جنرل کلاخہ مرچنٹ پشاور (۳۶) خواجہ علی محمد پھلو سرینگرہ کشمیر حال لیدر مرچنٹ پشاور (۳۷) خواجہ غلام رسول رشی واٹس پریذیڈنٹ آزاد کشمیر جمیر آف کامرس حال راولپنڈی (۳۸) محمد مظفر فاضلی ساکن بانڈی پورہ حال مہاجر راولپنڈی (۳۹) شاہ کشمیر خواجہ احمد اللہ غازی سوپوری حال راولپنڈی (۴۰) سردار بشیر احمد خاں آف سرینگرہ فرزند سردار عمر او خاں صاحب سپرنٹنڈنٹ پولیس کشمیر حال راولپنڈی

۱۵۔ تبوک / ستمبر کو حضرت امیر المؤمنین المصلح الموعود نے
حضرت امیر المؤمنین کی ایک انصاحت

جماعت کو بتایا کہ :-

”وہ وقت قریب سے قریب تر آ رہا ہے جب دنیوی نقطہ نگاہ سے یا تو احمدیت کو اپنی فوقیت ثابت کرنی ہوگی اور یا اس جہد و جد میں فنا ہونا پڑے گا اور دینی نقطہ نگاہ سے اور روحانی نقطہ نگاہ سے خدا تعالیٰ کی طرف سے ان تغیرات کے رونما ہونے کا وقت آچکا ہے جو احمدیت کو ایک لمبے عرصہ تک کے لئے دنیا میں قائم کر دیں گے اور اس کا غلبہ اس کے دوستوں اور اس کے مخالفوں سے منوالین گے مگر ان تمام تغیرات کے لئے انسان کی قربانیاں اور انسان کی جہد و جد نہایت ضروری ہوتی ہے۔“
اس حقیقت کو واضح کرنے کے بعد حضرت امیر المؤمنین نے مخلصین احمدیت کو نصیحت فرمائی کہ :-
”یہ زندگی صرف چند روزہ ہے اس دنیا میں نہ میں نے ہمیشہ رہنا ہے نہ آپ نے۔ اگر ہم خدا تعالیٰ

کے نام کو بلند کرنے کے لئے اپنے ہاتھ سے ایک نیک بنیاد قائم کر دیں گے تو ہم اور ہماری نسلیں ہمیشہ کے لئے زندہ ہو جائیں گی۔ لیکن اگر ہم اس نیک بنیاد کو قائم کرنے میں حصہ نہیں لیں گے تو آپ لوگوں کو یاد رکھنا چاہیے کہ گوروحانی نقطہ نگاہ کے ماتحت ہم کچھ کریں یا نہ کریں یہ سلسلہ ہر حال ترقی کرتا چلا جائیگا کیونکہ یہ کسی انسان کا نہیں بلکہ خدا تعالیٰ کا قائم کردہ سلسلہ ہے۔ لیکن دنیوی نقطہ نگاہ کے ماتحت ہم اور ہماری اولادیں ان انعامات سے محروم ہو جائیں گی جو خدا تعالیٰ کی طرف سے اس سلسلہ کی خدمت کرنے والوں کے لئے مقدر ہیں اور جو لازماً ایک دن ملنے والے ہیں۔ زمین ٹل جائے، آسمان ٹل جائے آخر احمدیت نے دنیا میں قائم ہونا ہے اور یہ خدا تعالیٰ کی ایک اٹل تقدیر ہے۔ اس کی طرف مینسوب کرنا کہ اس نے اپنا ایک نامور بھیجا مگر وہ ہار گیا ایک پاگل پن کی بات ہے۔ اگر خدا ہے اور اگر خدا اپنے نبیوں کو بھیجتا رہا ہے اور اگر خدا تعالیٰ نے ہی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھیجا تھا تو ہم اپنے وجود میں شبہ کر سکتے ہیں ہم اپنے کان، ناک، منہ اور زبان میں شبہ کر سکتے ہیں ہم اپنے بیوی بچوں کے وجود میں شبہ کر سکتے ہیں مگر ہم اس بات میں کوئی شبہ نہیں کر سکتے کہ خدا تعالیٰ کا مامور اور مرسل جس تعلیم کو لے کر آیا ہے وہ یقیناً اپنے وقت پر کامیاب ہوگی دشمن اس سے ٹکرائے گا تو پاش پاش ہو جائیگا جس طرح ایک دریا کی زبردست لہریں چٹان سے ٹکرا کر پیچھے ہٹنے پر مجبور ہوتی ہیں اسی طرح اکی مخالفت ناکام ثابت ہوگی اور یہ سلسلہ عروج حاصل کرتا چلا جائے گا ہمارا کام صرف اتنا ہے کہ ہم یہ دیکھیں کہ خدا تعالیٰ کی تقدیر سے ہم نے کتنا فائدہ اٹھایا ہے۔ لوگ نہ ہونے والی چیزوں کے متعلق اپنا پورا زور صرف کر دیا کرتے ہیں اور ہم تو وہ کام کر رہے ہیں جو یقیناً ہونے والا ہے اور جس کی کثرت پر اللہ تعالیٰ کا ہاتھ ہے۔ حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں۔

جس بات کو کہے کہ کروں گا یہ میں ضرور
 ملتی نہیں وہ بات خدائی یہی تو ہے

اگر خدا تعالیٰ کی بات ٹل جائے تو اس کی خدائی ہی باطل ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے بندوں کی باتوں میں فرق ہی یہی ہوتا ہے کہ بندہ بعض دفعہ پورے سامانوں کے ساتھ اٹھتا ہے اور ناکام ہوتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ جس بات کا فیصلہ کر لے اس کے پورا ہونے میں کوئی چیز روک نہیں بن سکتی۔ آپ لوگوں کی خوش قسمتی ہوگی اگر آپ اس کام میں حصہ لے کر آنے والی کامیابی کو قریب کر دیں اور خدا تعالیٰ

کی بات کو پورا کر کے اس کا ہتھیار بن جائیں کیونکہ وہ شخص جو خدا تعالیٰ کا ہتھیار بن جاتا ہے وہ بابرکت ہو جاتا ہے۔ حضرت یحییٰ موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خدا تعالیٰ نے المائاً فرمایا کہ میں تجھے بہت برکتوں کا یہاں تک کہ بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے۔ اگر حضرت یحییٰ موعودؑ کے کپڑے آپ کے جسم سے چھو کر بابرکت ہو گئے تو یہ سمجھ لو کہ اگر تم خدا تعالیٰ کے ہتھیار بن جاؤ گے تو تم میں کتنی برکت پیدا ہو جائے گی یقیناً اگر حضرت یحییٰ موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جسم کے ساتھ چھو جانے کی وجہ سے آپ کے کپڑوں کو برکت حاصل ہو گئی تو وہ شخص جو خدا تعالیٰ کا ہتھیار بن کر خود اس کے ہاتھ میں آجائے گا وہ ان کپڑوں سے بہت زیادہ بابرکت ہو گا کیونکہ حضرت یحییٰ موعودؑ کو بھی اگر برکت دی تو خدا تعالیٰ نے دی اور آپ کے کپڑوں کو بھی اگر برکت دی تو خدا تعالیٰ نے دی۔ پس یقیناً وہ ان برکتوں کا وارث ہو گا جو دنیا کی بڑی سے بڑی حکومتوں اور طاقتوں میں بھی نہیں پائی جاتیں۔ ۱۰

۲۱-۲۲-۲۳۔ ماواخاؤ کو مجلس غلام الاحمدیہ مرکزی
نوجوانان احمدیت کو قربانیوں کی دعوت کا سالانہ اجتماع ربوہ میں منعقد ہوا جس میں حضرت

امیر المؤمنین المصلح الموعودؑ نے خدام کو بہت سی قیمتی ہدایات دیں بالخصوص مذہب کی اس بنیادی روح کی طرف متوجہ فرمایا کہ عقیدے اور قوت متحرکہ کے مجموعے کا نام ایمان ہے عمل کے بغیر محض عقیدہ کوئی نتیجہ پیدا نہیں کر سکتا۔ اس سلسلہ میں انہیں قربانیوں کی پُر زور دعوت دیتے ہوئے فرمایا:-

”یاد رکھو کہ اسلام کی ترقی کا وہ زمانہ تمہیں نصیب ہوا ہے جو پھر کبھی نہیں آئے گا جس طرح یہ درست ہے کہ اسلام جتنا اب گرا ہے اتنا کبھی نہیں گرے گا اسی طرح یہ بھی یقینی امر ہے کہ جس شان سے اسلام اب بڑھے گا اتنا آئندہ کبھی نہیں بڑھے گا اور تمہیں خدا نے قربانی کرنے کا جو موقع دیا ہے وہ آئندہ کسی کو میسر نہ آئے گا۔ آج زمین و آسمان کا خدا ایک غلام کی حیثیت سے دنیا کی منڈیوں میں یک رہا ہے اور تمہاری چھوٹی سے چھوٹی قیمت بھی اسے خرید سکتی ہے۔ خدا کی خدائی انسانی ذہن کے مطابق ہوتی ہے۔ جب میں نے خدا کو غلام کہا تو میرا مطلب یہ نہیں ہے کہ ہمارا واحد اور احد خدا نعوذ باللہ غلام ہے بلکہ میرا مطلب یہ ہے کہ آج دنیا کی نگاہ میں اس کی یہی حیثیت ہے اور آج تمہی ہو جنہوں نے اپنے خدا کی عزت اور عظمت دنیا میں دوبارہ قائم کرنی ہے جس قربانی کیلئے

تمہیں بلایا جا رہا ہے وہ پہنچ ہے اس اجر کے مقابلہ میں جو اس کے بدلہ میں تمہارے لئے مقدر ہے۔ تمہیں خدام الاحمدیہ کی طرف سے قربانی کے لئے بلایا جائے گا۔ تمہیں تحریک جدید کی طرف سے قربانی کے لئے بلایا جائے گا۔ تمہیں صدر انجمن کی طرف سے قربانی کے لئے بلایا جائے گا۔ تمہیں لوکل انجمن کی طرف سے قربانی کے لئے بلایا جائے گا۔ شاید تمہیں خیال آئے کہ کیوں چاروں طرف سے تمہارے لئے ہی قربانی قربانی کی آواز آرہی ہے مگر یاد رکھو جب زمین میں ہر طرف سے تمہارے لئے قربانی قربانی کی آواز اٹھ رہی ہوگی تو عین اس وقت اس کے بالمقابل آسمان پر ہر طرف سے تمہارے لئے انعام انعام انعام انعام کی آواز اٹھ رہی ہوگی۔ پس اس کام کو چھوٹا مت سمجھو بلکہ بڑا سمجھو اور اس کام کی نوعیت اور اہمیت کے مطابق ہی تم قربانی پیش کرو۔" لے

جماعت احمدیہ کے عالمگیر اسلامی مشنوں کی تبلیغی سرگرمیاں
بیرونی مشنوں کی تبلیغی سرگرمیاں | اس سال بھی نمایاں اضافہ کے ساتھ جاری ہیں۔ بعض مشنوں کے چند ضروری کوائف درج ذیل کئے جاتے ہیں:-

جماعت احمدیہ دمشق۔ ۲۶ ماہ نبوت (نومبر) ۱۳۲۹ھ کو سیرت النبی کا جلسہ شام مشن :- عام منعقد کیا جس میں مولوی رشید احمد صاحب چغتائی کے علاوہ شام کی بعض اہم شخصیات نے بھی تقریریں کیں۔ دمشق کے اخبار "الکفاح" (۱۶ صفر ۱۳۴۰ھ) اور "القبس" (۷ صفر ۱۳۴۰ھ) نے اس جلسہ کی خبر شائع کی۔ چنانچہ اخبار الکفاح نے لکھا:-

"الجماعة الاحمدية تحتفل بسيرة النبي"

اقامت الجماعة الاحمدية بدمشق احتفالاً عظيماً نهاراً من لبيان سيرة الرسول الاعظم محمد صلى الله عليه وسلم و انفتحت فيه خطبة قيمة من قبل بعض الشخصيات السورية كما وتكلم فيها ايضا الاستاذ الباكستاني ميرزا رشيد احمد چغتائی الاحمدى، الذى ذكر قوة قدسية النبي صلى الله عليه وسلم وتأثيرها في قلوب اصحابه والآخرين من العرب

والعجم۔ وھذا اھل الشام علی ما بوركتم بلادھم وشرفتم اراضیھم بقدم
فخر الكائنات الیھا حیث وطأت قدمه صلی اللہ علیہ وسلم علیھا وكان
لھذہ الخطب اثرھا العظیم فی قلوب الحاضرين الذین اكثر وامن الصلوات
والسلام علی سیدنا محمد افضل الرسل وخاتم النبیین علیہ افضل الصلوات
واتم التسلیم ۛ له

(ترجمہ)

جماعت احمدیہ کا جلسہ سیرت النبیؐ

جماعت احمدیہ و مشق نے کل ایک عظیم الشان جلسہ حضرت رسول اعظم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت
بیان کرنے کے لئے منعقد کیا جس میں بعض شاہی اشخاص کی قیمتی تقاریر کے علاوہ میرزا رشید احمد چغتائی
احمدی پاکستانی نے بھی تقریر کی جس میں آپ نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قوت قدسیمہ اور
حضور کے صحابہ اور عرب و عجم کے دوسرے لوگوں کے دلوں میں اس کی تاثیر کا ذکر کیا۔ اور آپ نے اہل شام
کو اس بات پر مبارکباد دی کہ ان کے ملک کو یہ خاص برکت حاصل ہوئی اور ان کی سرزمین کو حضور خیر کائنات
صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی تشریف آوری سے مشرف فرمایا جبکہ حضور کے مبارک قدموں نے اسی کو
برکت بخشی۔

ان تقاریر کا بڑا شاندار اثر حاضرین کے قلوب پر ہو گیا جنہوں نے سیدنا محمد افضل الرسل خاتم النبیین
افضل الصلوات واتم التسلیم پر بکثرت درود و سلام بھیجا۔
اخبار القبس نے لکھا :-

حفلة سيرة النبي

اقامت الجماعة الاحمدية اول امس احتفالاً تكلم فيه عددٌ من الخطباء
عن سيرة الرسول الاعظم وتحدّثوا عن قدسية الرسالة التي قام
بها هذا العربي العظيم (ص) الذي آتسّ مدنية۔ ما زال العالم يسير

بھدیہا حتی الیوم“ لہ

(ترجمہ)

جلسہ سیرت النبیؐ

پرسوں جماعت احمدیہ نے جلسہ منعقد کیا جس میں بہت سے مقررین نے حضرت رسول اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ طیبہ پر تقاریر فرمائیں اور رسولِ عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ قدسیت کو بیان کیا جنہوں نے شہریت کے ایسے اصول وضع فرمائے ہیں جن سے دنیا آج تک راہنمائی حاصل کرتی چلی آ رہی ہے۔

فلسطین مشن :- ماہنامہ البشری جو پندرہ سال سے اسلام و احمدیت کا نور پھیلا رہا تھا اس سال بھی باقاعدگی سے (جبل الکرم حیفاسے) چھپتا اور عرب و عجم میں بھجوا جاتا رہا۔ البشری میں حضرت مہدی مسعود علیہ السلام کی تصانیف میں سے ”آئینہ کمالاتِ اسلام“ ”الہدٰی والتبصرۃ لمن یرئ“ کے اقتباسات کے علاوہ سراج الدین عیسیٰ کے چار سوالوں کے جواب کا مکمل عربی ترجمہ بھی چھپا جو الستیہ عبداللہ اسعد العودہ کی کاوش کا نتیجہ تھا۔ علاوہ انہیں ابن عبد الرزاق کے قلم سے براہین احمدیہ حصہ پنجم کے ایک حصہ کا ترجمہ شائع ہوا۔ الاستاذ رشیدی البسلی کے متعدد نوٹ اور مضامین بھی شامل اشاعت ہوتے رہے۔

البشری نے اخبار ”الیوم“ یا ”اور النہضہ“ الاردن (۲۲ فروری ۱۹۵۰ء) کے حوالہ سے چوہدری ظفر اللہ خاں صاحب کی اس معرکہ الآراء تقریر کا بھی ذکر کیا جو آپ نے سلامتی کونسل میں مسلسل سات گھنٹے تک کی اور جس میں ثابت کیا تھا کہ کشمیر ہر اعتبار سے پاکستان کا جزو لاینفک ہے۔

غانا مشن :- بیرونِ پاکستان جماعت احمدیہ کا سب سے پہلا کالج ۳۰ ماہ صلح ۱۳۲۹ھ کو گوند کوسٹ (غانا) میں کھلا اور ڈاکٹر سفیر الدین بشیر احمد پی ایچ ڈی لندن اس کے پینے پر سپل مقرر ہوئے۔ یہ کالج ابتداء میں کماسی کی ایک عارضی عمارت میں کھولا گیا۔

۱۷ صفر ۱۳۶۰ھ مطابق ۲۸ نومبر ۱۹۵۰ء

۲۷ ماہ شہادت ۱۳۲۹ھ ۳۷ الفضل ۱۷ احسان ۱۳۲۹ھ مطابق ۶ جون ۱۹۵۰ء ص ۳۰

۱۵۔ ماہِ احسان (جون) کو مولوی فضل الہی صاحب بشیر نے لینڈی مشرقی افریقہ :- میں پہلی مسجد کی بنیاد رکھی ہے۔

انگلستان مشن :- امام مسجد لندن چوہدری مشتاق احمد صاحب باجوه نے ویسٹمن سٹر چوسٹ چرچ میں تقریر کی جس میں جماعت احمدیہ کے مخصوص علم کلام کی روشنی میں پیغامِ حق پہنچایا۔ رسالہ دی لندن سپیر چوسٹ ("THE LONDON SPIRITUALIST") فرک نیوز (PSYCHIC NEWS) اور دی فرینڈ (THE FRIEND) نے اس تقریر پر عمدہ ریمارکس شائع کئے۔

(۲) چوہدری صاحب کی زیر قیادت جماعت احمدیہ انگلستان کے ایک وفد نے وزیر اعظم برما تھاکن نو کو قرآن مجید کی انگریزی تفسیر تحفہ پیش کی۔ وزیر اعظم نے اس مقدس تحفہ کو نہایت احترام اور جذباتِ شکر کے ساتھ قبول کیا ہے۔

اس سال سوئٹزر لینڈ سے "DER ISLAM" اور انڈونیشیا سوئٹزر لینڈ۔ انڈونیشیا :- سے "اسلام" کے نام سے نئے احمدی رسائل جاری ہوئے۔ (۱) سال کے آغاز سے احمدی جماعتوں کی تنظیم و تربیت کے لئے "احمدیہ گزٹ" جاری کیا گیا۔

(۲) امریکن نو مسلموں کو اسلامی تعلیم سکھانے کے لئے نور الدین سکول کھولا گیا۔ (۳) جماعت احمدیہ امریکہ کا تیسرا سالانہ جلسہ ۲-۳ ماہِ تبرک / ستمبر کو انعقاد پذیر ہوا۔ یہ پہلا موقع تھا کہ لجنہ اماء اللہ اور خدام الاحمدیہ کی تنظیموں نے مرکزی حیثیت سے اپنے اپنے اجتماع منعقد کئے۔ جلسہ کے دوران چھ افراد نے قبولِ اسلام و احمدیت کا اعلان کیا۔ اس دفعہ گذشتہ جلسوں کی نسبت بہت زیادہ مندوبین اور اراکین نے شرکت کی۔ جماعت ہائے احمدیہ امریکہ کے آئندہ سال کے پروگرام کے

۱۵ الفضل ۲۲ وفا ۱۳۲۹ ص ۳ * ۱۶ شماره فروری ۱۹۵۰ ص ۲۹ *

۱۷ شماره ۲۵ فروری ۱۹۵۰ ص ۱۶ * ۱۸ شماره ۲۳ فروری ۱۹۵۰ ص ۱۶ *

۱۹ ترجمہ کے لئے ملاحظہ ہو الفضل ۱۴ شہادت ۱۳۲۹ ص ۱۶ * ۲۰ (اشارہ) بحوالہ الفضل ۲۳ ہجرت

۲۱ الفضل ۲۱ احسان ۱۳۲۹ ص ۲۰ *

متعلق بعض نہایت ہی اہم فیصلے کے مثلاً (۱) جنوبی ریاستوں میں ایک نیا تبلیغی مرکز قائم کیا جائے۔
(۲) امریکہ کی کم از کم سولائی برسوں میں اسلامی لٹریچر رکھوایا جائے (۳) آئندہ سال کے اندر اندر قبرستان
کے لئے جگہ خرید کی جائے۔ وغیرہ وغیرہ۔

مجاہدین احمدیت کی مرکز میں تشریف آوری | اس سال مشرقی افریقہ، انڈونیشیا اور انگلستان
کے بعض مجاہدین مرکز میں واپس تشریف لائے۔

چنانچہ مولوی نورالحق صاحب آذربائیجان مشرقی افریقہ، مولانا رحمت علی صاحب مبلغ انڈونیشیا، چوہدری
مشتاق احمد صاحب باجوہ امام مسجد لندن بالترتیب ۱۲، ۱۳، ۱۴ ماہ شہادت و ۱۶ ماہ ظہور کو اعلیٰ
کلمۃ اسلام کا فریضہ بجالانے کے بعد لاہور پہنچے۔ ممتاز بزرگان سلسلہ کے علاوہ کثیر التعداد احمدیوں
نے اپنے کامیاب مجاہد بھائیوں کا پرجوش استقبال کیا۔

مبلغین احمدیت کی بیرونی ممالک کو روانگی | اس سال مغربی و مشرقی افریقہ اور ہالینڈ کے
لئے مرکز سے مندرجہ ذیل مبلغین اسلام روانہ
ہوئے۔

۱۔ سعود احمد خاں صاحب	(روانگی از لاہور ۲۵ ماہ امان) ۱۳۲۹ھ
۲۔ مولوی عبدالحق صاحب	(" " " ") براٹھ ایزن
۳۔ مولوی محمد صدیق صاحب امرتسری	(" " " ") براٹھ سیرالون
۴۔ مولوی عطاء اللہ صاحب کلیم	(" " " ") براٹھ غانا
۵۔ مولوی نور محمد صاحب نسیم سینی	(" " " ") براٹھ نامیبیا
۶۔ مولوی عبدالکریم صاحب	(" " " ") براٹھ سیرالون
۷۔ مولوی ابو بکر ایوب صاحب	(" " " ") براٹھ ہالینڈ
۸۔ مولوی غلام احمد صاحب بشیر	(" " " ") براٹھ ہالینڈ

۱۰۔ افضل (زیمبو) ۱۳۲۹ھ	۱۱۔ افضل ۲۶ امان ۱۳۲۹ھ
۱۲۔ افضل ۲۳ نبوت ۱۳۲۹ھ	

علماءِ سلسلہ کی نئی مطبوعات

۱۳۲۹ھ / ۱۹۵۰ء میں جماعت احمدیہ کے مرکزی صحیفہ نشر و اشاعت
رہوہ کی طرف سے پمفلٹوں کی بکثرت اشاعت کے علاوہ علماءِ سلسلہ
کی مندرجہ ذیل کتابیں شائع ہوئیں :-

- ۱۔ "قیامِ پاکستان و جماعت احمدیہ" (از علامہ جلال الدین صاحب شمس سابق مبلغ بلا و عزیمت و امام مسجد لہور)
- ۲۔ "چالیس جواہر پارے" (از حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب)
- ۳۔ "روزنامہ چوبلغین یا ڈائری سلسلہ" (مرتبہ نظارت، دعوت و تبلیغ رہوہ)
- ۴۔ "انقلابِ عظیم کے متعلق انذار و بشارات" (حضرت سید ولی اللہ شاہ صاحب)

فصل ہشتم

دعاؤں کے چلہ کی خاص تحریک، طلبہ انجینئرنگ کالج لاہور سے پرائز خطاب،
نمائندہ عراق عبدالوہاب عسکری کی رہوہ میں آمد، احمدی وفد مؤتمر عالم اسلامی کے
دوسرے سالانہ اجلاس میں، بنیادی حقوق کی کمیٹی کی رپورٹ پر علماءِ سلسلہ کا تبصرہ،
مجزت الہی کے موضوع پر پرمعارف خطبات، احمدیہ مسجد بمبئی کی آتشزدگی،
خلافتِ ثانیہ کا اسیواں سال ۱۳۲۰ھ
۱۹۵۱ء

پاکستان میں جماعت احمدیہ کی مخالفت بہت ترقی کر رہی تھی
اور احراری اور کانگریسی علماء کا ایک خاصہ گروہ ایسا میدان
دعاؤں کے چلہ کی خاص تحریک

مخالفت میں نکل آیا تھا کہ اس کا کام سوائے اس کے اور کوئی نہیں رہا تھا کہ وہ احمدیہ جماعت کے خلاف لوگوں میں جوش پھیلائیں اور ان کو فساد پر آمادہ کریں۔ ان تشویشناک حالات کے پیش نظر سیدنا امیر المؤمنین حضرت مصلح موعودؑ نے ۲۲ تبلیغ ہفت روزہ / فروری ۱۹۵۱ء کو دعاؤں کے جملہ اور سات نعلی روزوں کی تحریک فرمائی۔ حضور نے اس تحریک کے پس منظر پر روشنی ڈالتے ہوئے فرمایا:-

”ہماری جماعت.... ایک مذہبی جماعت ہے۔ اور پھر صرف مذہبی جماعت ہی نہیں وہ ایک انقلابی جماعت ہے۔ اس نے دنیا کے خیالات، دنیا کے افکار، دنیا کے عقائد اور دنیا کے عمل کو بدلنے کا بیڑا اٹھایا ہے۔ بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ ان کاموں کے لئے خدا تعالیٰ نے اسے کھڑا کیا ہے۔ اور انقلابی جماعتیں پہلے اپنے اندر انقلاب پیدا کیا کرتی ہیں۔ تم دوسروں میں اُس وقت تک انقلاب پیدا نہیں کر سکتے جب تک تم اپنی ذاتوں میں انقلاب پیدا نہیں کر لیتے، جب تک دنیا تمہیں دیکھ کر یا تمہاری صحبت میں آدھ گھنٹہ یا گھنٹہ رہ کر چلانا اُٹھے کہ تم ویسے آدمی نہیں جن کو ہم جانتے تھے اس وقت تک تم تغیر پیدا نہیں کر سکتے۔ اسی طرح انقلابی جماعتوں کے لئے ضروری ہوتا ہے کہ دنیا ان کی مخالفت کرے۔ اگر دنیا کسی انقلابی جماعت کی مخالفت نہیں کرتی یا وہ اس کی اتنی مخالفت نہیں کرتی جتنی وہ ایسے مواقع پر کیا کرتی ہے تو سمجھ لینا چاہیے کہ اس کے اپنے اندر کوئی نقص ہے۔ اگر ایک باز سے چڑیا ڈرتی نہیں تو سمجھ لو اس باز میں کوئی نقص ہے۔ اگر ایک ماں باپ کے سامنے اور ان کی موجودگی میں بچہ شرارتیں کرتا چلا جاتا ہے تو سمجھ لو ماں باپ میں کوئی نقص ہے۔ اگر کوئی استاد جماعت میں بیٹھا ہے اور لڑکے شرارتیں کر رہے ہیں اور کھیل کود میں لگے ہوئے ہیں تو سمجھ لو استاد میں کوئی نقص ہے۔ اسی طرح اگر کوئی جماعت انقلابی جماعت ہونے کا دعویٰ کرتی ہے لیکن لوگ اس کی مخالفت نہیں کرتے تو سمجھ لو کہ اس جماعت میں کوئی نقص ہے۔

پس مخالفت اپنی ذات میں عجیب نہیں بلکہ اس کا نہ ہونا عجیب ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاولؑ فرمایا کرتے تھے کہ ان کے دوست نے ایک کام شروع کیا وہ بڑی عمر کے تھے اور حضرت خلیفۃ المسیح الاولؑ ان سے چھوٹے تھے اس لئے وہ آپ کا بے تکلفی سے نام لے دیتے تھے انہوں نے کہا نور الدین میں نے ایک کام شروع کیا ہے مگر معلوم ہوتا ہے کہ وہ خدا تعالیٰ کو پسند نہیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاولؑ نے فرمایا آپ کو یہ خیال کیوں نہ ہو کہ آپ کا وہ کام خدا تعالیٰ کو پسند نہیں۔ انہوں نے کہا میں نے یہ کام دو تین ہفتہ سے شروع کر رکھا ہے لیکن ابھی تک اس کی کسی نے مخالفت نہیں کی۔ اور جو کام خدا تعالیٰ کی طرف سے

ہوتے ہیں ان کی ضرورت مخالفت ہو کر تھی ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ تحریک خدا تعالیٰ کو پسند نہیں
دو تین دن کے بعد ان کو کسی کی طرف سے مختلط کالیوں سے پُر ایک خط آیا۔ وہ حضرت خلیفۃ المسیح اولیٰؒ
کے پاس آئے اور کہنے لگے نور الدین مبارک ہو میں نے جو کام شروع کر رکھا ہے وہ خدا تعالیٰ کو پسند
آ گیا ہے مجھے آج ایک شخص کی طرف سے مختلط کالیوں کا ایک پلندہ آیا ہے۔ غرض ہر الہی جماعت کی
مخالفت لازمی ہے لیکن اسے یہ خیال رکھنا چاہیے کہ آیا اس نے اپنے آپ کو اس مقام پر کھڑا کر لیا ہے
کہ دنیا اس سے خفا ہو اور خدا تعالیٰ اس سے راضی ہو۔ اگر یہ دونوں باتیں پیدا نہیں ہوئیں اور خدا
تعالیٰ بھی اس سے ناراض ہو گیا ہے اور دنیا بھی اس پر ناراض ہے تو وہ خسرو الدنیا والآخرۃ
ہو گیا۔ دنیا میں بھی اسے گھانا ہوا اور اگلے جہان میں بھی اسے گھانا ہوگا۔

پس ہماری جماعت جو انقلاب پیدا کرنے کی دعویٰ دار ہے اس کی مخالفت تو ضروری ہے لیکن ہمارا
مقام یہ ہے کہ ہم پہلے اپنی اصلاح کریں۔ یہ روحانی انقلابی جماعتوں کی مخالفت یکساں نہیں رہتی
کبھی زوروں پر ہوتی ہے اور کبھی کم ہو جاتی ہے جیسے سورج چڑھتا ہے غروب ہوتا ہے اور دوسرے
دن پھر چڑھتا ہے۔ انسان کو کسی وقت بھوک لگی ہوئی ہوتی ہے اور کسی وقت وہ سیر ہوتا ہے اسی طرح
مخالفت میں بھی اتار اور چڑھاؤ پایا جاتا ہے کبھی مخالفت ایسی شدید ہوتی ہے کہ وہ انسانی مقابلہ سے
بالا تر ہو جاتی ہے اور کبھی وہ اتنی کمزور ہوتی ہے کہ اس کا مقابلہ انسان کی طاقت کے اندر ہوتا ہے
ایسے وقت میں وہ بوجہ خود اٹھاتا ہے لیکن جب اس کا مقابلہ اس کی طاقت سے بالا ہو جاتا ہے تو
وہ خدا تعالیٰ کی طرف رجوع کرتا اور اس سے استمداد کرتا ہے۔ ہماری جماعت پر بھی یہ مصائب مختلف
رنگوں اور مختلف زمانوں میں آئے ہیں۔ ہم پر وہ وقت بھی آیا جب ہماری مخالفت اتنی شدید ہو گئی کہ
اس کا مقابلہ ہماری طاقت سے بالافحا ایسے مواقع پر ہم نے ہمیشہ خدا تعالیٰ کی طرف رجوع کیا اور اس
سے مدد مانگی۔ اور جب ہماری دعائیں اور گریہ و زاری اس مقام پر پہنچ گئی جب عرش بھی ہل جایا کرتا
ہے تو وہ سنی گئیں اور مخالفت ہبٹا ہبٹا ہو کر رہ گئی۔ یہ زمانہ بھی ہم پر ایسا آ رہا ہے جب
اندرونی اور بیرونی طور پر نیز بعض حکام کی طرف سے بھی اور رعایا کی طرف سے بھی، علماء کی طرف سے
بھی اور امراء کی طرف سے بھی، عرض ہر جہتہ اور ہر گروہ میں ایک حصہ ایسا ہے جو احمدیت کی مخالفت پر
تلا ہوا ہے ۱۱

”اس قسم کے نازک مواقع پر میں جماعت کو اتنے حصہ میں شریک کرتا رہا ہوں کہ میں انہیں دعا کی طرف تحریک کیا کرتا ہوں اور مخلصین نے ہمیشہ میری اس تحریک کو قبول کیا ہے اور انہوں نے اس طرح دعائیں کی ہیں کہ خدا تعالیٰ نے مصیبت کو ٹلا دیا۔ سو میں ایک دفعہ پھر اس نازک موقع پر جس کی اہمیت کو جماعت نہیں سمجھتی تھی کہ قریب ترین لوگ اور اعلیٰ درجہ کے افسر بھی اسے نہیں سمجھتے جماعت میں دعا کی تحریک کرتا ہوں“ لے

اس تمہید کے بعد فرمایا :-

”یہ وقت بہت نازک ہے اور اس وقت میں جماعت کے مجلس دو سنتوں کو بولتا ہوں اور ان سے کہتا ہوں کہ وہ دعاؤں میں لگ جائیں۔ اس وقت سب سے زیادہ کام دینے والی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیان فرمودہ دعا ہے

اللَّهُمَّ إِنَّا نَجْعَلُكَ فِي نُحُورِهِمْ وَنَعُوذُ بِكَ مِنْ شُرُورِهِمْ

کہ اے خدا ہم دشمن کے مقابلہ کی طاقت نہیں رکھتے ہم اس کے سامنے کھڑے نہیں ہو سکتے اس لئے چاہتے ہیں کہ ان کے مقابلہ میں ہماری طرف سے ٹوکھڑا ہو جا۔ ہم ان کی شرارتوں سے تیری پناہ مانگتے ہیں۔ دوسری بات جو اس موقع پر زیادہ مفید ہے کہ تی ہے وہ سُبْحَانَ اللَّهِ وَبِحَمْدِهِ سُبْحَانَ اللَّهِ الْعَظِيمِ کا ورد ہے۔ تیسری چیز درود ہے اور چوتھی چیز نماز میں زیادتی ہے۔ جو لوگ تہجد پڑھ سکتے ہیں وہ تہجد کے وقت یہ دعا کیا کریں۔ اور جو تہجد نہیں پڑھ سکتے وہ کسی اور وقت دو نفل پڑھ لیا کریں۔ خواہ اشراق کے وقت یعنی ۹ بجے کے قریب یا عصر سے پہلے دو نفل پڑھ لیا کریں اور ان نفلوں میں خصوصیت سے یہ دعائیں مانگا کریں۔ ہم اپنا پہلا چلہ چالیس دن کا مقرر کرتے ہیں۔ چونکہ خطبہ کے شائع ہونے میں کچھ دیر لگے گی اس لئے جو احباب اس چلہ میں شریک ہونا چاہتے ہیں ان کی سہولت کے لئے ہم آج سے چودہ دن بعد یہ چلہ شروع کریں گے یعنی یہ چلہ ۱۶ فروری سے شروع ہوگا اور چالیس دن جاری رہے گا یعنی ۲۴ مارچ تک۔ اس کے ساتھ ہی میں یہ تحریک بھی کرتا ہوں کہ ان ایام میں سات روزے رکھے جائیں۔ ہر ہفتہ میں پیر کے روز روزہ رکھا جائے۔ پہلا پیر ان ایام میں ۱۹ فروری کو آئیرگاہ اور ۱۲ اپریل تک یہ سات روزے ختم ہوں گے۔ یہ روزے اس طرح بھی رکھے جاسکتے ہیں کہ جن پر

کوئی فرضی روزے ہوں وہ ان ایام کے روزوں کو اپنے فرضی روزوں کی جگہ رکھ لیں۔ عورتیں جن کو بعض ایام میں روزے منع ہوں یا بیمار ہوں ہفتہ میں جمعرات کو یا اگلے ہفتوں میں جمعرات میں روزے رکھ کر اپنی کمی پوری کر سکتی ہیں۔

مشایخ لوگ ہنسیں گے کہ اتنے بڑے مجموعی ارادوں کے مقابلہ میں انہوں نے کیا تیرا رہا ہے لیکن جو سنتے ہیں انہیں ہنسنے دو۔ ہمارے خدا کو انہوں نے نہیں دیکھا، ہمارے خدا کے تیروں اور ہتھیاروں کو انہوں نے نہیں دیکھا لیکن ان کے نہ دیکھنے کی وجہ سے تم یہ نہیں کہہ سکتے کہ خدا تعالیٰ نہیں ہے۔ ان کے نہ دیکھنے کی وجہ سے تم یہ نہیں کہہ سکتے کہ خدا تعالیٰ کی گرفت کوئی معمولی گرفت ہے۔ ہمارا خدا وہی ہے جس کے متعلق قرآن کریم فرماتا ہے **تَحِزُّ مَنْ تَشَاءُ وَ تَذِلُّ مَنْ تَشَاءُ بِيَدِكَ الْخَيْرُ** تو جس کو چاہتا ہے عزت دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے ذلت دیتا ہے۔ تمام خیر اور نیکیاں تیرے قبضہ میں ہی ہیں یہی وہ چیز ہے جس کے ساتھ خدا تعالیٰ کے انبیاء ہمیشہ فتح پاتے رہے ہیں۔ حضرت ابراہیمؑ کے پاس کونسی فوج تھی، حضرت نوحؑ کے پاس کونسی فوج تھی۔ کوئی دن اسال کی کوشش سے اور اربوں ارب روپیہ خرچ کرنے کے بعد امریکہ نے ایٹم بم ایجا د کیا ہے اور اب روس اس کی نقل کر رہا ہے۔ لاکھوں آدمی اس کام پر لگے رہے اور سینکڑوں سائنسدان اس کی تیاری میں دن رات مشغول رہے۔ لیکن نوحؑ کو کچھ وہ رات دن تبلیغ میں لگا رہا۔ اس نے ایک تیرا اور کمان بھی نہیں بنائی وہ صرف دعاؤں اور لوگوں کو تبلیغ اور نصیحت میں لگا رہا۔ اس کے لئے آسمان پر ایٹم بم تیار ہو رہے تھے، عرش پر اس کے لئے توپیں بن رہی تھیں۔ چنانچہ ایک دن آیا کہ آسمان سے بھی پانی برسنا اور زمین نے بھی پانی اگل دیا اور اس سے اتنا وسیع علاقہ برباد ہو گیا جس کو دن ہزار ایٹم بم بھی برباد نہیں کر سکتے۔ پس جو کچھ میں تمہیں دیتا ہوں وہ بہت زیادہ طاقت ور ہے۔ اتنی طاقت اور قوت دنیا کی حکومتوں کے پاس نہیں ہوتی لیکن ضرورت ایمان کی ہے، ضرورت یقین کی ہے، ضرورت عمل کی ہے۔ جو خدا کی طرف ایک قدم بڑھتا ہے خدا اس کی طرف دو قدم بڑھتا ہے۔ اور جو خدا کی طاقت پر یقین رکھتا ہے اس کے سامنے دنیا کی ساری طاقتیں ہیج ہو جاتی ہیں“ لہ

حضور نے ۲۳ تبلیغ / فروری کو بھی اس تحریک کی اہمیت و ضرورت پر مزید روشنی ڈالی اور ارشاد فرمایا:-

تحریک عالمی اہمیت پر مزید روشنی

”ہم میں سے ہر شخص کو اس مخالفت کے دیکھتے ہوئے یہ سوچنا چاہیے کہ کیا اس میں وہ تقویٰ پایا جاتا ہے جو انسان کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے محفوظ رکھتا ہے۔ کیا اس میں کامل سچائی پائی جاتی ہے۔ کیا وہ فریب تو نہیں کرتا۔ کیا وہ دھوکہ بازی سے تو کام نہیں لیتا۔ کیا وہ نمازوں کا پابند ہے۔ کیا وہ انصاف سے کام لیتا ہے۔ کیا وہ خدا تعالیٰ سے سچی محبت رکھتا ہے۔ کیا وہ اسلام کے لئے ہر قسم کی قربانی کرنے کے لئے تیار ہے۔ کیا وہ بنی نوع انسان کا ہمدرد ہے۔ اگر یہ تمام باتیں اس میں پائی جاتی ہیں تو اسے سمجھ لینا چاہیے کہ اس مخالفت کے ذریعہ خدا تعالیٰ اسے مارنے نہیں لگا کیونکہ اس نے کوئی ایسا کام نہیں کیا جو خدا تعالیٰ کو ناراض کرنے والا ہو۔ لیکن اگر افراد قوم میں کثرت ایسے لوگوں کی ہو جو یہ کہیں کہ ہم میں یہ باتیں نہیں پائی جاتیں۔ نہ ہمارے دلوں میں خدا تعالیٰ کی سچی محبت پائی جاتی ہے۔ نہ ہم اس کے لئے قربانی کرتے ہیں۔ نہ ہمارے اندر دین کی خدمت کا کوئی جوش پایا جاتا ہے۔ نہ ہم نمازوں کے پابند ہیں۔ نہ ذکر الہی کے عادی ہیں۔ نہ جھوٹ اور فریب سے بچتے ہیں۔ نہ ظلم اور فساد سے پرہیز کرتے ہیں۔ نہ اخلاق کے معیار پر پورے اترتے ہیں تو پھر انہیں سمجھ لینا چاہیے کہ یہ مخالفت کسی نشان کے ظہور کا پیش خیمہ نہیں ہو سکتی یہ انہیں گناہوں کی سزا دینے کے لئے پیدا کی جا رہی ہے۔ اس صورت میں انہیں بہت زیادہ شکر کرنا چاہیے اور اپنی اصلاح کی کوشش کرنی چاہیے۔ عام حالات میں انسان کا غافل رہنا بعض دفعہ قابلِ معافی بھی ہو جاتا ہے لیکن اگر سامان ایسے ظاہر ہو رہے ہوں جن سے یہ خطرہ ہو کہ یہ سامان شاید ہماری سزا کے لئے پیدا کئے جا رہے ہیں تو اس کے بعد بھی اگر کوئی شخص اپنی اصلاح نہیں کرتا تو اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ اپنے آپ کو اور اپنے خاندان اور اپنی قوم کو تباہ کرتا ہے۔ پس یہ معمولی حالات نہیں۔ جماعت کو اپنے اندر بیداری پیدا کرنی چاہیے اور اپنی اصلاح کی کوشش کرنی چاہیے تاکہ اگر کچھ لوگوں کے اعمال کی وجہ سے یہ سزا کا سامان بھی ہو تب بھی وہ اپنے اندر ایسی تبدیلی پیدا کر لیں کہ یہ عذاب رحمت کا موجب بن جائے جیسے یونانی کے زمانہ میں ہوؤا کہ خدا تعالیٰ نے یونانی کی قوم پر اپنا عذاب نازل کرنا چاہا مگر جب اس قوم نے اپنی اصلاح کی اور توبہ اور گریہ و زاری سے کام لیا تو وہی عذاب اس کے لئے رحمت بن گیا۔ پس ایسا بھی ہو جاتا ہے کہ عذاب آتے ہیں مگر وہ انسانوں

کے لئے رحمت بن جاتے ہیں۔ اسی لئے میں نے یہ تحریک کی ہے کہ ان دنوں اپنی کامیابی اور دشمن کی ناکامی کے لئے متواتر دعائیں کی جائیں اور ہر پیر کے دن روزہ رکھا جائے تاکہ خدا تعالیٰ کی طرف سے اگر کوئی خوبی یا نقصان اس وقت ہمارے لئے مقدر ہو تو ابھی اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے اس کو بدل دے یہیں طاقت اور غلبہ عطا فرمائے اور ہمارے دشمنوں کو ان کی کوششوں میں ناکام بنا دے۔" لہ

حضور کی اس خصوصی تحریک پر دنیا بھر کی احمدی جماعتوں نے
احمدی جماعتوں کا والہانہ لبیک | والہانہ طور پر لبیک کہا اور مخلصین جماعت نے نہ صرف ۶ ماہ

تبلیغ / فروری سے لے کر ۲۷ ماہ / مارچ تک متضمرمانہ اور نیم شبی دعائیں کیں اور آنسوؤں سے اپنی سجدہ گاہوں کو تر کر دیا بلکہ نغلی روزوں کا بھی التزام کیا۔ یہ ایام گویا پاکستان میں طاغوتی اور رحمانی طاقتوں کی کشمکش کے تھے۔ ایک طرف باطل کے پرستار تقریروں اور تحریروں کے ذریعہ قریہ قریہ میں حق و صداقت کے خلاف نفرت و حقارت کی آگ بھڑکا رہے تھے تو دوسری طرف حضرت مہدی موعودؑ کی مظلوم جماعت جو حقیقی معنوں میں خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی عاشق و فدائی تھی شبانہ روز دعاؤں کے باعث حضرت مہدی موعودؑ کے اس شعر کا مصداق بنی ہوئی تھی کہ سہ

عدو جب بڑھ گیا شور و فغاں میں

نہاں ہم ہو گئے یا رہنماں میں

احرار یوں نے ۱۳۲۹ھ / ۱۹۵۰ء
"ملتان کانفرنس" کے جواب میں افضل کا خصوصی نمبر | کے آخر میں "تحفظ ختم نبوت" کے نام

پر ملتان میں ایک کانفرنس منعقد کی جس میں احرار لیڈروں نے جماعت احمدیہ پر بے بنیاد اعتراضات کئے۔ احرار ترجمان آزاد نے ۲۶ دسمبر ۱۹۵۰ء کے پرچہ میں اس کانفرنس کی روداد شائع کر کے ملک بھر میں اس کے زہریلے اثرات پہنچا دیئے۔

مولانا جلال الدین صاحب شمس ناظر تالیف و تصنیف نے ان اعتراضات کے جواب میں ایک مسطورہ و مدلل مقالہ سپر قلم فرمایا جو ۲۸ فروری ۱۹۵۱ء (مطابق ۲۸ تبلیغ ۱۳۳۰ھ) کے افضل میں شائع کیا گیا۔ مولانا شمس صاحب نے ۳۲ صفحات کے اس خاص نمبر میں نہ صرف ہر احرار لیڈر کی تقریر پر

عققتانہ تبصرہ کیا بلکہ ان کی پھیلائی ہوئی غلط فہمیوں کا نہایت خوبی سے ازالہ کیا جس سے ملک کے سنجیدہ اور اہل علم طبقہ کو احراری تحریک کے ضد و خیال سمجھنے اور جماعت احمدیہ کا علم کلام سمجھنے میں بھاری مدد ملی۔

۲ ماہ شہادت / اپریل کو بعد نماز عصر انجینئرنگ کالج لاہور کے احمدی نوجوانوں نے حضرت مصلح موعودؑ کے اعزاز میں ایک نعت

طلبہ انجینئرنگ کالج لاہور سے
حضرت امیر المومنین کا پُر اثر خطاب

عصر اندی۔ یہ دعوتِ تعلیم الاسلام کالج کے اسطابق دی گئی

جو اُس دور میں لاہور ہی میں تھا۔ حضرت مصلح موعودؑ نے اس موقع پر ایک پُر معارف لیکچر دیا حضور نے سورہ ممتحنہ کے آخری رکوع کی آخری آیت کی روشنی میں جس میں خدا تعالیٰ کی صفتِ مصور کا ذکر ہے فن انجینئری کے اصول کا ذکر فرمایا۔ اس تقریب میں انجینئرنگ کالج کے پرنسپل ڈاکٹر ایس۔ ڈی ظفر مرحوم اور پروفیسر کے علاوہ اکابر سلسلہ میں سے حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب نے بھی شرکت فرمائی۔

الحاج الدكتور عبدالوہاب عسکری (ایڈیٹر السلام البنیادیہ)
عبد الوہاب العسکری کی بکوہ میں آمد

۱۳۲۰ھ / ۱۹۵۱ء کے شروع میں سلسلہ احمدیہ کے جدید مرکز بکوہ میں تشریف لائے۔ ۲۴ ماہ صلح / جنوری کو جامعۃ البشرین میں آپ کے اعزاز میں ایک اہم جلسہ منعقد کیا گیا جس کی صدارت شیخ نور احمد صاحب تیر سابق مبلغ دمشق نے کی۔ اس جلسہ میں الدكتور عبدالوہاب عسکری نے اپنے تاثرات کا اظہار کرتے ہوئے کہا:-

”تقسیم ملک کے بعد جو تباہی آئی اس سے جس طرح دوسرے مسلمان محفوظ نہیں رہے آپ لوگ بھی اس کی زد سے نہیں بچ سکے۔ لیکن اتنی بڑی تکالیف کو برداشت کرنے کے بعد اس علاقہ میں آپ جس قسم کی جدوجہد کر رہے ہیں اور اپنی زندگی کا جو ثبوت آپ لوگوں نے پیش کیا ہے وہ ہمارے لئے قابل تقلید ہے اور میں اسے دیکھ کر بہت خوش ہوا ہوں۔ سبقت کی جو روح آپ لوگوں میں پائی جاتی ہے اور آپ جو تیز رفتاری سے ترقی کر رہے ہیں بلاشبک یہ حضرت صاحب المقام الجلیل امام جماعت احمدیہ کی خاص توجہات کا نتیجہ ہے“

پھر کہا:-

”میں نے آپ کی جماعت کو بہترین جماعت پایا ہے جو نیکی کا حکم دیتی ہے۔ نماز قائم کرتی ہے۔ زکوٰۃ



السید عبدالوہاب عسکری عراقی نمائندہ موتمر عالم اسلامی جامعۃ المبشرین میں تقریر فرما رہے ہیں



السید عبدالوہاب عسکری جامعۃ المبشرین کے اساتذہ طلبہ اور بزرگان سلسلہ کے ہمراہ

دیتی ہے۔ خدا تعالیٰ نے جو کچھ انہیں دیا ہے خرچ کرتی ہے اور اللہ تعالیٰ کے رستہ میں جہاد کرتی ہے۔ ان صفات کی مالک جماعت اس لائق ہے کہ اس کا مستقبل شاندار اور روشن ہو کیونکہ خدا تعالیٰ اپنے مومن بندوں کی ہمیشہ مدد کرتا ہے۔ آمین

مؤتمر عالم اسلامی ممالک اسلامیہ
احمدی وفد مؤتمر عالم اسلامی کے دوسرے سالانہ اجلاس میں
کی اس عالمی تنظیم کا نام ہے جس کا

قیام فروری ۱۹۴۹ء میں پاکستان کے پہلے دارالسلطنت کراچی میں ہوا۔ اس موقع پر مسلم نمائندگان نے مؤتمر کا ایک دستور مرتب کیا جس کی بنیاد قرآن عظیم کے ارشاد ربّانی "اِنَّ الْمَوْءُوْنَةَ اِنْ خَوْفًا" پر رکھی۔

مؤتمر کا دوسرا سالانہ اجلاس اس سال ۹ سے ۱۳ فروری تک کراچی میں منعقد ہوا جس میں ۲۵ اسلامی ملکوں کے مندوبین نے شرکت کی اور دنیا کے اسلام کو درپیش مسائل پر اپنے ممالک کی نمائندگی کی اور مشفقہ طور پر فیصلہ کیا کہ کشمیر، فلسطین اور دوسرے ان تمام اسلامی ممالک کو آزاد کرانے کی متحدہ کوشش کی جائے۔

حضرت مصلح موعودؑ کی دیرینہ خواہش تھی کہ عالم اسلامی کے متفرق اجزاء کسی طرح ایک پلیٹ فارم پر جمع ہو کر اپنی عالمگیر مشکلات حل کرنے کی راہ سوچیں اور ایک دوسرے سے اُن کا رابطہ اور تعلق قائم ہو۔ چنانچہ ہجرت ۱۳۲۶ھ / مئی ۱۹۴۷ء کے بعد حضور نے لاہور، راولپنڈی، پشاور، کوئٹہ اور کراچی میں متعدد تقریریں فرمائیں جن میں اس اہم ضرورت کی طرف مسلمانوں کو توجہ دلائی۔ علاوہ ازیں ۱۳۲۹ھ / ۱۹۵۰ء میں کراچی کے صحافیوں کی کانفرنس میں مسلمانوں کی تنظیم اور اتحاد پر بہت زور دیا۔

"مؤتمر عالم اسلامی" چونکہ وحدت عالم اسلام کے لئے پہلا خوشگن قدم تھا جس کو اٹھانے کی توفیق پاکستان کو میسر آئی تھی اس لئے حضرت مصلح موعودؑ کے ارشاد مبارک پر مؤتمر کے اس دوسرے اجلاس میں مرکز احمدیت سے ایک احمدی وفد نے خاص طور پر شرکت کی۔ سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب ناظر دعوت و تبلیغ اس وفد کے امیر تھے اور چوہدری مشتاق احمد صاحب باجوه وکیل التبشیر تحریک جدید

لے افضل، تبلیغ، ۱۳۲۹ھ ص ۱۰۰۔ وطن جانے کے بعد اللہ کو رب العباد عسکری نے اپنی کتاب "مشاهداتی فی

سما ع الشرق" میں بھی یہی رائے ظاہر کی۔ ملاحظہ ہو تاریخ احمدیت جلد ۵ ص ۱۰۰۔

اور ملک عمر علی صاحب نائب وکیل البتشر اس کے رکن۔ احمدی وفد کو مؤتمر کے ہر اجلاس کی کارروائی میں شامل ہونے کا موقع ملا۔ نمائندگان وفد سے الگ الگ ملاقاتیں کیں، ان کی تقاریر سنیں اور ان تقاریر میں شریک ہوئے جو مؤتمر کے نمائندوں کو سرکاری طور پر دی گئیں۔ جماعت احمدیہ کراچی نے اس موقع پر حضرت مصلح موعودؑ کی ۲۹/۱۳۲۹ھ / ۱۹۵۰ء کی کراچی پریس کانفرنس کو عربی اور انگریزی زبانوں میں شائع کیا جو بیرونی ممالک کے مندوبین میں سے ایک معتد بہ حصہ کو دیا گیا تا وہ اپنے ملکوں میں واپس جائیں تو حضرت امام جماعت احمدیہ کے قیمتی افکار و خیالات کو عملی جامہ پہنانے کی تدابیر اختیار کریں۔

امیر وفد حضرت سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب نے اپنے ایک مفصل بیان میں مؤتمر عالم اسلامی کو عالم اسلامی میں وحدت اور اتحاد پیدا کرنے کی مبارک تحریک قرار دیا اور اپنے ایک مفصل بیان میں اس کی سرگرمیوں کو خواجہ تحسین ادا کرتے ہوئے بتایا کہ :-

”تمام عرب مندوبین نے اس بات پر زور دیا کہ تمام باہمی فرقہ بندیوں کی حدود سے بالاتر رہ کر اس مؤتمر عالم اسلامی کی بنیاد اٹھانی چاہیئے ورنہ یہ سانس لیتے ہی موت کا منہ دیکھے گی۔ اقوام عالم کے مشترکہ ایٹیج سے یہ آواز ایک احمدی کے دل میں کس قسم کی خوشی پیدا کر سکتی ہے اس کا اندازہ اس مسئلہ حقیقت سے کیا جا سکتا ہے کہ عرصہ... سے ہماری جماعت کے ایٹیج سے یہ آواز بار بار بلند کی جا رہی ہے کہ مسلمانوں کو اپنی مشترکہ اغراض کی خاطر ایک ایٹیج پر جمع ہو کر روح تعاون کے ساتھ اپنی عالمگیر مشکلات کا حل سوچنا اور اپنی حالت بہتر بنانے کے لئے اکٹھا ہو جانا چاہیئے اور ہمیں خوشی ہے کہ ہماری آواز بازگشت بے نتیجہ نہیں رہی اور اب ممالک اسلامیہ کے درمیان وحدت پیدا کرنے کی غرض سے مؤتمر عالم اسلامی کی داغ بیل ڈالی جا رہی ہے۔“

ان دنوں پاکستان اور بیرونی ممالک کے بعض لوگ یہ سمجھتے تھے کہ مؤتمہ عالم اسلامی کا قیام محض ایک سیاسی سٹنٹ ہے جس سے حکومت پاکستان اپنی ہر دلچسپی اور مقبولیت بڑھانا چاہتی ہے تاکہ ملکی انتخابات کے لئے موافق اور سازگار حالات پیدا ہوں۔ عرب نمائندگان میں سے بھی ایک نمائندہ نے اس قسم کے خیالات کا اظہار کیا اور کہا کہ ان وفد کے پاس ان کی حکومتوں کی طرف سے کوئی اختیار نہیں اور نہ حکومتیں ایسا اختیار دے سکتی ہیں بلکہ اگر اختیار دے بھی دیتیں تو اعتماد نہیں کیا جا سکتا کہ وہ ہماری آواز کے ساتھ اپنی مقررہ اور مستقل پالیسی کو ہم آہنگ کریں گی۔ امیر وفد حضرت سید

ولی اللہ شاہ صاحب نے اس عرب نمائندے کو بھی جواب دیا اور اپنے بیان میں بھی بتایا کہ مؤثر عالم اسلامی کے قیام اور بقا سے کم از کم جو فائدہ ہمیں پہنچ سکتا ہے وہ یہ ہے کہ باہمی تعاون اور ایک دوسرے کے حالات سے واقفیت حاصل ہونے کے علاوہ عالم اسلامی کے اتحاد کی ضرورت کا شعور اور احساس پیدا ہو جانا خود ایک بڑی نعمت ہے۔ تقریباً ہر ایک نمائندے نے بلند آواز اور مؤثر انداز میں بار بار سنایا کہ مسلمان مسلمان نہیں رہے تم مسلمان بنو یہ آواز بھی احساس بیداری پیدا کرنے والی ہے اور جب قوم میں ایک دفعہ احساس پیدا ہو جائے تو امید کی جاتی ہے کہ دوسرا قدم بھی اٹھایا جائے۔ پس احساس بیداری سے فائدہ اٹھانا چاہیے نہ کہ مایوسی سے اس کو ضائع کر دینا چاہیے۔

حضرت شاہ صاحب نے اس بیان میں مزید فرمایا کہ :-

”میں نے محسوس کیا ہے کہ جو ہیئت علماء میں بھی قابل قدر ایسی شغفیتیں موجود ہیں جو سمجھتی ہیں کہ اسلامی فرقوں کے درمیان جو اختلافات ہیں ان کی نوعیت زیادہ تر تاویلی اور اصطلاحی ہے ہمیں ان اختلافات سے بلند اور بالا رہ کر عالم اسلامی کے لئے تنظیم وحدت کا شیخ کھڑا کرنا چاہیے۔ مجھ سے ایک عالم نے کہا کہ نبوت اور ختم نبوت کی تعریف میں جو اختلاف آپ کے اور ہمارے درمیان ہے وہ دراصل اصطلاحی تعریف کا اختلاف ہے ورنہ اگر حقیقت میں دیکھا جائے تو یہ اختلافات ایسا نہیں کہ ایسی ہی آپس میں دست و گریبان ہوں۔ آپ بھی مانتے ہیں کہ اسلام کی شریعت کامل ہے اور اس کے بعد کوئی شریعت نہیں اور نبوت کی تعریف میں صرف یہ کہتے ہیں کہ خدا تعالیٰ سے ہم کلام ہونا اور نبی کے لئے ضروری نہیں کہ وہ صاحب شریعت بھی ہو اور ہمارے علماء نبی کے لئے شریعت کا لانا ضروری قرار دیتے ہیں۔ تو یہ صرف اختلاف تعریف کا ہے۔ یہ ایسا اختلاف نہیں کہ آپس میں دست و گریبان ہو جائے علماء کے طبقہ میں اس قسم کی آزاد خیالی کا پیدا ہونا خوش گن ہے۔ جوں جوں ہمارا نقطہ نظر وسعت اختیار کرتا جائے گا اور رواداری کی روح ہم میں کارفرما ہوگی ہم ایک دوسرے کے قریب ہوتے چلے جائیں گے اور جو ہمارے درمیان تلخ ہے کم سے کم ہوتی چلی جائے گی۔ اس لئے میں سمجھتا ہوں کہ مؤثر عالم اسلامی کے ذریعہ سے مسلمانوں کے درمیان وحدت کی صورت پیدا ہونے کے امکانات موجود ہیں۔“

حضرت مصلح موعودؑ نے ۱۲ امان / مارچ کو نامہ لکھا
 سندھوں میں حلقہ تبلیغ وسیع کرنے کی تحریک

جس میں احمدی جماعتوں کو تحریک فرمائی کہ وہ صوبہ کے اصل باشندوں یعنی سندھیوں میں حلقہ تبلیغ کو وسیع کریں۔ چنانچہ فرمایا:-

”جب تک تم سندھیوں میں احمدیت کی تبلیغ نہیں کرتے یا جب تک تم ان کے ساتھ اس طرح مل جل نہیں جاتے کہ تمہارا تمدن بھی سندھی ہو جائے، تمہارے کپڑے بھی سندھیوں جیسے ہو جائیں، تمہاری زبانیں بھی سندھی ہو جائیں اُس وقت تک تمہاری حیثیت محض ایک غیر ملکی کی رہے گی۔ یہ کتنی واضح چیز ہے جو نظر آرہی ہے مگر سوال یہ ہے کہ کتنے آدمی ہیں جنہوں نے اس حقیقت پر کبھی غور کیا ہے۔ اس وقت بیرونی جماعتوں میں سے سو ڈیڑھ سو آدمی یہاں آیا ہوا ہے اور ہم خوش ہیں کہ جماعت میں زندگی کے آثار پائے جاتے ہیں کہ ایک جنگل میں اتنے آدمی اکٹھے ہو گئے ہیں لیکن اگر ہم غور سے کام لیں تو یہ زندگی کے کیا آثار ہیں کہ جس ملک میں ہم بیٹھے ہیں اُس ملک کے باشندے ہمارے اندر موجود نہیں۔ یہ تو ایسی ہی بات ہے جیسے ہم انگلستان میں ایک بہت بڑا جلسہ کریں اور اس میں پاکستان کے پاکستانی، افریقہ کے حبشی، انڈونیشیا کے انڈونیشین، سیلون کے سیلونی، برما کے برمی، افغانستان کے افغان اور عرب ممالک کے عرب سب موجود ہوں لیکن انگلستان کا کوئی آدمی نہ ہو اور ہم بڑے خوش ہوں کہ ہمارا جلسہ نہایت کامیاب ہوا ہے سوال یہ ہے کہ وہ جلسہ کیا کامیاب رہا جس میں اور ممالک کے لوگ تو موجود تھے اور انگلستان کا کوئی آدمی موجود نہ تھا۔ اس طرح تو ہم نے اپنے روپیہ کو ضائع ہی کیا کیونکہ جس ملک کے لوگوں پر ہم اپنا اثر پیدا کرنا چاہتے تھے اُس ملک کا کوئی فرد اس میں موجود نہیں تھا۔ اسی طرح ہم جب سندھ میں آئے ہیں تو سندھ کے لوگوں کی خاطر آئے ہیں اور ہمارا فرض ہے کہ ہم سندھیوں میں اپنی تبلیغ کے حلقہ کو وسیع کریں اور ان کو اپنے اندر زیادہ سے زیادہ تعداد میں شامل کریں۔ غرض اگر غور سے کام لیا جائے اور سوچنے کی عادت ڈالی جائے تو یہ چیز ہمارے سامنے آجاتی ہے اور ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ درحقیقت اس صوبہ میں رہتے ہوئے ہم نے اپنی ذمہ داری کو سمجھا ہی نہیں حقیقت یہ ہے کہ اس ملک کے رہنے والوں کا حق پنجابیوں سے زیادہ ہے اور ہمارے لئے خوشی کا دن دراصل وہ ہوگا جب ہمارے جلسہ میں اگر پانچ سو آدمی ہوں تو ان میں سے چار سو سندھی ہوں اور ایک سو پنجابی ہو۔ اگر ہم ایسا

تغیر پیدا کریں تب بے شک یہ کہا جاسکتا ہے کہ ہم نے اپنے فرض کو ادا کر دیا۔ لہ

پاکستان میں دستور سازی کی جو مہم تین سال سے جاری تھی

اُس نے ۶ اکتوبر ۱۹۵۷ء کو ایک معتین صورت اختیار کر لی

یعنی ملک کی دستور ساز اسمبلی نے بنیادی حقوق کی کمیٹی کی

بنیادی حقوق کی کمیٹی کی رپورٹ پر

علمائے سلسلہ کا تبصرہ

عبوری رپورٹ منظور کر لی۔ اس رپورٹ کے سارے پہلوؤں پر غور و فکر کے لئے حضرت امیر المؤمنین

المصلح الموعودؓ کے ارشاد و مبارک پر ایک کمیٹی تشکیل کی گئی جس میں مندرجہ ذیل ممتاز علمائے سلسلہ شامل

تھے :-

- ۱۔ حضرت سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب ناظر دعوت و تبلیغ سابق پروفیسر تاریخ الادیان
- مکتبہ صلاح الدین ایوبی سمیت المقدس۔ ۲۔ مولانا جلال الدین صاحب شمس ناظر تالیف و تصنیف سابق
- مبتلخ بلاذیر و امام مسجد لندن۔ ۳۔ ملک سیف الرحمن صاحب مفتی سلسلہ احمدیہ و سند یافتہ از صدر مدرس
- مدرسہ فتح پوری دہلی سابق مدرس دارالعلوم دیوبند۔ ۴۔ مولانا ابوالعطاء صاحب بالانصری پرنسپل
- جامعہ احمدیہ سابق مبتلخ بلاذیر۔ ۵۔ حضرت مولوی فضل الدین صاحب شیر قانونی سلسلہ عالیہ احمدیہ
- ۶۔ مولوی خورشید احمد صاحب شاد پروفیسر جامعۃ البشرین سند یافتہ شیخ الحدیث ڈابھیل۔ ۷۔ مولوی
- محمد احمد صاحب ثاقب پروفیسر جامعۃ البشرین و سند یافتہ صدر مدرس مدرسہ فتح پوری دہلی سابق مدرس
- دارالعلوم دیوبند۔ ۸۔ ابوالمنیر مولوی نور الحق صاحب پروفیسر جامعۃ البشرین۔ ۹۔ چوہدری غلام مرتضیٰ
- صاحب باریٹ لاء مشیر قانونی سلسلہ عالیہ احمدیہ۔ ۱۰۔ مولوی تاج الدین صاحب قاضی سلسلہ عالیہ احمدیہ
- ۱۱۔ مولوی محمد صدیق صاحب پروفیسر جامعۃ البشرین سند یافتہ شیخ الحدیث ڈابھیل۔

ان علمائے قرآن و سنت کی روشنی میں عبوری رپورٹ کی دفعات کا تفصیلی جائزہ لیا اور اس کے

اہم پہلوؤں پر ایک سیر حاصل تبصرہ لکھا جو الفضل (۲۴، ۲۵، ۲۶، ۲۷، ۲۸، ۲۹، ۳۰، ۳۱، ۳۲، ۳۳، ۳۴، ۳۵، ۳۶، ۳۷، ۳۸، ۳۹، ۴۰، ۴۱، ۴۲، ۴۳، ۴۴، ۴۵، ۴۶، ۴۷، ۴۸، ۴۹، ۵۰، ۵۱، ۵۲، ۵۳، ۵۴، ۵۵، ۵۶، ۵۷، ۵۸، ۵۹، ۶۰، ۶۱، ۶۲، ۶۳، ۶۴، ۶۵، ۶۶، ۶۷، ۶۸، ۶۹، ۷۰، ۷۱، ۷۲، ۷۳، ۷۴، ۷۵، ۷۶، ۷۷، ۷۸، ۷۹، ۸۰، ۸۱، ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۸۵، ۸۶، ۸۷، ۸۸، ۸۹، ۹۰، ۹۱، ۹۲، ۹۳، ۹۴، ۹۵، ۹۶، ۹۷، ۹۸، ۹۹، ۱۰۰) میں شائع ہوا۔ اس تبصرہ

کے بعض اہم نکات حسب ذیل تھے :-

اول :- جہاں تک حدود و شرعیہ کا سوال ہے جیسے قصاص، زنا، سرقت وغیرہ ان میں قرآن مجید اور

سنت نے کسی کا استثناء نہیں کیا لہذا حدود و شرعیہ میں نہ تو صدر مملکت کا استثناء مناسب ہے اور

نصردر صوبہ کا کسی اور کا۔ البتہ جن احکام کے نافذ کرنے کا قانون نے کسی عہدیدار کو حق دیا ہے ان کے نفاذ کے بارہ میں کوئی فوجداری نالائق نہیں کی جاسکتی خواہ اس فیصلہ سے لوگوں کو اختلاف ہی ہو ایسے امور کی سماعت صرف مجلس شوریٰ یعنی اسمبلی میں ہوگی۔

نوٹ:۔۔ صدر مملکت یا صدر صوبہ کی گرفتاری، قید یا حاضری کا حکم اُس کے عہدہ کے دوران کسی عدالت کی طرف سے جاری کیا جاسکتا ہے۔

نوٹ:۔۔ صدر مملکت کو حدود و شرعیہ کے معاف کرنے کا حق نہیں مثلاً قتل اور جرح میں قصاص کی معافی یا دیت کی صورت میں سزا کی تبدیلی کا صرف مقتول کے وارث یا زخم خورہ کی رضامندی سے صدر کو حق حاصل ہو سکتا ہے ورنہ نہیں اور باقی امور میں مصالح ملکی اور سیاسی کے ماتحت حق دیا جاسکتا ہے۔

چھٹا آرڈر:۔۔ اسلام میں صدر مملکت کو دستور معطل کرنے کا اختیار کبھی حاصل نہیں البتہ اگر کسی وقت کی وجہ سے وقتی طور پر دستور پر عمل کرنا ناممکن ہو جائے تو اُس وقت صدر مملکت کو یہ اختیار ہونا چاہیے کہ یہ اعلان کرنے کہ چونکہ موجودہ حالات میں دستور پر عمل کرنا ناممکن ہو گیا ہے اس لئے میں حالات کی درستی تک جس کے لئے میعاد معین مذکور ہونی چاہیے اختیارات کو اپنے ہاتھ میں لیتا ہوں یا فلاں فلاں نمائندوں کو یہ اختیار سپرد کرتا ہوں۔

پنجم:۔۔ اسلام نے عدالتی فیصلہ کے بغیر کسی شخص کو قید میں رکھنا جائز نہیں رکھا۔ البتہ خاص حالات میں ہنگامی ضرورت کے وقت اگر کسی کو گرفتار کیا جائے تو اس کا معاملہ قریب سے قریب وقت میں عدالت کے سامنے پیش کیا جانا چاہیے۔ البتہ اگر ضرورت سمجھی جائے تو عدالت کو از خود یا حکومت کی درخواست پر مقدمہ کی سماعت بن عدالت میں کرنے کا اختیار ہے۔ یہ اسلامی اصول کسی کو عدالتی فیصلہ کے بغیر قید میں نہیں رکھا جاسکتا آئینی حکومت کو قائم رکھنے کے لئے نہایت ضروری ہے کیونکہ جو حکومت یہ سمجھے گی کہ وہ عدالت کے فیصلہ کے بغیر کسی کو قید میں نہیں رکھ سکتی تو وہ لازماً اپنے قانون کو زیادہ مکمل کرنے کی کوشش کرے گی۔

ششجم:۔۔ جمہوری رپورٹ کے تتمہ دوم دفعہ ۱۱-۱۳ میں مذہبی تعلیم و آزادی کے لئے اسلامی فرقوں کے ساتھ سلوک کا اضافہ کیا گیا تھا جس پر علمائے سلسلہ نے حسب ذیل رائے دی کہ:۔۔

” لفظ مسلمہ خود تشریح طلب ہے اگر مسلمہ سے مراد قرآن کریم اور حدیث کی رو سے مسلمہ لیا جائے تو اس کے لئے کسی قید کے بڑھانے کی ضرورت نہیں کیونکہ قرآن و سنت کا حکم سب کے لئے ماننا ضروری ہے اور اس کے نملات چلانا جائز ہے۔ اور اگر مسلمہ سے مراد حنفی، شافعی، حنبلی، مالکی وغیرہ فرقے لئے جائیں تو ایسی قید کسی طرح جائز نہیں سمجھی جاسکتی۔ قرآن مجید میں یہ کہن بیان ہوا ہے کہ فلاں صدی تک کے لوگوں کو امور شرعیہ میں استنباط کرنے کا حق ہوگا اور فلاں صدی کے بعد کسی کو یہ حق نہیں ہوگا۔ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی کو اجتہاد کرنے کا حق تھا تو یہ حق ہمیشہ کے لئے قائم ہے۔ کسی خاص فرقے کے ساتھ اس حق کو مقید نہیں کیا جاسکتا۔ پس اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی ایک مجتہد کی جماعت کو بھی مسلمہ جماعت قرار دیا جائے تو پھر لازماً ہر مسلمان کہلانے والی جماعت کو مسلمہ جماعت قرار دینا پڑے گا۔ اور دوسری طرف اگر کسی جماعت کو یا اس کے عقائد کو غیر مسلمہ قرار دیا گیا تو پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی سلسلہ کو بھی مسلمہ قرار دینا جائز نہیں ہوگا۔“

تخریبِ احمدیت کے قیام اور حضرت مہدی موعودؑ کی بعثت کا مقصد وحیدِ محبتِ الہی ہے جیسا کہ

مجتہدِ الہی کے موضوع پر پرمعارف خطبات

حضرت اقدس علیہ السلام فرماتے ہیں:-

” وہ کام جس کے لئے خدا نے مجھے مامور فرمایا ہے وہ یہ ہے کہ خدا میں اور اس کی مخلوق کے رشتہ میں جو کمزورت واقع ہو گئی ہے اس کو دور کر کے محبت اور اخلاص کے تعلق کو دوبارہ قائم کروں۔“ لہ

پھر فرماتے ہیں:-

” میری ہمدردی کے جوش کا اصل محرک یہ ہے کہ میں نے ایک سونے کی کان نکالی ہے اور مجھے جو اہل معدن پر اطلاع ہوئی ہے اور مجھے خوش قسمتی سے ایک چمکتا ہوا اور بے بہا ہیرا اس کان سے ملا ہے اور اس کی اس قدر قیمت ہے کہ اگر میں اپنے ان تمام بنی نوع بھائیوں میں وہ قیمت تقسیم کروں تو سب کے سب اس شخص سے زیادہ دولت مند ہو جائیں گے جس کے پاس آج دنیا میں سب سے بڑھ کر سونا اور چاندی ہے۔ وہ ہیرا کیا ہے؟ سچا خدا۔ اور اس کو حاصل کرنا یہ ہے کہ اس کو پہچاننا اور سچا ایمان اس پر لانا اور سچی محبت کے ساتھ اُس سے تعلق پیدا کرنا اور سچی برکات اُس سے پانا۔“ لہ

حضرت امیر المؤمنین الصلیح الموعودؑ چونکہ حسن و احسان میں حضرت ہمدانی مسعود علیہ السلام کے منبیل و نظیر تھے اس لئے آپ کو اپنے بابرکت دورِ خلافت کے آغاز ہی سے سب سے بڑا شکر یہی دامنگیر رہا کہ جماعت احمدیہ کا ہر فرد کسی طرح خدا تعالیٰ سے مخلصانہ تعلق پیدا کرنے اور ان کا مولیٰ ان سے راضی ہو جائے۔ چنانچہ حضور انور نے سالانہ جلسہ ۱۲۲۴ھ / ۱۹۴۵ء پر اپنے اس درد اور تڑپ کا اظہار بایں الفاظ کیا کہ:-

”مجھے ہمیشہ یہ تڑپ رہتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی محبت تمہارے دلوں میں پیدا ہو جائے اور اس سے سچا اور مخلصانہ تعلق تم کو حاصل ہو۔ اور میں اس غرض کے لئے ہمیشہ کئی قسم کی کوششیں کرتا رہا ہوں۔ میں نے ہزاروں رستے اور ہزاروں ذرائع تمہارے سامنے رکھے اور خدا تعالیٰ کے فضل سے ان ذرائع پر عمل کر کے سینکڑوں اور ہزاروں مخلص بھی پیدا ہوئے مگر پھر بھی ہماری جماعت میں حقیقی اخلاص کی ابھی کمی ہے جس کے لئے میں اللہ تعالیٰ سے متواتر دعائیں کرتا رہتا ہوں۔ اب اس موقع پر میں ایک دفعہ پھر جماعت کو توجہ دلاتا ہوں کہ یاد رکھو کہ میری موت یا حیات تو کوئی چیز نہیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی موت بڑی چیز تھی اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی موت ان سے بھی بڑی چیز تھی مگر اس حقیقت کے باوجود میں تمہیں سچ کہتا ہوں کہ اگر جماعت حقیقی ایمان پر قائم ہو اور وہ خدا تعالیٰ سے سچا اور مضبوط تعلق رکھتی ہو تو کسی بڑے سے بڑے نبی کی وفات بھی اس کے قدم کو متزلزل نہیں کر سکتی بلکہ بعض برکات اور ترقیات ایسی ہوتی ہیں جو انبیاء کی وفات کے بعد قوم کو حاصل ہوتی ہیں بشرطیکہ قوم صحیح رنگ میں ایمان پر قائم ہو۔ پس اپنے اندر ایسی تبدیلی پیدا کرو اور اپنے نفوس میں ایسا تغیر رونما کرو کہ تمہارے دلوں میں یہ بات گڑ جائے کہ ہم نے اپنے آپ کو خدا تعالیٰ سے وابستہ کرنا ہے اور اس کی محبت اور پیار حاصل کرنا ہے“۔ لے

حضرت مصلح موعودؑ نے جماعت کو تحریکِ احمدیت کے اس بنیادی نقطہ کی طرف ایک بار پھر توجہ دلانے کے لئے اس سالِ محبتِ الہی کے پیارے موضوع پر متعدد خطبات دیئے۔ یہ سلسلہ خطبات ۳۰ ماہِ امان سے لے کر ۲۰ ماہِ شہادت تک جاری رہا۔

ان پر معارفِ خطبات میں حضور نے کمال و صاحت سے بتایا کہ مذہب کے عملی حصہ کی بنیاد محبتِ الہی

پر ہے جسے عام اصطلاح میں تعلق باللہ کہتے ہیں خدا تعالیٰ سے ملنے کے لئے کسی جنتِ منتر کی ضرورت نہیں بلکہ اُن فطری چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے جو ہر انسان میں پائی جاتی ہیں جس طرح لوگ اپنے ماں باپ ، بیٹے بیٹی اور بھائی بہنوں سے تعلق پیدا کر لیتے ہیں جس طرح لوگ کسی کو اپنا دوست بنا لیتے ہیں وہی فطری طریق خدا تعالیٰ سے تعلق پیدا کرنے کے لئے ہیں۔ ماں باپ سے ہر ایک انسان محبت کرتا ہے اس لئے کہ اُن کی طرف آپ ہی آپ توجہ ہو جاتی ہے اور وہ خود بھی اسے یاد دلاتے رہتے ہیں کہ تم تمہارا خیر خواہ ہیں لیکن اُستادوں سے لوگوں کو بہت کم محبت ہوتی ہے اس لئے کہ وہ عام طور پر اپنے احسانات کو ڈھراتے نہیں۔ اللہ تعالیٰ کی ذات ماں باپ اور استاد سے بھی زیادہ مخفی ہے اس لئے وہاں توجہ کی زیادہ ضرورت ہے۔ اس کی محبت پیدا کرنے اور اس کے قُرب کو حاصل کرنے کے لئے چیزیں وہی ہیں، گروہی ہیں لیکن ضرورت صرف توجہ کی ہے۔ بعض موٹی موٹی چیزیں ہیں جن پر لوگ عمل نہیں کرتے اس لئے وہ قُربِ الہی سے محروم رہتے ہیں مثلاً رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جب کھانا کھاؤ تو پہلے بسم اللہ پڑھ لیا کرو۔ اب کھانا شروع کرنے سے پہلے بسم اللہ کہنے کے یہی معنی ہیں کہ یہ کھانا مجھے خدا تعالیٰ نے دیا ہے۔ بسم اللہ کے لفظی معنی تو یہ ہیں کہ میں خدا تعالیٰ کے نام کے ساتھ شروع کرتا ہوں لیکن اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ یہ کھانا خدا تعالیٰ کا ہے میرا کوئی حق نہ تھا کہ اسے کھاؤں مگر خدا تعالیٰ نے مجھے ایسا کرنے کی اجازت دی ہے اور اس نے کہا ہے تم کھا لو اس لئے میں کھا رہا ہوں۔ نہ گندم میری پیدا کی ہوئی ہے، نہ پانی میرا بنایا ہو یا ہے، نہ نمک میرا بنا یا ہو یا ہے، نہ مرچ میری پیدا کی ہوئی ہے، نہ گوشت میرا پیدا کیا ہے، نہ ترکاریاں میں نے پیدا کی ہیں، یہ سب چیزیں میرے باپ دادا کی پیدائش سے بھی پہلے کی ہیں۔ بڑے سے بڑے خاندان کا ذکر بھی سو پُشتوں سے آگے نہیں جاتا لیکن گندم، پانی، ترکاری، گوشت، نمک، مرچ اور لونگ وغیرہ ہزار پُشتوں سے بھی پہلے سے موجود ہیں اور جب یہ سب اشیا میری پیدائش بلکہ میرے باپ دادا کی پیدائش سے بھی پہلے کی ہیں تو یہ میری نہیں ہو سکتیں۔ بسم اللہ کے معنی ہی یہ ہیں کہ سب چیزیں خدا تعالیٰ کی ہیں لیکن اُس نے ہمیں اجازت دی ہے کہ تم اسے کھا لو اور ہم کھا رہے ہیں۔ پھر یہ بات بھی اسلام نے سکھائی ہے کہ جب تم کھانا کھا چکو تو الحمد للہ کہا کرو اور دوسری دفعہ خدا تعالیٰ کو یاد کر لیا کرو۔ گویا الحمد للہ کہنا خدا تعالیٰ کے احسان کا دوسری بار شکر یہ ادا کرنا ہے۔ اگر کوئی انسان اس پر مداومت اختیار کرے تو آپ ہی آپ اس کے دل میں خدا تعالیٰ کی محبت پیدا ہو جائے گی۔

محبتِ الہی کا دوسرا اہم نسخہ حضور نے یہ بیان فرمایا کہ:-

”خدا تعالیٰ کے حسن کو الفاظ میں بیان کیا جائے۔ اسے بار بار دہرایا جائے اور آنکھوں کے سامنے اس کی تصویر لائی جائے تا انسان مجبور ہو جائے کہ اس سے پیار کرے۔ اور اس کا نام قرآن کریم میں ذکر الہی رکھا گیا ہے۔ رب، رحمن، رحیم، مالک، یوم الدین، ستار، قدوس، مومن، ہمیں، سلام، جبار، قہار، اور دوسری صفاتِ الہیہ یہ سب نقشے ہیں جو ذہن میں کھینچے جاتے ہیں جب متواتر ان صفات کو ذہن میں لاتے ہیں اور ان کے معنوں کو ترجمہ کر کے ذہن میں بٹھالیتے ہیں تو کوئی صفت خدا تعالیٰ کی کان بن جاتی ہے تو کوئی صفت آنکھ بن جاتی ہے۔ کوئی صفت ہاتھ بن جاتی ہے۔ اور یہ سب بل کر ایک مکمل تصویر بن جاتی ہے اور اسی کے نتیجے میں محبتِ الہی پیدا ہوتی ہے“ ۱۷

گذشتہ سال ”تحفظِ ختم نبوت“ کی آرٹیکل بعض پاکستانی احمدیوں کو شہید کر دیا گیا تھا اس سال نام نہاد صحیحی فظین ختم نبوت نے ۱۳ مارچ ہجرت / مئی کو سندری (ضلع لائل پور) کی احمدیہ مسجد کو آگ لگا دی جیسا کہ اخبار الفضل کے نامہ نگار نے اطلاع دی :-

”احزازی نقارہ پیٹ کر اپنے حواریوں کو اکٹھا کر کے مسجد احمدیہ پر ٹوٹ پڑے اور اسے آگ لگا دی یہ ہجوم نہایت ہی فساد انگیز نعرے لگانا ہوا مسجد کے اندر داخل ہوا اور اس میں مقیم احمدیوں کو زخمی کر دیا وارٹر پیپ اکھاڑ کر اس کا سامان اکٹھا کر لے گئے“ ۱۸

ضلع لائل پور کے معزز مسلمانوں کا گھلا اظہارِ نفرت | اس خلافِ اسلام حرکت اور شرانگیز اقدام سے قُرب و نواح کے علاقوں میں نہایت ہی نفرت اور غصے کی لہر دوڑ گئی۔ اس حقیقت کا اندازہ درج ذیل خطوط سے باسانی لگایا جاسکتا ہے جو ان دنوں ضلع لائل پور کے مشرف اور سربراہ اور مسلمانوں کی طرف سے اخبار الفضل میں شائع ہوئے۔

(۱) سندری کے معزز مسلمانوں کا احتجاج :-

”ہم حنفی المذہب مسلمان ہیں ہمارا جماعت احمدیہ سے کوئی تعلق نہیں مگر ہم اس بات پر نفرت کا

۱۷ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو الفضل ۱۰-۱۳-۱۹ جولائی ۱۹۵۱ء ۶

۱۸ الفضل ۱۶ ہجرت ۱۳۵۰ھ / مئی ۱۹۵۱ء ص ۶ ۱۷ ایضاً

اظہار کئے بغیر نہیں رہ سکتے کہ سمندری میں جن لوگوں نے احمدیہ مسجد کو جلایا ہے ان لوگوں نے نہایت گندہ فعل کیا ہے اور ان کی یہ حرکت پاکستان کے مسلمانوں کو سخت بدنام کرنے کا موجب ہے۔ صرف ہم ہی نہیں ہر شریف انسان کے دل میں ایسی حرکت کرنے والوں کے متعلق نفرت اور غصہ کے جذبات پائے جاتے ہیں۔ عبادت گاہوں کو جلانا خواہ وہ کسی مذہب اور فرقہ کی ہوں نہایت ہی شرمناک حرکت ہے جس کی اسلام اجازت نہیں دیتا۔ مہربانی فرما کر ہماری یہ رائے اخبار میں شائع کر دیں۔ ہم تمام مسلمانوں سے اپیل کرتے ہیں کہ وہ اس مکروہ فعل پر نفرت کا اظہار کریں تاکہ ملک کی فضا خراب نہ ہو۔ (دستخط ۱۔ محمد حسین بقلم خود ۲۔ محمد شفیع بقلم خود ۳۔ الہ دین بقلم خود ۴۔ محمد دین ۵۔ محمد عبد اللہ سمندری خاص)

(۲) چیک نمبر ۳۸۸ گ۔ متصل سمندری کے مسلمان شرفاء کے تاثرات :-

”سمندری میں احمدیوں کی مسجد کو جلا کر شہرت پسند عنصر نے بہت ہی گندہ نمونہ پیش کیا ہے عبادت گاہ کو جلانا خواہ وہ کسی فرقہ کی ہونے صرف اسلام کی رو سے گناہ ہے بلکہ اخلاقی لحاظ سے بھی بہت قابل شرم فعل ہے۔ پاک ننان خدا تعالیٰ کے فضل سے ایک امن پسند جمہوری ملک ہے اس ملک میں کسی فرقہ کی عبادت گاہ کو جلانا ایسا فعل ہے جس کی ہندو، سکھ، یہودی اور عیسائی سے بھی توقع نہیں ہے۔ افسوس ہے کہ ہمارے ملک کے مسلمان اسلام کی خدمت سے تو محروم تھے ہی اب ان میں سے چند شہرت پسند لوگوں نے اپنے اعمال سے اسلام کو بدنام کرنے والی حرکتیں شروع کر دی ہیں جن کو تمام شریف الطبع پاکستانی مسلمان نہایت نفرت اور حقارت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ ہمارا جماعت احمدیہ سے مذہبی اختلاف ہے مگر ہم اس فعل کو بہت بُرا اور ظالمانہ فعل سمجھتے ہیں۔“

دستخط ۱۔ محمد شفیع ۲۔ جلال الدین ۳۔ محمد حسین ۴۔ HAKAMALI ۵۔

MOHAMMAD RAFI

(۳) چیک نمبر ۳۸۹ گ۔ متصل سمندری کے مسلمان شرفاء کے تاثرات :-

جن لوگوں نے سمندری کی احمدیہ مسجد کو جلایا ہے انہوں نے اسلام اور قرآن مجید کی تعلیم کے بالکل اُلٹ کر کے پاکستان کے مسلمانوں کو بدنام کرنے اور پاکستان کی پُر امن فضا کو برباد کرنے کی کوشش کی ہے۔ ہم باوجود جماعت احمدیہ سے مذہبی اختلاف رکھنے کے اس فعل پر سخت نفرت کا اظہار کرتے ہیں

اور توقع رکھتے ہیں کہ حکومت ایسے نثریری لوگوں سے باز پرس کرے گی اور جو لوگ مجرم ثابت ہوں ان کو سزا دیکر آئندہ کے لئے ملک کی فضا کو پاکیزہ بنائے گی۔

دستخط ۱۔ غلام محمد ۲۔ سردار محمد

(۴) احراریوں کی حرکت اسلام کو ذلیل کرنے والی ہے:-

”مجھے باوثوق ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ بعض نثریپند عناصر نے سمندری میں ایک مسجد کو جلا دیا ہے۔ میں اور میرے دوست اس فعل پر انتہائی نفرت کرتے ہیں۔ جب ہم ان واقعات کو مشرقی پنجاب کی سرزمین پر دیکھتے تھے تو انہیں دشمنان اسلام کے صریح مظالم قرار دیتے تھے لیکن معلوم ہوتا ہے کہ نثریپند عناصر کے حد سے گزرنے کی وجہ سے پاکستان میں بھی جہاد کا یہ محفوظ نظر نہیں آتیں۔ پاکستان ایک ایسی مملکت ہے جس کے حصول کے لئے لاکھوں انسانوں نے اپنی زندگیاں اس لئے قربان کیں کہ یہاں اسلامی نظام رائج ہو سکے۔ کیا ان کی رُو میں اس ظالمانہ حرکت کو دیکھ کر ٹرپ نہ گئی ہوگی۔ ہم آج بھی اسلام کے نام پر ہر قربانی کرنے کے لئے تیار ہیں لیکن پاکستان میں اسلام کو ذلیل ہونا نہیں دیکھ سکتے اور نہ ہی حکومت کو اس چیز کی اجازت دے سکتے ہیں کہ مسجدیں جلتی دیکھ کر حکومت کی مشینری میں کوئی حرکت پیدا نہ ہو۔

میں اور میرے احباب حکومت سے پُر زور استدعا کرتے ہیں کہ پاکستان کی سالمیت کے ان دشمنوں اور خدا کے باغیوں کو کفرِ کِدار تک پہنچانے میں کوئی کسر باقی نہ رکھے۔

خاکسار محمد الطاف حسین، طالب علم بی۔ ایسی سی (زراعت)، زراعتی کالج لائل پور“

(۵) احراریوں کی حرکت سراسر خلاف اسلام ہے:-

”جناب ایڈیٹر صاحب الفضل! السلام علیکم

سمندری میں مسجد کو جو آگ لگائی گئی ہے یہ سراسر غلطی ہے اور خلاف اسلام حرکت ہے مسجد خدا کا گھر ہے اس میں جس فرقہ یا خیال کا آدمی بھی عبادت کرنا چاہے کر سکتا ہے مسجد اس کو نہیں روکتی کہ فلاں آدمی نماز پڑھے اور فلاں نہ پڑھے مسجد فرقہ پرستی سے بالاجگہ ہے۔

مسجد میں ایک شیعہ بھی نماز پڑھ سکتا ہے، ایک اہلحدیث بھی پڑھ سکتا ہے، ایک احمدی فرقہ کا آدمی بھی پڑھ سکتا ہے مسجد کا نام سب کے لئے قابلِ عزت ہے لکن افسوس کی بات ہے کہ بجائے اس کے کہ

اپنے اپنے عقیدہ کے مطابق عبادت کی جائے بعض لوگوں نے یہ طریق اختیار کیا ہے کہ دوسروں کو عبادت کرنے سے روکا جائے اور ان کی مسجد کو جلایا یا گرایا جائے مسجد کو آگ لگانا اسلام کے سراسر خلاف ہے ایسے لوگوں کو دین سے کیا محبت ہو سکتی ہے جو دوسروں کو خدا کی عبادت کرنے سے روکیں۔

(دستخط) عبدالرزاق پروپرائٹرز اقبال پرنٹنگ پریس۔ لائل پور)

(۶) یہ فعل از حد شرمناک ہے :-

”جناب ایڈیٹر صاحب الفضل! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ“

میں ایک حنفی المذہب مسلمان ہماجر ہوں۔ جب یکن نے سمندری میں احمدیہ جماعت کی مسجد کو جلانے کی خبر سنی تو مجھے بہت دکھ ہوا کہ ہم لوگ سکھوں کے مظالم پر روتے تھے خود ہمارے پاکستان میں بھی بعض ایسے گندے اور ظالم لوگ موجود ہیں جو مسجد کو جلادینے میں شرم محسوس نہیں کرتے۔ میں حیران ہوں کہ جب یہ خبر دوسرے ملکوں کے لوگ سنیں گے تو کیا کہیں گے۔ یہ فعل بہت ہی شرمناک ہے۔ پاکستان کی رعایا اور حکومت دونوں کو مل کر کوشش کرنی چاہیے کہ اس قسم کے فساد کی ایسی حرکتیں نہ کر سکیں جن سے پاکستان اور اسلام کی بدنامی ہو اور ملک کا امن خراب ہو جائے۔

(عبدالغنی چک ۶۹ ج۔ ب تحصیل و ضلع لائل پور)

(۷) مذہب کے نام پر وجہ :-

”جناب ایڈیٹر صاحب الفضل! السلام علیکم ورحمۃ اللہ“

کچھ دن ہوئے ہیں نے خبر سنی کہ سمندری میں ایک مسجد کو آگ لگا دی گئی۔ میرے خیال میں جس نے بھی مسجد کو آگ لگائی ہے خواہ وہ کسی بھی مذہب سے تعلق رکھتا ہے یہ اس نے اپنے مذہب کے نام پر وجہ لگایا ہے کیونکہ مذہب اسلام یہ کسی بھی حالت میں اجازت نہیں دیتا کہ کسی بھی عبادت گاہ کو آگ لگائی جائے۔

محمد ابراہیم نقلم خود منشی محلہ لائل پور

لاہور نے اخبار ”جدید نظام“ نے اپنی ۲۸ مئی ۱۹۵۱ء کی

اشاعت میں اس افسوسناک سانحہ پر حسب ذیل احتجاجی نوٹ

روزنامہ ”جدید نظام“ کا احتجاج

لکھا :-

”کچھ عرصہ سے حکومت پاکستان کو پاکستان کی دیرینہ دشمن اور مخالف جماعت مجلس احرار کے ارکان نے یہ یقین دلانے کی ناکام کوشش کر رکھی ہے کہ مجلس احرار کی سیاسی پالیسی بالکل ناکام ہو چکی ہے اس لئے وہ لوگ جو کل تک یہ اعلان کیا کرتے تھے کہ ہندوستان میں کوئی ایک بھی ایسا مسلمان موجود نہیں ہے جو پاکستان کا قیام تو درکنار پاکستان کی صورت ہی بنا کر دکھاوے۔ لیکن آج جبکہ خدا کے فضل و کرم سے پاکستان کا قیام ہی عمل میں نہیں آیا بلکہ دنیا کی بہترین طاقتور حکومتوں میں سے ایک اعلیٰ پایہ کی حکومت کے طور پر شمار ہونے لگا ہے تو دشمنان پاکستان کی تحریک پر پاکستان کی بعض ایسی جماعتوں نے جو ہمیشہ مشرکین اور کفار کی سیٹیج سے تحریک پاکستان اور قیام پاکستان اور بانی پاکستان کے خلاف ذلیل قسم کے خیالات کا اظہار کرتے رہے ہیں اور بانی پاکستان حضرت قائد اعظم مرحوم و مغفور کو عام جلسوں میں نعوذ باللہ کا فر اعظم کے خطاب سے نوازتے رہے آج وہی لوگ حکومت پاکستان کو دھوکہ دینے کی ناکام کوشش کر رہے ہیں اور دوسری طرف مسلمانوں کے مختلف فرقوں میں منافرت پھیلا کر آپس میں سر پھٹول کرانا اپنا شیوہ بنا چکے ہیں جیسا کہ ضلع لائل پور کی ایک مسجد کو آگ لگا کر تماشہ دکھایا گیا ہے۔

عبادت گاہ خواہ کسی کی ہو ہر لحاظ سے قابل احترام ہے۔ مرزائیوں سے ہمیں بھی مذہبی اور عقیدہ کے لحاظ سے احتراموں سے زیادہ اختلافات ہیں مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ ہم ان کی عبادت گاہوں کو آگ لگا کر جلا دیں۔ ہمارے عقیدہ کے مطابق کوئی مسلمان اس وقت تک مسلمان نہیں ہو سکتا جب تک وہ حضور نبی کریم حضرت محمد رسول اللہ کو خدا کا آخری نبی اور سچا نبی نہ مانیں کچھ عرصہ ہوا اپروونٹ ٹرسٹ کانپور نے سڑکوں کی فراخی کی سکیم کے پیش نظر کانپور کی ایک مسجد کا پیشاب خانہ گرا دیا تو طول و عرض ہند میں مسلمانوں نے پُر زور احتجاج کیا اور اتنا زبردست پروٹسٹ کیا کہ اس عظیم سانحہ کا ذکر کئے بغیر بڑے عظیم ہند کی تاریخ مکمل نہیں کی جاسکتی۔

پھر ابھی کل کی بات ہے کہ لنڈے بازار میں صدہا مسلمان ظفر الملت حضرت مولانا ظفر علی خاں کی زیر قیادت مسجد شہید گنج کے تحفظ کے لئے زنجیوں سے چور خاک و خون میں لت پت ہو کر تڑپ رہے تھے اور اس حالت میں ان کی لاکھوں اور گولیوں سے زخمی جسموں پر گھوڑ سوار دستے سرپٹ دوڑائے گئے تھے لیکن مسجد کے عاشق مسلمان کا پائے ثبات ڈگمگانہ سکار ہزاروں مسلمان زخمی ہوئے اور ہتھیار

جام شہادت لوش کر کے مسجد کی عزت کے تحفظ پر اپنے نفسوں کو بھیڑ بکریوں کی طرح قربان کر گئے۔ ان حقائق کے پیش نظر کیا کسی کو یقین آسکتا ہے کہ مسلمانوں نے مسجد کو آگ لگا کر راکھ کر دیا ہو؟ نہیں ہرگز نہیں۔ مسلمانوں سے اس قسم کی توقع کا وہم و گمان بھی نہیں کیا جاسکتا۔ البتہ ہمارے احراری بھائی جو مسجد شہید گنج کے تحفظ کے لئے جانیں دینے والوں کو حرام موت مرنے والے کہتے تھے کسی مسجد کو آگ لگا کر راکھ کر دیں تو یہ دُور از قیاس امر نہیں۔ خانہ خدا (مسجد) کو جلا کر راکھ کر دینے کے بعد احراری بھائیوں کا منارِ خصوصی اخبار "آزاد" مسجد کو مرزائیوں کا گر جا کہہ کر اس خفت کو محو کرنا چاہتا ہے جو دنیا کی نظروں میں رہتی دنیا تک ہمیشہ ان کے شامل حال رہے گی۔ لیکن اختلاف عقائد کی بناء پر دوسرے فرقہ والوں کی مسجد کو گر جا گھر کہہ کر جلا دینے کا جو دروازہ کھولا گیا ہے یہ قطع نظر آسمانی حکومت کی غداری کے کہنے اپنی آخری کتاب قرآن مجید میں گر جا، مندر اور مسجد وغیرہ ہر قسم کے عبادت گھروں کی یکساں تعظیم کا تاکیدِ حکم دیا ہے ملک کے خرمین امن کو جلانے کا باعث ہوگا۔

ذرا سوچئے کہ مرزائیوں کی مسجد کیوں جلائی گئی، اس لئے کہ علماء نے انہیں کافر کہا ہے لیکن کیا علماء نے دیوبندی عقائد والوں کو کافر نہیں کہا۔ کیا ہمارے احراری بھائی جو عموماً دیوبندی خیال کے ہیں بریلوی علماء احسان و اہل سنت و الجماعت کے فتاویٰ کفر بھول گئے اور کیا انہیں معلوم نہیں کہ مذہبی طور پر نکتہ اسلام کا کوئی گروہ اور فرقہ ایسا نہیں ہے جس پر کفر کا فتویٰ نہ لگایا گیا ہو۔ یہاں تک کہ مفتیانِ عرب شریف بھی اس ثواب میں برابر کے شریک ہیں۔

شمس العلماء مولانا حالیؒ حیات جاوید میں سرسید مرحوم پر اس قسم کے فتاویٰ کی تفصیل بیان کرتے ہوئے مکہ معظمہ کے اربعہ مذاہب کے مفتیوں کے فتاویٰ کا خلاصہ لکھتے ہیں کہ

”یہ شخص (سرسید مرحوم) ضال اور مضل ہے بلکہ ابلیس لعین کا خلیفہ ہے۔ اس کا فتویٰ یودو نصاریٰ کے فتنے سے بھی بڑھ کر ہے۔ خدا اس کو سمجھے۔ ضرب اور جس سے اس کی تادیب کرنی چاہیئے“

ہم آخر میں حکومت اور عوام دونوں کو اس طرف پوری توجہ دلاتے ہوئے اپیل کریں گے کہ اس شر کو جلد سے جلد ختم کرنے کے لئے کوئی مؤثر اقدام کریں ورنہ پاکستان کے لئے یہ چنگاری کہیں آگ نہ ثابت نہ ہو جس کا بچنا بے حد محال و مشکل ہوگا۔“

بالآخر یہ بتانا ضروری ہے کہ احراریوں کا چالان ہوا۔ سزا ہوئی اور ہائی کورٹ سے قرارداد مجرمیت قائم رہی اور ہائی کورٹ نے مبلغ چار صد روپیہ جرمانہ کی سزا دیکر یہ روپیہ پریذیڈنٹ انجمن احمدیہ کو ادا کرنے کا حکم دیا۔

تیسرا باب

جامعہ نصرتِ بوہ کے افتتاح سے لیکر

سالانہ جلسہ بوہ ۱۳۳۰ھ / ۱۹۵۱ء تک

ماہِ وفات ۱۳۳۰ھ — ماہِ افتتاح ۱۳۳۰ھ
۱۹۵۱ء — ۱۹۵۱ء

فصل اول

جامعہ نصرت کا افتتاح اور حضرت مصلح موعودؑ کا ایمانِ افروزِ خطا

حضرت المصلح الموعودؑ کے زمانہٴ خلافت میں احمدی خواتین نے دینی جامعہ نصرتِ بوہ کا پس منظر | علمی میدان میں حیرت انگیز ترقی کی۔ چنانچہ یہ حقیقت ہے کہ قادیان اور ربوہ دونوں مراکزِ سلسلہ میں تعلیمیافتہ عورتوں کی تعداد غیر تعلیمیافتہ عورتوں سے ہمیشہ زیادہ رہی۔ اس کا اصل سبب تعلیمِ نسواں کے باب میں حضور کی ذاتی دلچسپی تھی جو قرآنِ عظیم کے گہرے مطالعہ کے نتیجے میں پیدا ہوئی۔

در اصل حضور نے ابتداء ہی سے یہ قرآنی راز پالیا تھا کہ وہی قوم ترقی کر سکتی ہے جس کی ساری عورتوں کا دینی معیار بلند ہو چنانچہ آپ کلامِ ربّانی "وَكُوْنِ اَعْبَادًا لِلّٰهِ" سے یہ لطیف استدلال فرمایا

کرتے تھے کہ اس میں اس بات کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ ایسی برکتیں دے گا کہ جب وہ مقامِ مفاخر میں پہنچیں گے تو ان کی ایک نمایاں خصوصیت یہ ہوگی کہ ان کی عورتوں کا دینی معیار بھی اونچا ہو جائے گا اور پھر وہ اس معیار میں ایک دوسری کے برابر ہوں گی۔ غرض کہ اوعب میں ان کے معیار کے اونچے ہونے کی طرف اشارہ کیا گیا ہے یعنی عورتوں کا دینی معیار بلند ہو گا اور سب میں جوش اور جوانی اور بلندی پائی جائے گی اور استراب سے اس طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ ان کی ترقی قومی ترقی ہوگی انفرادی نہیں یعنی سب میں یہ جوش ایک دوسرے سے ملتا جلتا پایا جائے گا۔۔۔ چنانچہ اسلامی تاریخ کا اگر مطالعہ کیا جائے تو کثرت سے ایسی عورتوں کی مثالیں نظر آتی ہیں۔

حضرت مصلح موعودؑ نے اسلام کے عہدِ ثانی کی تاریخ میں اسی بلند تخیل کو عملی شکل دینے کے لئے اوائلِ خلافت ہی سے اقدامات شروع کر دیئے تھے چنانچہ ۱۸۵۷ء میں پنجاب کے مختلف مقامات پر لڑکیوں کے لئے تین مدرسے کھلوائے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے عہدِ مبارک میں جاری شدہ مدرسہ البغات (گرلز سکول) کو جس کی جماعت بندی ۱۹۰۹ء سے ہو چکی تھی مگر جو ابھی بالکل ابتدائی مراحل میں سے گذر رہا تھا پرائمری سے ترقی دے کر پہلے ٹرل پھر ہائی سکول تک پہنچایا۔ ازاں بعد بالکل اسی طرح نصرت گرلز ہائی سکول کے ساتھ اپریل ۱۹۳۶ء سے ایک دینیات کلاس کا اضافہ فرمایا جس طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے تعلیم الاسلام ہائی سکول کے ساتھ ایک شاخ دینیات جاری فرمائی تھی جو خلافتِ اولیٰ میں مدرسہ احمدیہ عظیم دینی ادارہ کی شکل اختیار کر گئی۔ اس ابتدائی دور میں کلاس کی طالبات سے تعلیم کے ساتھ ساتھ مصباح کے لئے باقاعدہ تربیتی مضامین لکھوائے جاتے تھے اور حضرت میر محمد اسحاق صاحبؒ پروفیسر جامعہ احمدیہ کلاس میں نہایت قیمتی اور معلومات افروز لیکچر دیتے تھے جو طالبات میں اسلام سے وابستگی اور دلچسپی کا موجب بنتے تھے۔ حضرت مصلح موعودؑ نے اس کلاس کے لئے شروع میں ایک عارضی نصاب تجویز فرمایا اور مستقل نصاب کے لئے حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحبؒ اور قاضی محمد اسلم

۱۔ تفسیر کبیر (النباء) ص ۵۲ کالم ۱۷ ہ ۲۔ الفضل (قادیان) ۲ فروری ۱۹۱۶ء ص ۱ کالم ۱

۳۔ ”قادیان گائیڈ“ ص ۵۵ (مرتبہ میاں محمد یاقین صاحبؒ تاجرتب قادیان) مطبوعہ ۲۵ نومبر ۱۹۲۰ء

۴۔ رپورٹ سالانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان ۱۹۲۵-۱۹۳۶ء ص ۱۲۶ ہ

۵۔ رپورٹ سالانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان ۱۹۳۹-۱۹۳۷ء ص ۱۹۶ ہ

صاحب ایم۔ اے (کینٹب) پر مشتمل کمیشن مقرر فرمایا جس کی رپورٹ پر حضور نے قیمتی ہدایات دیں اور پھر حضور کی سکیم کے مطابق کلاس کی طالبات تعلیم و تربیت کے زیور سے آراستہ ہوتی رہیں۔

ماہ شہادت ۱۳۲۲ھ (اپریل ۱۹۴۳ء) میں کلاس کے نصاب میں انقلابی تبدیلیاں عمل میں لائی گئیں جبکہ مجلس تعلیم نے حضرت مصلح موعودؑ کی خصوصی ہدایت پر ایک نیا نصاب تجویز کیا اور حضور کے اصولی ارشاد کے ماتحت مشورہ دیا کہ شاخ دینیات کے کورس کو دو دو سال کے چار درجوں میں یعنی کل آٹھ سالوں میں بھیلایا کر مقرر کیا جائے جس میں دینیات، اردو، عربی، انگریزی، تاریخ، تدریس منزل وغیرہ مضامین رکھے جائیں۔ دینیات کی تعلیم لازمی ہو اور اس پر زیادہ زور دیا جائے۔ عربی کی تعلیم ابتدائی چھ سالوں تک لازمی ہو اور اس کے بعد اختیاری ہو اور انگریزی کی تعلیم صرف ابتدائی چار سالوں تک لازمی ہو۔ مجلس تعلیم کے معزز ارکان نے دو دو سال کے چار درجوں کے بالترتیب حسب ذیل نام تجویز کئے۔ درجہ عالمہ۔ درجہ اولیٰ۔ درجہ عالمہ۔ درجہ فاضلہ۔ ہر درجہ میں دینیات کا کورس قرآن مجید۔ حدیث۔ فقہ اور کلام کی کتابوں پر مشتمل تھا۔ مجلس نے آخری درجہ میں پاس ہونے کے لئے ایک مفصل تحقیقی مضمون کا سپردِ قلم کرنا بھی لازمی قرار دیا۔ حضرت امیر المؤمنین المصلح الموعودؑ کی خدمت میں جب مجلس تعلیم کے اس مجوزہ نصاب کی تفصیلی رپورٹ بغرض منظوری پیش ہوئی تو حضور نے اپنے قلم مبارک سے بعض ناگزیر اور ضروری ترمیمات کے ساتھ حسب ذیل فیصلہ فرمایا:-

”میں نے مجلس تعلیم کا نصاب تجویز کردہ برائے شعبہ دینیات مدرسہ بنات دیکھا ہے اس میں مندرجہ ذیل تبدیلیاں ہونی چاہئیں:-

۱۔ درجات کے نام یہ ہوں:- میٹرک کے مقابلہ پر درجہ مہمدہ۔ اس کے اوپر عالمہ اور اس کے اوپر

لے رپورٹ سالانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان ۶۱۹۳۴-۶۱۹۳۵ء ص ۱۲۶

۲۔ اس غرض کے لئے صدر مجلس تعلیم حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؒ کی صدارت میں، ۱۲ تہین ۱۳۲۲ھ کو ایک خصوصی اجلاس منعقد ہوا جس میں حسب ذیل اصحاب نے شرکت فرمائی:- حضرت مولوی محمد دین صاحب بی۔ اے، خان بہادر چوہدری ابوالہاشم خاں صاحبؒ، مولوی عبدالمنان صاحبؒ۔ حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب۔ پروفیسر عبدالقادر صاحب۔ مولوی سیف الرحمن صاحب۔ مولوی ابوالمنیر نور الحق صاحب۔ حضرت مولوی عبدالرحیم صاحب دہلوی (سیکرٹری)۔ ۳۔ تفصیلی نصاب اور اجلاس کی مفصل کارروائی مجلس تعلیم کے قدیم ریکارڈوں میں محفوظ ہے۔

علیمہ اور اس کے اوپر علامہ اور اس کے اوپر ایک آخری انتہائی درجہ اکٹھا کر کے، اس کا نام فقیہہ رکھا جائے۔

۲۔ شعبہ دینیات اور پنجاب یونیورسٹی کی تعلیم کو اکٹھا کر کے مخلوط نہ کیا جائے بلکہ دونوں کو الگ الگ رکھا جائے مگر کوشش کی جائے کہ شعبہ دینیات میں زیادہ سے زیادہ طالبات آئیں۔

۳۔ انگریزی کا کورس زیادہ رکھنا چاہیے۔ درجہ عالمہ پاس کرنے کے بعد طالبات میں اتنی استعداد پیدا ہو جاتی چاہیے کہ وہ انگریزی سمجھ سکیں اور صحیح انگریزی بول اور لکھ سکیں۔

۴۔ درجہ علیمہ میں بھی انگریزی کا مضمون رکھا جائے تا جو طالبہ چاہے ان درجوں میں انگریزی کو پڑھ سکے۔ یہ مضمون اردو کے مقابل پر انتخابی ہو۔

۵۔ اردو میں پاس ہونا ضروری ہونا چاہیے اور اپنی زبان ہونے کی وجہ سے اس پر زیادہ زور دینا چاہیے۔ درجہ علیمہ میں اردو کو انگریزی کے ساتھ ALTERNATIVE رکھ دیا جائے تا جو اردو پڑھنا چاہے وہ اردو پڑھ سکے اور جو انگریزی پڑھنا چاہے وہ انگریزی پڑھ سکے۔

۶۔ تمام لازمی مضامین جن کا پڑھنا یا جاننا ضروری قرار دیا جائے وہ درجہ علیمہ میں ختم کر دیئے جائیں۔

۷۔ درجہ علیمہ میں جو تمدن، اقتصادیات، علم النفس (کے) مضامین تجویز کئے گئے ہیں ان کی جگہ ایک مضمون علم التعریفات والاصطلاحات رکھا جائے اور اس میں صرف مذکورہ بالا مضامین ہی نہیں بلکہ تمام ضروری علوم حاضرہ کو شامل کیا جائے اور ہر علم کی تعریف اور مختلف کیفیت بتائی جائے۔

اس کے لئے ایک فرمت RECOMANDED BOOKS کی تجویز کر دی جائے جو طالبات خود پڑھیں اور ان کے لئے ہر مضمون پر چھ سات لیکچر سال میں مقرر کر دیئے جائیں جن میں انہیں تمام لغتوں کے مضامین ضروری کی اصطلاحات اور تعریفات سمجھادی جائیں اور اس کے لئے ضروری مآخذ وغیرہ بتا دیئے جائیں۔ انگریزی اور عربی اصطلاحات بھی حتی الوسع خطوط و حدائق میں دیدی جائیں۔

۸۔ درجہ علامہ میں صرف دو مضامین رکھے جائیں جو ہر طالبہ مندرجہ ذیل مضامین میں سے خود اپنی پسند

کے مطابق منتخب کر سکے (ا) قرآن شریف (ب) حدیث (ج) فقہ و تصوت (د) کلام لشمول

دینیات (ے) و علوم مناظرہ (ح) عربی (خ) تارنخ (س) انگریزی۔

۱۔ یہاں ایک لفظ صحیح پڑھا نہیں گیا (ناقل)

۹۔ درجہ فقہہ میں صرف ایک مضمون لکھنا ہوگا جس کا موضوع منظور کردہ مجلس تعلیم ہوگا اور حسب شرائط مجلس تعلیم دو سال میں تحقیقات کر کے مکمل کرنا ہوگا نیز اس کے ساتھ اس مضمون کے متعلق مجوزہ کو رس کا مطالعہ کرنا ہوگا۔

دستخط حضرت غلیفۃ المسیح الثانی مورخہ ۲۰/۱۳۲۲ھ ۲۰ ہش لہ
شاخ دینیات کے اس جدید نظام کو عملی جامہ پہنانے کے لئے قادیان میں ایک کامیاب آغاز ہو گیا اور طالبات کی ایک محقول تعداد نے جن میں امۃ الرشید شوکت صاحبہ (اہلیہ ملک سیف الرحمن صاحب مفتی سلسلہ احمدیہ) نصیرہ نذہت صاحبہ (اہلیہ حافظ بشیر الدین صاحب مبشر مارشس و بلاذیر عبیبہ و افریقیہ) اور مبارکہ صاحبہ (اہلیہ حافظ قدرت اللہ صاحب مبلغہ الینڈوانڈونیشیا) بھی شامل ہیں قادیان کے اس دینیات کالج سے علیہ کی سند بھی حاصل کی مگر جلد ہی ملک تقسیم ہو گیا جس کے بعد مرکز ربوہ میں اس شاخ کا اجراء عمل میں لایا گیا۔

بدلے ہوئے اور نئے ماحول اور مندوش حالات میں صرف چند
جامعہ نصرت کا افتتاح طالبات نے اس میں داخلہ لیا جس پر اللہ تعالیٰ نے جماعت احمدیہ کے غیور آسمانی قائد اور اولوالعزم امام حضرت مصلح موعودؑ کی توجہ کو اس طرف مبذول کر دیا کہ مرکز احمدیت ربوہ میں شاخ دینیات کو بند کر کے اس کی بجائے عورتوں کا کالج قائم کر دینے کا وقت آن پہنچا ہے چنانچہ حضور نے خالص الہمی منشاء کے مطابق ۱۳۵۲ھ مطابق ۱۹۵۱ء میں جامعہ نصرت کی بنیاد رکھی، رامہ احسان کو اس کا اجراء عمل میں آیا اور اس کا افتتاح اپنے مقدس ہاتھوں سے ۱۲ احسان ۱۳۵۲ھ کو فرمایا۔

یہ مبارک تقریب سات بجے صبح شروع ہو کر ساڑھے آٹھ بجے اختتام پذیر
افتتاحی تقریب کا آغاز ہوئی۔ ربوہ کی احمدی خواتین کا ایک جم غفیر اس تقریب سعید کے موقع پر دعا کی عرض سے جامعہ نصرت میں جمع تھا۔ حضور کی تشریح آوری پڑ کالج کی ایک طالبہ امۃ العجید بیگم صاحبہ نے تلاوت قرآن کریم کی۔

تلاوت کے بعد حضور پر نورؐ کے شہد و ثغور اور سورۃ
حضرت امیر المؤمنین کا بصیرت افروز خطاب
 فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:-

”زمانہ کے حالات بدلتے ہیں اور ان کے ساتھ ساتھ انسان بھی بدلتا چلا جاتا ہے۔ یہ ایک عام قانون ہے جو دنیا میں جاری ہے۔ دریا چلتے ہیں اور پہاڑوں اور میدانوں کے نشیب و فراز کی وجہ سے ان کے بعض حصوں پر دباؤ پڑتا ہے اور اس کے نتیجے میں کچھ دُور جا کر دریا کا رخ بدل جاتا ہے۔ بعض دفعہ دس، پندرہ پندرہ، بیس بیس، تیس تیس میل تک دریا بدلتے چلے جاتے ہیں اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ انسان بدلتے ہیں اور ان کے ساتھ ساتھ زمانہ بدل جاتا ہے۔ یہ دونوں قسم کے نظارے ہمیں دُنیا میں نظر آتے ہیں کبھی زمانہ کے بدلنے سے انسان بدلتے ہیں اور کبھی انسانوں کے بدلنے سے زمانہ بدلتا ہے۔ انسان کمزور ہوتا ہے تو زمانہ کے بدلنے سے وہ بدل جاتا ہے اور جب طاقتور ہوتا ہے تو اس کے بدلنے سے زمانہ بدل جاتا ہے۔ کمزور قومیں اپنی حاصل شدہ عظمت اور طاقت کو زمانہ کے حالات کے مطابق بدلتی چلی جاتی ہیں۔ وہ اپنے ہمسایوں سے بدرسوم کو لیتی ہیں، اپنے ہمسایوں سے بد اخلاق کو لیتی ہیں، اپنے ہمسایوں سے سستی اور جہالت کو لیتی ہیں، اپنے ہمسایوں سے جھوٹ اور فریب کو لیتی ہیں، اپنے ہمسایوں سے ظلم اور تعدی کو لیتی ہیں، اور وہی قوم جو کسی وقت آسمان پر چاند اور ستاروں کی طرح چمک رہی ہوتی ہے نہایت ذلیل اور حقیر ہو کر رہ جاتی ہے۔ تم اپنے ہی اسلاف کو دیکھو اگر تمہیں اپنے بناؤ اور سنگھار سے فرصت ہو کہ تمہارے اسلاف کیا تھے اور اب تم کیا ہو؟

مجھے بتایا گیا ہے کہ کالج کی طالبات نے جب مضمونوں کا انتخاب کیا تو ان میں سے اکثر نے تاریخ سے بچنے کی کوشش کی۔ یہ بالکل ایسی ہی بات ہے جیسے ہم کسی بچے کو کہیں کہ آؤ تم تمہیں تمہارے ماں باپ کا نام بتائیں اور وہ بھاگے۔ تاریخ کیا ہے، تاریخ تمہیں بتاتی ہے کہ تمہارا باپ کون تھا؟ تمہارا دادا کون تھا؟ تمہاری ماں کون تھی؟ تمہاری نانی کون تھی؟ تاریخ تمہیں بتاتی ہے کہ تمہارے آباء و اجداد کیا تھے؟ اور اب تم کیا ہو؟ تاریخ سے کسی شخص کا بھاگنا یا اس مضمون کو بوجھل سمجھنا ایسا ہی ہے جیسے کوئی شخص اپنے آباء و اجداد کی بات سُننے کے لئے تیار نہ ہو۔ حالانکہ اگر دنیوی لحاظ سے کوئی مضمون ایسا ہے جس کے حصول کے لئے ہمیں لڑنا چاہیے تو وہ تاریخ ہی ہے۔ تاریخ سے بھاگنے کے معنی ہوتے ہیں طبیعت میں مُردہ ولی ہے۔ جیسے کسی کمزور آدمی کو زخم لگ جاتا ہے تو وہ کہتا ہے مجھے نہ دکھاؤ میں نہیں دیکھتا میرا دل ڈرتا ہے۔ تاریخ

سے بھاگنے والی قوم وہی ہوتی ہے جو ڈرپوک ہو جاتی ہے اور ڈرتی ہے کہ اگر میرے ماں باپ کی تاریخ میرے سامنے آئی اور اس میں میرا بھیانک چہرہ مجھے نظر آیا اور مجھے پتہ لگا کہ میں کون ہوں تو میرا دل برداشتہ نہیں کرے گا چونکہ وہ سمجھتا ہے کہ اس آئینہ میں میری شکل مجھے نظر آئے گی اس لئے وہ اپنی شکل کے خیال اور تصور سے کہ وہ کتنی بدصورت ہوگی اسے دیکھنے سے اجتناب کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ یہ بات فطرت انسانی میں داخل ہے کہ وہ اپنے آباء و اجداد اور اپنی اولاد اور اپنے رشتہ داروں کو اپنی شکل کا دیکھنا چاہتا ہے۔ کئی ماں باپ جن کے ہاں کسی حادثہ یا بیماری کی وجہ سے بدصورت بچے پیدا ہو جاتے ہیں ان سے ان کی مائیں بھی نفرت کرنے لگتی ہیں اور وہ بدصورت بچے اپنے دوسرے بھائیوں سے نفرت کرتے ہیں اس خیال سے کہ یہ ہم سے اچھے ہیں۔ اس طرح جب تاریخ میں انسان اپنے آباء کو دیکھتا ہے کہ انہوں نے یہ یہ کارنامے سر انجام دیئے اور ان کی یہ شان تھی اور اس کے مقابلہ میں وہ یہ دیکھتا ہے کہ ہم کیا ہیں۔ او! پھر وہ اس چیلن اور طریق کو دیکھتا ہے جو اس نے اور اس کے ساتھیوں نے اختیار کیا ہوا ہے تو دیا نتلکا کے ساتھ وہ یہ سمجھنے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ میری غنٹ اور میری سہل انگاری اور میری اپنے فرائض سے کوتاہی اور میری عیش و آرام کی زندگی مجھ کو مجرم بنانے کے لئے کافی ہے۔ اسے تاریخ کے اس آئینہ میں اپنا گھناؤنا چہرہ نظر آ جاتا ہے اور وہ خیال کرتا ہے کہ جب میں پرانے حالات پر ٹھوں گا اور دیکھ لوں گا کہ وہ لوگ جو میرے آباء تھے ان کاموں سے نفرت کیا کرتے تھے تو مجھے بھی اپنے اندر تغیر پیدا کرنا پڑے گا پس وہ اپنے بدصورت چہرہ کو ان کے خوبصورت چہرہ سے ملانے سے گھبراتا ہے اور اس لئے تاریخ سے دُور بھاگتا ہے۔ جب آج کل کا مسلمان تاریخ کے آئینہ میں یہ دیکھتا ہے کہ اس کے باپ اور ماں ہماریسے بھی اونچے قدوں والے تھے۔ آسمان بھی ان کے دبدبہ سے کا پیتا تھا اور اس کے مقابلہ میں وہ اپنی تصویر کا خیال کرتا ہے کہ بالکل ایک بالشتیہ نظر آتا ہے اور اس کی مثال ایک کارک جتنی بھی نہیں جو دریا میں بہتا چلا جاتا ہے۔ سمندر کی لہریں اٹھتی ہیں اور اس کے آباء و اجداد کی مضبوط چٹان سے ٹکراتی ہیں اور وہ بلند و بالا ہونے والی لہریں جن کو دیکھ کر بسا اوقات انسان یہ خیال کرتا ہے کہ وہ دنیا کو ہما کر لے جائیں گی وہ اس کے آباء و اجداد کی چٹانوں سے ٹکرا کر پاش پاش ہو جاتی ہیں۔ ان کا پانی جھاگ بن کر رہ جاتا ہے اور اس چٹان کے خدموں میں وہ جھاگ پھیل رہی ہوتی ہے۔ ہو ایس پلبے پھٹ پھٹ کر غائب ہوتے چلے جاتے ہیں اور اس کو نظر آتا ہے کہ اس کے آباء و اجداد کی کیا شان تھی پھر وہ اپنی

طرف دیکھتا ہے کہ ایک چھوٹی سی ندی جس کی حیثیت ہی نہیں ہوتی اس میں وہ ایک کارک کی طرح اِدھر اُدھر پھر رہا ہے کبھی وہ کسی چٹان سے ٹکراتا ہے اور کبھی کسی سے کبھی دائیں طرف چلا جاتا ہے اور کبھی بائیں طرف۔ کبھی وہ نس و عاشاک کے ڈھیروں میں ٹھپ جاتا ہے اور کبھی گندی بھاگ میں، اور ہر شخص اس کی لرزتی اور لپکتی ہوئی حالت کو دیکھ کر اس سے اپنا منہ پھیر لیتا ہے اور کہتا ہے یہ کیا ہی ذلیل چیز ہے تاریخ سے بھاگنے والا وہی بزدل ہوتا ہے جس میں یہ جرأت نہیں ہوتی کہ وہ حقائق کے آئینہ میں اپنے باپ دادا کی شکل کے سامنے اپنی شکل رکھ سکے۔ بہادر اور نمت والا انسان خود جاتا ہے اور اس آئینہ کو اٹھاتا ہے اور وہ اس آئینہ میں اپنی شکل کو دیکھ کر اپنے مستقبل کا فیصلہ کرتا ہے اور کہتا ہے ہاں میرے آباء و اجداد اگر چٹان تھے تو میں بھی چٹان بن کر رہوں گا۔ وہ اگر طوفان تھے تو میں ان سے بھی اونچا طوفان بنوں گا۔ وہ اگر سمندر کی لہروں کی طرح اٹھتے تھے تو میں ان سے بھی اونچا اٹھوں گا۔ تم جانتی ہو کہ وہ لڑکی جس کے نمبر کلاس میں زیادہ ہوتے ہیں وہ نمبروں کو چھپاتی نہیں بلکہ ہر ایک کو بتاتی ہے۔ نمبروں کا بتانا ایسا ہی ہوتا ہے جیسے انسان کا اپنا منہ دکھانا۔ وہ اپنا اندرون دکھاتی ہے۔ اور جس کے نمبر کم ہوتے ہیں وہ ان کو چھپایا کرتی ہے۔ پس تاریخ کے پڑھنے سے گریز درحقیقت بزدلی کی علامت ہے۔ درحقیقت یہ اس بات کی علامت ہے کہ اس شخص کو اپنے مکروہ چہرے کا پتہ ہے اور اس شخص کو اپنے آباء و اجداد کے حسین چہرے کا بھی پتہ ہے مگر ان دونوں باتوں کے معلوم ہونے کے بعد وہ جرأت نہیں رکھتا کہ ایک آئینہ میں دونوں کی اکٹھی شکل دیکھ سکے۔

یہاں تک تو میں نے صرف عام پیرایہ میں اس مضمون کی اہمیت بیان کی ہے اگر مذہبی پہلو سے تو تاریخ ہی ایک مسلمان کو بتا سکتی ہے کہ کس طرح ایک ریگستان سے ایک انسان اٹھا اور اس نے اپنی مقناطیسی قوت سے اپنے ارد گرد کے فولادی ذروں کو جمع کرنا شروع کیا پھر ہتھوڑے ہی عرصہ میں وہ ایک علاقہ میں پھیل گیا، پھر ملک میں پھیل گیا، پھر زمین کے تمام گوشوں میں چتے چتے پر اس کی جماعت پھیل گئی۔ قرآن کریم نے مسلمانوں کا ذکر کرتے ہوئے ایک جگہ ان کا نام ”بَرَرّہ“ اور ”سَعْرّہ“ رکھا ہے یعنی ان کے قدم گھر میں ٹکتے ہی نہیں تھے۔ دنیا کے گوشوں گوشوں میں پھینتے چلے جاتے تھے اور جہاں جاتے تھے اپنی خوش اخلاقی اور اعلیٰ درجہ کے چلن کی خوشبو پھیلاتے جاتے تھے لیکن کجا وہ پھیلنے والا مسلمان اور کجا آج کا سمٹنے والا مسلمان۔ کجا وہ زمانہ کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ میں فرمایا کہ مردم شمار ہی کر دو

اور دیکھو کہ اب کتنے مسلمان ہو چکے ہیں۔ مردم شماری کی گئی اور مسلمان مردوں، عورتوں اور بچوں کی تعداد سات سو نکلی۔ تم جانتی ہو کہ ربوہ کی آبادی اس وقت اڑھائی ہزار کے قریب ہے گویا تمہاری ربوہ کی آبادی کا پانچ حصہ تھے۔ اور یہ وہ مردم شماری تھی جو ساری دنیا کے مسلمانوں کی تھی کیونکہ اس وقت مدینہ سے باہر مسلمان بہت تھوڑے تھے سوائے حبشہ کے کہ وہاں کوئی پچاس کے قریب مسلمان ہوں گے یا مکہ میں کچھ مسلمان تھے جو ڈر کے مارے اپنے ایمان کا اظہار نہیں کرتے تھے اور کھلے بندوں اسلام میں شامل نہیں تھے۔ غرض مردم شماری کی گئی اور سات سو کی آبادی نکلی۔ وہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے سپرد یہ کام تھا وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! مسلمانوں کی آبادی سات سو نکلی ہے۔ پھر انہوں نے کہا یا رسول اللہ! آپ نے مردم شماری کا حکم کیوں دیا تھا؟ کیا آپ کو یہ خیال آیا کہ مسلمان تھوڑے ہیں؟ یا رسول اللہ! اب تو ہم سات سو ہو گئے ہیں اب ہمیں دنیا سے کون ٹرا سکتا ہے؟ آج کہا جاتا ہے کہ مسلمان ساٹھ کروڑ ہیں لیکن ان کا ساٹھ کروڑ کا دل اتنا مضبوط نہیں بنتا ان سات سو کا دل مضبوط تھا۔ آخر یہ تفاوت جو دلوں کے اندر ہے تمہیں اس کا کس طرح پتہ لگ سکتا ہے بغیر تاریخ کے مطالعہ کے۔ ایک ایک مسلمان نکلتا تھا اور دنیا کی طاقتیں اس کے سامنے ٹھک جاتی تھیں۔ وہ نقاتل نہیں تھا بلکہ خود اپنی ذات میں اپنے آپ کو آدم سمجھتا تھا۔ وہ بتیں رکھتا تھا کہ دنیا میری نفل کرنے گی میرا کام نہیں کہ میں اس کی نفل کروں۔ تم اگر تاریخ پڑھو تو تمہیں پتہ لگے گا کہ آج تم ہر بات میں یورپ کی نفل کر رہی ہو تم بعض دفعہ کہہ دیتی ہو فلاں تصویر میں میں نے ایسے بال دیکھے تھے اُف جب تک میں بھی ایسے بال نہ بنا لوں مجھے چین نہیں آئے گا، فلاں پوڈر نکلا ہے جب تک میں اسے خرید نہ لوں مجھے قرار نہیں آئے گا۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ تم سمجھتی ہو کہ تمہارا دشمن بڑا ہے اور تم چھوٹی ہو۔ اگر تم بڑی ہو تو اس کا کام ہے کہ وہ تمہاری نفل کرے اور اگر وہ بڑا ہے تو پھر تمہارا کام ہے کہ تم اس کی نفل کرو۔

حضرت عمرؓ کے زمانہ میں اسلامی لشکر ایران کے ساتھ ٹکڑے رہا تھا کہ بادشاہ کو خیال آیا کہ یہ عرب ایک غریب ملک کے رہنے والے بھوکے ننگے لوگ ہیں اگر ان کو انعام کے طور پر کچھ روپیہ دے دیا جائے تو ممکن ہے یہ لوگ واپس چلے جائیں اور لڑائی کا خیال ترک کر دیں چنانچہ اس نے مسلمانوں کے کانڈرائیجٹ کو کھلا بھیجا کہ اپنے چند آدمی میرے پاس بھجوا دیجئے جائیں میں ان سے گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔ جب وہ ملنے کے لئے آئے تو اس وقت بادشاہ بھی اپنے دار الخلافہ سے نکل کر کچھ دور آگے آیا ہوا تھا اور

عیش اور تنعم کا ہر قسم کا سامان اس کے ساتھ تھا۔ نہایت قیمتی قالین کچھے ہوئے تھے۔ نہایت اعلیٰ درجہ کے کاؤچ اور گر سیان بھی ہوئی تھیں اور بادشاہ تخت پر بیٹھا ہوا تھا کہ مسلمان سپاہی آپہنچے سپاہیوں کے پاؤں میں آدھے پھلے ہوئے چمڑے کی جوتیاں تھیں جو مٹی سے اٹی ہوئی تھیں اور ان کے ہاتھوں میں نیزے تھے جس وقت وہ دروازے پر پہنچے جو بدار نے آواز دی کہ بادشاہ سلامت کی حضوری میں تم حاضر ہوئے ہو اپنے آپ کو ٹھیک کرو۔ پھر اس نے مسلمان افسر سے کہا تمہیں معلوم نہیں کہ کس قسم کے قیمتی قالین کچھے ہوئے ہیں تم نے اپنے ہاتھوں میں نیزے اٹھائے ہوئے ہیں ان نیزوں سمیت قالینوں پر سے گزرو گے تو ان کو نقصان پہنچے گا۔ اس مسلمان افسر نے کہا تمہارے بادشاہ نے ہم کو بلایا ہے ہم اپنی مرضی سے اس سے ملنے کے لئے نہیں آئے اگر ملنے کی احتیاج ہے تو اس کو ہم سے ہمیں نہیں، اسے اگر اپنے قالینوں کا خیال ہے تو اسے کہہ دو کہ وہ اپنے قالین اٹھالے ہم جوتیاں اتارنے یا نیزے اپنے ہاتھ سے رکھنے کے لئے تیار نہیں۔ اُس نے بہتر اپروٹسٹ کیا اور کہا کہ اندر نہایت قیمتی فرش ہے جوتیاں اتار دو اور نیزے رکھ دو مگر انہوں نے کہا یہ نہیں ہو سکتا اس نے ہم کو بلایا ہے ہم اپنی مرضی سے اس سے ملنے کے لئے نہیں آئے۔ غرض اسی حالت میں وہ اندر پہنچے۔ وہاں تو بڑے سے بڑا جرنیل اور وزیر بھی زمین بوس ہوتا اور بادشاہ کے سامنے سجدہ کرتا تھا مگر یہ تینی ہوئی چھاتیوں اور اٹھی ہوئی گردنوں کے ساتھ وہاں پہنچے بادشاہ کو سلام کیا اور پھر اس سے پوچھا کہ بادشاہ تم نے ہمیں کیوں بلایا ہے؟ بادشاہ نے کہا تمہارا ملک نہایت جاہل، لپست، در ماندہ اور مالی تنگی کا شکار ہے اور پھر عرب وہ قوم ہے کہ جو گوہر تک (ایک ادنیٰ جانور ہے) کھاتی ہے وہ عمدہ کھانوں سے نا آشنا ہے، عمدہ لباس سے نا آشنا ہے اور بھوک اور افلاس نے اسے پریشان کر رکھا ہے معلوم ہوتا ہے اس تنگی اور قحط کی وجہ سے تمہارے دلوں میں یہ خیال پیدا ہوا ہے کہ ہم دوسرے ملکوں میں جائیں اور ان کو لوٹیں یہیں تمہارے سامنے تمہاری اس تکلیف کو دیکھتے ہوئے یہ تجویز پیش کرتا ہوں کہ تمہارا جتنا لشکر ہے اس میں سے ہر سپاہی کو ایک ایک انٹرنی اور ہر افسر کو دو دو انٹرنیاں دے دوں گا تم یہ روپیہ لو اور اپنے ملک میں واپس چلے جاؤ مسلمان کہا اٹرنے کہا اے بادشاہ یہ جو تم کہتے ہو کہ ہماری قوم گوہر تک کھانے والی تھی اور ہم غربت اور ناداری میں اپنے ایام بسر کر رہے تھے یہ بالکل درست ہے ایسا ہی تھا مگر اب وہ زمانہ نہیں رہا خدا تعالیٰ نے ہم میں اپنا ایک رسول بھیجا اور اس نے ہم کو خدا تعالیٰ کا پیغام پہنچایا اور ہم نے اسے قبول

کر لیا تمہارا یہ خیال ہے کہ ہم پلوؤں کے لئے نکلے ہیں مگر ہم روپوؤں کے لئے نہیں نکلے تمہاری قوم نے ہم سے جنگ شروع کی ہے اور اب ہماری تلواریں تھی نیام میں جائیں گی جب یا تو کلمہ شہادت پڑھ کر مسلمان ہو جاؤ گے اور یا پھر مسلمانوں کے باجگزار ہو جاؤ گے اور ہمیں جزیہ ادا کرو گے۔ ایران کا بادشاہ جو اپنے آپ کو نصف دنیا کا بادشاہ سمجھتا تھا وہ اس جواب کو سن کر برداشت نہ کر سکا۔ اُسے غصہ آیا۔ اُس نے چوہدرے سے کہا جاؤ اور ایک بوری میں مٹی ڈال کر لے آؤ۔ وہ بوری میں مٹی ڈال کر لے آیا تو اس نے کہا یہ بوری اس مسلمان سردار کے سر پر رکھ دو اور اسے کہہ دو کہ میں تمہارے سروں پر خاک ڈالتا ہوں اور سوائے اس مٹی کے تمہیں کچھ اور دینے کے لئے تیار نہیں۔ وہ مسلمان افسر جس کی گردن ایران کے بادشاہ کے سامنے نہیں جھکی تھی اس موقع پر اُس نے فوراً اپنی گردن جھکا دی بیٹھ پر بوری رکھی اور اپنے ساتھیوں سے کہا کہ جاؤ بادشاہ نے خود ایران کی زمین ہمارے سپرد کر دی ہے۔ مشرک تو وہی ہوتا ہے بادشاہ نے یہ سنا تو اُس کے پاؤں تلے سے زمین نکل گئی اور اس نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ ان لوگوں کو جلدی پڑو مگر وہ اس وقت تک دوڑ نکل چکے تھے انہوں نے کہا اب یہ پکڑی جانے والی مخلوق نہیں ہے۔ پھر وہی بادشاہ جس نے یہ کہا تھا کہ میں تمہارے سروں پر خاک ڈالتا ہوں وہ میدان چھوڑ کر بھاگا پھر ملک چھوڑ کر بھاگا اور شمالی پہاڑیوں میں جا کر پناہ گزین ہو گیا اور اس کے قلعے اور محلات اور خزانے سارے کے سارے مسلمانوں کے قبضہ میں آ گئے۔

ابو ہریرہؓ، وہ غریب ابو ہریرہؓ جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں سارا دن بیٹھے رہنے کے خیال سے کوئی گزارہ کی صورت پیدا نہیں کرتا تھا اور جسے بعض دفعہ کئی کئی دن کے فاقے ہو جایا کرتے تھے ایک دفعہ وہ مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے کہ انہیں کھانسی اٹھی انہوں نے اپنی جیب میں سے رومال نکالا اور اس میں بلغم ٹھوکا اور پھر کھانسی بجھائی یعنی واہ واہ ابو ہریرہؓ کبھی تو تو فاقوں سے ہیرویش ہو جایا کرتا تھا اور آج تو کسریٰ کے اُس رومال میں ٹھوک رہا ہے جسے بادشاہ تخت پر بیٹھتے وقت اپنی شان دکھانے کے لئے خاص طور پر اپنے ہاتھ میں رکھا کرتا تھا۔ لوگوں نے کہا یہ کیا بات ہے۔ انہوں نے کہا میں سہمزی زمانہ میں مسلمان ہوا تھا میں نے اس خیال سے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی باتیں لوگوں نے بہت کچھ سن لی ہیں اور اب میرے لئے بہت تھوڑا زمانہ باقی ہے یہ عہد کر لیا کہ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازہ سے نہیں ہوں گا سارا دن مسجد میں ہی رہوں گا تا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب

بھی باہر تشریف لائیں میں آپ کی باتیں سن سکوں کچھ دن تو میرا بھائی مجھے روٹی پہنچاتا رہا مگر آخر اس نے روٹی پہنچانی چھوڑ دی اور مجھے فاتحے آنے لگے بعض دفعہ سات سات وقت کا فاقہ ہو جاتا تھا اور جھوک کی شدت کی وجہ سے میں بے ہوش ہو کر گر جاتا تھا۔ لوگ یہ سمجھتے کہ مجھے مرگی کا دورہ ہو گیا ہے۔ اور عربوں میں یہ رواج تھا کہ جب کسی کو مرگی کا دورہ ہوتا تو وہ اس کے سر پر جوتیاں مارا کرتے تھے اور سمجھتے تھے کہ یہ مرگی کا علاج ہے۔ جب میں بے ہوش ہوتا تو میرے سر پر بھی وہ جوتیاں مارنی شروع کر دیتے حالانکہ میں جھوک کی شدت کی وجہ سے بے ہوش ہوتا تھا۔ اب کجا وہ حالت اور کجا یہ حالت کہ ایران کا خزانہ مسلمانوں کے قبضہ میں آیا اور اموال تقسیم ہوئے تو وہ رومال جو شاہ ایران تخت پر بیٹھے وقت اپنے ہاتھ میں رکھا کرتا تھا وہ میرے حصہ میں آیا مگر ایران کا بادشاہ تو آرائش کے لئے اس رومال کو اپنے ہاتھ میں رکھا کرتا تھا اور میرے نزدیک اس رومال کی صرف اتنی قیمت ہے کہ میں اس میں اپنا بلغم جھوک رہا ہوں۔

سوائے تاریخ کے کوئی چیز ہے جو تمہیں اپنے آباء کے ان حالات سے واقف کر سکتی ہے اور تمہیں بتا سکتی ہے کہ تم کیا تھے اور اب کیا ہو۔ کسی ملک میں مسلمان عورت نکل جاتی تھی تو لوگوں کی مجال تک نہیں ہوتی تھی کہ وہ اس کی طرف اپنی آنکھ اٹھا سکیں آج کل رتوہ کی کلیوں میں احمدی عورتیں پھرتی ہیں تو ہمیں ڈر ہوتا ہے کہ ایسا نہ ہو باہر کا کوئی اوباشن یہاں آیا ہو اور وہ کوئی شرارت کر دے لیکن ایک وہ زمانہ گزرا ہے کہ مسلمان عورتیں دنیا کے گوشے گوشے میں جاتیں اکیلے اور تنہا جاتیں اور کسی کو جرات نہیں ہوتی تھی کہ وہ ان کی طرف ترہی نگاہ سے دیکھ سکے اور اگر کبھی کوئی ایسی غلطی کر بیٹھتا تو وہ اس کا ایسا خمیازہ بھگتتا کہ نسلوں نسل تک اس کی اولاد ناک رگڑتی چلی جاتی۔

مسلمان اپنے ابتدائی دور میں ہی دنیا میں پھیل گئے تھے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پر ابھی اسی نوے سال ہی گزرے تھے کہ وہ چین اور ملایا اور سیلون اور ہندوستان کے مختلف گوشوں میں پھیل گئے۔ ادھر وہ افریقہ کے مغربی ساحلوں تک چلے گئے تھے اور ان کی لہریں یورپ کے پہاڑوں سے ٹکرا رہی تھیں۔ اس ابتدائی دور میں مسلمانوں کا ایک خانہ جس کو سیلون کے بدھ بادشاہ نے خلیفہ وقت کے لئے کچھ تحائف بھی دئے تھے سیلون سے روانہ ہوا اور اُسے سندھ میں

ٹوٹ لیا گیا۔ سندھ میں ان دنوں راجہ داہر کی حکومت تھی۔ جب اس قافلہ کے ٹوٹ جانے کی خبر مشہور ہوئی تو گورنر عراق کا والی مکران کو حکم پہنچا کہ ہمارے پاس یہ خبر پہنچی ہے کہ مسلمانوں کا ایک قافلہ جو کیمیلوں سے چلا تھا وہ سندھ میں ٹوٹا گیا اور مسلمان مرد اور عورتیں قید ہیں تم اس واقعہ کی تحقیق کر کے ہمیں اطلاع دو۔ والی مکران نے راجہ داہر سے دریافت کیا تو اس نے اس واقعہ سے انکار کر دیا۔ مسلمان چونکہ خود راہِ استباز تھے اس لئے وہ سمجھتے تھے کہ دوسرے لوگ بھی سچ بولتے ہیں۔ جب راجہ داہر نے انکار کر دیا تو انہوں نے بھی مان لیا کہ یہ بات سچ ہوگی۔ کچھ عرصہ کے بعد ایک اور قافلہ انہوں نے اسی طرح ٹوٹا اور ان میں سے بھی کچھ عورتیں انہوں نے قید کیں۔ ان عورتوں میں سے ایک عورت نے کسی طرح ایک مسلمان کو جو قید نہیں ہوا تھا یا قید ہونے کے بعد کسی طرح رہا ہو گیا تھا، کہا کہ میرا پیغام مسلمان قوم کو پہنچا دو کہ ہم یہاں قید ہیں اور مسلمان حکومت کا فرض ہے کہ وہ ہم کو بچائے۔ اس وقت خلیفہ بنو امیہ افریقہ پر چڑھائی کی تجویزیں کر رہا تھا اور سپین فتح کرنے کی سکیم بن رہی تھی اور تمام علاقوں میں یہ احکام جاری ہو چکے تھے کہ جتنی فوج میسر آسکے وہ افریقہ کے لئے بھجوا دی جائے۔ اس وقت وہ پیغام پہنچا اور اس نے عراق کے گورنر کو جو حجاج نامی تھا اور جو سخت بدنام تھا یہ پیغام پہنچایا۔ اس میں بدنامی کی بھی باتیں ہوں گی مگر اس جیسا نڈر، بہادر اور اسلام کے لئے قربانی کرنے والا آدمی بھی اس زمانہ میں ہمیں شاذ و نادر ہی نظر آتا ہے۔ اس نے والے نے حجاج سے کہا کہ میں سندھ سے آیا ہوں وہاں یکے بعد دیگرے دو مسلمان قافلے ٹوٹے گئے اور کئی مسلمان قید ہیں۔ راجہ داہر نے گورنر مکران سے یہ بالکل جھوٹ کہا ہے کہ ایسا کوئی واقعہ نہیں ہوا۔ حجاج نے کہا میں کس طرح مان لوں کہ تم جو کچھ کہہ رہے ہو درست کہہ رہے ہو۔ ہر بات کی دلیل ہوتی چاہئے لیکن کسی دلیل کے بغیر تمہاری بات نہیں مان سکتا۔ اس نے کہا آپ مانیں یا نہ مانیں واقعہ یہی ہے کہ وہ لوگ جھوٹ بول رہے ہیں۔ حجاج نے کہا اول تو تمہاری بات پر یقین کرینی کوئی وجہ نہیں ہم نے گورنر مکران کو لکھا اور اس نے جو جواب دیا وہ تمہارے اس بیان کے خلاف ہے دوسرے تمہیں یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ خلیفہ وقت کا حکم ہے کہ جتنی فوج میسر ہو افریقہ بھیج دو پس اس وقت ہم اپنی فوجوں کو کسی اور طرف نہیں بھیج سکتے۔ غرض اس نے ہر طرح سمجھایا مگر حجاج پر کوئی اثر نہ ہوا اور اس نے کہا میرے حالات اس قسم کے نہیں کہ میں اس طرف توجہ کر سکوں۔ جب وہ ہر طرح دلائل دے کر تھک گیا تو اس نے کہا میرے پاس آپ کے لئے اور خلیفہ وقت کے لئے ایک پیغام بھی ہے۔ حجاج

نے کہا وہ کیا ہے۔ اس نے کہا جب میں چلا ہوں تو ایک مسلمان عورت جو قید ہونے کے خطرہ میں تھی اور اس وقت تک قید ہو چکی ہوگی اس نے مجھے یہ پیغام دیا تھا کہ اسلامی خلیفہ اور عراق کے گورنر کو ہماری طرف سے یہ پیغام دے دیں کہ مسلمان عورتیں ظالم ہندوؤں کے ہاتھ میں قید ہیں اور ان کی عزت اور ان کا ناموس محفوظ نہیں ہے ہم مسلمان قوم سے مطالبہ کرتی ہیں کہ وہ اپنے فرض کو ادا کرے اور ہمیں یہاں سے بچانے کی کوشش کرے۔ کوئی ملک نہیں کوئی قوم نہیں دو یا تین عورتیں ہیں اور بیس یا پچیس مرد ہیں جن کے بچانے کے لئے بعض دفعہ ضلع کا ڈپٹی کمشنر بھی یہ کہہ دیتا ہے کہ میرے پاس سپاہی موجود نہیں یہ ایک معمولی واقعہ ہے اس کا حجاج پر یہ اثر ہوتا ہے کہ وہی حجاج جو یہ کہہ رہا تھا کہ ہمارے پاس فوج نہیں ہم یورپ پر حملہ کی تیاری کر رہے ہیں وہ اس پیغام کو سن کر گھبرا گھڑا ہو گیا۔ اور جب اس آنے والے آدمی نے پوچھا کہ اب آپ مجھے کیا جواب دیتے ہیں تو حجاج نے کہا اب کہنے اور سننے کا کوئی وقت باقی نہیں اب میرے لئے کوئی اور فیصلہ کرنے کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اب اس کا جواب ہندوستان کی فوج کو ہی دیا جائے گا۔ چنانچہ اس نے بادشاہ کو لکھا اس نے بھی یہی کہا کہ ٹھیک فیصلہ ہے اب ہمارے لئے غور کرنے کا کوئی موقع باقی نہیں۔ اور اس فیصلہ کے مطابق مسلمان فوج سندھ کے لئے روانہ کر دی گئی۔ درمیان میں کوئی ہزار میل کا فاصلہ ہے یا اس سے بھی زیادہ۔ اور اس زمانہ میں موٹروں کے ساتھ بھی اس فاصلہ کو آسانی کے ساتھ طے نہیں کیا جاسکتا تھا لیکن بادشاہ نے حکم دیا کہ اب مسلمانوں کی عزت اور ناموس کا سوال ہے بغیر کسی التواء کے جلد سے جلد منزل مقصود پر مسلمانوں کا پہنچنا ضروری ہے چنانچہ مسلمان درمیان میں کہیں ٹھہرے نہیں۔ انہوں نے اونٹوں اور گھوڑوں پر رات اور دن سفر کیا اور بارہویں دن اس فاصلہ کو جو آج ریلوں اور موٹروں کے ذریعہ بھی اتنے قلیل عرصہ میں طے نہیں کیا جاسکتا اپنی انتھک محنت اور کوشش کے ساتھ طے کرتے ہوئے وہ ہندوستان کی سرحد پہنچ گئے۔

اب تو تمہارا اپنا وجود ہی بتا رہا ہے کہ اس مہم کا نتیجہ کیا ہوا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ وہ آٹھ ہزار سپاہی جو بصرہ سے چلا تھا اس آٹھ ہزار سپاہی نے دو میدنہ کے اندر اندر سندھ، ملتان اور اس کے گرد و نواح تک کو فتح کر لیا اور وہ قیدی بچائے گئے۔ عورتیں بچالی گئیں۔ اور سندھ کا ملک جس میں راجہ داہر کی حکومت تھی اسے سارے کا سارا فتح کر لیا گیا اور پھر مسلمان لشکر ملتان کی طرف بڑھا۔

مگر قسمتی سے بادشاہ کی وفات کے بعد اس کا بھائی تخت نشین ہوا اسے ان لڑائیوں میں بادشاہ

سے بھی اختلاف تھا اور افسروں سے بھی اختلاف تھا جب اپنے بھائی کی وفات کے بعد وہ حکومت کے تخت پر بیٹھا تو اس نے محمد بن قاسم کو جو ایک فاتح جرنیل تھا اور جو ارادہ رکھتا تھا کہ حملہ کر کے بنگال تک چلا جائے معزول کر کے واپس آنے کا حکم دے دیا اور جب وہ واپس آیا تو اسے قتل کروادیا ورنہ ہندوستان کا نقشہ آج بالکل اور ہوتا آج صرف یہاں پاکستان نہ ہوتا بلکہ سارا ہندوستان ہی پاکستان ہوتا جن ملکوں کو عربوں نے فتح کیا ہے ان میں اسلام اس طرح داخل ہوا ہے کہ کوئی شخص اسے قبول کرنے سے بچا نہیں۔ غیر قومیں جو ہندوستان میں آئی ہیں ان کے اندر تبلیغی جوش نہیں تھا اس لئے انہوں نے چند علاقوں کو فتح کیا ہے۔ وہاں کے رہنے والوں میں اسلام کی دشمنی بھی تھی، اسلامی تعلیم سے منافرت بھی تھی۔ اور پھر ان فاتح اقوام کا سلوک بھی زیادہ اچھا نہیں تھا لیکن عرب تو اس طرح بچ جاتا تھا کہ وہ جس ملک میں جاتا اپنے آپ کو حاکم نہیں سمجھتا تھا بلکہ لوگوں کا خادم سمجھتا تھا نتیجہ یہ ہوتا تھا کہ قحطی سے عرصہ میں ہی سارے کا سارا ملک مسلمان ہو جاتا۔ پس اگر اس زمانہ میں ہندوستان کو فتح کر لیا جاتا تو یقیناً آج ہندوستان، ایران اور مصر کی طرح ایک مسلمان ملک ہوتا کیونکہ وہ لوگ عربوں کا نمونہ دیکھتے تھے، ان کی خدمت اور حسن سلوک کو دیکھتے تھے۔ ان کی دیانت اور راستبازی کو دیکھتے تھے اور ان اخلاق سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہتے تھے۔ ان کے سامنے عرب اور غیر عرب کا سوال نہیں ہوتا تھا بلکہ صرف سچائی کا سوال ہوتا تھا اس کے بعد بغض اور کینے آپ ہی آپ مٹ جاتے ہیں۔

تمہارے باپ دادا کے یہ حالات سوائے تاریخ کے تمہیں اور کس ذریعہ سے معلوم ہو سکتے ہیں، یہی چیز ہے جو تمہیں فائدہ پہنچا سکتی ہے ورنہ محض "دو دو نے چار" سے یعنی دو کو دو سے ضرب دی جائے تو چار حاصل ہوتے ہیں تمہیں کیا نفع حاصل ہو سکتا ہے۔ لیکن اگر تم تاریخ پڑھو اور تم ذرا بھی عقل رکھتی ہو ذرا بھی جستجو کا مادہ اپنے اندر رکھتی ہو تو تمہاری زندگی منافع نہیں ہو سکتی۔

مضمون تو نہیں نے اور شروع کیا تھا مگر میں رو میں بہہ کر کہیں کا کہیں چلا گیا۔ میں کہہ رہا تھا کہ کبھی زمانہ بدلتا ہے اور لوگ اس کے ساتھ بدلتے چلے جاتے ہیں اور بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں جو اپنے ساتھ زمانوں کو بدل دیتے ہیں۔ مسلمان قوم وہ تھی جو زمانہ کے ساتھ نہیں بدلی بلکہ زمانہ کو اس نے اپنے ساتھ بدل دیا۔ وہ جہاں جہاں گئے انہوں نے لوگوں کو اپنے اخلاق کی نقل پر مجبور کر دیا، اپنے لباس کی نقل پر مجبور کر دیا، اپنے تمدن کی نقل پر مجبور کر دیا اور وہ دنیا کے استاد اور رہنما تسلیم کئے گئے۔

آج مسلمان عورت یورپ کی بے پردگی کی نقل کر رہی ہے حالانکہ کبھی وہ زمانہ تھا کہ مسلمان عورتوں کے پردہ کو دیکھ کر یورپ کی عورتوں نے پردہ کیا چنانچہ ننز (NUNS) کو دیکھ کر یورپ ایک بے پرد ملک تھا اور بے پردگی ان میں فیشن سمجھا جاتا تھا لیکن جب انہوں نے دیکھا کہ مسلمان عورت پردہ کرتی ہے تو بہت حد تک انہوں نے بھی پردہ لے لیا۔ چنانچہ ننز (NUNS) میں گو پورا پردہ نہ ہو لیکن ان کی نقاب بھی ہوتی ہے ان کی پیشانی بھی ڈھکی ہوئی ہوتی ہے اور ان کے جسم پر کوٹ بھی ہوتا ہے جس سے ان کے تمام اعضاء ڈھکے ہوئے ہوتے ہیں۔ اور گو ہم اسے پورا اسلامی پردہ نہ کہہ سکیں مگر تو بے فیصدی پردہ ان میں ضرور پایا جاتا ہے۔ حالانکہ یہ وہ عورت تھی جو اسلام کے، یورپ میں جانے سے پہلے ننگی پھرتی تھی اور جیسے بندریا کو ایک گھگھری پہنادی جاتی ہے اسی طرح انہوں نے ایک گھگھری پہنی ہوتی تھی چنانچہ یورپ کی پرانی تصویریں دیکھ کر عورتوں کے بازو، ٹانگیں اور سینہ وغیرہ سب ننگا ہوتا تھا مگر جب مسلمان عورتوں کو انہوں نے پردہ کرتے دیکھا تو انہوں نے بھی پردہ کے بہت سے حصوں کو لے لیا مگر یورپ اب پھر اسی پہلے زمانہ کی طرف جا رہا ہے اور مسلمان عورت بھی پردہ اتار کر خوش ہوتی ہے کہ وہ یورپ کی نقل کر رہی ہے آج کی مسلمان عورت یہ کہتی ہے کہ ہم زمانہ کے ساتھ چلیں اور پرانی مسلمان عورت کی جتنی کہ زمانہ میرے ساتھ چلے۔ یہ اپنی غلامی کا اقرار کرتی ہے اور وہ اپنی بادشاہی کا اعلان کرتی تھی کہ مجھے کیا ضرورت ہے کہ میں دوسروں کی نقل کروں لوگوں کا کام ہے کہ وہ میری نقل کریں۔

غرض میں کہہ رہا تھا کہ ایک زمانہ تھا کہ ہمارے لئے تعلیم میں مشکلات تھیں، ایک عیسائی قوم ہم پر حاکم تھی اور مغربی تعلیم دلوانے میں ہمارے لئے مشکلات تھیں۔ پس میں اس بات پر زور دیتا تھا کہ ہماری لڑکیاں دینیات کلاس میں پڑھیں اور اپنا سارا زور مذہبی اور دینی تعلیم کے حصول میں صرف کریں۔ اور شاید جماعت میں اکیلا میں تھا جو اس بات پر زور دیتا تھا ورنہ جماعت کے افسر کیا اور افراد کیا ان سب کی مختلف وقتوں میں ہی کوشش رہی کہ ہائی سکول کے ساتھ ایک بورڈنگ بنانے کی اجازت دے دی جائے تاکہ بیرونیات سے لڑکیاں آئیں اور وہ قادیان میں رہ کر انگریزی تعلیم حاصل کریں۔ اسی طرح اس بات پر بھی زور دیا جاتا رہا کہ لڑکیوں کے لئے کالج کھولنے کی اجازت دی جائے مگر میں نے ہمیشہ اس کی مخالفت کی لیکن آج میں اس زمانہ کالج کا افتتاح کر رہا ہوں۔ یہ تیسری قسم کی چیز ہے نہ میں زمانہ کے ساتھ بدلانا زمانہ میرے ساتھ بدلا بلکہ خدا تعالیٰ نے فرمان میں ایسی خوشگوار

تبدیلی پیدا کر دی کہ اب تعلیم کو اسلامی طریق کے ماتحت ہم کالج میں رائج کر سکتے ہیں۔ یہ کہ اس تعلیم کی آئندہ کیا تفصیلات ہوں گی اس کو جانے دو لیکن یہ کتنا خوشگوار احساس ہے کہ پاکستان بننے کے بعد یونیورسٹی کے مضامین میں ایک مضمون اسلامیات کا بھی رکھا گیا ہے جس میں اسلامی تاریخ پر خاص طور پر زور دیا جائے گا۔ پس ہم زمانہ کے ساتھ نہیں بدلے، زمانہ بھی ہمارے ساتھ نہیں بدلا کیونکہ جو زور ہمارے نزدیک اسلامی تعلیم پر ہونا چاہیے وہ ابھی نہیں ہے لیکن خدا تعالیٰ نے زمانہ کو سمجھ دیا ہے اور اسے کچھ ہمارے مطابق کر دیا ہے پس ان بدلے ہوئے حالات کے مطابق جبکہ ہم سہولت کے ساتھ کالج میں بھی دینیات کی تعلیم دے سکتے ہیں میں نے فیصلہ کیا کہ دینیات کلاسز کو اڑا دیا جائے اور اسی کالج میں ایلیوں کو زائد دینی تعلیم دی جائے تاکہ وہ کالج کی تعلیم کے ساتھ ساتھ دینی لحاظ سے بھی اعلیٰ درجہ کی معنومات حاصل کر لیں اور اسلام پر ان کی نظر وسیع ہو جائے۔ عیسائی حکومت جو تعلیم میں پہلے دخل دیا کرتی تھی وہ اب باقی نہیں رہی پس میں نے فیصلہ کیا کہ اب ہمیں کالج قائم کر دینا چاہیے تاکہ ہماری لڑکیاں اعلیٰ تعلیم حاصل کر کے پاکستان میں جو اعلیٰ تعلیمیافتہ عورتیں ہیں ان کی برابری کر سکیں اور ایک مقام پر ان کے ساتھ بیٹھ سکیں۔ گو ہونا تو یہ چاہیے کہ اس تعلیم کو حاصل کرنے کے بعد ہماری دماغی کیفیت اور تمہاری قلبی کیفیت اور تمہاری ذہانت دوسروں سے بہت بالا اور بلند ہو اور جب بھی تم ان کے پاس بیٹھو وہ پڑھوس کریں کہ تمہارا علم اور ہے اور ان کا اور۔ تمہارا علم آسمانی اور ان کا زمینی۔ اور اگر تم قرآن کریم کو سمجھنے کی کوشش کرو اور اس پر غور کرنے کی عادت ڈالو تو یہ کوئی بڑی بات نہیں۔

تم انٹرنس پاس ہو لیکن میں انٹرنس میں فیل ہوؤ تھا۔ بلکہ واقعہ تو یہ ہے کہ میں ٹرل پاس بھی نہیں کیونکہ میں ٹرل میں بھی فیل ہوؤ تھا۔ درحقیقت قانون کے مطابق میری تعلیم پرائمری تک ختم ہو جانی چاہیے تھی کیونکہ جہاں تک مجھے یاد ہے میں نے پرائمری کا امتحان بھی پاس نہ کیا تھا مگر چونکہ گھر کا سکول تھا اس لئے اساتذہ مجھے اگلے کلاسوں میں بٹھاتے چلے گئے پس میں پرائمری پاس بھی نہیں تھا اور تم تو میٹرک کا امتحان پاس کر چکی ہو پھر ایف۔ اے بنو گی اس کے بعد بی۔ اے بنو گی اور پھر انشاء اللہ ایم۔ اے کی کلاسز گھل جائیں گی اور تم ایم۔ اے ہو جاؤ گی۔ اگر تم یہ سمجھو کہ قرآن کریم کے علوم کے مقابلہ میں دنیا کے علوم بالکل پیچھے ہیں تو یقیناً تم تلاش کرو گی کہ قرآن کریم میں وہ علوم کیوں پائے جاتے ہیں۔ پہلے ہمیشہ ایمان پیدا ہوتا ہے اور پھر عمل پیدا ہوتا ہے اگر تمہیں یقین ہو کہ قرآن کریم میں وہ علم بھرا ہوا ہے جو دنیا میں نہیں تو یقیناً تم تلاش

کرو گی کہ وہ ہے کہاں؟ اور جب تم تلاش کرو گی تو وہ تمہیں مل جائے گا۔ قرآن کریم خود بتاتا ہے کہ وہ ایک بند خزانہ ہے اس کے الفاظ ہر ایک کے لئے کھلے ہیں۔ اس کی سورتیں ہر ایک کے لئے کھلی ہیں۔ مگر اُس کے لئے کھلی ہیں جو پہلے ایمان لاتا ہے۔ وہ فرماتا ہے لَا يَسْتَسْأَلُ إِلَّا الْمُطَهَّرُونَ ﴿۱۰﴾ وہ لوگ جو ہماری برکت اور رحمت سے مسح کئے جاتے ہیں وہی سمجھ سکتے ہیں کہ قرآن کریم میں کیا کچھ بیان ہوا ہے۔ باقی عربی کتابیں عربی جاننے سے سمجھی جاسکتی ہیں لیکن قرآن کریم ایمان سے سمجھا جاسکتا ہے اگر تمہیں کامل ایمان حاصل ہو اور پھر تم اس کو دیکھو تو اس میں کوئی شبہ نہیں کہ دنیا کی کسی مجلس میں دنیا کی کسی یونیورسٹی کی ڈگری یافتہ عورت سے تم نہیں ہو سکتیں وہ تمہیں اس طرح دکھیں گی جس طرح شاگرد اپنے اساتذہ اور معلمین کو دیکھتے ہیں کیونکہ تمہارے پاس وہ چیز ہو گی جو ان کے پاس نہیں ہو گی۔ مگر مصیبت یہ ہے کہ احمدی نوجوان بھی ابھی اس بات پر تو ایمان لے آیا ہے کہ خدا تعالیٰ نے اپنا ماور بھیجا۔ وہ اس بات پر بھی ایمان لے آیا ہے کہ احمدیت سچی ہے مگر ابھی اس بات پر اسے سخت ایمان حاصل نہیں ہوا کہ قرآن کریم میں ہر چیز موجود ہے اگر یہ بات حاصل ہو جاتی تو آج ہماری جماعت کہیں سے کہیں پہنچ جاتی۔ اگر تمہاری جیب میں روپیہ موجود ہو تو کیا ضرورت ہے تم صندوق کھولنے جاتی ہو تم اپنی جیب میں ہاتھ ڈالتی ہو اور روپیہ نکال لیتی ہو۔ اگر واقعہ میں ایک احمدی مرد اور عورت کے دل میں یہ ایمان ہو کہ قرآن کریم میں ہر چیز موجود ہے تو وہ کسی اور طرف جائے گا کیوں؟ وہ قرآنی پر غور کرے گا اور اسے وہ کچھ ملے گا جو اسے دوسری کتابوں سے مل سکتا ہی نہیں تب اُس کی زندگی دوسروں سے نیاہ اعلیٰ ہو گی اور وہ ان میں ایک ممتاز حیثیت کا حامل ہو گا۔ بے شک بعض مجبوریوں کی وجہ سے اُسے بھی یونیورسٹیوں میں پڑھنا پڑے گا مگر اس کو آخری ڈگری دینے والا کوئی چانس نہیں ہو گا، کوئی گورنر نہیں ہو گا، کوئی وزیر نہیں ہو گا بلکہ اُسے آخری ڈگری دینے والا خدا ہو گا اور ظاہر ہے کہ خدا تعالیٰ کی ڈگری کے مقابلہ میں انسانوں کی ڈگری کوئی حقیقت ہی نہیں رکھتی۔

غرض یہ کالج میں لے اس لئے کھولا ہے کہ اب دین اور دنیا کی تعلیم چونکہ مشترک ہو سکتی ہے اسلئے اسے مشترک کر دیا جائے۔ اس کالج میں پڑھنے والی دو قسم کی لڑکیاں ہو سکتی ہیں کچھ تو وہ ہوں گی جن کا مقصد یہ ہو گا کہ وہ تعلیم حاصل کرنے کے بعد دنیوی کام کریں اور کچھ وہ ہوں گی جن کا مقصد یہ ہو گا

کہ وہ تعلیم حاصل کرنے کے بعد دین کی خدمت کریں۔ یہیں دونوں سے کہتا ہوں کہ دینی خدمت بھی دُنیا سے الگ نہیں ہو سکتی اور دُنیا کے کام بھی دین سے الگ نہیں ہو سکتے۔

اسلام نام ہے خدا تعالیٰ کی محبت اور بنی نوع انسان کی خدمت کا۔ اور بنی نوع انسان کی خدمت ایک دنیوی چیز ہے جس طرح خدا تعالیٰ کی محبت ایک دینی چیز ہے۔ پس جب اسلام دونوں چیزوں کا نام ہو اور جب وہ لڑکی جو اس لئے پڑھتی ہے کہ تعلیم حاصل کرنے کے بعد دُنیا کا کام کرے اور وہ لڑکی جو اس لئے پڑھتی ہے کہ تعلیم حاصل کرنے کے بعد دین کا کام کرے دونوں اپنے آپ کو مسلمان کہتی ہیں تو اس کے معنی یہ ہیں کہ جو لڑکی اس لئے پڑھتی ہے کہ وہ دُنیا کا کام کرے اُسے کیا معلوم ہے کہ خدا تعالیٰ سے محبت کرنا بھی دین کا حصہ ہے اور جو لڑکی اس لئے پڑھتی ہے کہ وہ دین کا کام کرے اسے کیا معلوم ہے کہ بنی نوع انسان کی خدمت کرنا بھی دین کا حصہ ہے پس دونوں کا مقصد مشترک ہو گیا جو دینی خدمت کی طرف جانے والی ہیں انہیں یاد رکھنا چاہیے کہ بنی نوع انسان کی خدمت کرنا بھی دین کا حصہ ہے۔ دین کے معنی صرف سبحان اللہ سبحان اللہ کرنے کے نہیں بلکہ خدا تعالیٰ کی مخلوق کی خدمت کرنے اور اُن کے دکھ درد کو دور کرنے میں حصہ لینے کے بھی ہیں۔ اور جو لڑکیاں دُنیا کا کام کرنا چاہتی ہیں انہیں یاد رکھنا چاہیے کہ اسلام نے خدا تعالیٰ کی محبت پر بھی زور دیا ہے پس انہیں دنیوی کاموں کے ساتھ خدا تعالیٰ کی محبت کو کبھی نظر انداز نہیں کرنا چاہیے بلکہ ہمیشہ اُس کی محبت اپنے دلوں میں زیادہ سے زیادہ پیدا کرتے چلے جانا چاہیے۔ اور چونکہ دونوں قسم کی لڑکیاں درحقیقت ایک ہی مقصد اپنے سامنے رکھتی ہیں اس لئے وہ جو اختلاف تمہیں اپنے اندر نظر آ سکتا تھا وہ نہ رہا اور تم سب کا ایک ہی مقصد اور ایک ہی مدعا ہو گیا۔

پس یہ مقصد ہے جو تمہارے سامنے ہو گا اور اس مقصد کے لئے تمہیں دینی رُوح بھی اپنے اندر پیدا کرنی چاہیے اور بنی نوع انسان کی خدمت کا جذبہ بھی اپنے اندر پیدا کرنا چاہیے تاکہ وہ مقصد پورا ہو جس کے لئے تم اس کالج میں تعلیم حاصل کرنے کے لئے آئی ہو۔ دوسرے کالجوں میں پڑھنے والی لڑکیاں ہو سکتی ہیں کہ خدا تعالیٰ کو بھلا کر دنیوی کاموں میں ہی منہمک ہو جائیں مگر چونکہ یہ کالج احمدیہ کالج ہے اس لئے تمہارا فرض ہو گا کہ تم دونوں دامنوں کو مضبوطی سے پکڑے رہو اگر ایک دہائی بھی تمہارے ہاتھ سے چھٹ بجاتا ہے تو تم اس مقصد کو پورا نہیں کر سکتیں جو تمہارے سامنے رکھا گیا ہے

اور جس کے پورا کرنے کا تم نے اقرار کیا ہے۔ پس ان ہدایات کے ساتھ میں احمدیہ زنانہ کالج کے افتتاح کا اعلان کرتا ہوں اور امید کرتا ہوں کہ جو اس کالج میں پڑھانے والی ہوں گی وہ بھی اس بات کو مدنظر رکھ کر پڑھائیں گی کہ طالبات کے اندر ایسی آگ پیدا کی جائے جو ان کو پارہ کی طرح ہر وقت بے قرار اور مضطرب رکھے۔ جس طرح پارہ ایک جگہ پر نہیں ٹکنا بلکہ وہ ہر آن اپنے اندر ایک اضطرابی کیفیت رکھتا ہے اسی طرح تمہارے اندر وہ سیلاب کی طرح تر پٹنے والا دل ہونا چاہیے جو اس وقت تک تمہیں چپیں نہ لینے دے جب تک تم احمدیت اور اسلام کو اور احمدیت اور اسلام کی حقیقی رُوح کو دُنیا میں قائم نہ کر دو۔ اسی طرح پروفیسروں کے اندر بھی یہ جذبہ ہونا چاہیے کہ وہ صحیح طور پر تعلیم دیں۔ اخلاقِ فاضلہ سکھائیں اور سچائی کی اہمیت تم پر روشن کریں۔ تمہیں بُرا تو لگے گا مگر واقعہ یہی ہے کہ عورت سچ بہت کم بولتی ہے۔ اس کے نزدیک اپنے خاوند کو خوش کرنے کی اہمیت زیادہ ہوتی ہے اور سچائی کی کم۔ جب اسے پتہ لگتا ہے کہ فلاں بات کے معلوم ہونے پر میرا خاوند ناراض ہو گا تو بھی اس معاملہ میں جھوٹ ہی بولتی ہے سچائی سے کام نہیں لیتی کیونکہ وہ ڈرتی ہے کہ اگر میں نے سچ بولا تو میرا خاوند ناراض ہو گا۔ وہ ایک طرف تو یہ دعویٰ کرتی ہے کہ میں محکوم نہیں مجھے مرد کے برابر حقوق حاصل ہیں اور دوسری طرف وہ مرد سے ڈرتی ہے۔ اگر اس کا مرد سے ڈرنا ٹھیک ہے تو پھر وہ محکوم ہے، اُسے دُنیا کے کسی فلسفہ اور کسی قانون نے آزا نہیں کیا۔ اور اگر وہ مرد کے برابر قوی رکھتی ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ وہ جھوٹ بولے اور اسی طرح صداقت پر قائم نہ رہے جس طرح آزاد مرد صداقت پر قائم رہتے ہیں یہ ایک چھوٹا مسئلہ ہے لیکن تمہاری اصلاح کے ساتھ نہایت گہرا تعلق رکھتا ہے۔ تمہیں اپنے دل میں یہ فیصلہ کرنا چاہیے کہ تم آزاد ہو یا نہیں۔ اگر تم آزاد نہیں ہو تو کہو کہ خدائے ہم کو غلام بنا دیا ہے۔ اور چھوڑو اس بات کو کہ تمہیں مردوں کے برابر حقوق حاصل ہونے چاہئیں۔ اور اگر تم آزاد ہو تو خاوند کے ڈر کے مارے جھوٹ بولنا اور راستی کو چھپانا یہ لغو بات ہے۔ اسی طرح میں دیکھتا ہوں کہ ہمارے ملک کی عورت میں کام کرنے کی عادت بہت کم ہے۔ لجنہ بنی ہوئی ہے اور کئی دفعہ میں اسے اس طرف توجہ بھی دلا چکا ہوں مگر ہنوز رِزِاؤل والا معاملہ ہے۔

تمہیں اپنے کالج کے زمانہ میں اس بات پر بھی غور کرنا چاہیے کہ عورت کی زندگی زیادہ سے زیادہ کس طرح مفید بنائی جاسکتی ہے۔ یہ پُرانا دستور جو ہمیشہ سے چلا آیا ہے اور اب بھی ہے کہ کھانا پکانے

کا کام عورت کے ذمہ ہے اس میں اب تبدیلی کی ضرورت ہے کیونکہ اس کے نتیجہ میں عورت صرف کھانے پینے کے کام کے لئے ہی رہ گئی ہے اس کے پاس کوئی وقت ہی نہیں بچتا جس میں وہ دینی یا مذہبی یا قومی کام کر سکے۔ یورپ کے مدبرین نے مل کر اس کا کچھ حل سوچا ہے اور اس وجہ سے انکی عورتوں کا بہت سا وقت بچ جاتا ہے مثلاً یورپ نے ایک قسم کی روٹی ایجاد کر لی ہے جسے ہمارے ہاں ڈبل روٹی کہتے ہیں۔ یہ روٹی عورتیں گھر میں نہیں پکاتیں بلکہ بازار سے آتی ہے اور مرد، عورتیں اور بچے سب اسے استعمال کرتے ہیں۔ مجھے یہ تو معلوم نہیں کہ بادشاہ کے ہاں کیا دستور ہے آیا اس کی روٹی بازار سے آتی ہے یا نہیں لیکن یورپ میں ایک لاکھ میں سے ننانوے ہزار نو سو ننانوے یقیناً بازار میں روٹی ہی کھاتے ہیں اور اس طرح وہ اپنا بہت سا وقت بچا لیتے ہیں۔ اس کے علاوہ انہوں نے اس قسم کے کھانا پکانے کے برتن (COOKER) نکالے ہوئے ہیں جن سے بہت کم وقت میں سبزی اور گوشت وغیرہ تیار ہو جاتا ہے۔ پھر انہوں نے اپنی زندگیوں میں اس طرح ڈھال لی ہیں کہ عام طور پر وہ ہوٹلوں میں کھانا کھاتے ہیں۔ یورپ میں بالعموم چار کھانے ہوتے ہیں۔ صبح کا ناشتہ، دوپہر کا کھانا، شام کا ناشتہ اور رات کا کھانا۔ عام طور پر درمیانی طبقہ کے لوگ صبح کی چائے گھر پر تیار کر لیتے ہیں باقی دوپہر کے کھانے اور شام کی چائے وہ ہوٹل میں کھا لیتے ہیں اور شام کا کھانا گھر پر پکاتے ہیں پھر سرد ملک ہونے کی وجہ سے ایک وقت کا کھانا کئی کئی وقت چلا جاتا ہے۔ اور پھر کھانے انہوں نے اس قسم کے ایجاد کر لئے ہیں جن کا ذخیرہ کیا جاسکتا ہے مثلاً COLD MEAT ہے۔ روٹی بازار سے منگوالی اور کولڈ میٹ کے ٹکڑے کاٹ کر اس سے روٹی کھالی لیکن ہمارے ہاں ہر وقت چولہا جلتا ہے۔ جب تم کالج میں تعلیم حاصل کرنے کے لئے آتی ہو تو تمہیں یہ بھی سوچنا پڑے گا کہ تم اپنی زندگی کس طرح گزارو گی۔ اگر چولہے کا کام تمہارے ساتھ رہا تو پھر پڑھائی بالکل بیکار چلی جائے گی۔ تمہیں غور کر کے اپنے ملک میں ایسے تغیرات پیدا کرنے پڑیں گے کہ چولہے چھونکنے کا شغل بہت کم ہو جائے اگر یہ شغل اسی طرح جاری رہا تو پڑھائی سب خواب و خیال ہو کر رہ جائے گی۔ یہی چولہا چھونکنے کا شغل اگر کم سے کم وقت میں محدود کر دیا جائے مثلاً اس کے لئے ایک گھنٹہ صبح اور ایک گھنٹہ شام رکھ لیا جائے تب بھی اور کاموں کے لئے تمہارے پاس بہت سا وقت بچ سکتا ہے۔ یہ مت خیال کرو کہ تم نوکر رکھ لو گی، نوکر رکھنے کا زمانہ اب جا رہا ہے اب ہر شخص نوکر نہیں رکھ سکے گا بلکہ بہت بڑے بڑے

لوگ ہی نوکر رکھ سکیں گے کیونکہ نوکروں کی تنخواہیں بڑھ رہی ہیں اور ان تنخواہوں کے ادا کرنے کی متوسط طبقہ کے لوگوں میں بھی استطاعت نہیں ہو سکتی۔ جب میں یورپ میں گیا ہوں تو اُس وقت تک ابھی نوکروں کی تنخواہیں اتنی زیادہ نہیں ہوتی تھیں تب ہم نے جو عورت رکھی ہوئی تھی اسے ہم ۲۱ شلنگ ہفتہ وار یا ساٹھ روپیہ ماہوار دیا کرتے تھے اور ساتھ ہی کھانا بھی دیتے تھے۔ پھر ان کی یہ شرط ہوئی کہ ہفتہ میں ایک دن کی پوری اور ایک دن کی آدھی چھٹی ہوگی۔ ڈیڑھ دن تو اس طرح بیکل گیا جس میں گھر والوں کو خود کام کرنا پڑتا تھا۔ آقا بہتری شور مچاتی رہے کہ کام بہت ہے وہ کہیں میں نہیں آ سکتی کیونکہ میری چھٹی کا دن ہے۔ پھر جتنا وقت مقرر ہو اُس سے زیادہ وہ کام نہیں کرے گی کتنا بھی کام پڑا ہو وہ فوراً چٹو کر چلی جائے گی اور کہے گی کہ وقت ہو چکا ہے۔ دراصل اس میں ان کا کوئی تصور نہیں بلکہ واقعہ یہ ہے کہ ان کے اختیار میں ہی نہیں ہوتا کہ زیادہ کام کریں کیونکہ وہاں ہر طبقہ کے لوگوں کی الگ الگ انجمنیں بنی ہوئی ہیں۔ کوئی گھر کے نوکروں کی انجمن ہے، کوئی قلیوں کی انجمن ہے، کوئی انجن میں کوئلہ ڈالنے والوں کی انجمن ہے، کوئی استادوں کی انجمن ہے، ان انجمنوں کی سفارش کے بغیر کسی کو نوکری نہیں ملتی۔ اگر وہ زائد کام کریں تو انجمن کی ممبری سے اُن کا نام کٹ جانا ہے اور پھر انہیں کہیں ملازمت نہیں ملتی۔ ہمیں وہاں مضمون لکھنے کے لئے ایک ٹائپسٹ کی ضرورت تھی دفتر نے ایک عورت اس غرض کے لئے رکھی جو چیکو سلوکیا کی رہنے والی تھی۔ اسے ہمارے ... مضامین پڑھنے کے بعد سلسلہ سے دلچسپی ہو گئی مگر مشکل یہ تھی کہ اُس کا وقت ختم ہو جاتا اور ہمارا کام ابھی پڑا ہوا ہوتا۔ بعض دفعہ ہمیں دوسرے ہی دن مضمون کی ضرورت ہوتی اور وہ کہتی کہ میں اب جا رہی ہوں کیونکہ وقت ہو گیا ہے مگر چونکہ اُسے ہمارے سلسلہ سے دلچسپی ہو گئی تھی اس لئے وہ کہتی کہ میں زائد وقت کی ملازمت تو نہیں کر سکتی لیکن میں یہ کر سکتی ہوں کہ مضمون ساتھ لے جاؤں اور گھر پر اسے ٹائپ کروں انجمن والے مجھے گھر کے کام سے نہیں روک سکتے اس وقت میرا اختیار ہے کہ میں سوچا ہوں کروں آپ مجھے اُس وقت کی تنخواہ نہ دیں میں آپ کا کام مفت میں کر دوں گی اگر آپ مجھے کچھ دینا چاہیں تو بعد میں انعام کے طور پر دے دیں۔ اس طرح وہ مشن کا کام کیا کرتی تھی کیونکہ ڈرتی تھی کہ اگر آئیں پتہ لگا کہ میں چھ گھنٹہ سے زیادہ کہیں کام کرتی ہوں تو وہ مجھے نکال دیں گے اور پھر مجھے کہیں بھی نوکری نہیں ملے گی۔ یہ چیزیں ابھی ہمارے ملک میں نہیں ہیں لیکن جب آئیں تو

پھر لوگوں کے لئے بہت کچھ مشکلات پیدا ہو جائیں گی۔ اب تو وہ پانچ سات روپیہ میں لوکر رکھ سکتے ہیں لیکن جس دن لوکر کی پچاس روپیہ تنخواہ ہوگئی اور سو روپیہ تیس ملا تو تم لوکر کہاں رکھو گی۔ آجکل یورپ میں لوکر کی تنخواہ تین پونڈ ہفتہ وار ہے جس کے معنی آجکل کے پاکستانی روپیہ کی قیمت کے لحاظ سے ایک سو بیس روپیہ ماہوار کے ہیں اور کھانا بھی الگ ہی دینا پڑتا ہے۔ اس زمانہ میں اوپر کے طبقوں کی تنخواہیں گر رہی ہیں اور نیچے کے طبقہ کی تنخواہیں بڑھتی جا رہی ہیں۔ اس کے معنی ہیں کہ جو شخص سات آٹھ سو روپیہ ماہوار لیتا ہے وہ بھی ملازم نہیں رکھ سکتا صرف ہزاروں روپیہ ماہوار کمانے والا ملازم رکھ سکتا ہے۔ ایسی صورت میں ہی ہو سکتا ہے کہ ایک وقت کا کھانا دو تین وقتوں میں کھالیا یا ایک وقت ہوٹل میں جا کر کھا لیا اور دوسرے وقت کے کھانے میں کوئلہ میٹ استعمال کر لیا۔ اس طرح بہت سا وقت اور کاموں کے لئے بچ سکتا ہے۔

پھر ہمارے ہاں یہ بھی ایک نقص ہے کہ بچوں کو کام کرنے کی عادت نہیں ڈالی جاتی۔ بچے دستروں پر بیٹھے ہیں اور شور مچاتے ہیں کہ اتنی لوکر پانی نہیں لاتا کہ ہم ہاتھ دھوئیں، اتنی لوکر نے برتن صاف نہیں کئے۔ امریکہ میں ہر بچہ اس بات کا پابند ہوتا ہے کہ وہ اپنے کھانے کے برتن کو خود دھو کر رکھے اور اگر وہ نہ دھوئے تو اسے سزا ملتی ہے کیونکہ ماں اکیلی تمام کام نہیں کر سکتی اگر وہ کرے تو اس کے پاس کوئی وقت ہی نہ بچے۔ وہ اسی طرح کرتی ہے کہ کچھ کام خود کرتی ہے اور کچھ کاموں میں بچوں سے مدد لیتی ہے۔ غرض یورپ میں اول تو روٹی بازار سے ملگوائی جاتی ہے۔ پھر انہوں نے کوئلہ میٹ اور ایسی قسم کی اور چیزیں ایسی بنالی ہیں جن کا ذخیرہ کیا جا سکتا ہے اور بجائے اس کے کہ ہر وقت گرم کھانا کھایا جائے وہ اس سے روٹی کھا لیتے ہیں۔ پھر ایک وقت کا پکا ہوا کھانا دو وقتوں میں کھا لیتے ہیں اور پھر کام میں بچوں کو بھی شامل کیا جاتا ہے اور اس طرح بہت سا وقت بچا لیا جاتا ہے۔ تھوڑے ہی دن ہوتے ہیں نے ایک لطیفہ پڑھا جو امریکہ کے ایک مشہور رسالہ میں شائع ہوا تھا اور جس سے ان لوگوں کے کیریئر پر خاص طور پر روشنی پڑتی ہے۔ ایک باپ کہتا ہے کہ میری سمجھ میں یہ بات کبھی نہیں آئی کہ میرے بچوں کو کبھی کبھی یہ تو بھول جاتا ہے کہ آج ہم نے سکول جانا ہے۔ کبھی یہ بھی بھول جاتا ہے کہ ہم نے اپنے برتن صاف کرنے ہیں۔ کبھی یہ بھی بھول جاتا ہے کہ ہم نے اپنے کپڑے بدلنے ہیں کبھی یہ بھی بھول جاتا ہے کہ ہم نے اتنے بچے سونا ہے لیکن اگر کبھی ہنس میں میں نے اپنے بچوں سے

کوئی وعدہ کیا ہوا ہوتا ہے اور اُس پر پانچ سال بھی گزر چکے ہوں تو وہ اُن کو نہیں بھولتا۔ اس مثال سے ان کے کیریئر کا پتہ لگتا ہے کہ وقت پر سونا، وقت پر سکول جانا، وقت پر کپڑے بدلنا اور کھانے کے برتن دھونا یہ سب بچوں کو سکھایا جاتا ہے اور یہ باتیں ان کے فرائض میں شامل کی جاتی ہیں۔ اس رنگ میں انہوں نے ایسا انتظام کیا ہوا ہے کہ ان کا بہت سا وقت پڑھ جاتا ہے۔ پھر بچوں کے پالنے کا کام ایسا ہے کہ جس میں بہت کچھ تبدیلی کی ضرورت ہے۔ یورپ میں تو عورتیں بچے کو پنکھوڑے میں ڈالتی ہیں، پونجی تیار کر کے اس کے پاس رکھ دیتی ہیں اور مکان کو ٹال لگا دفت میں چلی جاتی ہیں۔ جب بچے کو بھوک لگتی ہے وہ خود چوکنسی اٹھا کر منہ سے لگا لیتا ہے لیکن ہمارے ہاں اگر ماں دو منٹ کے لئے بھی بچے سے الگ ہو جائے تو وہ اتنا شور مچاتا ہے کہ آسمان سر پر اٹھا لیتا ہے۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ ماں بچے کو الگ نہیں کرتی اسے ہر وقت اپنے ساتھ چٹائے پھرتی ہے۔ بچہ پیدا ہوا اور اسے گود میں ڈال لیا اور پھر تین چار سال تک اسے گود میں اٹھائے پھرتی ہیں۔ بلکہ ہمارے ملک میں تو پانچ پانچ سال تک لاڈلے بچوں کو اٹھائے پھرتی ہیں۔ یہ سارے رواج اس قابل ہیں کہ ان کو بدلا جائے۔ جب تم ہمت کر کے ان رسوم کو بدلو گی تو آہستہ آہستہ باقی عورتوں میں بھی تمہارے پیچھے چلنے کا شوق پیدا ہو جائے گا۔

میں نے بتایا ہے کہ سب سے پہلے روٹی پکانے کے طریق میں تبدیلی کی ضرورت ہے۔ عربوں میں بھی بازار سے روٹی منگوانے کا طریق ہے مگر وہاں تنور کی خمیری روٹی ہوتی ہے انگریزی روٹی کا رواج نہیں جتنے ملکوں میں بازار سے روٹی منگوانے کا طریق رائج ہے ان سب میں خمیری روٹی کھائی جاتی ہے۔ خمیری روٹی ہمیشہ تازہ ہی پکا کر کھانی پڑتی ہے۔ بہر حال بغیر اس کے کہ روٹی کا سوال حل ہو ہماری عورتیں فارغ نہیں ہو سکتیں۔ اور بغیر اس کے کہ بچہ پالنے کے طریق میں تبدیلی ہو ہماری عورتیں فارغ نہیں ہو سکتیں۔ جب تک بچہ گود میں رہے گا یا ماں بیکار رہنے پر مجبور ہوگی یا بیٹی مجبور رہے گی۔ کام کے لئے فراغت اسے اسی وقت ہو سکتی ہے جب بچہ کو پیدا ہوتے ہی پنکھوڑے میں ڈال دیا جائے اور پھر وقت پر اسے دودھ پلا دیا جائے۔ گود میں اسے نہ اٹھایا جائے۔ غرض جب تک یہ سوال حل نہیں ہوتا ماں کی زندگی بیکار رہے گی، اور جب تک کھانے کا سوال حل نہیں ہوتا عورت کی زندگی بیکار رہے گی۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ روزانہ چار وقت کے کھانے کی بجائے صرف دو وقت کا کھانا رکھ لیا جائے اور ناشتہ کا کوئی سادہ دستور نکالا جائے اور کھانے ایسے تیار کئے جائیں جو کئی کئی وقت کام آسکیں اور روٹی ہانا

سے منگوانی جائے۔ لیکن اگر صبح شام کھانا پکانے کے برتن مانگنے کا کام عورت کے ہی سپرد رہے گا تو وہ بالکل بیکار ہو کر رہ جائے گی اور کسی کام کے لئے وقت صرف نہیں کرے گی۔

پس جہاں دینی مسائل کو مد نظر رکھنا ہمارے لئے ضروری ہے وہاں ان عائلی مشکلات کو حل کرنا بھی ہمارے لئے ضروری ہے۔ ہندوستان میں مسلمانوں کے تنزل اور ان کے انحطاط کی بڑی وجہ یہی ہوئی ہے کہ جب ان کے پاس دولت آگئی تو انہوں نے اس قسم کے مشاغل بیکاری کو اختیار کر لیا۔ گھروں میں مرد بیٹھے پھالیا کاٹ رہے ہیں، گھوریاں بنا رہے ہیں اور عورت بھی کھانے پکانے میں مصروف ہے کبھی یہ چیز تلی جا رہی ہے کبھی وہ چیز تلی جا رہی ہے۔ کبھی کبھی ہے اب یہیں بیٹنی بنانوں کبھی کبھی ہے اب میں میٹھا بنا رہی ہوں نتیجہ یہ ہوا کہ وہ تو کھانے تیار کرنے میں مشغول ہو گئے اور حکومت انگریزوں نے سنبھال لی۔ یہ مصیبت جتنی ہندوستان میں ہے باہر نہیں۔ عرب میں جا کر دیکھ لو سارا عرب بازار سے روٹی منگواتا ہے مصر میں جا کر دیکھو سارا مصر بازار سے روٹی منگواتا ہے اور سالن بھی وہ گھر پر تیار نہیں کرتے بازار سے ہی منگوا لیتے ہیں۔ وہاں لوبیا کی پھلیاں بڑی کثرت سے ہوتی ہیں صبح کے وقت مکتے میں چلے جاؤ۔ قاہرہ میں چلے جاؤ بازاروں میں لوبیا کی دہکیں تیار ہوں گی اور ہر شخص اپنا برتن لے جائے گا اور تھور کی روٹیاں اور لوبیا کی پھلیاں لے آئے گا۔ غریب اسے لونی کھا لیتے ہیں۔ اور امیر آدمی گھی کا تڑکا لگا لیتے ہیں۔ اسی طرح دوپہر کے وقت روٹی بازار سے آتی ہے اور سالن کے طور پر بھی وہ کوئی سستی سی چیز لے لیتے ہیں اور گزارہ کر لیتے ہیں۔ مگر ہمارے ہاں یہ حالت ہے کہ لوگ بڑے فخر سے کہتے ہیں کہ ہم وہ ماما رکھنا چاہتے ہیں جو ایک سیر آٹے میں اتنی اٹھی پھلکے پکا سکتی ہو۔ بازار والوں نے اپنا کام اس طرح ہلکا کر لیا کہ سیر آٹے میں پھر روٹیاں تیار کر لیں اور انگریزوں نے سیر میں چاروا اور بعض دفعہ دو اور انہوں نے اپنے کام کو اس طرح بوجھل بنا لیا کہ اتنی اتنی اٹھی پھلکے بنانے لگے۔ یہ سب مشغل بیکاری ہیں جن کو دور کرنا پڑے گا اور جن کو دور کر کے ہی تم اپنا وقت بچا سکتی ہو۔ آخر علم کے استعمال کے لئے تمہارے پاس وقت چاہیے۔ اگر تم نے اپنے آپ کو ایسا بنا لیا کہ تمہارے پاس کچھ بھی وقت نہ بچا تو تم نے کرنا کیا ہے پس پہلا سوال وقت کا ہے تم کو اپنی زندگی ایسی بنانی پڑے گی کہ تم ان کاموں کے لئے اپنے اوقات کو فارغ کر سکو پھر تمہارے لئے آسانی ہی آسانی ہے اور تم اس وقت سے فائدہ اٹھا کر سیویں ایسے کام کر سکتی ہو جو تمہاری ترقی کے لئے ضروری ہیں پس یہ مسئلہ بھی تمہیں ہی حل کرنا پڑے گا اور اگر تم حل کر لو

تو تمہاری مائیں آپ ہی آپ تمہاری افضل کرنے پر مجبور ہوں گی۔ ہم نے دیکھا ہے کہ لڑکی پر لائبریری پاس ہوتی ہے تو جابل مائیں اپنی لڑکی کے آگے پیچھے پھرتی ہیں اور کہتی ہیں ہماری یہ بیٹی پر لائبریری پاس ہے بڑی عقل مند اور ہوشیار ہے۔ اگر مائیں اپنی پر لائبریری پاس لڑکیوں کی بات رو نہیں کر سکتیں تو تم بی۔ اے ہو گی تمہاری بات وہ کیوں ماننے کے لئے تیار نہیں ہوں گی۔

یہ کام جو میں نے بتایا ہے اسے معمولی نہ سمجھو یہی وہ چیز ہے جس نے ہمارے ملک کی عورت کو بیکار بنا دیا ہے۔ دوسری قوموں نے تو اس مسئلہ کو حل کر لیا اور چھ سات گھنٹے بچائے لیکن تمہیں کھانے پکانے کے دھندوں سے ہی فرصت نہیں ملتی۔ اگر تم بھی چھ سات گھنٹے بچا لو تو یقیناً تم ان اقوام سے بہت زیادہ ترقی کر سکتی ہو کیونکہ اگر وہ چھ گھنٹے بچاتی ہیں تو دو گھنٹے قومی کاموں میں صرف کرتی ہیں اور چار گھنٹے پانچ گانے میں صرف کرتی ہیں لیکن تم اپنا سارا وقت قومی اور مذہبی کاموں میں صرف کر دو گی اس لئے یورپ کی عورت کے مقابلے میں تمہیں اپنے کاموں کے لئے تین گنا وقت مل جائے گا۔ اور جب وہ چھ گھنٹوں میں سے چار گھنٹے پانچ گانے میں صرف کرے گی اور تمہارا تمام وقت خالص دینی کاموں میں صرف ہو گا اور اس طرح تم ان سے تین گنا کام کرو گی تو تمہاری منتخ یقینی ہے کیونکہ وقت کے لحاظ سے یورپ کی تین تین عورتوں کے مقابلے میں تمہاری ایک ایک عورت ہو گی اس وقت تمہاری سو عورت بھی یورپ کی ایک عورت کے مقابلے میں کوئی حقیقت نہیں رکھتی کیونکہ تمہارا علم بھی کم ہے اور تمہارے پاس اپنے قومی کاموں کے لئے بھی وقت نہیں بچتا۔ لیکن جب تم علم حاصل کر لو گی تو قومی کاموں کے لئے وقت بھی ان سے زیادہ صرف کر لو گی تو تمہاری ایک عورت کے مقابلے میں یورپ کی سو عورت بھی کوئی حقیقت نہیں رکھے گی۔ جب تک یورپ کا ماحول ایسا ہے اور اس کا طریق عمل ایسا ہے کہ اس کی ایک عورت تمہاری سو عورت کے برابر ہو گی اس کا جیتنا یقینی ہے لیکن جب تم اپنے آپ کو ایسی بنا لو گی کہ تمہاری ایک عورت ان کی سو عورت کے برابر ہو گی تو پھر تمہارا جیتنا یقینی ہے۔

ان ریمارکس اور نصیحتوں کے ساتھ میں اپنے خطبہ کو ختم کرتا ہوں کالج کا افتتاح کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ ہمارے زنانہ کالج کی اس چھوٹی ٹیسی بنیاد کو اپنی عظیم الشان برکتوں سے نوازے اور یہ چھوٹا سا ادارہ دنیا کے تمام علمی اداروں پر چھا جائے۔

اس ایمان افروز خطاب کے بعد حضور نے لمبی دعا فرمائی اور یہ مبارک تقریب اختتام پذیر ہوئی۔
ابتدائی سٹاف
 سیدنا حضرت امیر المومنین المصلح الموعودؑ نے حضرت سیدہ اُمّ متین صاحبہ کو
 جامعہ نصرت کی نگران اور محترمہ فرخندہ اختر صاحبہ (اہلیہ حضرت سید محمود اللہ
 شاہ صاحبہ) کو پرنسپل مقرر فرمایا اور پہلے سال تعلیمی و تدریسی ذمہ داریاں مندرجہ ذیل اساتذہ کے سپرد
 کی گئیں:-

حضرت سیدہ اُمّ متین مریم صدیقہ صاحبہ	(عربی)
مولانا قاضی محمد نذیر صاحب لائل پوری	(دینیات)
محترمہ فرخندہ اختر صاحبہ	(انگریزی و اقتصادیات)
حضرت پروفیسر علی احمد صاحب ایم۔ اے	(اُردو۔ فارسی)
چوہدری علی محمد صاحب بی۔ اے، بی ٹی	(تاریخ)
محترمہ استانی سردار صاحبہ	(عربی)

جامعہ نصرت جو سالِ اول کی صرف سولہ طالبات پر مشتمل تھا حضرت سیدنا المصلح الموعودؑ کی
عمارت
 ذاتی کوشش میں جاری ہوا ۱۳۳۱ھ / ۱۹۵۲ء میں اس کو دفترِ مجتہ اماء اللہ مرکزہ میں کھولا گیا
 ۱۳۳۲ھ / ۱۹۵۳ء میں جامعہ نصرت کی موجودہ مستقل عمارت کے پہلے چار کمرے تیار ہوئے تو یہ اس میں
 منتقل کر دیا گیا۔ ۱۳۳۶ھ / ۱۹۶۱ء میں اس کی وسیع عمارت میں بارہ ودی کا اضافہ ہوا۔ ۸۔ امان ۱۳۴۹ھ /
 ۸ مارچ ۱۹۶۷ء کو سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اپنے
 دستِ مبارک سے اس کے سائنس بلاک کا سنگِ بنیاد رکھا اور اسی سال ایٹ۔ ایس سی میڈیکل اور نان
 میڈیکل کلائنر کا اجراء ہوا ۱۳۵۰ھ / ۱۹۶۱ء میں اس کی طالبات پہلی بار ایٹ۔ ایس سی کے امتحان میں
 شامل ہوئیں۔

جامعہ نصرت کے ساتھ دارالاقامہ (ہوسٹل) کا قیام عمل میں آیا اور محترمہ استانی
دوسرے کوائف
 سردار صاحبہ اس کی پہلی ناظمہ (سپرٹنڈنٹ) تھیں۔

تبلیغ ۱۳۳۱ھ / فروری ۱۹۵۲ء میں جامعہ نصرت کا پہلا ٹورنامنٹ ہوا۔ اسی سال سے جلتہ تقسیم
 انعامات کا آغاز ہوا اور پہلی بار حضرت اُمّ متین داؤدؑ نے صدارت فرمائی ۱۳۳۶ھ / ۱۹۵۳ء کی تقریب انعامات

میں حضرت مصلح موعودؑ رونق افروز ہوئے اور ایک اہم خطاب فرمایا۔ ۱۳۴۵ھ / ۱۹۶۱ء و ۱۳۴۶ھ / ۱۹۶۲ء میں بالترتیب حضرت سیدہ ام متین صاحبہ اور حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ صدارت کے فرائض انجام دیئے۔

۱۳۴۲-۱۳۴۳ھ / ۱۹۶۲-۱۹۶۳ء میں پہلی بار جلسہ ہائے تقسیم اسناد کی سادہ اور مؤثر تقریب منائی گئی جس میں حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ نے شرکت فرمائی۔ ۱۳۴۳ھ / ۱۹۶۳ء میں رسالہ "النصرت" جاری کیا گیا۔ ۱۳۴۵ھ / ۱۹۶۵ء میں سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اور ۱۳۴۸ھ / ۱۹۶۹ء میں حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ نے جلتقسیم اسناد کی صدارت فرمائی اور خطاب سے نوازا۔ اسی سال حضرت سیدہ ام متین صاحبہ نے نظارت تعلیم کے امتحان میں اول پوزیشن حاصل کرنے والی طالبات کے لئے "نصرت جہاں میڈل" عطا کرنے کا اعلان فرمایا۔ ۱۳۴۹ھ / ۱۹۶۹ء و ۱۳۵۰ھ / ۱۹۶۱ء کے جلسہ ہائے تقسیم اسناد میں بالترتیب بیگم صاحبہ صاحبہ مرزا مظفر احمد صاحبہ اور حضرت بیگم صاحبہ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ نے صدارت کے فرائض انجام دیئے۔

جامعہ نصرت ایک زندہ جماعت کی مثالی درس گاہ، حضرت مصلح موعودؑ اور امام ہمام ایدہ اللہ تعالیٰ کی دعاؤں کا زندہ اعجاز اور قرآنی آیت و کواکب

حضرت مصلح موعودؑ کی دعاؤں کے نتیجے میں
جامعہ نصرت کی حیرت انگیز اور فقید المثال ترقی

آئزاًباً" کا عملی تعبیر و تفسیر ہے جس نے اپنے بائیس سالہ دور میں تعلیمی، تربیتی اور دینی ہر اعتبار سے حضرت سیدہ ام متین صاحبہ اور محترمہ فرخندہ اختر صاحبہ جیسی بزرگ، سستیوں کی سرپرستی اور نگرانی میں فقید المثال ترقی کی ہے۔ وہ جامعہ جو گنتی کی صرف چند لیکچر خواتین سے جاری ہوئی اب اس کے کثافات میں ۳۲ سندیا فنڈ فرض شناس اور شفیق و مونس پروفیسر اور لیکچر خواتین شامل ہیں۔ اور جہاں پہلے سال صرف سولہ طالبات کالج میں داخل ہوئیں وہاں ۱۳۵۳ھ / ۱۹۷۳ء میں طالبات کی تعداد ساڑھے تین سو سے بھی بڑھ چکی ہے۔

جامعہ نصرت کی کامیابی کا تناسب کیفیت و کثیت کی رو سے یونیورسٹی اور بورڈ کے تناسب سے

۱۔ مصباح ماہِ نبوت ۱۳۳۲ھ / نومبر ۱۹۵۵ء و الازہار لذوات الخمار حصہ دوم ص ۱۳، ص ۱۴۶

۲۔ حضور کا پُر صدارت خطبہ صدارت مصباح ماہِ احسان ۱۳۴۷ھ / جولائی ۱۹۶۸ء ص ۱۵ تا ۱۸ میں شائع شدہ ہے۔

ہمیشہ ہی زیادہ رہا ہے اور اس کی طالبات نے مخصوص مضامین میں اچھی پوزیشن لے کر طلائقی تحفے ہی حاصل نہیں کئے بلکہ بورڈ اور یونیورسٹی کے امتحانات میں بھی اول آتی رہی ہیں۔

دینیات کا مضمون جامعہ نصرت میں لازمی اور
جامعہ نصرت کا خالص اور مثالی اسلامی ماحول | اس کی علمی و تربیتی سرگرمیوں کا نقطہ مرکزیہ اور

روح رواں ہے اور مغربی دنیا کے اس چیلنج کا واقعاتی اور مسکت جواب ہے کہ پردہ عورت کی ترقی میں روک ہے۔ علاوہ ازیں جامعہ نصرت کے پاک اور بابرکت اسلامی ماحول نے قرن اول کی علم پرور مسلم خواتین کی یاد تازہ کردی ہے جس کا اعتراف دوسروں کو بھی ہے۔ چنانچہ ڈاکٹر علی محمد صاحب پرنسپل لاہور کالج نے اس کے معائنہ کے بعد اپنے تاثرات درج ذیل الفاظ میں لکھے :-

"رہوہ اپنی لڑکیوں کی تعلیم کے لحاظ سے تمام پنجاب میں سبقت لے گیا ہے۔ عجب سماں ہے پڑھنے والیاں اور پڑھانے والے ایک ہی مقصد کے تحت رواں دواں ہیں۔ ان میں سے کسی کی بھی توجہ کسی اور طرف نہیں اس لیے کوٹ جذبہ کو دیکھ کر بے اختیار کہنے پر مجبور ہوں کہ صحیح اسلامی تعلیم کی فضا رہوہ ہی میں پائی جاتی ہے۔"

سیدنا حضرت مصلح موعودؑ نے یکم و فام ۱۳۳۲ھ
سیدنا حضرت مصلح موعودؑ کا اظہارِ خوشنودی | جولائی ۱۹۵۵ء کو جامعہ نصرت کے خوش کن نتائج

پر غایت درجہ خوشنودی کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا :-

"اسلامی یونیورسٹی کے امتحانات کے نتائج صرف بائیس فیصدی نکلے لیکن ہمارے رہوہ کی لڑکیوں کے کالج (جامعہ نصرت) کا نتیجہ تریسٹھ فیصدی رہا اور ان پاس ہونے والی طالبات میں سے اکثر وہ ہیں جن کی فیس ہر ماہ میں خود ادا کرتا تھا وہ کالج کی فیس مہیا نہیں کر سکتی تھیں لیکن ہم نے ان کے اخراجات کو برداشت کیا اور اس طرح عورتوں کی تعلیم کا ایک بڑا مرکز تھا وہاں پر مکمل تعلیم کا تناسب باسٹھ فیصدی تھا۔ لڑکوں کی تعلیم کا تناسب نوے فیصدی تھا اور عورتوں کی تعلیم کا تناسب سو فیصدی تھا۔ لوگ کہتے ہیں کہ کوئی قوم پردہ میں ترقی نہیں کر سکتی لیکن ہماری طرف دیکھو کہ ہماری بچیوں کو جو عورتیں پڑھاتی ہیں وہ بھی پردہ کی پابند ہیں۔ خود میری اپنی بیوی کالج کی پرنسپل ہے وہ عربی میں ایم۔ اے ہے اور وہ

۱۔ اُن دنوں محترمہ فرخندہ اختر صاحبہ لاہور میں ایم۔ اے کی تیاری کر رہی تھیں اور حضور کی مرم حضرت سیدہ ام مہتابی صاحبہ مدظلہا پرنسپل کے فرائض بھی انجام دے رہی تھیں۔

اس کام کا کچھ معاوضہ نہیں لیتی لیکن وہ خود بھی پردہ میں رہتی ہیں۔ اگر ضرورت کے موقعے پر کالج میں بعض مرد تعلیم کے لئے لگائے جاتے ہیں تو وہ بھی پردہ کے پیچھے بیٹھ کر پڑھاتے ہیں اور لڑکیاں بھی پڑھ میں ہوتی ہیں لیکن اس کے باوجود یونیورسٹی کے بائیس فیصدی نتائج کے مقابل میں ان کا نتیجہ تیس فیصدی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ جب کبھی عورتیں پختہ عزم اور ارادہ کر لیں گی تو وہ علم حاصل کر لیں گی اور دنیا کو دکھا دیں گی کہ پردہ میں رہ کر بھی ہر چیز حاصل کی جاسکتی ہے۔" لے لے

فصل دوم

تحریک جدید کی طرف سے سیلون مشن کا قیام اور اس کی عظیم نشان اسلامیت

۱۳۳۰ھ / ۱۹۵۱ء کا نہایت اہم واقعہ تحریک جدید کی طرف سے سیلون مشن کا قیام ہے۔

سیدنا حضرت مہدی محمود علیہ السلام کے عبد مبارک میں حضورؐ کی تحریرات یورپ، امریکہ اور افریقہ کی طرح جنوبی ہند سے آگے مالدیپ اور سیلون (مصری لشکا) کے جزائر

سیدنا حضرت مہدی محمودؐ کی تحریرات
مالدیپ اور سیلون میں

تک بھی پہنچ چکی تھیں۔ چنانچہ اس دور کی قدیم دستاویزات سے ثابت ہے کہ حضرت اقدس علیہ السلام کی ایک تصنیف سے متاثر ہو کر محل دیپ کے ایک بزرگ "انج السلطان حاج محمد عماد الدین" تو تو منفرد "صاحب حضورؐ کی زندگی میں ہی حضور کے دعویٰ پر ایمان لے آئے اور انسابیعت کا خط (جو دو صفحات پر مشتمل تھا) حضورؐ

کی خدمت اقدس میں قادیان بھیجا۔ سلسلہ کے لڑیچر سے پختہ چلنا ہے کہ محل دیپ کی طرح سیلون میں بھی ۱۹۰۸ء

کے دوران حضرت مسیح پاکؑ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تحریرات کی برکت سے ایک سیلونی عالم دین آئی ایل ایم عبدالعزیز صاحب

لے افضل ۱۹، بطور ۱۳۳۰ھ / اگست ۱۹۵۵ء ص ۶۷ سے مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو "تاریخ لجنہ امانہ اللہ"

جلد دوم مرتبہ امیر اللطیف صاحبہ ناشر دفتر لجنہ امانہ اللہ مکر یہ طبع اول جنوری ۱۹۶۲ء ص ۶۷ سے بتا رہی خط

شعبہ تاریخ احمدیت ربوہ کے ریکارڈ میں محفوظ ہے۔

ایڈیٹر ”مسلم گارڈین“ داخل احمدیت ہوئے اور حضور کو محبت بھرا مکتوب لکھا تاہم سیلون کے پبلک حلقوں تک

احمدیت کی پہلی مؤثر اور منظم آواز خلافتِ ثانیہ کے اوائل میں بلند ہوئی جبکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ممتاز صحابی حضرت صوفی غلام محمد صاحب بی۔ اے رضی اللہ عنہ قادیان سے مارشس جاتے ہوئے ۱۲ مارچ ۱۹۱۵ء کو سیلون (سری لنکا) کے مرکزی شہر کولمبو (COLOMBO) پہنچے اور تین ماہ تک وہاں قیام کر کے ہمدی معبود کے ظہور کی پُر جوش منادی کرتے رہے۔

حضرت صوفی صاحب نے سیلون پر تبلیغِ احمدیت

حضرت صوفی غلام محمد صاحب کی تبلیغی مساعی کا آغاز بیگ مسلم ریٹیری ایسوسی ایشن کولمبو

کے زیر اہتمام ایک لیکچر سے کیا جس میں آپ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی آمد اور آپ کی پش گوئیوں اور نشانات پر جو اپنی آنکھوں سے آپ نے مشاہدہ کئے مفضل روشنی ڈالی۔ ۲۵ اپریل ۱۹۱۵ء کو آپ کا سیلون آئی لینڈ میں کامیاب انگریزی لیکچر ہوا جس کی ترجمانی کے فرائض مسٹر ٹی۔ کے۔ لائی نے انجام دیئے۔ یہ لیکچر بہت مقبول ہوا۔ جلسہ کے اختتام پر اکثر حاضرین نے نہایت ارادت مندی کے ساتھ آپ سے مصافحہ کیا اور ہاتھ چومے۔ جلسہ کے پریذیڈنٹ ایک بیرسٹر تھے جنہوں نے صوفی صاحب کو بتایا کہ میں دل سے احمدی ہوں۔ نیز ان کے بھائی قریش اور مسٹر ٹی۔ کے۔ لائی اور بعض اور سعید رومیوں باقاعدہ بیعت کر کے حلقہ بگوش احمدیت ہو گئیں اور اس طرح چند ماہ کے اندر اندر سیلون کی ایک مخلص احمدی جماعت معرض وجود میں آگئی جو تیس کے قریب معمر و سمجھدار اور تعلیمی یافتہ افراد پر مشتمل تھی۔

حضرت صوفی صاحب نے کولمبو میں انجمن احمدیہ تشکیل کی اور مسٹر ٹی۔ کے۔ لائی (T. K. LYE)

کو اس کا سیکرٹری مقرر کر کے ماہوار چندہ کا انتظام کیا۔

بیم مٹی کو آپ کا ندھی (KANDY) بھی تشرین لے گئے اور گرینڈ ہوٹل کانڈی میں مقیم ہوئے۔ شام کو آپ کے پاس عبد الجواد شمس الدین اور غوث نامی تین مسلمان بغرض ملاقات آئے۔ ۲ مئی کی رات کو غوث محمد کی دعوت پر آپ مولود کی ایک مجلس میں پہنچے یہاں آپ نے اس رسم کے خلاف انگریزی میں فی البدیہہ تقریر کی اور عبد الجواد نے اس کا ترجمہ کیا۔ اس تقریر کا پورے شہر میں بہت چرچا ہوا۔ بعض نے ایہ مکتوب آپ نے کولمبو سے ۲۹ فروری ۱۹۰۸ء کو لکھا اور ریویو آف ریجنل انگریزی ڈسمبر ۱۹۱۶ء (صفحہ

۲۶۷-۲۶۸) میں اس کا متن شائع شدہ ہے۔

۲۷ اگست ۱۹۲۲ء مارچ ۱۹۲۲ء ص ۳۰۰ ۲۸ اگست ۱۹۲۳ء مئی ۱۹۱۵ء ص ۱۰۱

آپ کو وہابی مشہور کر دیا اور بعض آپ کی تائید میں اٹھ کھڑے ہوئے اور آپ کی خدمت میں تلاشِ حق کے لئے آنے لگے۔

۹ مئی کو آپ نے کانڈی مسلم بینک بین ایسوسی ایشن کے زیر اہتمام ایک جلسہ کو خطاب کیا جس میں کھلے اور واضح لفظوں میں جماعت احمدیہ کے مخصوص علم کلام خصوصاً وفاتِ مسیح اور صداقتِ مسیح موعود کے دلائل پر بڑی شرح و بسط سے روشنی ڈالی اور کانڈی کے باشندوں پر حجتِ تمام کر دی۔ اس لیکچر کی اڑھائی ملاؤں نے مخالفت کی اور ہر طرف ایک شور مچا کر دیا مگر حق کے طالب حضرت مہدی موعود کے دعوے اور حالات کی تفصیل معلوم کرنے کے لئے ہوسٹل میں آپ کے پاس آتے رہے اور آپ انہیں دینِ دن تک پورے زور شور سے پیغامِ حق پہنچانے کے بعد واپس کولمبو میں آگئے اور سبیلوں میں احمدیت کا بیج پونے کے بعد اگلے ماہ مارچ میں روانہ ہو گئے۔

حضرت صوفی غلام محمد صاحب کے بعد ۱۹۱۵ء میں ہی جماعت احمدیہ سبیلوں مشکلات میں گھر گئی۔ سبیلوں کی حکومت نے فیصلہ کیا کہ آئندہ اس ملک میں احمدی مبلغین کو داخلہ کی اجازت نہ دی جائے گی۔ ان حالات کے باوجود سبیلوں کے مخلص احمدیوں نے اشاعتِ احمدیت کا

مشکلات کے باوجود جماعت احمدیہ سبیلوں کی مخلصانہ خدمات

لے اخبار سبیلوں انڈی پیڈنٹ“ نے ۱۳ مئی ۱۹۱۵ء کے پرچہ میں اس کامیاب لیکچر کی باری الفاظِ شائع کی :-

” ایک بہت دلچسپ اور پُر معلومات لیکچر اسلام کے متعلق مولوی غلام محمد نے اسے نے کانڈی مسلم بینک میں ایسوسی ایشن کے ہال میں دیا۔ مسٹر این۔ ڈی۔ ایڈلر صدر جلسہ تھے انہوں نے لیکچر کا احاطہ سے تعارف کرایا اور فاضل لیکچر نے اسلام کی پاکیزگی کو قرآنِ کریم اور احادیثِ نبوی کے حوالجات سے ثابت کیا اور بتایا کہ وہ تمام باطل خیالات جو مسلمانوں کے اندر باہر سے آگئے ہیں نکال دئے جائیں اور اسلام کو اصل پاکیزگی کے ساتھ اختیار کیا جائے۔ اس لیکچر کو نہایت قابلیت کے ساتھ مسٹر ایس۔ ٹی۔ سابق صدر اخبار سبیلوں نے تامل زبان میں ترجمہ کر کے حاضرین کو سنا دیا۔ خاکم لیکچر پر مسٹر اے۔ ایم۔ اے عزیز نمبر ایسوسی ایشن نے لیکچر کیلئے

شکریہ کا ورٹ تجویز کیا اور آئی۔ ایم۔ یوسف آنریری سیکرٹری نے تائید کرتے ہوئے مترجم کا بھرتی کیا اور ایڈیٹر مسٹر ایس۔ ایس۔ منٹارا (C.H. MANTARA) (احمدی) آنریری سیکرٹری اور ایڈیٹر پبلسٹی کلب لبرائی لینڈ کا اکی تشریف آوری اور ایڈیٹر کیلئے شکریہ ادا کیا گیا۔ مسٹر ایس۔ ایم۔ احسان نے حاضرین کی تشریف آوری کا تامل میں شکریہ ادا کیا صاحب صدر جلسہ کیلئے شکریہ کا ورٹ پاس کرنے کے بعد جلسہ بخیر و خوبی برافراست ہوا۔ ترجمہ (جوالہ افضل ۲۳ مئی ۱۹۱۵ء ص ۱۵) لے افضل

کام نہایت سرگرمی سے جاری رکھا اور ہر سال باقاعدگی سے سالانہ جلسوں کا انعقاد کرتے رہے۔ علاوہ انہیں تبلیغی ٹریکٹوں کا ایک سلسلہ نیز ۱۹۱۷ء سے "THE MASSAGE" (تامل نام نمودن) کے نام سے ہفتہ وار اخبار بھی جاری کیا جو ۱۹۲۳ء تک چھپتا رہا جس سے احمدیت کا پیغام جزیرہ کے علمی طبقوں تک پہنچا۔ اس ابتدائی دور میں سیلونی احمدیوں کو کئی تکالیف پہنچیں۔ بعض پر جھوٹے مقدمے بنائے گئے بعض کو احمدیت کی پاداش میں زد و کوب کیا گیا۔ مگر یہ مصائب کے طوفان سیلونی احمدیوں کے ایمان و اخلاص کو متزلزل کرنے کی بجائے مستحکم کرنے کا موجب بنے جس پر خود حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے سالانہ جلسہ ۱۹۱۹ء پر ان کی خاص تعریف فرمائی۔ ایک اور موقع پر مجلس شوریٰ کے اجلاس میں فرمایا "سیلونی کی جماعت... میں سے بعض میں کمزوری ہو لیکن ان میں بڑے بڑے نخلص بھی ہیں"۔ ۱۹۲۰ء کے آخر میں جماعت احمدیہ سیلون نے ایک نہایت ہی عمدہ موقع کا مکان مسجد اور پریس کے لئے دو ہزار روپیہ میں خرید لیا۔ ستمبر ۱۹۲۱ء میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ایک ممتاز صحابی حضرت سردار عبدالرحمن صاحب بی۔ اے رضی اللہ عنہ سیلون میں چند روز کے لئے تشریف لے گئے۔ جماعت احمدیہ سیلون نے ٹاؤن ہال میں آپ کا پبلک لیکچر دلایا۔ سامعین سب کے سب تعلیم یافتہ تھے۔ اس سے قبل کسی مسلمان کا پبلک لیکچر اس ہال میں نہیں ہوا تھا۔ اس لیکچر کے علاوہ آپ قریباً روزانہ ہی انگریزی میں لیکچر دیتے رہے جس کا ترجمہ تال میں سنایا جاتا رہا۔

جولائی ۱۹۲۳ء میں حکومت نے سیلون میں احمدی مبلغین کے داخلہ پر ۱۹۱۵ء سے عائد شدہ پابندی محدود رنگ میں بعض شرائط کے ساتھ واپس لے لی۔ یہ پابندی سر ہیومک الغور ڈسبلی گو رنر نائیکبیریا کی آمد پر دور ہوئی جو نائیکبیریا میں جماعت احمدیہ سے خوب واقف تھے۔ اس سلسلہ میں سیلون گورنمنٹ کے نائب کالونیل سیکرٹری ایچ۔ آر۔ بلٹ نے ۲۶ جولائی ۱۹۳۰ء کو آنریری سیکرٹری احمدیہ ایسوسی ایشن سیلون، ۳۰ شارٹس روڈ کولمبو کو جو خط بھیجا اس کا ترجمہ

لے رپورٹ مجلس مشاورت ۱۹۲۷ء ص ۳۹ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس سال جماعت احمدیہ سیلون نے گھیمپولا (GAMPOLA) میں پیرھواں سالانہ جلسہ منعقد کیا۔ اس آگن نے ایک اپنا وسیع حلقہ اثر پیدا کیا۔ لے الفضل ۲۷ مئی ۱۹۱۹ء ص ۱ و ۳۱ مئی ۱۹۱۹ء ص ۱۰۰ لے رپورٹ مجلس مشاورت ۱۹۲۵ء ص ۱۰۰ لے الفضل ۸ نومبر ۱۹۲۰ء ص ۱ لے الفضل ۲۹ ستمبر ۱۹۲۱ء ص ۱ لے رپورٹ مجلس مشاورت قادیان ۱۹۲۷ء ص ۳۹

حسب ذیل ہے:-

جناب من! آپ کے خطمسلہ ۹ جولائی ۱۹۲۳ء بنام کالونیل (COLONIAL) سیکرٹری کے بدلے میں جو مسلمان احمدی مبلغین کی پابندیوں کے متعلق تھا، مجھے آپ کو اس بات پر مطلع کرنے کی ہدایت ہوئی ہے کہ ہذا ایکسی لینسی گورنر بہادر نے نجوشی حکم صادر فرمایا ہے کہ احمدی مبلغین کے سیلون میں داخل ہونے کے متعلق جو ممانعت تھی اس کو دور کیا جائے اور یہ کہ وہ حسب ذیل پابندیوں کے ساتھ سیلون میں داخل ہو سکتے ہیں:-

- (۱) تمام جلسے جن میں کہ یہ مبلغین اپنے ایڈریس اور لیکچر دیں سیلون کی احمدیہ جماعت کے ہیڈ کوارٹری میں ہونے چاہئیں جو کہ سیلو آئی لینڈ کے شہر کولمبو میں واقع ہے۔
- (۲) کوئی وعظ یا گلیوں میں جلسہ کرنے کی ان مبلغین کو اجازت نہ ہوگی۔
- (۳) اور ایسے تمام مشنری جزیرہ میں وارد ہونے کے بعد چوبیس گھنٹہ کے اندر اندر بذات خود حاضر ہو کر کالونیل سیکرٹری کے دفتر میں اپنے آنے کی رپورٹ دیں۔

مشنریوں کو یہ شرائط منظور کرنا ہوں گی اور ایک تحریر کالونیل سیکرٹری کو دینی ہوگی کہ اگر وہ لوگ ان شرائط کی خلاف ورزی کریں گے تو ان کو اس جرم میں جزیرہ سے فوراً باہر نکل جانا ہوگا بشرطیکہ ان کو ایسا کرنے کا حکم دیا گیا۔ میں ہوں آپ کا خادم۔ ایچ۔ آر۔ بلڈ نائٹ کالونیل سیکرٹری لے

اس جزوی آزادی کے بعد سیلون کے احمدیوں کی تبلیغی جدوجہد میں نمایاں اضافہ ہوا اور مرکز کی طرف سے مولوی اے۔ پی۔ ابراہیم صاحب سیلون مشن کے انچارج مقرر کئے گئے۔ لے

۱۰ اکتوبر ۱۹۲۴ء کو حضرت مہدی مودودی کے محبت صادق مدیر بتدر اور احمدیہ مسلم مشن امریکہ کے بانی حضرت مفتی محمد صادق صاحب سیلون میں تشریف لائے اور ۶ نومبر ۱۹۲۴ء تک یہاں قیام فرما رہے تھے۔ حضرت مفتی صاحب کی آمد نے حضرت

حضرت مفتی محمد صادق صاحب کی تشریف آوری

اور جزیرہ میں احمدیت کا زبردست چرچا

لے اخبار "ٹائمز آف سیلون" مورخہ ۲۲ اگست ۱۹۲۳ء (بحوالہ الفضل ۱۱ ستمبر ۱۹۲۳ء ص ۳) +

لے رپورٹ مجلس مشاورت ۱۹۲۴ء ص ۳۹ + لے الفضل ۲۱ اکتوبر ۱۹۲۴ء ص ۶

لے الفضل ۱۸ نومبر ۱۹۲۴ء ص ۶

صوفی غلام محمد صاحب کے زمانہ کی یاد تازہ کر دی اور جزیرہ بھر میں احمدیت کی گویا دھوم مچ گئی۔ حضرت مفتی محمد صادق صاحب نے کولمبو کی مختلف سوسائٹیوں میں اسلام اور احمدیت سے متعلق متعدد کامیاب لیکچر دیئے آپ نے ایک لیکچر ”اسلام اور عیسائیت“ کے موضوع پر دیا اور مسلمانوں نے تسلیم کیا کہ اسلام کی تائید میں انہوں نے کبھی ایسی زبردست تقریر نہیں سنی۔ ایک لیکچر بدھ صٹ انجمن کے ہال میں ہوا جس کا تمام انتظام بدھ لوگوں نے کیا۔ جلسہ میں غیر معمولی حاضری تھی۔ مفتی صاحب نے بدھوں کے کالج کا بھی معائنہ کیا۔ نیز کولمبو میں بدھوں کے سب سے بڑے مذہبی پیشوا سے بھی ملاقات کی اور انہیں خبر دی کہ اس زمانہ کا بدھ قادیان میں آچکا ہے بدھ لیڈر نے کہا کہ بدھ آسمان سے آئے گا اور ہم اس کو آسمان سے نازل ہوتے خود دیکھیں گے۔ آپ کا ایک عیسائی مناظر ڈی سلوا کے ساتھ اٹوہیت مسیح اور دعویٰ مسیح موعود کی صداقت پر دوبارہ مناظرہ بھی ہوا جس میں پادری صاحب لاجواب ہو گئے۔ ان لیکچروں اور آپ کی نجی ملاقاتوں کے نتیجہ میں کئی غیر احمدی معززین احمدیت کے بہت قریب آ گئے بلکہ بعض علماء نے یہاں تک مشہور کر دیا کہ مفتی صاحب فی الواقع ولی اللہ ہیں جو محض اتفاق سے احمدیوں کے ہاتھ لگ گئے ہیں اور وہ ان سے فائدہ اٹھا رہے ہیں مگر دراصل وہ احمدی نہیں ہیں۔ ابتدائی چند لیکچروں کے سوا اکثر لیکچروں کا انتظام غیر احمدی معززین نے اپنے خرچ پر کیا اور نہایت خوشی کے ساتھ اپنی گرہ سے ہال کا کرایہ اور اشتہار وغیرہ کے اخراجات ادا کئے۔

حضرت مفتی صاحب نے عیسائیوں کے وینڈی کالج کی لٹریچر سوسائٹی میں بھی ایک لیکچر دیا۔ یہ لیکچر امریکہ کے عام حالات پر تھا اور صدر جلسہ خود پرنسپل تھے جو لندن کے پادری تھے۔ حضرت مفتی صاحب سیلون بدھوں کے مرکزی شہر کانڈی میں بھی تشریف لے گئے جہاں آپ کے دو لیکچر ہوئے۔ ایک کا عنوان تھا ”پیغام اسلام“ یہ لیکچر ٹاؤن ہال میں ایک معزز وکیل جارج ڈی سلوا صاحب نے صدارت کی۔ ہال سامعین سے بھرا ہوا تھا آخر میں معززین شہر نے کہا کہ ہمیں یہ خوشی ہے کہ اسلام اس قدر خوبیوں سے پر ہے جیسا کہ مفتی صاحب نے بیان کیا ہے۔ دوسرا لیکچر اسی شہر کے بدھ صٹ ہال میں ہوا۔ حضرت مفتی صاحب نے اپنے لیکچر میں دو وجہ بدھ کے بدھ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھی پیش کیا۔ یہ لیکچر بھی بہت مقبول ہوا۔

حضرت مفتی محمد صادق صاحب نے اپنے لیکچروں میں صداقت اسلام کے علاوہ تحریک احمدیت کے مخصوص مسائل پر بھی روشنی ڈالی اور اپنے عقائد کو بڑی وضاحت کے ساتھ بیان فرمایا۔ چنانچہ یہ ایک مشہور واقعہ ہے کہ آپ کے ایک لیکچر کے دوران جس کے صدر مسٹر برہان، ایک وکیل تھے کسی اہلحدیث دوست نے

دعویٰ کیا کہ قرآن شریف میں بہت سی آیات ہیں جن میں لکھا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ زندہ آسمان پر ہیں۔ حضرت مفتی صاحبؒ نے فرمایا مولوی صاحب تو کہتے ہیں بہت سی آیات ہیں اگر وہ ایک بھی ایسی آیت دکھادیں جس میں لکھا ہو کہ عیسیٰؑ حیٰ فی السموات تو میں اسی مجلس میں مولوی صاحب کو مبلغ تین سو روپے انعام دوں گا۔ اس پر لوگوں نے خوب تالیاں بجائیں اور سب مولوی صاحب کی طرف دیکھنے لگے کہ اب وہ تین سو روپے انعام لینے ہی والے ہیں مگر مولوی صاحب دم بخود ہو کر بیٹھ گئے۔ اس پر ایک اور صاحب نے اٹھ کر کہا کہ اگر حضرت عیسیٰؑ آسمان پر نہیں تو ان کی قبر دکھاؤ۔ حضرت مفتی صاحبؒ نے فی البدیہہ جواب دیا کہ آپ کے دادا کا دادا زندہ ہے یا مر گیا ہے؟ اگر مر گیا ہے تو اس کی قبر دکھاؤ ورنہ کہا جائے گا کہ وہ بھی آسمان پر ہے۔ اس جواب پر دوسرے صاحب نے بھی چپ ساواہ لی۔

حضرت مفتی محمد صادق صاحبؒ کے لیکچروں کا سیلون پریس میں بہت چرچا ہوا بطور نمونہ دو انگریزی اخبارات کے ڈوٹوٹ درج ذیل کئے جاتے ہیں:-

اخبار "سیلون ڈیلی نیوز" (۲۵ اکتوبر ۱۹۲۷ء) نے لکھا کہ:-

ولز نے کالج لٹری ایسوسی ایشن کے زیر اہتمام ڈاکٹر ایم۔ ایم۔ صادق نے کل طلباء کے سامنے زیر صدارت پرنسپل کالج ہذا ریورنڈ ہینچسن اپنے وہ تجربات بیان فرمائے جو آپ کو قیام یورپ و امریکہ کے زمانہ میں حاصل ہوئے تھے۔ دورانِ تقریر آپ نے کئی ایک دلچسپ واقعات بیان کئے اور غیر ممالک میں زندگی بسر کرنے کے متعلق طلباء کو وہاں کے اخلاق اور طرز معاشرت کے بارے میں مفید معلومات ہم پہنچائیں۔ (ترجمہ)

اخبار "سیلون انڈی پینڈنٹ" نے ۲۵ اکتوبر ۱۹۲۷ء کی اشاعت میں ایک نامہ نگار کے حوالہ سے لکھا:-

ینگ مسلم لیگ جو کہ روشن و ماخ اور آزاد خیال افراد پر مشتمل ہے کے اجلاس میں دو معزز اشخاص ڈاکٹر صادق اور مسٹر حمید کو نیومورسٹریٹ کے سکول میں حفظانِ صحت کے متعلق حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات بیان کرنے کا موقع دیا گیا۔

نامہ نگار نے مزید لکھا کہ میں بخوشی اس بات کا اقرار کرتا ہوں کہ مسلم لیگ کے ممبروں نے اخوت اور رواداری کا نمونہ دکھایا ہے۔ گذشتہ سال جب خواجہ گمال الدین صاحب سیلون میں لیکچروں کے متعلق

خط و کتابت کر رہے تھے تو اس کے خلاف ایک عام مخالفت کی لہر پیدا ہو گئی تھی اور وہ اس جزیرہ میں نہیں آسکے تھے۔ اب حالات تبدیل ہو گئے ہیں اور قومی بیداری کے ساتھ رواداری کی روح بھی پیدا ہو رہی ہے۔ غیر مسلم اصحاب نے فاضل ڈاکٹر کے ساتھ مختلف مسائل پر لیکچر اور مباحثوں کا انتظام کیا۔ ڈاکٹر صاحب یہاں قلیل عرصہ ہی ٹھہریں گے اس لئے عام مسلمانوں کو چاہیے کہ تعداد ازواج، غلامی، اکڑاہ فی الدین اور جہاد کے متعلق لیکچر دلوانے کا انتظام کر کے صحیح مذہب اسلام کی تبلیغ کا موقع ہم پہنچائیں۔

صدر انجمن احمدیہ قادیان کی سالانہ رپورٹ (مجموعی)

۳۰ اپریل ۱۹۳۳ء سے معلوم ہوتا ہے کہ

۱۹۳۲ء تک جزیرہ سیلون میں کوہو- نیگمبو

پہر جو ش تبلیغی مجدد و مجدد

(NEGOMBO) گیمپولا اور الکام میں احمدیہ جماعتیں قائم ہو چکی تھیں اور سیلونی احمدیوں کی تعداد اسی تک پہنچ چکی تھی۔ اس جزیرہ کی تبلیغی مہم ان دنوں مرکز کی طرف سے حضرت مولوی عبد اللہ صاحب مالا باری چلا رہے تھے جو عربی، لیلیام اور انگریزی کے عالم و فاضل اور بڑے بلند پایہ مقرر تھے اور سیلون اور مالا باری میں باری باری سے اعلائے کلمۃ الحق میں مصروف عمل رہتے تھے اور اشاعت اسلام و احمدیت کا کوئی تقریری اور تحریری موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیتے تھے۔ حضرت مولوی صاحب ۱۱۳۳ھ میں ۱۹۵۱ء تک سیلون میں بڑے مؤثر رنگ میں اشاعت احمدیت کے جہاد میں دیوانہ وار منہمک رہے۔ حضرت مولوی صاحب نے اس جزیرہ میں کس جان فروشی اور خلوص سے اشاعت احمدیت کا فریضہ ادا کیا ہے؟ اس کا اندازہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کی قبل از تقسیم مطبوعہ رپورٹوں سے بخوبی لگ سکتا ہے۔ بطور نمونہ حضرت مولوی صاحب کے قلم سے دارالتبلیغ سیلون کی صرف ایک رپورٹ (بابت ۱۹۳۷-۱۹۳۸) ملاحظہ ہو۔ فرماتے ہیں:-

"دو سال زیر رپورٹ (۱۹۳۵ تا ۱۹۳۷) میں ساڑھے تین ماہ خاکسار سیلون میں مقیم رہا۔ مقررہ اندازہ کے لحاظ سے ۴ ماہ سیلون میں ٹھہرنا تھا لیکن کالی کٹ میں مصری فتنہ کے زیر اثر بعض افراد کے ہلاکت میں پڑنے اور جماعت کا اس سے متاثر ہونے کا خطرہ پیدا ہو جانے کی وجہ سے مقررہ میعاد کے گزرنے سے دو ہفتہ پہلے جھے سیلون سے مالا باری کو واپس جانا پڑا۔ سیلون میں چار مقامات پر جماعتیں موجود ہیں جن میں مرکزی

اخبار تھوون چونکہ عرصہ سے بند ہو چکا تھا اس لئے احبابِ جماعت
 ”اسلامیہ سویرین“ کا اجراء کو روحانی غذا ہم پہنچانے کے لئے جماعتِ سیلون کے غلصہ دوست

او۔ عبدالمجید صاحب نے اسلامیہ سویرین نامی رسالہ جاری فرمایا۔ چونکہ عبدالمجید صاحب ۱۹۱۵ء سے ہی
 جماعت کے اخبار تھوون سے وابستہ چلے آ رہے تھے اس لئے ان کی ادارت میں اس رسالہ نے جماعت
 کو تبلیغی و علمی میدان میں آگے بڑھانے میں بہت مدد دی۔ پھر بعض احباب کی مالی مدد سے انہوں نے اسلامیہ
 سویرین پریس بھی قائم کر لیا جس سے جماعت کے لٹریچر کی طباعت میں مزید آسانی پیدا ہو گئی۔ کچھ عرصہ
 مفید کام کرنے کے بعد جب تھوون دوبارہ جاری ہوا تو یہ رسالہ بھی تھوون میں مدغم ہو گیا۔

۶؍ ظہور ۱۳۳۰ھ / اگست ۱۹۵۱ء کو جماعتِ احمدیہ
 ”تحریکِ جدید کے سیلون مشن کا قیام“ سیلون کی تاریخ کا ایک نیا اور انقلاب انگیز دور

مشرع ہوا جبکہ سیدنا حضرت امیر المؤمنین المصلح الموعودؑ کے حکم سے مولوی محمد اسماعیل صاحب منیر (مع الیہم)
 اس جزیرہ میں پہنچے اور تحریکِ جدید کے زیر انتظام مستقل مشن کی بنیاد رکھی۔ مولوی صاحب تقریباً
 پونے سات برس تک سیلون کے طویل و عرض میں نہایت جوش، اخلاص اور مستعدی سے اشاعتِ حدیث
 میں سرگرم عمل رہے اور بالآخر جنوبی اور وسطی ہند کا طویل سفر کرتے ہوئے ۸؍ شہادت ۱۳۳۷ھ /
 اپریل ۱۹۵۸ء کو ربوہ میں تشریف لائے۔ آپ اگرچہ مقامی زبان سے واقف نہ تھے بلکہ ماحول سراسر اجنبی
 تھا۔ ویزا صرف تین ماہ کا ملا تھا اور ایک ایسے نازک موقع پر مرکز کی طرف سے بھجوائے گئے تھے جبکہ جماعت
 سیلون اندرونی اور خارجی مشکلات سے دوچار تھی مگر خدا کے فضل اور حضرت مصلح موعودؑ کی دعاؤں کی
 برکت سے انتہائی بے سرو سامانی کے باوجود آپ کے دور میں اشاعتِ حق کے نئے سے نئے رستے کھلے
 اور آپ کی کوششوں میں غیر معمولی برکت ڈالی گئی۔ جماعتِ احمدیہ سیلون نے آپ کے زمانہ قیام میں جو
 نمایاں خدمات سر انجام دیں ان میں سے بعض کا تذکرہ ذیل میں کیا جاتا ہے۔

جماعتِ سیلون کو ایک نظام سے منسلک کرنے کے
 ”جماعتی تربیت و اصلاح کا نظام“ لئے ہر سیلونی احمدی خاندان کے ہر فرد کے مختصر اور

لے تبلیغی اور تربیتی تقاریر کے موقع پر اردو سے تامل میں ترجمانی کے فرائض بھائی جے شیہ احمد صاحب اور اے۔
 ایس نمود احمد صاحب نے اور انگریزی سے تامل میں ترجمہ کے فرائض ٹی۔ اے۔ احمد صاحب اور ایم جمال الدین صاحب نے انجام دیے

ضروری کو اعلیٰ کاربیکار ڈتیار کیا گیا۔ مجلس خدام الاحمدیہ، مجلس اطفال الاحمدیہ اور لجنہ اماء اللہ کی مرکزی تنظیموں میں نئی حرکت پیدا ہوئی اور احمدیوں کی نوجوان نسل کی تربیت و اصلاح کے لئے مختلف تدابیر بروئے کار لائی گئیں۔ اور احمدی عورتوں نے بھی محترمہ مبارکہ نسیرین صاحبہ (اہلیہ مولوی صاحب موصوف) کی رہنمائی میں تبلیغ و تربیت کے پروگرام میں اہم کردار ادا کیا۔

احمدیہ باغ | جماعت احمدیہ سیلون نے کولمبو میں اپنے مستقل مشن ہاؤس اور مرکزی مسجد کی تعمیر کے لئے قریباً پندرہ ہزار روپے جمع کئے جن میں سے پانچ ہزار روپے کی لاگت سے مسجد احمدیہ نیگیبو کے دائیں جانب ایک ایکڑ زمین خریدی گئی اور اس طرح جماعت کی وسعت کے پیش نظر ایک احمدیہ باغ کی صورت میں اس مسجد کی توسیع عمل میں آئی۔ یہ مسجد آپ کے زمانہ میں سیلون مشن کی واحد مسجد تھی۔

انجمن احمدیہ کے قدیم کمرہ کی مرمت | کولمبو میں انجمن احمدیہ کا ایک قدیم کمرہ تھا جماعت سیلون نے ایک بھاری رقم سے اس کی بھی مرمت کرائی اور اس میں لائبریری کا اجراء ہوا۔

مالی قربانیوں میں ترقی | اس عرصہ میں جماعت احمدیہ سیلون کے چندوں میں نمایاں ترقی ہوئی اور سیلون کے مخلص احمدی مردوں اور عورتوں نے وصیت، تحریک جدید واقعہ جدید اور دوسری مرکزی تحریکوں میں شامل ہونے کے علاوہ مقامی اور ہنگامی چندوں میں بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور مالی قربانیوں میں بھی ایک عمدہ مثال قائم کی۔

لائبریریوں کا قیام | کولمبو اور نیگیبو میں احمدیہ لائبریریاں قائم کی گئیں۔ کولمبو کی فضل عمر لائبریری میں سات سو کے قریب جلدیں آپ کی واپسی کے وقت موجود تھیں اور ریویو آف ریجنل انگریزی کے تقریباً مکمل فائل مہیا ہو چکے تھے۔ نیگیبو لائبریری کے لئے مولوی محمد اعلیٰ

۱۵ مثلاً تاریخ ولادت - تاریخ بخت - ولادت سکونت - پیشہ - آراء اور چندہ جات ۱۵ ۱۵ اس فنڈ سے ۱۵ ۱۳۳۶ ہش / جولائی ۱۹۵۷ میں ایک سزئم عمارت کولمبو شہر کے وسط میں خریدی گئی۔ یہ عمارت ۳۲ ہزار میں خریدی گئی تھی اور ۵ ہزار روپے قرض کے عوض مکان رہن رکھا گیا تھا۔ یہ بہت شاندار عمارت تھی جو افسوس مولوی صاحب کے بعد مخالفین کی شرارت کے باعث جماعت کے ہاتھوں سے نکل گئی ۱۵

صاحب قیصر نے اپنی ایک الماری اور بہت سی کتابیں بطور تحلیف دیں۔

اس دور میں جماعت احمدیہ سیلون کا پہلا انگریزی اخبار "دی مسیج" (THE MESSAGE) جو ۱۳۷۲ھ / ۱۹۵۳ء سے بند ہو چکا تھا دوبارہ پوری

آب و تاب کے ساتھ ماہ ظور ۱۳۳۲ھ / اگست ۱۹۵۵ء سے نکلنا شروع ہوا۔ یہ انگریزی و تامل اخبار سیلون کے علاوہ جنوبی ہند، بورنیو، برما اور ملایا میں بھی بھیجا جاتا تھا۔ اور تعلیم یافتہ مسلم اور غیر مسلم حلقوں میں بڑی دلچسپی سے پڑھا جاتا تھا۔ ماہ صلح ۱۳۳۶ھ / جنوری ۱۹۵۷ء میں اس اخبار کے سنہلی ایڈیشن کا بھی اجراء کیا گیا۔ اس زبان میں یہ پہلا اسلامی اخبار تھا اور اس کی اشاعت پر سنہلی پریس نے قابل قدر تبصرے کیے۔ سنہلی ایڈیشن کے پہلے پرچہ میں حضرت مصلح موعودؑ کی شبیہ مبارک کے ساتھ حضور کا حسب ذیل افتتاحی مضمون اشاعت پذیر ہوا:-

اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم

بسم اللہ الرحمن الرحیم ؛ محمدؐ و نصلی علی رسولہ الکریم

خدا کے فضل اور رحم کیساتھ

ہوالت

سنہائیزہ دران! جماعت احمدیہ کا سنہالی رسالہ نکل رہا ہے اور اس کے لئے تمہیدی نوٹ میں لکھ رہا ہوں میں آپ کو یاد دلانا چاہتا ہوں کہ سیلون کے ساتھ مسلمانوں کا تعلق آج کا نہیں بلکہ بہت پُرانا ہے۔ کیمبرج ہسٹری آف انڈیا میں لکھا ہے کہ سیلون کے بادشاہ نے حجاج کو جو امیہ خلافت کی طرف سے مشرقی صوبہ کا گورنر تھا ان مسلمانوں کے یتامی بھجوائے جو کہ سیلون کے بادشاہ کے علاقہ میں فوت ہوئے تھے۔ اس میں یہ بھی لکھا ہے کہ ایک غیر مصدقہ روایت سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ سیلون کا بادشاہ خود بھی مسلمان ہو گیا تھا اور امیہ خلیفہ کو باج بھیجا کرتا تھا۔ ہندوستان پر محمد بن قاسم کے حملہ کی وجہ بھی یہی تھی کہ سیلون کے بادشاہ نے جو مسلمان یتامی خلیفہ اسلام کو بھجوائے تھے ان پر سندھ کے ساحل کے قریب کچھ ہندو ڈاکوؤں نے حملہ کر کے انہیں گرفتار کر لیا تھا انہیں کے بچانے کے لئے محمد بن قاسم سندھ پر حملہ آور ہوئے تھے اور یہی بنیاد عالم اسلام اور ہندوستان میں جنگ کی تھی۔ پس قدیم سیلون سے مسلمانوں کا ایک ہزار سال سے (زائد ناقل) کا تعلق ہے ہم اس تعلق کو زورہ کرنے

کے لئے پھر اس ملک میں آئے ہیں اور امید کرتے ہیں کہ آپ لوگ بھی ہمارے مشن سے وہی سلوک کریں گے جو کہ اٹھویں صدی عیسوی کے سیلون بادشاہ نے مسلمانوں سے کیا تھا۔ خدا تعالیٰ آپ کے دلوں کو... ہدایت کے لئے کھول دے اور جس طرح ہم قدیم زمانہ میں بھائی بھائی تھے اس زمانہ میں بھی ہم بھائی بھائی ہو جائیں اور اس خطرناک زمانہ میں اپنے ملک و ملت کی حفاظت کے لئے دوش بدوش ایک دوسرے کی حفاظت کرنے کے لئے کھڑے ہو جائیں۔ اللہم آمین

خاکسار

(دستخط) مرزا محمود احمد

۶/۱۲/۵۶

خلیفۃ المسیح الثانی

مشرقی صوبہ میں ذیلی مشن کی بنیاد
پہلی بار سیلون کے مشرقی صوبہ میں جو مسلم اکثریت کی وجہ سے سیلون کا پاکستان کہلاتا ہے یکم اگست ۱۹۵۶ء / اکتوبر ۱۹۵۵ء میں جماعت احمدیہ کا ایک ذیلی مشن قائم کیا گیا جس کے انچارج مولوی محمد تمیم صاحب تھے جماعت احمدیہ سیلون نے اس مشن کے لئے اپنی بلڈنگ خریدی۔

۱۳۳۱ھ / ۱۹۵۲ء میں سیدنا حضرت المصلح الموعود

سنہلی زبان میں سلسلہ احمدیہ کا وسیع لٹریچر
رضی اللہ عنہ پر بذر لیجر روایا یہ انکشاف کیا گیا کہ "ہمارے سلسلہ کا لٹریچر سنہالی زبان میں بھی شائع ہونا شروع ہو گیا ہے اور اس کے نتائج اچھے نکلیں گے۔ حضور فرماتے ہیں:- میں خواب میں کہتا ہوں کہ سنہالی زبان تو ہے یہ سنہالی زبان کیوں لکھا ہے۔ پھر میں سوچتا ہوں کہ سنہالی زبان کونسی ہے" لے

۱۳۳۱ھ / ۱۹۵۲ء میں اگرچہ یہ زبان ملک میں بکثرت بولی جاتی تھی لیکن اسے کوئی خاص اہمیت حاصل نہ تھی لیکن ۱۳۳۵ھ / ۱۹۵۶ء میں حالات نے حیرت انگیز پلٹا کھایا اور نئی پارٹی "سمری لنکا فریڈم پارٹی" (SRI LANKA FREEDOM PARTY) برسر اقتدار آئی جس نے دو ماہ کے اندر سنہلی زبان کو واحد سرکاری زبان کا درجہ دے دیا۔ اس وقت جماعت احمدیہ سیلون کے لئے اس زبان میں کتابیں شائع کرنے کا اظہار کوئی امکان نہیں تھا۔ نہ روپیہ تھا نہ مترجم اور نہ اس خواب کی عملی تعبیر کے لئے کوئی ذرائع موجود تھے لیکن جلد ہی پردہ غیب سے ایسے سامان پیدا ہو گئے کہ مترجم بھی میسر آ گیا

اور سنہلی لٹریچر کی اشاعت کے فنڈ بھی غیر احمدی دوستوں ہی نے فراہم کر دیئے اور پھر سنہلی لٹریچر بڑی کثرت سے چھپا اور ملک بھر میں خدائی خبر کے مطابق مقبول بھی بہت ہوا جو صداقت احمدیت کا ایک چمکتا ہوا نشانہ ہے۔ مولوی محمد اسمعیل صاحب منیر اس ایمان افزو نشان کی تفصیل میں فرماتے ہیں:-

”وہاں کے احمدی مشن کے پاس قطعاً ایسے وسائل موجود نہیں تھے کہ وہ اس زبان میں لٹریچر کی اشاعت کا انتظام کر سکتی دفعۃً خدائی تقدیر حرکت میں آئی اور نہایت غیر معمولی طور پر اس زبان میں اسلامی لٹریچر کی اشاعت کا خود بخود انتظام ہو گیا اور وہ اس طرح کہ ابھی سنہلی گو سرکاری زبان کا درجہ ملے ہوئے چند ماہ ہی ہوئے تھے کہ ایک معزز شخص ڈاکٹر اے۔ سی۔ ایم۔ سلیمان صاحب (DR. A.C.M. SULAIMAN) جن کے نام سے بھی میں واقف نہ تھا موٹر کار میں احمدی مشن ہاؤس تشریف لائے اور انہوں نے یہ سوال کیا کہ آپ لوگ سنہلی میں اسلامی لٹریچر کیوں شائع نہیں کرتے؟ ہمیں نے مالی اور بعض دوسری مشکلات کا ذکر کیا۔ انہوں نے کہا آپ مجھے کوئی کتاب دیں میں اس کا سنہلی زبان میں ترجمہ کرنے کا انتظام کرتا ہوں۔ چنانچہ میں نے انہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت پر سلسلہ کی ایک کتاب دے دی جس کا نام LIFE AND TEACHINGS OF H.P. MOHAMMAD تھا۔ ہفتہ عشرہ کے بعد جب وہ دوبارہ آئے تو کتاب کا ترجمہ اور طبع شدہ پروف ساتھ لے کر آئے۔ چنانچہ چند یوم میں نظر ثانی کے بعد انہوں نے وہ کتاب پانچ ہزار کی تعداد میں چھپوا دی۔ اس کے بعد انہیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی معرکہ الآراء تصنیف ”اسلامی اصول کی فلاسفی“ دی گئی۔ اسے بھی انہوں نے بعد ترجمہ نہایت قلیل مدت میں پانچ ہزار کی تعداد میں چھپوانے کا انتظام کر دیا۔ چونکہ اس وقت حکومت سنہلی کو خاص اہمیت دے رہی تھی اس لئے خود وزیر اعظم نے اس زبان میں اسلامی لٹریچر کی اشاعت میں خاص دلچسپی کا اظہار کیا۔ حتیٰ کہ انہوں نے ہماری درخواست پر اس کتاب کے ساتھ اشاعت کے لئے بنجوشی اپنا ایک پیغام بھی بھجوا دیا۔ چنانچہ وہ پیغام بھی کتاب کے ساتھ شائع ہوا۔ کتاب کی طباعت کے بعد اس کی اشاعت کا آغاز ایک خاص تقریب میں کیا گیا جس میں بعض وزراء اور حکومت کے اعلیٰ افسران بھی شریک ہوئے۔“

سہ وزیر اعظم سیلون (S.W.R.D. BANDARANAIKE) نے اس تقریب پر ایک خصوصی پیغام دیا جس میں کہا ”بدھت اور سنہلیز ہونے کے لحاظ سے میں اس کتاب ”ISLAM DHARMAYA“ کے لئے مختصر پیغام بھیجے میں فرم محسوس کرتا ہوں۔ اس ملک کی تاریخ کے اس اہم دور میں سنہلی زبان میں (بقیہ ماشیہ اگلے صفحہ پر)

چنانچہ ان وجوہ کی بنا پر کتاب کا ملک بھر میں بہت چرچا ہو رہا اور لوگوں نے اسے ہاتھوں ہاتھ لیا۔ الغرض نہایت بے سروسامانی کے باوجود اللہ تعالیٰ نے محض اپنی قدرت نمائی کے ذریعہ حضور کے کشف کو پورا کرنے کے خود سامان فرمائے اور اس طرح یہ امر ہم سب کے لئے ازدیاد ایمان کا موجب بنا، لہ

”اسلامک لٹریچر سنٹر“
 اسی دور میں جماعت احمدیہ سیلون کے ایک مستقل اشاعتی ادارہ
 ”اسلامک لٹریچر سنٹر“ کی بنیاد پڑی جس کا حساب و کتاب اور کلرک
 الگ تھا اور جس کی نگرانی مولوی محمد اسماعیل صاحب تیر مشن انچارج اور جماعت احمدیہ کے نہایت شخص
 بزرگ ایم۔ ای۔ ایم۔ حسن صاحب جنرل احمدیہ پریذیڈنٹ آل سیلون و سیکرٹری مالی کو لہو کرتے

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ :- اسلامی کتاب کا شائع ہونا باعث اطمینان ہے کیونکہ اس کے ذریعہ
 سے ایک دوسرے سے تعلقات بڑھیں گے۔ یہ کتاب جو عام فہم زبان میں تیار کی گئی ہے یقیناً سنہلی زبان میں اسلامی
 لٹریچر کی ضرورت کو پورا کرنے والی ہوگی اور مجھے امید ہے کہ یہ بہت سے لوگوں تک پہنچے گی۔ کتاب کے مترجم مسٹر پی۔
 ایچ۔ ویدنگے نے اپنی تقریر میں بتایا کہ جب وہ ترجمہ کر رہے تھے تو کئی غیر مسلموں نے ان کی شدید مخالفت کی مگر
 انہوں نے اس قومی اور مذہبی خدمت کو تکمیل تک پہنچانا ضروری سمجھا اور اس کتاب کے مطالعہ کے بعد انہیں اس
 سے عقیدت ہو گئی جس کی وجہ سے اس کا ترجمہ بہت کم وقت میں ختم ہوا۔ اس تقریب پر کتاب کے ترجمہ کی اشاعت کا
 اعلان سیلون کے وزیر ڈاک خانہ جات و براڈ کاسٹ نے کیا۔ ملک کے ہر روزنامے نے اس موقع کا نمایاں ذکر صحابہ
 کے کیا اور احمدیہ مشن کے اس کارنامے کو قومی خدمت قرار دے کر خوب سراہا۔ اسی طرح سیلون ریڈیو میں مسلسل
 کئی آیات تک جماعت احمدیہ کی اس عظیم الشان خدمت کی خبر نشر ہوتی رہی جانا تکہ قبل ازیں امیر جماعت احمدیہ
 کے خلاف زبردست پراپیگنڈا کیا جا رہا تھا۔ اسی طرح ایک حلقہ کے ممبر آف پارلیمنٹ آنر بیل سر رازک فہید
 (SIR RAZIK FAREED) نے جماعت احمدیہ سیلون کی درخواست پر اس کتاب کی پہلی کاپی وزیر ڈاک خانہ جات
 و براڈ کاسٹنگ اور سنہلی کے بلندی پابہ شاعر آنر بیل عبدالستار ماریکر (A.S. MARIKAR) کی خدمت میں پیش کی
 اس تقریب میں پاکستان میں سیلون کے مشہور ہائی کمنٹر مسٹر ٹی۔ بی۔ جایا (T.B. JAYA) بھی تشریف لائے اور
 جماعت کی اس شاندار اسلامی و قومی خدمت پر خراج تحسین ادا کیا۔

تھے۔ نیر احمدی دوست کثرت کے ساتھ اس ادارہ کی کتابیں خریدتے تھے۔ سنٹر سے سیلون کے علاوہ پاکستان، ہندوستان، ملایا اور برما کو بھی کتابیں بھجوائی جاتی تھیں۔ مولوی صاحب نے جب واپسی پر نئے مبلغ دستہ نشینی عبدالرحمن صاحب شاہ سیلونی کو چارج دیا تو اس ادارہ کے سٹاک میں پچاس ہزار سے زائد کتابیں تھیں جن کی قیمت اس وقت تیس ہزار روپے کے لگ بھگ ہو گئی۔ مختلف کتب فروشوں کے پاس سنٹر کی جو کتابیں برائے فروخت رکھی تھیں ان کی تعداد اس کے علاوہ تھی۔ اس سنٹر کی آمد کے نتیجے میں جماعت احمدیہ سیلون نے سکول کے مسلم طلباء کے لئے بعض سفید کتابیں شائع کیں۔ سنہ ۱۹۴۱ء کا مسودہ ابھی محکمہ تعلیم کے پاس بغرض منظوری پڑا تھا کہ مولوی صاحب کو سیلون سے روانہ ہونا پڑا۔ اس سنٹر کی نگرانی میں ریلوے آفٹ ریلیجنز انگریزی کی توسیع اشاعت کے لئے بھی جدوجہد کی جاتی تھی نیز سلسلہ احمدیہ کامرزی لٹریچر اور غیر ملکی احمدی اخبارات بھی منگوائے جاتے تھے۔ اس ادارہ کے انچارج کلرک عباس مبارک احمد صاحب تھے۔ آپ کا وجود مختصات سے تھا۔ آپ نے نہایت ذوق و شوق سے یہ قومی فریضہ ادا کیا۔

اس دور میں نہایت وسیع پیمانہ پر انگریزی، تامل، سنہلی

شائع ہونے والے اسلامی لٹریچر کی تفصیل

زبانوں میں تراجم ہوئے اور اسلامی لٹریچر شائع ہوا جسکی تفصیل یہ ہے: اسلامی اصول کی فلاسفی، "پیکر لاہور"، حضرت سید موعودؑ، "ہمارا رسول"، "مختم شہزادہ پلڑ" (حضرت مصلح موعودؑ)، نماز مترجم، احادیث النبی، قرآن مجید کی دو سورتیں، صداقت سید موعودؑ، وفات سید، مسئلہ نبوت، اسلامی قاعدہ (سنہلی)، اسلام کا خلاصہ (تامل، انگریزی)، معترضین کے جوابات، دُورِ اسلام۔ اس کے علاوہ لاکھوں کی تعداد میں ٹریکٹ بھی شائع کئے گئے۔

جماعت کے مرکزی لٹریچر جس میں انگریزی تفسیر القرآن بھی شامل

لائبریریوں میں احمدیہ لٹریچر

تھی اور مقامی لٹریچر کے سیلٹ ملک بھر کی چھپیس اہم لائبریریوں میں رکھوائے گئے۔

ملک کے سب علاقوں کے وسیع دورے کر کے گوشہ گوشہ

ملک بھر کے وسیع دورے اور ان کا اثر

میں پیغامِ حق تقاریر کے ذریعہ پہنچایا اور اسلامی

۱۹۵۹ء تا ۱۹۶۰ء میں ریکارڈ (۱۳۳۰ء تا ۱۳۳۸ء) میں

۱۹۵۹ء سے حاصل کی گئی ہیں۔ یہ ریکارڈ دفترِ کالتِ تبشیر ربوہ میں موجود ہے۔

طریقہ کی بکثرت تیسیم کی جس کی وجہ سے شمس کا دائرہ واقفیت بڑا وسیع تھا یہاں تک کہ ایک دفعہ پاکستانی ہائی کمیشن کے فیسٹ سیپکوٹری مسٹر انور کے ایک بے دورے کا انتظام ہوا تو جہاں بھی وہ گئے وہاں احمدی مبلغ کی تقریر کے مطالبہ کو پا کر وہ خوش ہوئے جو ان کے ہمسفر ہی تھے۔

قرآنی اسباق کی وسیع اشاعت | قرآن عظیم کی تعلیمات کو پھیلانے کی غرض سے "قرآنی اسباق" بذریعہ ڈاک بھجوانے کا سلسلہ شروع ہوا جس پر حضرت المصلح الموعودؑ نے خوشنودی کا اظہار کیا اور ارشاد فرمایا کہ "مسلمانوں کو قرآن سے محبت ہے اس لئے اس سلسلہ کو جاری رکھو چنانچہ یہ اسباق اتنے مقبول ہوئے کہ بعد میں کتابی شکل میں AN OUTLINE OF ISLAM کے نام سے شائع ہوئے اور میٹرک کے طلبہ کو اسلامیات کے مضمون میں اسے مہم ثابت ہوئے کہ غیر مسلم طلبہ نے بھی اس کتاب کو پڑھ کر اس مضمون کا امتحان دیا اور اعلیٰ نمبر حاصل کر کے امتحان پاس کیا۔ بعد ازاں اس کتاب کا تامل ترجمہ بھی بڑا مقبول ہوا۔

مشن کی اسلامی خدمات کا رد عمل | احمدیہ مسلم مشن کی اسلامی خدمات سے عوام الناس کے علاوہ خواص بھی متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔ نوجوان تو بڑی کثرت سے احمدیہ طریقہ کا مطالعہ کرنے لگے۔ یہ بات بعض متعصب اور خود غرض علماء کو پسند نہ آئی تو ان میں سے ایک نے اپنی تقریر میں (جو سیلون ریڈیو سے نشر ہوئی) جماعت احمدیہ پر کچھ جھوٹے الزامات عائد کئے جس کا فوری نوٹس اس شکل میں بھی لیا گیا کہ وزیر براد کا سٹنگ سے پارلیمنٹ کے ایک ممبر (MR. CHELVANAYAKAM) نے ذیل کے چند سوال کئے جن کے جو جوابات پارلیمنٹ میں وزیر براد کا سٹنگ نے دیئے تھے وہ ان کے سامنے درج ہیں۔

سوال :- کیا وزیر ڈاکخانہ جات اور براد کا سٹنگ کو علم ہے کہ ۹ نومبر ۱۹۵۷ء کو سیلون ریڈیو نے ایک ایسی تقریر نشر کی ہے جس میں جماعت احمدیہ کے بانی حضرت احمد کو ناپلاٹم اور نامناسب الفاظ میں یاد کیا گیا۔

جواب :- ہاں

سوال :- کیا وزیر موصوف کو یہ علم ہے کہ سیلون میں احمدیہ جماعت کے پیروکار بکثرت ہیں۔

جواب :- ہاں

سوال :- کیا وزیر موصوف یہ جانتے ہیں کہ حضرت احمد کی عزت نہ صرف اس کے پیر و کوتے ہیں بلکہ دوسرے لوگ بھی کرتے ہیں۔

جواب :- ہاں

سوال :- نیز کیا اس اخلاق سوز تقریر نے نہ صرف احمدیوں کے جذبات کو ٹھیس پہنچائی ہوگی بلکہ دوسرے لوگوں کی بھی ناراضگی کا موجب بنی ہوگی۔

جواب :- ہاں

سوال :- کیا وزیر موصوف نے ملازم کو پکڑنے اور اسے سزا دینے کے لئے کوئی فوری اقدام کیا ہے۔

جواب :- متعلقہ افراد کے خلاف محکمانہ اقدام کیا گیا ہے۔

سوال :- آئندہ اس قسم کی بات کا اعادہ نہ ہونے کے لئے کیا کچھ کیا گیا ہے۔

جواب :- براڈ کاسٹنگ کے ڈائریکٹر جنرل کو ہدایت کی گئی ہے کہ وہ اس قسم کی بات کا اعادہ نہ ہونے

دیں۔

سوال :- جن لوگوں کے جذبات کو اس تقریر نے ٹھیس پہنچائی ہے ان کی تلافی کیسے کی گئی ہے۔

جواب :- براڈ کاسٹنگ کے ڈائریکٹر جنرل نے ۲۲ نومبر ۱۹۵۷ء کو اپنے خط DB/NS/6 کے

ذریعہ جنرل سیکرٹری سیلون احمدیہ مسلم ایسوسی ایشن کو معذرت نامہ بھجوا دیا ہے۔

مولوی محمد اسمعیل صاحب منیر نے ایک آخری اور اہم قدم یہ اٹھایا کہ سیلون سے روانگی سے قبل سربراہ اور

مستقبل کیلئے انتظامیہ کی تشکیل

سیلونی احمدیوں کے مشورہ سے مشن کو چلانے کے لئے ایک انتظامیہ تجویز کی جس کو تقسیم کار کے اصول

پر مشن کے ضروری فریقین سپرد کئے۔ مثلاً اخبار THE MESSAGE کے کینیون ایڈیشنوں کی ادارت۔

مالی امور اور تقسیم لٹریچر سنٹر کی حفاظت اس کے حسابات اور نگرانی۔ لائبریری کا انتظام خط و کتابت

مشن ہاؤس سے متعلق معاملات۔ جماعت سیلون کی عمومی نگرانی وغیرہ سب تفصیلات مولوی صاحب کے

اس مشورہ میں نئے ایچارج مشن فریڈی عبد الرحمن صاحب شاہد، مبارک احمد صاحب ایڈیٹر میسج اور ایم۔ ای۔ ایم

حسین صاحب جنرل پریذیڈنٹ جماعت سیلون شامل تھے۔

مکتوب مورخہ ۱۲ مارچ ۱۳۳۷ء تبلیغ / فروری ۱۹۵۸ء میں درج ہیں جو انہوں نے مرکز سلسلہ سے مزید مشورہ اور راہ نمائی کے لئے ربوہ لکھا تھا اور جو اس احساس ذمہ داری کا اہمیتہ وار ہے جو اسلام کے ایک مخلص سپاہی اور فرض شناس مبلغ کے دل میں ہمیشہ موجزن رہنا چاہیے :

فصل سوم

رسالہ "التبلیغ" کا اجراءِ صوبہ بہتر کے دو ائمہ لوہ کی شہادت۔ نوابزادہ
لیاقت علی خان صاحب وزیر اعظم پاکستان کا سفارۃ کا قتل اور حضرت مصلح موعود کا
حقیقت افروز تبصرہ

سیلون مشن کے حالات پر مفصل روشنی ڈالنے کے بعد اب ہم ماہ ظہور ۱۳۳۰ھ / اگست ۱۹۵۱ء اور اس کے بعد رونما ہونے والے واقعات کا بالترتیب ذکر کرتے ہیں۔

اس زمانہ میں حضرت سید زین العابدین رضی اللہ عنہما صاحب شہادت
ربوہ سے رسالہ "التبلیغ" کا اجراء | ناظر دعوت و تبلیغ ربوہ کی نگرانی میں صدر انجمن احمدیہ پاکستان
کے سیغہ نشر و اشاعت نے (جس کے متمم ان دنوں مکرم شیخ عبدالقادر صاحب نے مسلم تھے) اجرائی و مخاطب
ایگزیکٹو کے بروقت ازالہ کے لئے کم و بیش پچاس ٹریکٹ لاکھوں کی تعداد میں شائع کئے جو تبلیغ احمدیت
کا نہایت مفید، مؤثر اور کارگر ذریعہ ثابت ہوئے۔ چونکہ مرکز سے ان کو انفرادی طور پر بکھرانے کا ڈاک خرچ
زیادہ ہوتا تھا اس لئے "التبلیغ" کے نام سے ایک مختصر رسالہ کا ڈکٹیشن اور ایڈیٹنگ نمبر (۵۶۹۵) حاصل کیا

لے رپورٹ سالانہ صدر انجمن احمدیہ پاکستان (۱۹۵۰-۱۹۵۱ و ۱۹۵۱-۱۹۵۲) میں ان ٹریکٹوں کے عنوان

گیا۔ یہ رسالہ یکم ظہور ۱۳۳۰ھ / اگست ۱۹۵۱ء سے ۱۳۳۲ھ / ۱۹۵۲ء کے شروع تک محرم شیخ عبدالقادر صاحب کی ادارت میں جاری رہا۔

رسالہ "التبلیغ" جو ٹریڈ کی صورت میں چھپتا تھا گورنر، وزراء، سرکاری عہدیداران، ڈاکٹر، وکلاء، ائمہ مساجد، تجار، اساتذہ، طلباء، ایڈیٹر، لائبریریوں کے ناظم غرض کہ پاکستان کے ہر طبقہ کے لوگوں کو بھجوا یا جاتا تھا اس کے اجراء کے ساتھ ہی غیر احمدی معززین کی ایک کثیر تعداد نے خود بخود خواہش کی کہ یہ ان کے نام جاری کر دیا جائے چنانچہ ان کی اس خواہش کو پورا کیا گیا۔ شروع میں یہ رسالہ بذریعہ ڈاک اڑھائی ہزار کے قریب بھجوا یا جاتا تھا لیکن ۱۳۳۱ھ / ۱۹۵۲ء میں اس کی ماہوار تعداد اشاعت ساڑھے چھ ہزار اور ۱۳۳۲ھ / ۱۹۵۳ء میں چودہ ہزار تک پہنچ گئی۔

احرار نے احمدیت کے خلاف ملکی فضا کو مسموم کرنے کی جو خطرناک راہ بھی اختیار کی "التبلیغ" نے اس کا ڈٹ کر علمی تعاقب کیا اور دلائل و شواہد کی روشنی میں تحریک احمدیت کے صحیح خدو و خال نمایاں کر کے بھر پور جہد و جہد کی۔

"التبلیغ" چونکہ ۱۳۳۰-۱۳۳۲ھ / ۱۹۵۱-۱۹۵۳ء کی مدافعتانہ مہم کا ایک یادگار حصہ ہے اس لئے اس میں شائع شدہ اہم مضامین کے عنوانات کا ذکر کرنا اس دور کی تبلیغی معرکہ آرائیوں کی نوعیت کو سمجھنے میں مدد و معاون ہوگا۔

۱۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت ہمیشہ کے لئے زندہ ہے۔

پہلی جلد کے عنوانات

۲۔ جماعت احمدیہ کے عقائد ۳۔ وفات مسیح ۴۔ کاذب مدعی نبوت کے متعلق قانون الہی ۵۔ خیر خواہان پاکستان سے درمندانہ اپیل ۶۔ منصب نبوت اور اس کی خصوصیات ۷۔ نشانِ رحمت کی عظیم الشان پیشگوئی ۸۔ روحانی نظام کی تکمیل کے لئے قرآنی اصول ۹۔ حضرت مسیح موعود کی صداقت کے آسمانی اور زمینی نشان ۱۰۔ پیشگوئی نشانِ رحمت کے تعلق میں چمکتے ہوئے بیسیوں نشانات ۱۱۔ ۱۲۔ نشانِ رحمت کا انذاری حصہ کیونکر پورا ہوا ۱۳۔ جہاد کے متعلق ایک غلط فہمی کا ازالہ ۱۴۔ پیشگوئی نشانِ رحمت حکیمات اور متشابہات کی کسوٹی پر ۱۵۔ نشانِ رحمت کا انذاری حصہ حکیمات اور متشابہات کی کسوٹی پر ۱۶۔ شرعی تعزیر کے متعلق صحیح اسلامی

تعلیم ۱۷-۱۸۔ نشانِ رحمت ۱۹۔ زار بھی ہوگا تو ہوگا اُس گھڑی باحالِ زار۔

۱۔ زار بھی ہوگا تو ہوگا اُس گھڑی باحالِ زار ۲۔ احرار کی دفاع
دوسری جلد کے عنوانات پاکستان کے نام سے ملک کے امن کو برباد کرنے کی ناپاک کوشش۔

۳۔ تعلیم حضرت مسیح موعود علیہ السلام مع دینِ بشرائط ۴-۵۔ مسیح ابنِ مریم ایک سو بیس برس زندہ رہے ۶۔ مسلمانوں کے آپس میں اختلافات مٹانے کا واحد ذریعہ قرآن مجید ہے ۷۔ اظہارِ حق ۸۔ اظہارِ حق ۹۔ ایک اعتراض کا جواب ۱۰۔ احمدیت کوئی نیا مذہب نہیں ۱۱۔ نئی جماعت بنانے کی وجہ ۱۲۔ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کا اہل بیت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت و اخلاص ۱۳۔ ایسٹر کے موقع پر عیسائی صاحبان کے نام پیغام ۱۴۔ احمدیوں کو دوسری جماعتوں سے علیحدہ رکھنے کی وجہ ۱۵۔ مسلمانوں کی اصلاح کے لئے پہلا اور نہایت ضروری قدم ۱۶۔ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ ۱۷-۱۸۔ احرارِ مقررین کی جلسہ چنیوٹ منعقدہ ۱۹۔ اپریل میں غلط بیانیوں۔ ایک ہزار روپیہ انعام ۲۰۔ واقعہ کراچی کے متعلق رائے عامہ ۲۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان ۲۲۔ جماعت احمدیہ صدقِ دل سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین مانتی ہے ۲۳۔ کیا مولوی عبدالحامد صاحب ہالیونی کو جرأت ہے؟ ۲۴۔ جو خاتم النبیین کا منکر ہے وہ یقیناً اسلام سے باہر ہے ۲۵-۲۶۔ احمدیت کے متعلق غلط فہمیوں کا ازالہ ۲۷۔ فیصلہ کی آسان راہ۔ ۲۸-۲۹۔ ہماری جماعت کا نام احمدیہ جماعت کیوں رکھا گیا ۳۰۔ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کی ایک عظیم خدمت ۳۱۔ بانی سلسلہ احمدیہ کے دعویٰ نبوت کی وہ ناحت خود اپنی قلم سے ۳۲۔ خاتمیت محمدیہ کے متعلق جماعت احمدیہ کا عقیدہ۔

۲۔ مسئلہ ختم نبوت اور احمدیت ۳۔ مدیران زمیندار کی انگریزی پستی
تیسری جلد کے عنوانات کے واضح ثبوت۔

مندرجہ بالا مضامین کا ایک حصہ حضرت مسیح موعود اور حضرت مصلح موعود کے اقتباسات پر مشتمل ہے جو نہایت عمدگی کے ساتھ انتخاب کر کے سپرد اشاعت کئے گئے بعض مضامین حضرت سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب اور بعض دوسرے اہل قلم بزرگوں اور دوستوں کی محنت و کاوش کا نتیجہ تھے مگر ایک معتدبہ حصہ مدیر "التبلیغ" مکرم شیخ عبدالقادر صاحب کے قلم سے نکلا۔

”التبلیغ“ باقاعدگی سے چھپ رہا تھا کہ ۱۳۳۲ھ / ۱۹۵۳ء کے اوائل میں
رسالہ کی جبری بندش

عرصہ کے لئے بند کر دیا گیا۔

۲۔ تبوک ۱۳۳۰ھ / ستمبر ۱۹۵۱ء کو تحریکِ جدید کے
مطالبات کو ذہن نشین کرانے اور دوستوں کو اس کے
مالی جہاد میں شمولیت کی دعوت دینے کے لئے پاکستان بھر
حضرت امیر المؤمنین کے دو پیغام
یومِ تحریکِ جدید کے موقع پر

میں یومِ تحریکِ جدید منایا گیا۔ بانی تحریکِ جدید سیدنا حضرت امیر المؤمنین المصلح الموعودؑ نے ۲۸ رجب /
اگست کو جماعتوں کے نام حسبِ ذیل پیغام دیا اور ہدایت فرمائی کہ ”میرا یہ پیغام تحریکِ جدید کے جلسہ ۲ ستمبر
کے موقع پر جماعت میں پڑھ کر سنا جائے“

اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم

بسم اللہ الرحمن الرحیم ؛ محمدلاً و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ

هو التواصر

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اے دوستو! حرار اور ان کے ہم نوا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جھوٹا، کذاب، دجال
اور دشمنِ اسلام کہتے ہیں۔ باقی سب دنیا رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو
اسی قسم کے ناموں سے یاد کرتی ہے۔ دنیا میں اس قدر گالیاں کسی سابق نبی کو نہیں دی گئیں بلکہ دسواں
حضرت بھی نہیں دی گئیں جتنی کہ مسیحی اور آریہ لٹریچر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دی گئی تھیں۔ صرف
ایک احمدیہ جماعت ہے جو سب راست بازوں کو مانتی ہے اور ان کی سچائی کو دنیا پر ظاہر کرنے کی
مدعی ہے۔ جماعت احمدیہ کی تعداد اتنی کم ہے کہ اتنے بڑے حملہ کا جواب دینے کی اس میں طاقت نہیں
سوائے اس کے کہ وہ انتہائی قربانی سے کام لے اور خدا تعالیٰ کے فضل کو جذب کرے۔

لے یہ تقابلی صدر انجمن احمدیہ پاکستان کی سال ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲ھ / ۱۳۳۲ء کی سالانہ رپورٹوں میں مذکور

مجھے افسوس سے کہتا پڑتا ہے کہ اس قسم کی قربانی کے قریب بھی ابھی جماعت نہیں آئی اس لئے ایک دفعہ پھر میں آپ لوگوں سے خواہ مرد ہوں خواہ عورت خواہ نچے ہوں کہتا ہوں کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مسیح موعودؑ کو مارنے کے لئے دشمن جمع ہیں۔ اپنی غفلت چھوڑ دو۔ قربانی کو بڑھاؤ اور اس کی رفتار کو تیز تر کر دو۔ تحریک جدید کے چندوں کو جلد سے جلد ادا کرو۔ سادہ زندگی اور پیسہ بچانے کی عادت ڈالو اور تبلیغ کو وسیع کر دو۔ دنیا پیاسی مر رہی ہے۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ارواح مومنوں کو روحانی جہاد کے لئے آگے بلارہی ہیں تم کب تک خاموش رہو گے۔ کب تک بیٹھے رہو گے قربانی کرو اور آگے بڑھو اور اسلام کے جھنڈے کو بلند کرو۔

خاکسار مرزا محمود احمد لہ

اگلے سال مخلصین سلسلہ کو تحریک جدید کی مالی قربانیوں کی طرف دوبارہ متوجہ کرنے کے لئے ۵ اکتوبر کو دو سہرا "یوم تحریک جدید" منایا گیا جس کے جلسوں میں حضرت مصلح موعودؑ کا ایک اور ولولہ انگیز پیغام پڑھا گیا جس نے مخلصین کو قربانی و ایثار کے جذبہ سے سہرشار کر دیا۔ یہ پیغام حضور ہی کے الفاظ میں درج ذیل کیا جاتا ہے۔ فرمایا:-

"تحریک جدید کی طرف سے جماعت کو ہوشیار کرنے کے لئے اور وعدہ کرنے والوں کو وعدے یاد دلانے کے لئے ۵ اکتوبر کو یوم تحریک جدید منایا جا رہا ہے مجھ سے خواہش کی گئی ہے کہ میں اس دن کے لئے ایک پیغام جماعت کے نام دوں میں اس خواہش کو پورا کرنے کے لئے چند سطور لکھوا رہا ہوں لیکن میں سمجھتا ہوں کہ پیغام خود آپ کے دل سے پیدا ہونا چاہیے۔ اگر آپ کا دل آپ کو اس موقع پر کوئی پیغام نہیں دے رہا تو میرا پیغام کچھ لوگوں کے لئے تو ضرور مفید ہو جائے گا لیکن ان لوگوں کی اکثریت کے لئے مفید نہیں ہوگا جن کا دل اس موقع پر انہیں کوئی پیغام نہیں دے رہا۔

تحریک جدید کی غرض نوجوانوں میں احمدیت کی رُوح پیدا کرنا ہے اور تبلیغ اسلام و احمدیت کو دنیا کے کناروں تک پھیلانا ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ کی پیشگوئی تھی کہ مصلح موعود زمین کے کناروں تک شہرت پائے گا اور قومیں اس سے برکت پائیں گی۔ اس کے نام کو دنیا کے کناروں تک پھیلانے کے سوائے اس کے کوئی معنی نہیں کہ احمدیت اس کے ذریعہ سے دنیا کے کناروں تک پہنچے۔ پس درحقیقت اس پیشگوئی میں

تحریک جدید کے قیام کی پیشگوئی تھی اور تحریک جدید کا قیام اسی پیشگوئی کے ذریعہ سے ۱۹۳۲ء سے نہیں بلکہ ۱۸۸۶ء سے بنتا ہے یعنی اڑتالیس سال پہلے سے خدا تعالیٰ اس کی بنیاد قائم کر چکا تھا۔ اور اگر اور گہرا غور کریں تو ہمیں ماننا پڑتا ہے کہ درحقیقت ۱۳۴۸ھ سال پہلے تحریک جدید کا قیام ہو چکا تھا کیونکہ اللہ تعالیٰ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق فرماتا ہے کہ اس نے اسلام کو اس لئے بھیجا لیظہود علی المدین کلمہ کہ تاکہ اسلام کو دنیا کے سب مذاہب پر غلبہ ہو جائے۔ اور مفسرین لکھتے ہیں کہ جس زمانہ کے متعلق یہ خبر ہے وہ آخری زمانہ یعنی یسوع اور ممدی کا زمانہ ہے۔ پس تحریک جدید درحقیقت اسی پیشگوئی کو عملی جامہ پہنانے کے لئے ہے اور ہر احمدی جو اس تحریک میں حصہ لیتا ہے اور پھر اپنے وعدہ کو پورا کرتا ہے اور وقت پر پورا کرتا ہے وہ لیظہود علی المدین کلمہ کی پیشگوئی کا مصداق ہے اور بہت بڑا خوش نصیب ہے کہ خاتم النبیین کی بعثت کی غرض کو پورا کرنے والوں میں شامل ہوتا ہے اور محمدی فوج کے سپاہیوں میں اس کا نام لکھا جاتا ہے اور بد قسمت ہے وہ جس کو اس کا موقع ملا اور وہ تحریک جدید میں شامل نہ ہوا۔ اسی طرح بد قسمت ہے وہ جس نے منہ سے تو اس میں شامل ہونے کا اقرار کیا لیکن عملاً اس میں کمزوری دکھلائی۔ پس اسے عزیز و اتم احمدیوں میں سے کوئی احمدی ایسا نہیں ہونا چاہیے جو اس تحریک میں شامل نہ ہو اور کوئی ایسا نہ ہونا چاہیے جو وعدہ کر کے اس میں کمزوری دکھائے بلکہ چاہیے کہ کوئی منتریف ابلطح اور نیک غیر احمدی بھی اس تحریک سے باہر نہ رہے خواہ ابھی اسے جماعت میں داخل ہونے کی جرأت نہ ہوتی ہو۔

احزازی فتنہ کا اصل مرکز اگرچہ اول نمبر
مہو بہ سرحد میں دو احمدیوں کی دردناک شہادت
 پر پنجاب اور پھر بلوچستان تھا مگر اس سال

اس کی چنگاریاں صوبہ سرحد کے کنارے تک بھی پہنچ گئیں اور مخالف علماء کی اشتعال انگیز تقریروں نے علاقہ مانسہرہ کے سادہ مزاج عوام کے جذبات بھی احمدیوں کے خلاف بھڑکا دیئے جس کا تکلیف دہ نتیجہ ۲۱ ستمبر ۱۳۳۰ھ / ۱۹۵۱ء کو بیر برآمد ہوا کہ کوئٹہ، اوکاڑہ اور راولپنڈی کے بعد یہاں بھی دو مظلوموں کا خون بہایا گیا یعنی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ایک مخلص صحابی حضرت مولوی عبدالغفور صاحب اور ان کے سات سالہ معصوم بچے عبداللطیف نہایت بے دردی سے شہید کر دیئے گئے۔

مولوی صاحب موضع ترکھولہ ڈاک خانہ ہر کند تحصیل مانسہرہ کے باشندے تھے۔ دس برس کی عمر

میں قادیان پہنچے اور ۱۹۰۶ء میں حضرت ہمدی موعود علیہ السلام کی بیعت سے مشرف ہوئے۔ آپ کو قادیان کی پیاری اور پُرانوار و برکت بستی سے اس قدر محبت و عقیدت پیدا ہو گئی کہ اپنے بڑے بھائی حضرت حکیم نظام جان صاحبؒ کو بھی آنے کی تحریک کی جس پر حکیم صاحب مستقل ہجرت کر کے قادیان ہی کے ہو گئے۔

مولوی عبدالغفور صاحب کی قادیان میں ایک لاکھ روپے کی جائیداد زمین اور مکانات کی صورت میں تھی۔ اس کے علاوہ دریائے سرن سے پار دو گاؤں مصر اور ماڑی میں بھی ایک لمبا سلسلہ آپ کی مملوکہ زمین کا تھا جو آٹھ سو گھاؤں پر پھیلا ہوا تھا جس کا ایک سراسلے ہزارہ سے اور دوسرا سراسلے پانچ سو سے جا ملتا تھا۔ اس کے علاوہ دریائے سرن کے کنارے آپ کی چار پین چکیاں تھیں جن میں سے ایک کی قیمت آپ نے بحق صدر انجمن احمدیہ ربوہ کر دی تھی۔

آپ کا معمول تھا کہ روزانہ اذان سے پہلے اٹھتے اور اپنے ملازم کو ہمراہ لے کر دریا سے پار چکیوں پر چلے جاتے تھے۔ نماز فجر وہیں ادا کرتے اور اسی عرصہ میں ان کاسات ساتھ بچہ عبداللطیف چائے پیکرواں پہنچ جاتا دونوں ناشتہ کرتے اور زمین کی دیکھ بھال کے بعد اپنے گاؤں کوٹ آتے۔

۲۱ ربیع الثانی ۱۳۲۶ھ کو بوقت صبح آٹھ بجے آپ اپنے ننھے بچہ (عبداللطیف) کو لے کر اپنے گھر سے پانچ چکیوں کی نگہداشت کے لئے نکلے۔ آپ چار فرلانگ تک گئے تھے کہ ایک کھین گاہ سے آپ پر بدوق کا فائر کیا گیا جس کے بعد آپ کو اور آپ کے بچہ کو کھانڈی سے شہید کر دیا گیا۔ ظالم قاتل بھاگ گئے اور بے گور و کفن لاشوں کی نگرانی آپ کا گھر یلوگتا کرتا رہا جو کبھی آپ کی لاش کی طرف جاتا اور کبھی ان کے بچہ کی نعش کی طرف بھاگتا تھا۔

مولوی عبدالغفور صاحب نے اپنے بیچھے ایک بیوہ، تین لڑکے اور تین لڑکیاں یادگار چھوڑیں۔ یہ پاکستان کے دشمنوں نے محض اختلاف رائے کی بنا پر اشتعال اور قتل و تشدد کا جو

نواب زادہ لیاقت علی خان کی مخالفت اور سفاکانہ قتل

خونی چکر چلا رکھا تھا اور جس طرح اسلام کے نام پر عوام کی ذہنیت کو بدامنی اور شور و شکر کے لئے باقاعدہ تیار کیا جا رہا تھا اُس کا خمیازہ پاکستان کو اپنے محبوب قائد ملت نواب زادہ لیاقت علی خان سفاکانہ قتل

لے آپ کے تفصیلی واقعات اپنے مقام پر آئیں گے۔ انشاء اللہ یہ سب افضل ۲۵ ربیع الثانی ۱۳۲۰ھ میں (مضمون حکیم عبدالواحد

صاحب مانسرہ) و افضل ۱۲ راجہ ۱۳۲۰ھ میں (مضمون حمید قریشی صاحب ابن حکیم نظام جان صاحب)؛

کی صورت میں بھگتنا پڑا۔

نواب زادہ لیاقت علی خاں جو قیام پاکستان سے لے کر اب تک پاکستان کی وزارتِ عظمیٰ کے منصب کا بار اٹھائے ہوئے تھے ۱۶ اکتوبر ۱۹۵۱ء (مطابق ۱۶ اخیاء ۱۳۳۰ ہجری) کو کمپنی باغ راولپنڈی کے ایک عظیم الشان اجتماع سے خطاب کرنے کے لئے کھڑے ہوئے۔ ابھی آپ "برادرانِ اسلام" کے دو نہایت پیارے لفظ ہی کہہ پائے تھے کہ ہزارہ سے آنے والے ایک بد بخت شخص سید اکبر نے آپ پر گولی چلا دی قائدِ ملت ڈاکٹر پرگڑے اور تھوڑی دیر بعد زخموں کی تاب نہ لا کر جاں بحق ہو گئے۔

نواب زادہ لیاقت علی خاں ایک عظیم قومی لیڈر تھے جنہوں نے آل انڈیا مسلم لیگ کے جنرل سیکرٹری ۱۹۴۶ء کی عبوری حکومت میں قائدِ اعظم کے نائب ہونے کی حیثیت سے اور پاکستان کے پہلے وزیرِ اعظم ہونے کی حیثیت سے بھی نمایاں سیاسی خدمات انجام دی تھیں تاہم باوجود اپنی ان خدمات کے وہ بھی عمر بھر قائدِ اعظم کی طرح جماعتِ اسلامی کے سیاسی لیڈروں اور اخباروں کے تنقیدی نشتروں کا ہمیشہ نشانہ بنے رہے چنانچہ اس کے بانی و امیر مودودی صاحب نے ایک سال قبل اُن پر دورہ امریکہ کے دوران قوم کا ۲۵ لاکھ روپیہ خرچ کرنے کا الزام بھی لگایا جس کی خان لیاقت علی خاں نے کراچی کے جلسہ عام میں پر زور تردید کی اور کہا:-

"اس الزام میں پانچ فیصدی بھی صداقت نہیں... ہم علماء کا احترام کرتے ہیں لیکن اگر علماء

ہی جھوٹ پر اتر آئیں تو ملت کا خدا حافظ"۔

ایک اور موقع پر ان کو واشگاتِ لفظوں میں کہنا پڑا:-

"مولانا مودودی انتشار پھیلاتے ہیں۔ وہ پاکستان کے امیر المؤمنین بننا چاہتے ہیں"۔

خان لیاقت علی خاں کی دردناک موت سچ مچ ایک قومی المیہ تھی جس پر سوائے

افسوسناک طرزِ عمل

ملک کے انتشار پسند عناصر کے کوئی خوش نہ ہو سکتا تھا مگر یہ حقیقت ہے کہ مسلم لیگ کے بعض ممتاز سیاسی لیڈروں نے اس موقع پر افسوسناک ذہنیت کا ثبوت دیا۔ مثلاً جناب

سید امروند، ۱۸ اگست، ۱۹۵۰ء (بحوالہ "جماعتِ اسلامی کا رخ کردار" ص ۱۳۳) از چوہدری حبیب احمد صاحب

مطبوعہ پاکستان ٹائمز پریس لاہور۔ مارچ ۱۹۶۳ء

سید مولانا مودودی کی نظر بندی کیوں؟ ص ۲۳ ناشر شعبہ نشر و اشاعت جماعتِ اسلامی پاکستان

حمید نظامی مدیر نوائے وقت نے اپنے ایک مکتوب میں لکھا:-

” لیاقت نے پچھلے دو ماہ جنگ کا اتنا زیادہ پروا ہیگیٹا کیا تھا اور لوگوں کے جذبات میں اتنا اشتعال پیدا کر دیا تھا کہ خدا کی پناہ۔ اس کے بعد لیاقت علی نے فقدانِ جرات اور فقدانِ تدبیر کا جو ثبوت دیا اس سے عوام میں بڑی بددلی پھیلی۔ ممکن ہے یہ قتل اسی بددلی کا نتیجہ ہو۔ بہر حال جو کچھ ہو اہمیت بُرا ہوا۔ خدا جانے اب ملک کا کیا حشر ہوگا؟ لیاقت علی نے ناپولیشن بننے دی ہے نہ مسلم لیگ میں کوئی مضبوط آدمی رہنے دیا اب کہیں انتشار نہ پھیل جائے۔“ ۷

پھر لکھا:-

” لیاقت علی سے پاکستان کو حقیقی خطرہ تھا۔ وہ اس ملک کو ڈکٹیٹر شپ کی طرف لے جا رہے تھے اور لازمی طور پر اس کی تباہی کا موجب بنتے۔ لیاقت علی میں ہٹلر کی کوئی خوبی نہ تھی مگر اس کی سب بُرائیاں موجود تھیں۔ دس سال بعد ہی مورخ لیاقت علی کے کام کا ٹھنڈے دل سے جائزہ لے سکتا ہے۔ وہ پاکستان کے لئے ایسے ایسے مسائل پیدا کر گئے ہیں کہ ان کے جانشینوں کے لئے انہیں حل کرنا بڑا مشکل ہوگا۔“ ۸

۷۔ ان صاحب نے اس حادثہ قتل سے فقور احمد قبل جبکہ خان لیاقت علی خاں نے یہ اعلان کیا تھا کہ ہندوستان پاکستان کے خلاف جارحانہ عوام رکھتا ہے اور اس نے اپنی فوجیں پاکستان کی سرحد پر جمع کر رکھی ہیں یہ نظریہ قائم کیا کہ ”میرے خیال میں لیاقت علی نے انتہائی مبالغہ آرائی کی ہے۔ لیاقت علی کا اقتدار خطرے میں ہے وہ عوام کی توجہ کو اندرونی اور ملکی مسائل سے ہٹا کر دوسری طرف منتقل کر دینا چاہتا ہے نہر و جب تک ہندوستان کا وزیر اعظم ہے دونوں ملکوں میں جنگ نہیں ہوگی.... گو کشمیر کے بارے میں امکان رویہ انتہائی نامعقول ہے مگر وہ پاکستان سے جنگ کبھی پسند نہیں کرے گا البتہ پاکستان کشمیر کے حصول کے لئے جنگ شروع کر سکتا ہے مگر لیاقت علی بھی کشمیر کے لئے جنگ کبھی نہیں کرے گا وہ صرف سٹنٹ سے کام لے گا۔“

(” نشان منزل“ حمید نظامی مدیر نوائے وقت کے خطوط کا مجموعہ ص ۲۳ پر نظر ثانی شدہ قندیل پریس لاہور

طبع اول ۲ فروری ۱۹۷۰ء)

۸۔ ” نشان منزل“ ص ۲۳ ۹۔ ” نشان منزل“ ص ۳۳ ۱۰۔

جماعت احمدیہ کی طرف سے گہرے رنج و غم کا اظہار
اور خدمتِ ملک و قوم کے عزم کا اعلان

اس انداز فکر و تصور کے برعکس جماعت احمدیہ
کے امام حضرت مصلح موعودؑ نے درد بھرے دل
کے ساتھ گورنر جنرل پاکستان فضیلت مآب

جناب غلام محمد صاحب کو تعزیتی تار دیا جس میں خان لیاقت علی خاں کی اندوہناک وفات پر گہرے رنج و
غم کا اظہار فرمایا اور گورنر جنرل پاکستان کو اپنے اور اپنی جماعت کے کامل تعاون اور حکومت اور
اہل پاکستان کی ہر ممکن خدمت کا یقین دلایا۔

گورنر جنرل پاکستان کے نام تار کا متن یہ تھا :-

”میں اپنی طرف سے اور جماعت احمدیہ کی طرف سے پاکستان کے پہلے وزیر اعظم مسٹر لیاقت علی خاں
کی نہایت اندوہناک وفات پر جو ایک نہایت بزدل اور سفاک قاتل کے ہاتھوں واقع ہوئی گہرے رنج
والم کا اظہار کرتا ہوں اور ملک پر اس نازک وقت میں میں اپنی اور اپنی جماعت کی طرف سے آپ سے
کامل تعاون اور حکومت و اہل پاکستان کی ہر ممکن خدمت کا یقین دلاتا ہوں“

اس کے علاوہ حضور نے مرحوم وزیر اعظم پاکستان کے صاحبزادہ نواب زادہ ولایت علی خاں کو
بھی تعزیت نامہ تحریر فرمایا۔ نواب زادہ ولایت علی خاں نے حضور کی خدمت میں اس کے جواب میں خاص
طور پر شکر یہ کا خط لکھا جو ضمیمہ میں شامل ہے۔

یہی نہیں حضرت مصلح موعودؑ کی ہدایت پر ۱۲ اگست / اکتوبر کی رات کو اہل ربوہ کا ایک غیر معمولی تعزیتی
جلسہ بھی حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب دہلوی ایم۔ اے سابق مبلغ انگلستان و ناظر امور عامہ و خارجہ کی
صدارت میں منعقد ہوا جس میں خان لیاقت علی خاں کی سیاسی اور تنظیمی صلاحیتوں کو نہایت شاندار الفاظ
میں سراہ عقیدت پیش کیا گیا اور مندرجہ ذیل قرار و متفقہ طور پر پاس کی گئی :-

”ہم جماعت احمدیہ پاکستان کی مرکزی جماعت کے ارکان اپنے محبوب وزیر اعظم خان لیاقت علی
خاں کے قتل کے ساتھ عظیم پر دلی رنج و غم کا اظہار کرتے ہیں۔ اس ناگہانی صدمہ کا دکھ اور قلق اور بھی
شدید ہو جاتا ہے جب ایک طرف ان نازک حالات پر نظر پڑتی ہے جن میں ہمارا ملک (پاکستان) گذر
رہا ہے اور دوسری طرف ہمارا ذہن اُن خدا داد صلاحیتوں کی طرف جاتا ہے جو اللہ تعالیٰ نے ہمارے

وزیر اعظم خان لیاقت علی خاں کو عطا کی ہوئی تھیں اور وہ ان صلاحیتوں کی بدولت ان تمام گتھیوں کو باسانی سلجھا سکتے تھے جو اس نازک وقت میں ہماری اس خداداد مملکت کو درپیش ہیں۔ وہ عظیم قابلیت جس کا مظاہرہ قائد اعظم کی وفات کے بعد امور سلطنت کی انجام دہی میں لیاقت علی خاں نے کیا اس کی یاد ہمیشہ پاکستانیوں کے ذہنوں میں جاگزیں رہے گی اور وہ ہمیشہ انتہائی تعظیم اور محبت کے جذبات کے ساتھ اپنے قائد کو یاد کرتے رہیں گے۔ ہم سیکم لیاقت علی خاں، ان کے بچوں اور حکومت پاکستان سے اس عظیم سانحہ پر اپنی دلی ہمدردی کا اظہار کرتے ہوئے اس عزم عمیم کا پھر اعلان کرتے ہیں کہ ہم پاکستان کی خدمت اور تعمیر و تحفظ کے سلسلہ میں ہر ممکن قربانی کرنے میں کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہیں کریں گے۔ آخر میں ہم دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس مصائب اور آرزائشوں کے دور میں ہماری اس مملکت کا محافظ اور کفیل ہو۔

حضرت امیر المؤمنین المصلح الموعودؑ نے صرف تعزیتی تاراً خط اور مرکزی جلسہ کے انعقاد پر ہی اکتفا نہیں کیا بلکہ حضور نے ۲۶ اکتوبر ۱۹۵۱ء / ۲۶ ادا ۳۳۰ ہجری

حضرت امیر المؤمنین المصلح الموعودؑ کا
حادثہ قتل پر بصیرت افروز تبصرہ

کو ایک مبسوط خطبہ جمعہ دیا جس میں اس حادثہ قتل کے پس منظر پر خالص دینی نقطہ نگاہ سے روشنی ڈالی اور پیش آمدہ واقعہ پر تبصرہ کرتے ہوئے دنیا ئے اسلام کو عموماً اور پاکستان کے باشندوں کو خصوصاً اسلام کی اس بنیادی اور حقیقی تعلیم کی طرف توجہ دلائی کہ اسلام میں شرعی تعزیر کی اجازت کسی فرد کو نہیں بلکہ اس کا اختیار صرف اور صرف حکومت وقت کو حاصل ہے۔ حضور کا یہ خطبہ جمعہ جو اسلام کے نظام حیات کے ایک اہم پہلو کی ترجمانی کا شاہکار ہے بجنسہ درج ذیل کیا جاتا ہے۔

حضور نے سورہ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:-

”بچھلے جمعہ کو عین اس وقت جبکہ میں جمعہ میں آنے کی تیاری کر رہا تھا مجھے بخار چڑھنا شروع ہو گیا اور سر درد بھی ہونے لگی جس کی وجہ سے میں مسجد میں نہ آسکا۔ اس کے دو تین دن بعد نہ نہ شروع ہو گیا جس کی وجہ سے بخار بھی ہو جاتا تھا۔ اب مرض میں کمی تو ہے لیکن گلے میں ابھی خراش باقی ہے اس لئے میں زیادہ لمبا خطبہ نہیں پڑھ سکتا۔ گو مرض میں اتنا افاقہ ضرور ہے کہ میں خطبہ جمعہ پڑھ سکتا ہوں۔“

اس وقت میرا ارادہ اس واقعہ کے متعلق کچھ کہنے کا ہے جو گذشتہ ہفتہ راولپنڈی میں وزیر اعظم پاکستان نواب زادہ خان لیاقت علی خان کے ساتھ گزرا۔ جہاں تک انسانی زندگی کا سوال ہے ہر انسان نے بہر حال مرنا ہے۔ چاہے وہ قاتل کی چھری سے مر جائے۔ چاہے وہ بیغفہ سے مر جائے۔ چاہے وہ بخار کی شدت سے مر جائے۔ اور چاہے وہ سب اور دق سے مر جائے۔ موت تو بہر حال آتی ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لِكُلِّ دَاۤءٍ دَوَآءٌ اِلَّا الْمَوْتَ ہر بیماری جب تک کہ وہ بیماری کی صورت میں ہے اس کا علاج ہے لیکن وہ چیز جو بظاہر بیماری ہے لیکن دراصل وہ موت کا پیغام ہے اس کا کوئی علاج نہیں پس انسان نے مرنا تو ہے لیکن بعض چیزیں تکلیف دہ پہلو اپنے ساتھ رکھتی ہیں۔ اگر کسی کو اچانک موت آجاتی ہے تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی فرمایا ہے کہ وہ حسرت ناک ہوتی ہے۔ گو دراصل اچانک حادثہ کی وجہ سے جو موت آتی ہے وہ مرنے والے کے لئے آرام دہ موت ہوتی ہے مثلاً اگر وہ آٹھ دس دن ٹائیفاؤڈ میں مبتلا رہتا۔ راتوں کو جاگتا۔ تکلیف کی وجہ سے کراہتا اور پھر اسے موت آجاتی تو اس میں کوئی شبہ نہیں کہ موت اسے بہر حال آتی تھی لیکن یہ موت اُس کے لئے تکلیف دہ ہوتی۔ لیکن اگر اس کا اچانک ہارٹ فیل ہو جاتا ہے یا اسے کوئی لگتی ہے اور وہ فوراً مر جاتا ہے تو یہ موت بظاہر آرام دہ موت ہے لیکن اس لحاظ سے یہ تکلیف دہ ہوتی ہے کہ مرنے والے کو وصیت کا موقع نہیں ملتا۔ اور قرآن کریم میں آتا ہے کہ اگر کسی کے سر ذمہ داری ہو جسے اُس نے ادا کرنا ہو تو اُس کے لئے وصیت کرنا ضروری ہے جب کسی کے پاس قومی اہم ادارہ ہوتے ہیں تو باپ بیٹے کو وصیت کرتا ہے۔ اگے بیٹیا اپنے بیٹے کو وصیت کرتا ہے۔ پھر وہ اپنے بیٹے کو وصیت کرتا ہے۔ یہی طرح ایک سلسلہ چلتا چلا جاتا ہے۔ اور کوئی قوم کامیاب اُسی وقت ہوتی ہے جب اُس کا تسلسل قائم ہو اور تسلسل کو قائم رکھنے کے لئے نصیحت اور وصیت کرنا ضروری ہوتا ہے لیکن اگر کسی کی اچانک موت ہو جائے تو یہ موقع اُس سے چھین لیا جاتا ہے۔ اور جن باتوں کا مرنے والے کو تجربہ ہوتا ہے۔ جن خطرات کا اُسے علم ہوتا ہے اور بعض فوائد جو اس کے علم میں اس کی قوم حاصل کر رہی ہوتی ہے اگر اُسے چند دن بیمار رہنے کے بعد موت آئے تو وہ اپنے جانشینوں کو بعض نصائح کر دیتا ہے۔ وہ انہیں بتا دیتا ہے کہ فلاں فلاں فائدہ تم اس طرح حاصل کر سکتے ہو۔ اور ساتھ ہی وہ یہ بھی بتا دیتا ہے کہ تمہارے سامنے فلاں فلاں قسم کے خطرات ہیں ان خطرات سے بچنے کا یہ طریق ہے۔ اس رنگ میں اس کی موت زیادہ تکلیف دہ نہیں ہوتی۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اچانک موت کو تکلیف دہ اسی لئے فرمایا ہے کہ مرنے والے کو وصیت کا

موقع نہیں ملتا اور اس طرح اس کی اولاد، اس کا خاندان اور اس کی قوم اس کے تجربات سے فائدہ نہیں اٹھا سکتی۔ لیکن سب سے اہم چیز یہ ہوتی ہے کہ ایسی موت جو اچانک آجاتی ہے مثلاً اگر کسی کی حرکت قلب بند ہو جاتی ہے اور وہ فوراً مر جاتا ہے تو کسی شخص پر افسوس نہیں ہوتا۔ لیکن جب یہ موت کسی انسان کے ہاتھوں سے ہو تو جہاں تک مرینوالے کا سوال ہے یہ کوئی بڑی بات نہیں اُس نے بہر حال مرنا تھا۔ بلکہ جیسا کہ کہیں نے بتایا ہے یہ موت مرینوالے کے لئے آرام دہ ہے۔ گولی لگی اور مر گیا۔ اس طرح اسے زیادہ تکلیف نہ ہوتی لیکن خاندانی اور قومی لحاظ سے اس میں کئی قباحتیں ہوتی ہیں۔ ایک قباحت تو یہ ہے کہ مرینوالے کو وصیت کا موقع نہیں ملتا اور اس طرح اس کی اولاد، اس کا خاندان اور اس کی قوم اس کے تجربات سے فائدہ نہیں اٹھا سکتی۔ دوسری قباحت یہ ہوتی ہے کہ جب کوئی قومی خادم کسی انسان کے ہاتھوں مارا جاتا ہے تو اس کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ قومی اخلاق میں بہت کچھ خرابی پیدا ہو چکی ہے کیونکہ کام کے تسلسل سے قوم ترقی کرتی ہے اور جب افراد میں یہ احساس پیدا ہو جائے کہ ہم آپ ہی آپ اپنا حق لے سکتے ہیں تو اس کے معنی یہ ہیں کہ تسلسل قائم نہیں رہ سکتا اور قوم حکومت پر اعتبار کرنے کی بجائے خود بدلہ لے لیتی ہے۔ حالانکہ تسلسل حکومت سے قائم رہتا ہے۔ اگر افراد میں یہ احساس پیدا ہو جائے کہ وہ اپنا بدلہ آپ لے سکتے ہیں تو اس کے یہ معنی ہیں کہ وہ حکومت کو بیکار سمجھتے ہیں۔ اگر یہ احساس کہ ہم اپنا بدلہ خود لے سکتے ہیں ساری قوم یا اس کے اکثر افراد یا اس کے بعض افراد میں پیدا ہو جائے تو حکومت قائم نہیں رہ سکتی وہ حکومت آج نہیں ٹوکل اور کل نہیں تو پرسوں ٹوٹ جائے گی اور اس کا نظام باقی نہیں رہے گا۔

پس وہ واقعہ جو خان لیاقت علی خان کے ساتھ گذرا جہاں تک ان کا اپنا سوال ہے یہ کوئی غیر معمولی چیز نہیں۔ ہم سمجھتے ہیں کہ وہ نسبتاً آرام میں رہے کیونکہ اگر وہ کسی اور ذریعہ سے وفات پاتے تو دس ہزار دن بیماری کی تکلیف اٹھاتے۔ اب چونکہ وہ گولی لگنے سے یکدم مر گئے ہیں اس لئے یہ موت ان کی ذات کے لئے آرام دہ ثابت ہوئی ہے لیکن قومی لحاظ سے یہ بہت خطرناک چیز ہے۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ پاکستان کی طرف اپنے آپ کو منسوب کرنے والوں میں نظام کی پابندی کا احساس باقی نہیں رہا۔ مان لیا کہ قاتل کا بل کارہنے والا تھا لیکن وہ پاکستان میں آسکتا تھا اور پاکستان کی قومیت کو اُس نے قبول کر لیا تھا۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ قاتل کو کسی غیر قوم نے اس ذلیل فعل کے لئے اُکسایا تھا لیکن ہم اُسے غیر قوم کا فرد نہیں کہہ سکتے۔ ہم سب باہر سے آئے ہیں۔ اگر وہ پاکستانی نہیں تو مغل بھی پاکستانی نہیں مغل بھی باہر سے آئے

ہیں۔ سید بھی پاکستانی نہیں کیونکہ وہ بھی مکہ اور مدینہ سے آئے ہیں۔ اسی طرح پاکستان کی اکثر دوسری قومیں بھی باہر سے آئی ہیں۔ کوئی ایران سے یہاں آ بسا ہے۔ کوئی شام سے آیا ہے اور کوئی دوسرے ممالک سے آکر اس ملک کی قومیت کو اختیار کر چکا ہے۔ اس طرح تو کوئی بھی پاکستانی نہیں۔ انگلستان کے ملک میں بھی جرمن اور فرانسیسی موجود ہیں اور وہ اسی ملک کے باشندے کہلاتے ہیں۔ انگلستان کے بادشاہ کا خاندان بھی جرمنی ہے لیکن ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ وہ انگلستان کا رہنے والا نہیں کیونکہ جو کسی ملک میں آجستہ ہے وہ اسی ملک کا باشندہ کہلاتا ہے۔ پس گونان لیاقت علی خان کے قاتل کے تعلقات پر شبہ ہے کہ افغانستان نے اُسے اُن کے قتل پر اگسا یا تھا۔ لیکن چونکہ قاتل پاکستان میں آ بسا تھا اور پارٹیشن سے پہلے کا یہاں رہتا تھا اس لئے وہ پاکستانی تھا اور اس کے یہ معنی ہیں کہ بعض پاکستانیوں کو نظام حکومت پر اعتبار نہیں۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ یہ ایک فرد کا فعل تھا اور ایک فرد کا فعل ساری قوم کا فعل نہیں کہلا سکتا۔ لیکن اس میں بھی کوئی شبہ نہیں کہ ایک فرد کے فعل سے ساری قوم ذلیل ہو جاتی ہے۔ ہمارے ہاں ایک حزب الملش ہے کہ ایک محفل سارے تالاب کو گندہ کر دیتی ہے۔ اس لئے بیشک وہ ایک فرد کا کام تھا اور اس کی ساری قوم ذمہ دار نہیں ہو سکتی لیکن اس کی وجہ سے ساری قوم ذلیل ہو گئی ہے۔ پس جہاں تک خدا تعالیٰ کے سامنے ذمہ داری کا سوال ہے یہ ایک فرد کا کام ہے لیکن جہاں تک شہرت کا سوال ہے اس سے قوم ذلیل ہو گئی ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ قوم میں ذلت، عزت اور زندگی کا کوئی احساس نہیں۔ او یہ کتنی ذلت کی بات ہے۔ یوں سمجھ لو کہ اگر کسی خاندان میں سے کوئی لڑکا یا لڑکی بدکار ہو جاتا ہے تو اس کی ذمہ داری خدا تعالیٰ کے سامنے اُس لڑکی یا لڑکے کے ماں باپ اور بہن بھائیوں پر عائد نہیں ہوگی خدا تعالیٰ کے سامنے وہی لڑکی یا لڑکا مجرم ہوگا۔ لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ کوئی شخص اُس خاندان کی لڑکی لینے پر تیار نہیں ہوتا اور نہ کوئی اُس خاندان کے کسی لڑکے کو اپنی لڑکی دینے پر رضامند ہوتا ہے۔ حالانکہ اس میں خاندان کا کوئی قصور نہیں ہوتا۔ وہ اس سے اتنا ہی متنفر ہوتا ہے جتنے دوسرے لوگ اس سے متنفر ہوتے ہیں۔ لیکن بوجہ ایک لڑکی یا لڑکے کی بدکاری کے وہ خاندان دنیا کی نظروں میں ذلیل ہو جاتا ہے۔ پس جہاں تک خدا تعالیٰ کے سامنے ذمہ داری اور سزا پانے کا سوال ہے خان لیاقت علی خان کا قاتل خود ذمہ دار ہے قوم ذمہ دار نہیں۔ لیکن جہاں تک عزت اور شہرت کا سوال ہے اس سے لوگوں میں بدظنی پیدا ہو گئی ہے کہ اس قوم کو نظام حکومت سے پیار نہیں۔ اور جب دشمن کو اس چیز کا پتہ لگ جائے گا کہ رعایا نظام

حکومت سے پیاد نہیں رکھتی تو وہ کتنا دلیر ہو جائے گا۔ غرض قومی لحاظ سے یہ واقعہ جو خان لیاقت علی خان کے ساتھ گذرا نہایت خطرناک ہے لیکن مجھے یہ مضمون خطبہ جمعہ میں بیان کرنے کی ضرورت نہیں تھی میں انکے متعلق الگ مضمون بھی لکھ سکتا تھا۔ میں نے اس مضمون کو خطبہ جمعہ میں بیان کرنے کے لئے اس لئے انتخاب کیا کہ اس کا ایک مذہبی پہلو بھی ہے یعنی یہ فعل نتیجہ تھا اسلام کی تعلیم کو بگاڑنے کا۔ یہ فعل نتیجہ تھا احراریوں کے وعظوں کا کہ احمدیوں کو قتل کر دو۔ جس قوم میں یہ رُوح پیدا کر دی جائے کہ جس کسی سے تمہیں اختلاف ہو تم اُسے خور و قتل کر دو تو ملک کا کوئی آدمی بھی محفوظ نہیں رہ سکتا۔ مثلاً ایک احراری کھڑا ہوتا ہے اور کہتا ہے کہ احمدیوں کو مار دو لیکن ایک دوسرا شخص جس کو احمدیوں سے بغض نہیں ہوتا وہ جب یہ سمجھتا ہے کہ جس کسی سے اختلاف ہو اُسے خود مار دینا چاہیے تو وہ کسی دوسرے شخص کو جس سے اُسے اختلاف ہوگا مار دے گا۔ پس میں کہتا ہوں کہ بے شک قومی لحاظ سے خان لیاقت علی خان کا قتل نہایت افسوس کی بات ہے اور سیاسی لحاظ سے یہ امر ملک کے لئے نہایت نقصان دہ ہے لیکن اس کا مذہبی پہلو اور بھی خطرناک ہے اور وہ یہ ہے کہ ہماری سیاست تو گئی تھی اب مذہب پر بھی حملہ ہو گیا ہے اور دنیا سمجھتی ہے کہ ہم وحشی ہیں اور جسے چاہتے ہیں قتل کر دیتے ہیں۔ کسی نے کہا ہے ع

زباں بگڑی تو بگڑی تھی جسیر لیجے دہن بگڑا

سیاست پر تو ہمارے حملہ ہوا ہی تھا اب مذہب پر بھی حملہ ہو گیا ہے۔ دُنیا اس بات سے غافل نہیں کہ احراری کیا کہتے ہیں۔ احراری مولوی علی الاعلان سٹیجوں پر چڑھ کر کہتے ہیں کہ تم احمدیوں کو قتل کیوں نہیں کرتے لیکن کوئی انہیں منع نہیں کرتا۔ حکومت کا نظام موجود ہے۔ گورنر جنرل اور سنٹرل وزراء اور صوبائی گورنر اور صوبائی وزراء اور دوسرے سیکرٹری موجود ہیں لیکن احراری اس کے باوجود سٹیجوں پر کھڑے ہو کر کہتے ہیں کہ حکومت اپنے فرض کو ادا نہیں کر رہی۔ اے جانباڑ مسلمانو! تم خود رسول کریم کی ہتک کا بدلہ لو (حالانکہ یہ احراری خود رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتک کرنے والے اور ننگ اسلام ہیں) اور احمدیوں کو قتل کر دو۔ اور جب یہ فتویٰ رعایا کے سامنے لایا جائے گا کہ اسلام، قرآن کریم اور قانون سب اس بات پر متفق ہیں کہ جس کسی سے تمہیں اختلاف ہو تم اُسے مار دو تو صرف احمدیوں ہی کو نہیں مارا جائے گا بلکہ دوسرے لوگوں کو بھی جس سے کسی کو اختلاف ہو گا مار دیا جائے گا۔ خان لیاقت علی خان سیاسی اختلاف کی وجہ سے نہیں مارے گئے کیونکہ سیاست دوسرے شخص کے مارنے کو جائز قرار نہیں دیتی۔ مارنے

کا جواز چھوٹا مذہب دیتا ہے کیونکہ مولوی کھلے بندوں سٹیج پر چڑھ کر یہ کہتا ہے کہ جس شخص کی بات تمہیں
 بُری لگے تو تم اُسے مار دو۔ سُننے والے اسی نکتہ کو وسیع کرتے ہیں اور اپنے دشمنوں پر بھی یہ فتویٰ لگا دیتے
 ہیں جب تک حکومت اس منبع کو ختم نہیں کرتی ملک میں امن قائم نہیں رہ سکتا۔ حکومت نے ایک کمیشن مقرر
 کیا ہے جو اس بات کی تحقیقات کرے گا کہ حفاظتی تدابیر میں کیوں کوتاہی ہوئی ہے۔ میں نے بھی جب یہ
 خبر سنی تھی تو مجھ پر یہی اثر تھا کہ منتظلمین نے پوری طرح نگرانی نہیں کی۔ اب معلوم ہوا ہے کہ حکومت پر بھی
 یہی اثر ہے۔ لیکن تم کتنی بھی ہوشیاری کرو جو بندگان میں یہ احساس پیدا ہو جائے گا کہ جس کسی سے اختلاف
 ہو تم اسے مار دو تو کونسی طاقت ہے جس کے ذریعہ تم کسی کو ۸ کروڑ افراد سے بچالو۔ لاہور میں جو صوبہ کی
 حکومت کام کر رہے وہاں آکر احراری علماء نے یہ حدیثیں سنائیں کہ تم جو چیز ناپسندیدہ دیکھو اسے ہاتھ
 سے دُور کر دو۔ اگر تم ہاتھ سے دُور نہیں کر سکتے تو زبان سے اس کی مذمت کرو۔ اور اگر تم زبان سے بھی اسکی
 بُرائی نہیں کر سکتے تو دل میں ہی بُرا ماناؤ۔ اور ان کو احمدیوں پر چسپاں کر کے کہا گیا کہ اسے باخیرت مسلمانو!
 کیوں رسول اللہ صلعم کی ہتک کا بدلہ نہیں لیتے۔ ان مجالس میں جن میں یہ حدیثیں سنائی جاتی تھیں حکومت
 کے بعض وزراء اور اس کے سیکرٹری موجود ہوتے تھے۔ جب کھلے بندوں اور حکومت کے ذمہ دار کارکنوں
 کے سامنے یہ سنایا جاتا تھا کہ اختلاف کا ازالہ جبراً اور تعدی سے کرنا جائز ہی نہیں بلکہ فرض ہے۔ اور
 اگر تم اختلاف کا ازالہ نہیں کرتے تو تم کافر ہو جاؤ گے۔ جب ملک کے آٹھ کروڑ باشندوں میں یہ احساس
 پیدا کر دیا جائے تو پولیس تو ایک فرو سے بچا سکتی ہے۔ دو افراد سے بچا سکتی ہے یا بیس افراد سے بچا سکتی
 ہے لیکن جب یہ شک ہو کہ ایڈری کانگ اور پولیس والوں نے بھی علماء سے یہ سبق لیا ہے کہ جس کسی سے اختلاف
 ہو اُسے قتل کر دو تو کسی کی جان کیسے محفوظ رہ سکتی ہے۔ سو جب تک مولویوں کو بند نہیں کیا جائے گا کسی
 کی حفاظت نہیں ہو سکے گی۔ نہ میری، نہ کسی وزیر، گورنر یا کمانڈر انچیف کی۔

انگلستان کی حکومت سینکڑوں سال سے قائم ہے لیکن ابھی تک اس میں کوئی ایسا واقعہ نہیں ہوا کہ
 کوئی مذہب قتل کر دیا گیا ہو لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ یہاں بعض افسروں پر حکومت کو شبہ پڑ جاتا ہے کہ وہ زور
 سے حکومت کا تختہ الٹ دینا چاہتے ہیں۔ اگرچہ ابھی مقدمہ چل رہا ہے لیکن بہر حال اس قسم کا واقعہ ہو چکا
 ہے۔ ادھر ہندوستان میں گاندھی جی کو جنہیں وہاں نئی وقت کہا جاتا تھا مار دیا گیا ہے۔ اس کی وجہ صرف
 ایک ہے کہ مولویوں اور پندتوں نے یہ شور ڈالنا شروع کیا ہے کہ جب تمہیں کسی شخص سے اختلاف پیدا

ہو جائے تو فوراً قانون ہاتھ میں لے لو۔ یہ ذہنیت جلتی جلتی پھیلتی جائے گی اتنی اتنی پولیس اور فوج بیکار ہوتی جائے گی۔ پولیس اور فوج محدود ہوتی ہے اور وہ ایک حد تک ملک میں کنٹرول کر سکتی ہے۔ صوبہ پنجاب کی پولیس کوئی آٹھ دس ہزار ہے لیکن آبادی دو کروڑ ہے۔ اب آٹھ دس ہزار پولیس سے یہ امید کرنا کہ وہ دو کروڑ کی نگرانی کر سکے گی درست نہیں۔ صوبہ میں زیادہ سے زیادہ پانچ فیصدی مجرم ہو سکتے ہیں گویا کوئی دس لاکھ آدمی ایسے ہو سکتے ہیں جو لوٹ مار، ڈاکے، لٹیر زنی اور قتل و غارت کو جائز سمجھتے ہیں۔ ان دس لاکھ آدمیوں کو پولیس کہاں سنبھال سکتی ہے۔ اسی واسطے ملک میں کوئی چھ سات ہزار چوری ہوتی ہے لیکن کوئی نہیں کتنا کہ ایسا کیوں ہے کیونکہ اس قدر نگرانی کی پولیس سے امید ہی نہیں کی جاسکتی یہ فردی خرابی ہے اور فرد کی نگرانی نہیں کی جاسکتی۔

اگر کوئی قومی خیال ہوتا ہے تو اس تنظیم کا کوئی پریذیڈنٹ ہوتا ہے۔ کوئی سیکرٹری ہوتا ہے اور اس طرح اس کا پتہ چل جاتا ہے لیکن جہاں فرد کے دماغ کو بگاڑ دیا جائے وہاں کوئی پولیس کام نہیں دے سکتی مثلاً اگر کوئی کمیونسٹ جماعت ہو تو اس کا کوئی پریذیڈنٹ ہوگا۔ کوئی سیکرٹری ہوگا اور کوئی کمونیر ہوگا۔ اور اس سے معلوم ہو جائے گا کہ یہ لوگ فلاں فلاں ہیں اور فلاں فلاں جگہ ان کام کر رہے ہیں اور پھر ان کی نگرانی کی جاسکتی ہے لیکن اگر کوئی فرد کوئی ارادہ کرے تو اس کی نگرانی نہیں کی جاسکتی کیونکہ اس کی سیم اس کے اپنے دماغ میں ہوتی ہے اور کوئی ذریعہ ایسا نہیں کہ اسے معلوم کیا جاسکے مثلاً کوئی پریذیڈنٹ نہیں، کوئی سیکرٹری نہیں، کوئی دفتر نہیں جس میں حرج ہونیوالوں سے معلوم ہو سکے کہ کچھ لوگ مل کر کوئی کام کر رہے ہیں اور اس سے ان کی نگرانی کی صورت پیدا ہو جائے۔ یہاں بھی چونکہ ایک فرد تھا جس نے خباثت کی اس لئے اس کی خباثت کا قبل از وقت پتہ نہیں لگ سکا تھا سب باتیں اس کے دماغ میں تھیں۔ پس فرد کے دماغ کو بگاڑ دینے سے امن برباد ہو جاتا ہے۔ جب کوئی سازش تنظیم سے ہوتی ہے تو اس کا پتہ لگانا آسان ہوتا ہے لیکن جب افراد کے دماغ بگڑ جائیں تو کوئی چیز ان کی نگرانی نہیں کر سکتی۔ چونکہ مولویوں نے افراد کے دماغوں کو گندہ کر دیا ہے اس لئے مزید خباثت کو روکنے کے لئے ضروری ہے کہ ان مولویوں کو روکا جائے۔ یہی لوگ دماغ کو صحیح بنانے والے بھی ہیں بشرطیکہ ان میں ایمان ہو۔ اور یہی لوگ دماغ کو گندہ کر دیتے ہیں جب ان میں ایمان نہیں ہوتا۔ پس میرے نزدیک ان خطرات کو دور کرنے کا ذریعہ یہ ہے کہ مولویوں کو افراد کی ذہنیت خراب کرنے سے روکا جائے۔

حکومت کی طرح میرا خیال بھی یہ ہے کہ جلسہ کا انتظام ٹھیک نہ تھا۔ قادیان میں مساجد میں میری یہ ہدایت تھی کہ پہلی صف میں معروف لوگ بیٹھیں۔ اب پرے لگا دیئے گئے ہیں مگر یہ ہرگز ویسے مفید نہیں۔ انسانی فطرت میں یہ بات ہے کہ جب کوئی دوسرا آدمی سامنے ہو تو انسان کسی پروا کرنے سے گھبراتا ہے کیونکہ وہ سمجھتا ہے کہ کسی دوسرے شخص کو گولی نہ لگ جائے۔ پھر وہ اس وجہ سے بھی گھبراتا ہے کہ اگر اس کا پہلا وار بھی خالی گیا تو وہ پڑا جائے گا۔ اس لئے منتظمین کو چاہیئے تھا کہ وہ جلسہ کا انتظام کرتے وقت شیخ کے سامنے معروف لوگوں کو بٹھاتے۔ پھر یہ بتایا گیا ہے کہ قاتل نے خان لیاقت علی خان کو ماٹرز پستول سے مارا ہے۔ وہ بڑا پستول ہوتا ہے اور بڑے پستول کو چھپایا نہیں جاسکتا۔ اتنی بڑی چیز لے کر وہ شخص شیخ کے سامنے بیٹھا ہوا تھا یا وہ جیب میں ڈالے ہوئے تھا لیکن کسی شخص کو قبل از وقت اس کا علم نہیں ہو سکا۔ پھر کہتے ہیں کہ وہ شخص چادر اوڑھے ہوئے تھا۔ یہ بات اور بھی زیادہ خطرناک ہے ہمارے ہاں بھی اتنی احتیاط کر لی جاتی ہے کہ جب کوئی شخص ملاقات کے لئے آئے اور وہ چادر اوڑھے ہوئے ہو تو منتظم اس کی چادر اُتروادیتے ہیں حالانکہ یہاں ملاقات والے اکثر مرد ہوتے ہیں بعض لوگ جو شیعہ ہوتے ہیں اور وہ میرے پاس شکایت کرتے ہیں کہ ہماری اس طرح ہتک کی گئی ہے تو میں انہیں سمجھاتا ہوں کہ آپ تو مخلص ہیں لیکن کوئی بد معاش بھی تو اس طرح یہاں آسکتا ہے۔

بچھے دنوں مسلم لیگ کے ایک ممبر مجھے ملنے آئے۔ وہ مجھے اندازتے ہی کہنے لگے کہ وہ اپنا پستول باہر چھوڑ آئے ہیں کیونکہ انہوں نے پسند نہیں کیا کہ پستول لے کر اندر آئیں۔ اور درحقیقت یہ عام اور ضروری احتیاط ہے۔ لیکن اس شخص کے پاس ماٹرز پستول تھا جو بڑے سائز کا ہوتا ہے لیکن کسی کو معلوم نہیں ہوتا کہ وہ پستول پکڑے ہوئے ہے یا اس کی جیب میں کوئی بڑی چیز ہے۔ پھر جب وہ شخص فائر کرتا ہے تب بھی اُسے کوئی نہیں دیکھتا۔ پھر وہ دوسرا فائر کرنے کی بھی جرأت کرتا ہے۔ اس سے شبہ پڑتا ہے کہ اس کے دائیں اور بائیں اُس کے ساتھی بیٹھے ہوئے تھے۔

یہ امر اور بھی خطرناک ہے کہ وہ آدمی مارا گیا۔ تمام متمدن دنیا میں ایسے آدمی کو مارا نہیں جاتا تا سائنس پکڑی جاتے۔ اس سے یہ خیال ہوتا ہے کہ شاید اس کے ساتھ اُس کا کوئی دوسرا ساتھی بھی تھا۔ انارکسٹر اس طرح کرتے ہیں۔ وہ جب کسی شخص کو کسی لیڈر کے مارنے پر مقرر کرتے ہیں تو ایک اور شخص کو اُس کے مارنے پر بھی مقرر کر دیتے ہیں تا وہ پکڑا نہ جائے۔ لیکن یہ بھی کہا جاتا ہے کہ لوگوں

نے قاتل کو پیٹ پیٹ کر مار دیا تھا۔ اگر ایسا ہوا تو یہ اور بھی افسوسناک امر ہے کیونکہ اس سے سازش کے کھلنے کا امکان بہت کم ہو گیا۔ پولیس کو فوراً اس شخص کے گرد گھیرا ڈال لینا چاہیے تھا اور اسے زندہ گرفتار کرنا چاہیے تھا تا اس کے ذریعہ سے اصل سازش کا سراغ مل سکتا۔ اس کا بچانا اس کی خاطر ضروری نہیں تھا بلکہ اس کا بچانا ملک کی خاطر ضروری تھا تا اس سے سازش کا پتہ لگایا جاتا۔ ممکن ہے تحقیقات سے یہ معلوم ہو کہ حفاظت کا ہر ممکن انتظام کر دیا گیا تھا اور بعض وہم ہے کہ اس میں کوئی کوتاہی ہوئی ہے بلکہ یہ ایک اتفاقی حادثہ تھا جو ہو گیا۔ پھر یہ بھی ممکن ہے کہ کوئی مجرم بھی مل جائے لیکن اس سے یہ امر حل نہیں ہو سکتا کہ مولویوں نے افراد کی ذہنیت خراب کر دی ہے۔ جب تک یہ ہوتا رہے گا اور قانون ہاتھ میں لینے کا وعظ ہوتا رہے گا نہ پولیس کام دے سکے گی نہ فوج کیونکہ جب افراد کے ذہنوں کو گندہ کر دیا جائے اور قانون کے ادب کو ختم کر دیا جائے اور اختلاف کی صورت میں قانون کو اپنے ہاتھ میں لینے کی تعلیم دی جائے تو پھر کس کس پر شبہ کیا جائے گا یا کس کس کو شبہ سے بالا سمجھا جائے گا۔ اس صورت میں خود وزراء کے ایڈی کانگوں پر بھی شبہ ہو سکتا ہے کہ شاید ان کے دل میں بھی قتل کا خیال ہو۔ کیونکہ اگر افراد کی ذہنیت کو بگاڑ دیا جائے تو پھر خواہ کوئی سیکرٹری ہو یا ایڈی کانگ وہ اپنے افسر سے ناراض ہو سکتا ہے اور اختلاف رائے کی وجہ سے قانون کو اپنے ہاتھ میں لینے کا ارادہ کر سکتا ہے۔ جنی ملگوں میں یہ سکھایا جاتا ہے کہ حکومت کا کام ہے کہ کسی شخص کو مجرم قرار دے افراد کو یہ اختیار حاصل نہیں وہ ملک پُر امن ہیں۔ اس قسم کی پابندی سب سے زیادہ انگلستان میں ہے اور وہ پُر امن ہے۔ امریکہ کتنی بڑی جمہوریت ہے لیکن وہاں افراد پر کنٹرول نہیں کیا جاتا اس لئے وہاں فساد ہوتے ہیں۔ جرمنی والے بھی قانون کے پابند ہیں اس لئے وہاں فساد نہیں ہوتے۔ بے شک ہٹلر کے وقت میں حکومت کی طرف سے رعایا پر سختیاں ہوئیں لیکن یہ کہ افراد ایک دوسرے پر سختی کریں یہ کبھی نہیں ہوا۔ اور ملکوں میں بھی یہ طریق پایا جاتا ہے لیکن سب سے زیادہ محفوظ انگلستان ہے اور اس کے بعد جرمنی ہے۔ پھر دوسرے ممالک میں انسانوں کے ہاتھوں سے مارے جانے والے بالعموم وہ ہوتے ہیں جو ملک میں بدنام ہوتے ہیں لیکن یہاں اندھیرہ ہے کہ ہندوستان میں گاندھی جی کو مارا جاتا ہے جنہیں وہاں نبی کہا جاتا تھا اور ادھر پاکستان میں خان لیاقت علی خان کو مارا جاتا ہے جن کو ملک کی آزادی کو برقرار رکھنے والا اور انکو ترقی دینے والا کہا جاتا ہے۔ یہ محض مولویوں کی ذمہ داری ہے۔ یہ کھیل ہے جو وہ ہمارے ساتھ کھیل رہے

تھے لیکن حکومت نے اُن کو منع نہ کیا جس کی وجہ سے یہ گنہ زیادہ پھیل گیا۔ تم اگر کسی کو کہتے ہو کہ فلاں کو مارو مثلاً پتے ہیں ماں باپ یا بہن بھائی کھیل کے طور پر بعض دفعہ انہیں سکھاتے ہیں کہ فلاں کو مارو تو وہ ماتے ہیں اور ماں باپ بہن بھائی اس پر ہنستے ہیں۔ دوسرے دن وہ پتے ماں باپ کے مُنہ پر تھپڑ مارتے ہیں اور اُس وقت روکنا کوئی معنی نہیں رکھتا۔ ایک دفعہ اگر تم انہیں کہو گے کہ فلاں کو مارو تو وہ پھر دوسروں کو ماریں گے اور تم روک نہیں سکو گے۔

پس میں حکومت کو تو تہہ دلانا ہوں کہ وہ افراد کی ذہنیت کو بدلے ورنہ امن قائم کرنا مشکل ہو جائے گا۔ لیڈر مرتے جائیں گے اور نئے لوگوں کو آگے آنے کا موقع ملے گا۔ پھر مولویوں اور دوسرے لوگوں کی جانیں بھی محفوظ نہیں ہوں گی۔ روس میں دیکھ لو زار نے جو طریق رعایا سے اختیار کیا تھا وہی طریق رعایا نے اُس کے خلاف چلایا۔ پس یہ کھیل محدود نہیں چلے گی۔ ہمارے خلاف یہ کھیل کھیل گیا تھا لیکن آخر پاکستان کے نہایت اہم اور ابتدائی لیڈر کے خلاف ایک بدباطن نے وہی حربہ چلادیا کیونکہ دلوں سے قانون کے ادب اور سوچنے اور نفس پر قابو پانے کا جذبہ مٹا دیا گیا تھا۔ اگر یہ بات جاری رہی تو ایک دن یہ مولوی خود بھی محفوظ نہیں رہیں گے۔ خود انہی کے متعلق کسی بات پر خفا ہو کر ان پر بھی حملے کریں گے۔ میری عمر کوئی دس گیا رہ برس کی ہوگی کہ میں امرتسر گیا اور دیکھا کہ ایک مولوی صاحب بڑی داڑھی والے جیتے پہنے ہوئے اور ہاتھ میں عصا لئے جا رہے تھے۔ اُن کے پیچھے پیچھے ایک اور آدمی تھا جو ہاتھ جوڑتا اور اُن کی منتیں کرتا جا رہا تھا اور کہتا جاتا تھا کہ میں مغس و غریب ہوں میری حالت پر رحم کھائیں۔ اور مولوی صاحب پیچھے مڑ کر اُسے گھورتے اور کبھی کبھی گالی بھی دے دیتے تھے۔ جب مولوی صاحب دُور نکل گئے میں نے اُس شخص سے پوچھا کیا بات ہے؟ اُس نے بتایا کہ میں نے اس خبیث کے پاس ایک سُو روپیہ رکھوایا تھا اب واپس مانگتا ہوں لیکن یہ واپس نہیں دیتا۔ سو مولویوں میں حرام خور بھی ہیں، ظالم بھی ہیں اور ان میں دوسرے عیوب بھی پائے جاتے ہیں۔ اس لئے اگر انہوں نے ایسی تعلیم دی تو ایک نہ ایک دن ان پر بھی وار ہوگا۔ کیونکہ ہونہیں سکتا کہ ان سے کسی اور کو اختلاف نہ ہو۔

اصل امن والی تعلیم قرآن کریم کی ہے۔ یہ کتنی پاکیزہ تعلیم ہے کہ حکومت کے سوا کسی کو شرعی تعزیر دینے کا اختیار نہیں۔ اور حکومت بھی اسی تعزیر کا اختیار رکھتی ہے جس کا اختیار اُسے قرآن کریم نے دیا ہے۔ گویا پہلے عوام کے ہاتھ بند کئے پھر حکومت کے ہاتھ یہ کہہ کر بند کر دیئے کہ تم بھی قصداً کے ذریعہ ہی

تعزیر کا اختیار رکھتے ہو۔ ایک دفعہ ایک شخص رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور عرض کیا یا رسول اللہ! اگر میں اپنی عورت کے پاس غیر مرد کو دیکھوں تو آیا مجھے اس کو قتل کرنے کی اجازت ہے؟ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اگر تم اُسے قتل کرو گے تو اس کے بدلہ میں تمہیں قتل کیا جائے گا۔ تم گواہ پیش کرو۔ اُس شخص نے کہا یا رسول اللہ اتنا دیوث کون ہو گا کہ وہ اپنی عورت کے پاس غیر مرد دیکھے تو وہ گواہ ڈھونڈتا پھرے۔ اسلام نے ایسے شخص کی سزا قتل رکھی ہے تو کیوں نہ ہیں اُسے مار دوں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اگر تم نے ایسا کیا تو پکڑے جاؤ گے۔ اُس وقت تک زانی کو رجم کیا جاتا تھا اور وہ صحابی بھی اُسے قتل کرنے کے لئے ہی اجازت چاہتے تھے۔ لیکن رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ باوجود اس کے کہ تم نے اپنی عورت کے پاس غیر مرد کو دیکھا لیکن تم قاضی کے پاس جاؤ وہ فیصلہ کرے گا کہ تم ٹھیک کہتے ہو یا غلط۔ اب یہ کتنی واضح دلیل ہے کہ اسلام نے کسی صورت میں بھی شرعی تعزیر کی جس میں قتل کرنا، ہاتھ پاؤں کاٹنا اور قید کرنا شامل ہیں کسی فرد کو اجازت نہیں دی۔ ہاں بعض سزائوں کی اجازت دی ہے مثلاً ایک باپ یا استاد بچے کو اس کے کسی قصور پر مار سکتا ہے۔ پھر قومی سزائوں کا تو جو کو اختیار ہے مثلاً کسی قصور پر ہم ایک شخص کو جماعت سے خارج کر دیتے ہیں تو اس کا ہمیں اختیار ہے کیونکہ یہ شرعی تعزیر نہیں۔ جو شرعی تعزیریں ہیں مثلاً قتل کرنا، ہاتھ پاؤں کاٹنا، قید کرنا، کوڑے لگانا وغیرہ ان کا اختیار حکومت کو ہے اور وہ بھی قضا کے ذریعہ۔ حکومت عارضی طور پر کسی کو قید کر سکتی ہے لیکن بعد میں اس کا فیصلہ قضا ہی کرے گی۔ اگر تم اسلام کی اس تعلیم کو ملک میں جاری کر دو تو کوئی قتل ممکن ہی نہیں۔ نہ آگ لگائی جا سکتی ہے اور نہ کسی کو مارا پیٹا جا سکتا ہے۔ اس تعلیم کو جاری کرنے کے بعد ہی ملک میں امن قائم ہو سکتا ہے۔

تم پہلے اسلامی ذہنیت پیدا کرو۔ یہ نہیں کہ ایک طرف مولوی یہ کہے کہ ملک میں اسلامی تعلیم پھیلاؤ اور دوسری طرف یہ کہے کہ فلاں شخص اسلامی تعلیم کے خلاف چلتا ہے اس لئے اسے قتل کر دو۔ ہم حکومت کو کئی دفعہ اس طرف توجیہ دلا چکے ہیں لیکن اس کی طرف سے کوئی کارروائی نہیں کی گئی نتیجہ یہ ہوا کہ جو ذہنیت احمدیوں کے خلاف پھیلائی گئی تھی وہ پاکستان کے خلاف چل گئی۔ اور اگر اس ذہنیت کو بخلدی تبدیل نہ کیا گیا تو صرف احمدیوں کے خلاف ہی نہیں بلکہ لوگ ان مولویوں کے خلاف بھی جو یہ فتوے دیتے ہیں کارروائی کریں گے۔ غرض یہ ذہنیت نہایت خطرناک ہے اگر اسے جلد روکا نہ گیا تو یہ ملک کے لئے بہت بڑے خطرے کا موجب ہوگی۔ اگر مولوی حقیقت میں ملک میں اسلامی حکومت

قائم کرنا چاہتے تو وہ رعایا کو سکھاتے کہ شرعی تعزیر اُن کے اختیار میں نہیں شرعی تعزیر حکومت کے اختیار میں ہے بلکہ حکومت بھی شرعی تعزیر قسناد کے ذریعہ دے سکتی ہے۔ اگر واقعہ میں یہ تعلیم دی جائے تو خان لیاقت علی خان تو پاکستان کے پریسیر ہفے پاکستان کا ایک غریب سے غریب لڑکا بھی نہیں مارا جاسکتا۔ جب ہر شخص کے ذہن میں یہ بات بٹھادی جائے کہ ایسا فعل خدا تعالیٰ کے منشاء، اس کے رسول کی تعلیم، قرآن کریم و احلاق، محبت الوطنی، رُوح نظام اور ملک و ملت کے خلاف ہے تو کوئی شخص ایسا فعل کرنے کی جرأت نہیں کرے گا۔ اگر خان لیاقت علی خان جنگل میں بھی ہوتے اور سوائے اُن کے اور قاتل کے وہاں کوئی نہ ہوتا لیکن قاتل کے ذہن میں اسلام کی صحیح تعلیم ہوتی تو وہ کبھی نہ مارے جاتے۔ ایسی صورت میں پولیس وغیرہ کی کوئی ضرورت نہ تھی۔ پس اصل چیز یہ ہے کہ اسلام کی صحیح تعلیم کو قائم کر دے یہ مٹاؤں جو ہلا کوئی تعلیم کو پھیلا رہے ہیں خان لیاقت علی خان کے قتل کے اصل ذمہ دار ہیں جب تک حکومت اُنکے سُنہ بند نہیں کرے گی ملک میں امن قائم نہیں ہو سکتا۔

حادثہ قتل کے تحقیقاتی کمیشن کی رپورٹ کے لئے ایک کمیشن مقرر کیا گیا کمیشن نے اگرچہ متفقہ طور پر یہ رائے ظاہر کی کہ وثوق سے نہیں کہا جاسکتا کہ وزیر اعظم مرحوم کا قتل سید اکبر کا محض انفرادی فعل تھا یا کسی سازش کا نتیجہ تاہم کمیشن نے قاتل کے اس شرمناک فعل کے امکانی محرکات کا جائزہ لیتے ہوئے اس محرک کا بھی ذکر کیا کہ اس جرم کی تہ میں اس کے انتہاء پسندانہ مذہبی نظریات کا فرما تھے اور یہ وہی امکانی پہلو تھا جس پر حضرت مصلح موعودؑ نے اپنے خطبہ جمعہ میں مفصل روشنی ڈالی تھی اور جس سے حضور کے نظریہ کی لفظاً لفظاً تائید ہوتی تھی۔ چنانچہ کمیشن نے اپنی رپورٹ میں اس مذہبی محرک کی طرف اشارہ کرتے ہوئے جو رائے قائم کی اس کا خلاصہ جماعت اسلامی کے آرگن کوثر (۴ ستمبر ۱۹۵۲ء) کے الفاظ میں یہ تھا:-

”اگر وہ قتل یہ ہو کہ سید اکبر نے مسٹر لیاقت علی خان کو اس لئے موت کے گھاٹ اتار دیا کہ وہ اسکے معیار اسلام پر پورے نہیں اُترتے تھے تو یہ ایک خوفناک صورت حال کا پتہ دیتا ہے۔ اور کمیشن حکومت کو توجہ دلائے بغیر نہیں رہ سکتا کہ اگر اس قسم کے رجحانات ملک میں پُرب رہے ہوں تو ان کو سختی سے دبا دینا چاہیے۔ اس سلسلے میں کمیشن کی طرف سے اس امر کا بھی ذکر کیا گیا تھا کہ اس کے سامنے بعض اخباروں

کے مضامین اور بعض تصنیفیں کی تحریریں بھی پشیم کی گئیں جن میں مسٹر لیاقت علی خاں کے خلاف نہایت سوقیاد انداز میں رائے زنی کی گئی تھی۔ اس کے بعد کمیشن نے ان لوگوں کو آرٹس ہاتھوں لیا جس کا تصور اسلام اس کے نزدیک نہایت بھونڈا اور خام ہے اور ان کی سخت الفاظ میں مذمت کی۔

رپورٹ کے حقیقی میں پاکستانی پریس کی آواز | جماعت اسلامی اور اس کے بعض ماسٹرز اوروں
تحقیقاتی کمیشن کی رپورٹ کے اس زاویہ نگاہ کی متفقہ طور پر تائید کی اور عوام اور حکومت کو فرقم پرستی اور
ملائیت کے اس خوفناک اور سنگین خطرہ سے خبردار کیا جو ملک میں ہر لمحہ اور ہر طرف سیلابِ رواں کی
طرح بڑھتا چلا آ رہا تھا۔

مثلاً اخبار "آفاق" نے لکھا۔

"محبت و وطن پرستانہ ہم سے اتفاق کریں گے کہ کمیشن نے آزادی صحافت اور اسلام کا نام لے کر
عمائدین ملک کے خلاف گندگی اچھالنے والے اخبارات... کے اصل عوام کو بے نقاب کر کے ایک بہت
بڑی خدمت انجام دی... اسلام و صالحیت کے یہ اجارہ دار اور بزرگ خویش ملک و قوم کے یہ "مخلص خادم"
اپنے سیاسی مخالفین کو فاسق و فاجر اور بددیانت کہتے رہے... ہمیں یہ کہتے ہیں مطلقاً قابل نہیں کہ دراصل
یہی لوگ قائد ملت کے قاتل تھے کیونکہ انہی لوگوں کی تحریروں نے وہ ماحول پیدا کیا جس کی پیداوار کمیشن
کے الفاظ میں سید اکبر بھی تھا"

اخبار "اسان" (لاہور) نے یہ نوٹ سپرد اشاعت کیا کہ :-

"ہمیں کمیشن کی اس رائے سے پورا پورا اتفاق ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ بعض طالع آزما جماعتیں جو
اسلام کے نام کو استعمال کرتی ہیں، اقتدار کے بھوکے پٹے ہوئے سیاسی گھرے لیاقت مرحوم کے خلاف
تقریروں میں زہرا لگ رہے تھے... اخبارات مباحثوں کے وقت بالخصوص اور اس کے انداز میں
سوچنے والے ایک ڈو اور جوائنڈ لیاقت مرحوم اور ان کی قابل احترام رفیقہ حیات کی بابت جھوٹے واقعات
اشتراک کر کے طرح طرح سے انہیں بدنام کرتے اور ان کا تمسخر اڑاتے رہے... نتیجہ ظاہر تھا نفرت و
حقارت کا یہ زہر پھیلا اور اس نے سید اکبر کو جنم دیا۔"

اخبار سول اینڈ میٹری گزٹ نے کمیشن کی رپورٹ پر حسب ذیل شذرہ لکھا۔

ہماری سیاسی زندگی کے دامن پر جو سب سے زیادہ تاریک داغ ہے اس پر انگلی رکھ دی گئی ہے۔ یہ بات کہ ایک مسلمان کو دوسرا مسلمان اسلام کے نام پر قتل کر دے یہ ایک نزاعی بحث نہیں ہے بلکہ مٹاؤں کے مذہب کا ایک مسئلہ ہے۔ ایک مسلمان خواہ وہ کتنا ہی دیا تدار اور زندگی میں پاکباز ہو اگر وہ مٹاؤں کے معیار اسلام پر پورا نہیں اُترتا تو اس کو فوراً "کافر" کا خطاب دے دیا جاتا ہے اور ایسی صورت میں یہ ایک بڑا دینی کارنامہ سمجھا جاتا ہے کہ اس کی جان لے لی جائے۔ اگر مذہبی جنون کا نظریہ قبول کر لیا جائے تو نواب زادہ لیاقت علی اسی نفسیات کا شکار ہوئے۔ جاہل مذہبی جنونی قاتل نے اپنے ہی اسلامی معیار پر ان کو پرکھا اور اس سے فروتر پایا۔ مٹاؤں کے مسئلہ مذہبی معیار کے مطابق یہ بات اس امر کا کافی جواز تھا کہ ان کی جان لے لی جائے۔ جو حادثہ وزیر اعظم مرحوم کو پیش آچکا ہے وہ ہر وزیر کو پیش آسکتا ہے بشرطیکہ عوام کے جوش کو اس کے خلاف کافی طور پر بھڑکا دیا جائے.... اس رپورٹ نے اس خطرناک رجحان کی طرف متوجہ کر کے بڑی خدمت سرانجام دی ہے... ہمارا اعتقاد ہے کہ رائے عامہ کو اس عظیم معاشرتی خطرے کے علاوہ منظم ہونا چاہیئے۔ مذہب کے نام پر تشدد اسلام میں بہت عام ہے۔ چھوٹے چھوٹے اختلافات لے بڑے بڑے فساد برپا کئے ہیں اور لوگوں کے سر توڑے ہیں۔ مٹاؤں کے نزدیک مغربی لباس پہننا بھی "کفر" ہے۔ دارلحیٰ مویجہ کا منڈا ہوا ہونا تو "کفر" کی سب سے بڑی علامت ہے.... مٹاؤں کو اسلام کا آخری حکم بنا دینا اس پاکیزہ دین کی توہین ہے جو محبت، وسعت نظر اور ہمدردی انسانی کا پیغام لے کر آیا۔ علاوہ انہی یہ پاکستان کی تخریب کا بھی یقینی راستہ ہے.... ان دنوں حالات فی الواقع خوفناک ہوتے جا رہے ہیں۔ جسٹس محمد منیر کا انقباہ نہایت بروقت اور بر محل ہے۔ مٹاؤں کا خطرہ بڑھ رہا ہے وہ موجودہ نظام کو الٹ دینے کے لئے باہر نکل آیا ہے اور اس کو بدنام کر رہا ہے۔ اس کا ہتھیار وہی پُرانا حربہ ہے کہ ہر چیز کو غیر اسلامی قرار دے دیا جائے۔ کافر سازی ایٹم بم سے بھی زیادہ خطرناک ہے۔ انکو اسٹی رپورٹ نے صحیح طور پر موجودہ رفتار میں پاکستان کی تخریب کے جرائم کو دیکھ لیا ہے۔ (ترجمہ)

اخبار پاکستان ٹائٹلز نے کمیشن کی رپورٹ پر درج ذیل ادارتی نوٹ لکھا۔

مشرقیات علی غاں کے قتل کے متعلق کمیشن نے فوری حالات پر جو روشنی ڈالی ہے اس سے کچھ کم اہم اور قیمتی اس کی وہ شدید تنقید نہ ہوگی جو ہماری قومی زندگی کے مذہبی جنون کے رجحانات کے بارے میں کی گئی ہے.... پاکستان کے قیام کے وقت ہی سے قومی زندگی کے تمام معقول اور ترقی پسند عناصر

افسوس اور خطرے کے احساس کے ساتھ اپنی قوم میں خطرناک متعصبانہ رجحانات کو دیکھ رہے ہیں۔ یہ بات کہ یہ حالات بالآخر مسٹر لیاقت علی خاں کے قتل کے کس حد تک ذمہ دار ہیں اس کا معلوم کرنا آسان نہیں ہے لیکن یہ واقعہ ہے کہ یہ ہمارے جدید قومی میں داخل ہو گئے ہیں اور بہت سے لوگ پہلے ہی حیران ہیں کہ ہماری قومی زندگی ان سے کس طرح نجات حاصل کرے گی۔ بیشتر اس کے کہ وہ اس کو کوئی ناقابل تلافی نقصان پہنچاؤ ان رجحانات سے ملک کو کتنا خطرہ ہے۔ اس بات پر کمیشن نے پوری طرح زور دے دیا ہے اور حکومت کو اس نے متنبہ کر دیا ہے کہ اگر ان کو اپنے رُخ پر جاری رہنے دیا گیا تو اس سے پاکستان کی ترقی میں بڑی رکاوٹ واقع ہوگی۔ لے

۲۹۔ اثناء ۱۳۳۰ھ / اکتوبر ۱۹۵۱ء کو بعد نماز عصر
 جماعت احمدیہ کی جدید کراچی درس گاہ —
 جامعۃ المبتشرین — کی طرف سے سب سے پہلے

حضرت مصلح موعودؑ کی پانچ اہم ہدایات
 جامعۃ المبتشرین کی ایک الوداعی تقریب میں

کامیاب ہونیوالے مبلغین کو الوداعی پارٹی دی جس میں حضرت امیر المؤمنین المصلح الموعودؑ نے بھی ازاں شفقت و ذرہ نوازی شرکت فرمائی اور ایک معلومات افروز تقریر کے ذریعہ اساتذہ اور طلباء جامعہ کو پانچ نہایت اہم اور قیمتی ہدایات سے نوازا جو تحقیق و تفحص اور علمی ترقی کے میدان میں ہمیشہ خضر راہ ثابت ہوں گی۔

حضور پر نور نے اپنے خطاب کے شروع میں پہلی ہدایت یہ فرمائی کہ "طلباء کی صحت کا خیال رکھا جائے اور وہ اس کے مقابل پر محنت کا خیال رکھیں۔"

پہلی ہدایت

دوسری اہم چیز جس کی طرف حضور نے توجہ دلائی وہ یہ تھی کہ "عربی زبان میں یہ خصوصیت ہے کہ اس کا ہر حرف الگ پڑھا جاتا ہے۔ جب تک ہر حرف کو الگ

دوسری ہدایت

نہ پڑھیں تلفظ ٹھیک نہیں ہوتا۔ دوسری زبانوں میں ہم حروف کو ایک دوسرے میں مخلوط کر دیتے ہیں لیکن عربی زبان میں ہم حروف کو ایک دوسرے میں مخلوط نہیں کر سکتے... حروف کو ایک دوسرے میں مخلوط کرنے کا نتیجہ یہ ہوگا کہ ان کے معنی کچھ نہیں بنیں گے... یہ دست درازی کم از کم قرآن کریم پر نہیں ہونی چاہیے تیرہ سو سال سے مسلمانوں نے اسے محفوظ رکھا ہے تمہیں بھی اسے محفوظ رکھنا چاہیے اور قرآن کریم کی تلاوت پر خاص توجہ دینی چاہیے۔"

تیسری ہدایت تیسری ہدایت حضور نے مقررین کے لئے دی جو یہ تھی کہ "جب ایک واعظ کھڑا ہوتا ہے تو اس وقت وہ سامعین کو کچھ بتلانے کے لئے کھڑا ہوتا ہے پس اسے لوگوں

سے گہرانے کی کیا وجہ ہے؟ جو اس سے یکھنا چاہتے ہیں پس تقریر آہستگی کے ساتھ کرنی چاہیئے پھر آہستہ آہستہ جب سامعین کے دماغوں اور تقریر کرنے والے کے دماغ میں توازن قائم ہو جائے تو بے شک وہ اپنی آواز بلند کرے اور الفاظ بھی جوشن سے ادا کرے۔ لیکن اگر وہ شروع میں ہی جلدی بھلی بولنے لگ جاتا ہے تو سامعین تار جاتے ہیں کہ وہ ان سے ڈر رہا ہے اس لئے وہ اس کا اثر قبول نہیں کرتے۔"

چوتھی ہدایت حضور کی چوتھی ہدایت یہ تھی کہ "ہمارے طلباء مطالعہ کے لئے بہت کم وقت نکالتے ہیں اپنے وقت میں سے ہمیشہ ایک حصہ زائد مطالعہ کے لئے بھی نکالنا چاہیئے۔"

ہمارا اندازہ ہے کہ ایک اچھا پڑھنے والا ایک گھنٹہ میں اوسطاً ۲۰ صفحے پڑھتا ہے۔ عربی ٹائپ ذرا چھوٹا ہوتا ہے اور کتاب کے صفحات بڑے ہوتے ہیں اس لئے اگر آپ لوگ زائد مطالعہ کے لئے ایک گھنٹہ روزانہ بھی دیں تو اوسطاً دس پندرہ صفحات فی گھنٹہ پڑھے جاسکتے ہیں۔ اس ضمن میں حضور نے یہ بھی بتایا کہ "اسی لئے میں نے عربی کتابیں منگو کر دی ہیں جن میں علم ادب، علم تاریخ، فلسفہ، منطق، صرف و نحو، علم نحو، علم معانی اور دوسرے علوم پر لکھی ہوئی کتابیں موجود ہیں۔۔۔ میرا منشاء یہی ہے کہ ایک دو سال میں دس پندرہ ہزار روپیہ صرف کر کے ایک لائبریری بنائی جائے جو کالج کے لحاظ سے مکمل لائبریری ہو چنانچہ اس سلسلہ میں میں نے انگریزی کی بعض کتابیں بھی منگو کر دی ہیں۔ یہ کتابیں مختلف علوم کے متعلق ہیں۔"

پانچویں ہدایت مقالہ (THESES) لکھنے کے بارے میں اساتذہ اور طلبہ دونوں کو مخاطب کر کے یہ خاص ہدایت فرمائی کہ:-

"مضمون ایسے رنگ میں بیان کرو کہ پڑھنے والا اسے سمجھ سکے۔ اور اس کے لئے ضروری ہے کہ اس کے لئے بطنی عنوان مقرر کئے جائیں پھر ماہرین کی ایک کمیٹی اس پر غور کرے اور اس کی ترتیب بھی بتائے پھر ٹیچر بھی بتایا جائے کہ کون کون سی کتابوں میں یہ مضمون مل سکتا ہے۔۔۔۔۔ پس تھیسس کے لئے ضروری ہے کہ اس کے عنوان مقرر ہوں، اس کی ترتیب بتائی جائے اور پھر مشورہ دیا جائے کہ یہ مضمون فلاں فلاں کتاب سے مل سکتا ہے۔ پھر مضمون زیادہ لمبا نہیں ہونا چاہیئے۔ ایم۔ اے میں جو تھیسس (THESES) لکھے جاتے ہیں وہ بھی پچاس ساٹھ صفحات کے ہوتے ہیں۔ اگر مضمون چھوٹے ہوں گے تو خواہ لکھنے والا پہلے

دو ماہ میں ایک سطر بھی نہ لکھے سکے اور تیسرے ماہ وہ دس کالم روزانہ لکھے تب بھی ۳۰۰۰ کالم لکھ لے گا جو پچاس مطلوبہ صفحات کے برابر ہوگا اور یہ کافی لمبا مضمون ہے۔ اس طرح مفید لٹریچر مل سکتا ہے اور تبلیغ میں آسانی پیدا ہو سکتی ہے۔ ۱۰

حضرت مصلح مرحوم نے کیش قیمت ہدایات پر مشتمل تقریر کے بعد جامعۃ المبتشرین کے اساتذہ طلبہ اور فارغ التحصیل مبلغین کے لئے دعا فرمائی۔ اور یہ حضور کی دعا ہی کا اثر ہے کہ اس سال جامعہ پاس کرنے والے مبلغین کو جو جامعۃ المبتشرین کے پہلے پھل کھلانے کے مستحق ہیں اندرون پاکستان کے علاوہ بیرونی ممالک میں بھی اعلیٰ کلمۃ اللہ کی توفیق ملی ہے۔ ان میں سے اکثر اب بھی خدمتِ اسلام میں مصروف عمل ہیں۔ اس پہلی کلاس کے بعض مبلغین کے نام مع ان کے ممالک تبلیغ کے حسب ذیل ہیں:-

مرزا محمد ادریس صاحب (بوزیو۔ یوگنڈا۔ انڈونیشیا) مولوی عبدالقدیر صاحب شاہد (غانا)۔
سیرالیون) عبداللطیف صاحب پریمی (غانا) مولوی محمد صدیق صاحب گورداسپوری (سیرالیون) غانا
امریکہ) مولوی مبارک احمد صاحب سابق (نائیجیریا۔ لائبریا) میر مسعود احمد صاحب (ڈنمارک)
صاحبزادہ مزار فیح احمد صاحب (انڈونیشیا) مولوی محمد اجمل صاحب شاہد (نائیجیریا)۔

فصل چہارم

سیدنا حضرت المصلح الموعودؑ کا خصوصی پیغامِ جماعتِ احمدیہ انڈونیشیا کے نام، اخبار "الرحمت" اور مسئلہ عزل خلفاء، ملتان اور لاپور کے جلسہ ہائیر الٹینی میں ہنگامہ آرائی، اخبار "بدر" کا دوبارہ اجراء اور حضرت مصلح موعودؑ کا پر معارف افتتاحی مضمون

اس سال کے آخر میں جماعت احمدیہ انڈونیشیا کی دوسری سالانہ کانفرنس منعقد ہوئی۔ اس کانفرنس کے لئے حضرت امیر المؤمنین المصلح الموعودؑ نے ایک خصوصی پیغامِ جماعت احمدیہ انڈونیشیا کے نام ارسال فرمایا جس میں انڈونیشیا کے مخلص احمدیوں کو اپنے عملی نمونہ تعلیم و تربیت، مرکز احمدیت سے گہری وابستگی اور غیر متزلزل ایمان کے ذریعہ انڈونیشیا کی اکثریت کو احمدیت یعنی حقیقی اسلام میں شامل کرنے کی دلولہ انگیز تحریک فرمائی۔ اس پیغام سے انڈونیشیا کی احمدی جماعتوں میں ایک نیا ذوق و شوق اور جوش و خروش پیدا ہو گیا۔ ذیل میں حضرت مصلح موعودؑ کے اس پیغام کا متن درج کیا جاتا ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ﴿ مُحَمَّدًا وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْکَرِیْمِ

احبابِ جماعتِ انڈونیشیا! السّلام علیکم ورحمة اللّٰہ وبرکاتہ

مجھے عزیزم شاہ محمد صاحب مبلغ پنجارج انڈونیشیا کے ایک خط سے یہ معلوم کر کے نہایت افسوس ہوا کہ گذشتہ سال باوجود ان کی تحریک کے میں جماعتِ انڈونیشیا کے سالانہ جلسہ میں کوئی پیغام نہ بھجوا سکا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جن دنوں میں ہمیں بیمار تھا ان دنوں میں ایسا خط پہنچا۔ ہے ورنہ جماعتِ انڈونیشیا

جس نئے دور میں سے گزر رہی تھی اس کے لحاظ سے مزوری تھا کہ میں اسے پیغام بھجواتا۔
 جہاں تک امام جماعت کے پیغاموں کا سوال ہے چونکہ جماعتیں اب ساری دنیا میں پھیل گئی ہیں یہ
 تو ابیداز عقل ہے کہ امام جماعت کی طرف سے ہر جماعت کو ہر سال کوئی نیا پیغام پہنچے لیکن یہ خواہش ہو
 جماعت کی بالکل معقول ہے کہ کسی خاص اور اہم موقع پر جو اسے پیش آئے اس کے امام کی طرف سے اسکو
 کوئی تسلی، مبارکباد یا رہنمائی کا پیغام پہنچے پس چونکہ انڈونیشیا کی جماعت ایک نئے نظام کے ماتحت چلائی
 جانے والی تھی میری طبیعت اچھی ہوتی تو میں ضرور مختصر پیغام اُن کی کانفرنس کے موقع پر بھجواتا لیکن گذشتہ
 سال جلسہ سے پہلے بھی اور اس کے بعد بھی میں شدید بیمار ہو گیا تھا۔

مجھے اس بات پر نہایت خوشی ہے کہ جماعت انڈونیشیا جس کی ابتدا ۱۹۲۶ء تا ۱۹۲۷ء میں ہوئی
 تھی اب خدا تعالیٰ کے فضل سے کافی ترقی کر چکی ہے اور منظم ہونے کی کوشش کر رہی ہے۔ مجھے اس بات پر
 بھی خوشی ہے کہ انڈونیشیا کے نوجوان تعلیم کے لئے احمدیہ مرکز میں آتے رہتے ہیں۔ گو اتنی توجہ اس طرف
 نہیں ہوئی جتنی کہ ہونی چاہیے تھی۔ میں سمجھتا ہوں اور تجربہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ انڈونیشیا اُن ممالک
 میں سے ہے جن کے لئے خدا تعالیٰ نے سعادت، تقدیر کی ہوئی ہے۔ انڈونیشیا لوگوں میں مجھے وہ کبر نظر
 نہیں آتا جو بعض دوسرے ممالک کے لوگوں میں نظر آتا ہے۔ ان کی طلبائے میں صلاحیت اور نرمی ہے اور
 وہ سچ کے متلاشی معلوم ہوتے ہیں۔ پس میں سمجھتا ہوں اگر جماعت احمدیہ اپنے فرض کو اچھی طرح پہچانتی
 تو جماعت جو اس وقت دس ہزار کے قریب ہے یقیناً ایک لاکھ سے بھی زائد ہوتی۔ پس میں جماعت
 کے دوستوں کو اس امر کی طرف توجہ دلاتا ہوں کہ وہ اپنے فرض کو پہچانیں اور کم از کم یہ کوشش کریں
 کہ اُن کی جماعت اگلے سال دس ہزار سے پچیس ہزار ہو جائے پھر اس سے اگلے سال پچیس ہزار سے چالیس
 ہزار ہو جائے اور پھر اس سے اگلے سال چالیس ہزار سے اسی ہزار ہو جائے اور اسی طرح ہر سال
 جماعت اپنی تعداد میں بڑھتی چلی جائے مگر یہ بھی ہو سکتا ہے جب ہر انڈونیشیا احمدی اپنے فرض کو
 سمجھے اور مناسب طریقہ کثرت کے ساتھ ہتیا کیا جائے اور مبلغوں کی تعداد موجودہ تعداد سے زیادہ
 ہو۔ موجودہ پولیٹیکل حالات ایسے ہیں کہ پاکستان کے مبلغ اُس ملک میں زیادہ نہیں جاسکتے۔ پس
 مناسب تدبیر یہی ہے کہ انڈونیشیا کے نوجوان تعلیم کے لئے پاکستان آئیں اور پھر یہاں سے تعلیم پا کر

اپنے ملک کو واپس جائیں لیکن کچھلے ایک دو سال سے اس طرف کچھ تو بھر دیکھتا ہوں مگر وہ تو بھر ضرورت سے ابھی بہت کم ہے۔

پھر جماعت کی ترقی کے لئے یہ بھی ضروری ہوتا ہے کہ اُس کا امام سے براہِ راست تعلق ہو اور وہ اس کی دعاؤں سے حصہ لے سکیں۔ افسوس ہے کہ امریکہ اور مغربی افریقہ کے مقابلہ میں جو دونوں علاقے امام کے ساتھ تعلق پیدا کرنے میں نہایت ہی آگے آگے ہیں انڈونیشیا کی جماعتوں نے اُس رنگ میں امام سے تعلق پیدا نہیں کیا۔ اب کچھ عرصہ سے ایک دو جماعت کے عہدیداروں نے اور چند افراد نے خط و کتابت شروع کی ہے اور یہ ایک نیک تبدیلی انڈونیشیا میں پیدا ہوئی ہے لیکن ابھی اس میں بہت کچھ اصلاح کی ضرورت ہے۔ جس کو بھی جس زمانہ میں خدا تعالیٰ ساری جماعت کا امام بنا تا ہے وہ باقی جماعت کا روحانی باپ ہوتا ہے۔ اور جب تک افرادِ جماعت کا تعلق اُس سے ایسی صورت میں نہ ہو جیسا کہ مشرین اور نیک بیٹے کا اپنے باپ سے ہوتا ہے اس وقت تک وہ شخص یا وہ قوم یا وہ ملک اُن روحانی برکات کا امیدوار نہیں ہو سکتا جو خدا تعالیٰ کی طرف سے اُن لوگوں پر نازل ہوتی ہیں جو اس کے مقرر کردہ خلیفہ کے ساتھ تعاون کرتے اور اس کے ناصرو مددگار بنتے اور اُس کے کام کو دنیا میں پھیلانے ہیں۔ ہماری جماعت ایک روحانی جماعت ہے اور اگر وہ سچی ہے تو پھر یہ بھی سچی بات ہے کہ جو کوئی بھی اس جماعت کے نظام کی اتباع کرے گا اور اس کی قدر کرے گا اور اس کے ساتھ تعاون کرے گا وہ خدا تعالیٰ کے فضلوں کا وارث ہوگا۔ کیونکہ جب ایک ادنیٰ انسان بھی اپنے ساتھ تعاون کر نیوالے کی قدر کرتا ہے اور اس کی مدد کرتا ہے تو خدا تعالیٰ جو غیر محدود ذرائع رکھنے والا ہے اُس کی نسبت یہ کب اُمید کی جا سکتی ہے کہ وہ اس کے مقرر کردہ خلیفہ یا اُس کی مقرر کردہ جماعت کے ساتھ تعاون کرنے والوں اور محبت کر نیوالوں اور اخلاص رکھنے والوں کی قدر نہیں کرے گا اور ان کی مدد نہیں کرے گا۔ یقیناً جو لوگ اس رستہ کو اختیار کریں گے وہ اپنی رُوح کے اندر ایک تبدیلی پائیں گے اور اپنے آپ کو خلیفہ وقت کا روحانی بیٹا ثابت کرتے ہوئے خدا تعالیٰ کا اس دنیا میں روحانی فرزند بننے کا فخر حاصل کریں گے۔ اسلام کا خدا محبت کرنے والا خدا ہے اور وہ فرمایا ہے: "اور وہ فرمایا: اور بندوں سے اس سے بھی زیادہ محبت کرتا ہے جتنا کہ محبت کر نیوالا باپ اپنے بیٹوں سے محبت کرتا ہے۔ مگر باپ کی محبت حاصل کرنے کے لئے بھی انسان کو کچھ نہ کچھ کرنا پڑتا ہے۔ صلاحیت اور نیک اطوار اور تعاون اور محبت ہی باپ کی طبعی محبت کو ابھارتے

ہیں اسی طرح خدا تعالیٰ کی محبت کے اُبھارنے کے لئے بھی ضروری ہے کہ جو اس کے اظلال دنیا میں موجود ہوں اور جو اس کا نظام دنیا میں قائم ہو اس کے ساتھ تعاون کیا جائے اور اس کی مدد کی جائے اور اس کی اطاعت کی جائے اور اس کے کام کو دنیا میں پھیلایا جائے۔

مجھے اس بات سے خوشی ہے کہ انڈونیشیا ان ممالک میں سے ہے جن میں ارتداد بہت کم ہوتا ہے جو مانتے ہیں وہ سچے طور پر مانتے ہیں بعض اور ممالک میں یہ نقص پایا جاتا ہے کہ ایمان اور ارتداد بالکل اس طرح چلتے ہیں جیسی طرح دو متوازی لیکن مختلف اطراف میں بننے والے دریا۔ میں امید کرتا ہوں کہ آپ لوگ اور بھی زیادہ اپنے عملی نمونہ اور تعلیم اور تربیت کے ساتھ اس بات کو ناممکن بنا دیں گے کہ کوئی شخص احمدیت میں داخل ہو کر پھر اس سے واپس لوٹے۔ اسی طرح آپ لوگ ہمیشہ اس بات کو مد نظر رکھیں گے کہ مرکز احمدیت سے آپ لوگوں کا تعلق مضبوط ہو۔ آپ کا ایمان غیر متزلزل ہو اور آپ کا رشتہ قطع نہ ہونے والا ہو۔ زمین و آسمان ٹہلی سکیں مگر آپ لوگ اس وابستگی کو نہ چھوڑ سکیں جو خدا تعالیٰ نے آپ کے دلوں میں احمدیت اور اس کے مرکز سے پیدا کی ہے یہی امید اور یقین اور دعا کے ساتھ اس پیغام کو ختم کرتا ہوں اور یقین رکھتا ہوں کہ آپ لوگ ایک نئی طاقت اور نئی قوت کے ساتھ اشاعت احمدیت میں لگ جائیں گے اور مجھے وہ دن دیکھنے کی خوشی نصیب ہوگی جب انڈونیشیا کی اکثریت احمدی ہوگی اور احمدیت کی روشنی میں اسلام کے اولین علمبرداروں میں انڈونیشیا کا ملک بھی ہو جائے گا۔ اللہم آمین

خاکسار

(دستخط) مرزا محمود احمد ۲۹/۵

اختیارِ الرحمت اور عزولِ خلفاء

سیدنا حضرت المصالح الموعودہ کے عہدِ خلافت کا ایک زندہ، ناقابلِ فراموش اور دائمی کارنامہ یہ ہے کہ آپ نے نظامِ خلافت کے قیام و استحکام کے لئے ہمیشہ ہی چوکھی لڑائی لڑی اور جب بھی نظامِ خلافت کے خلاف کوئی خفیہ سی آواز کسی گوشہ سے بھی بلند ہوئی آپ خدا کے ایک جری پہنواں اور شیر کی طرح میدانِ مقابلہ میں اتر پڑے۔ آپ کا قبلعی عقیدہ تھا کہ اگر کلمہ شریعت کی تفسیر کی جائے تو اس تفسیر میں اس مسئلہ کا مقام سب سے بلند ہوگا۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ کلمہ طیبہ اسلام کی اساس ہے مگر یہ کلمہ اپنے اندر جو تفصیلات رکھتا ہے اور جن امور کی طرف اشارہ کرتا ہے ان میں سے سب سے بڑا مسئلہ خلافت ہی

ہے" لہ

جہاں تک عزل خلفاء کے ناپاک نظریہ کا تعلق ہے آپ اس کو اسلام کی روح کے سرو سر خلافت سمجھتے تھے اور یقین رکھتے تھے کہ "گو خلیفہ کا اقرار انتخاب کے ذریعہ سے ہوتا ہے لیکن اہمیت (استخلاف) کی نہیں صریح اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ امت کو اپنے فیصلہ کا اس امر میں ذریعہ بناتا ہے اور اس کے دماغ کو خاص طور پر روشنی بخشتا ہے لیکن مقرر اصل میں اللہ تعالیٰ ہی کرتا ہے۔ چنانچہ فرماتا ہے لَيْسَ تَخْرُفَتُهُمْ کہ وہ خود ان کو خلیفہ بنائے گا پس گو خلفاء کا انتخاب مومنوں کے ذریعہ سے ہوتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ کا الہام لوگوں کے دلوں کو اصل حقدار کی طرف متوجہ کر دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ بناتا ہے کہ ایسے خلفاء میں ہیں فناں فناں خاصیتیں پیدا کر دیتا ہوں اور یہ خلفاء ایک انعام الہی ہوتے ہیں۔۔۔۔۔ ظاہر ہے کہ ایسے شخص کو امت اسلامیہ معزول نہیں کر سکتی ایسے شخص کو تو شیطان کے پیلے ہی معزول کریں گے" لہ

اللہ تعالیٰ کی مصلحت خاص نے حضرت مسیح موعودؑ کے فولادی قلم سے اس سال عزل خلفاء کے ناپاک خیال کو پاش پاش کرنے کا ایک نیا موقع پیدا کر دیا۔ واقعہ یہ ہوا کہ لاہور کے ایک ادبی اور علمی اخبار "الرحمت" نے ایک مضمون قدوسی کے اخباری نام سے شائع کیا جس میں نادانستہ طور پر تاریخ اسلام کا ایک ایسا ورق چھپ گیا جس میں دوسری روایتوں کے ساتھ جلد بن ایہم کے متعلق ایک ایسی کمزور روایت بھی آگئی جس میں نعوذ باللہ حضرت خلیفہ ثانی سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو جہادہ بن حسانت کے ملامت کرنے کا ذکر تھا جس سے یہ تاثر پیدا ہو سکتا تھا کہ گویا اسلام کی رو سے معاذ اللہ خلیفہ برحق کا عزل بھی جائز ہے۔ لہذا حضرت امیر المومنینؑ نے ۱۳۳۰ھ میں کو "اخبار الرحمت وعزل خلفاء" کے عنوان سے ایک پر جلال تنقیدی نوٹ لکھا جس میں بتایا کہ قرن اول میں حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ جیسے نامور خلفاء نے مسئلہ عزل خلفاء کے خلاف زبردست جہاد کیا اور ہزاروں مسلمانوں نے محض انہی

۱۰ تقریر حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؑ جلسہ سالانہ ۱۹۳۹ء "خلافت راشدہ" ص ۳۵ لہ "خلافت راشدہ"

ص ۳۳، ص ۳۴ لہ یہاں مزید وضاحت کرنا ضروری ہے کہ جب الرحمت نے یہ مضمون شائع کیا اس

وقت نہ تو یہ اخبار شیخ روشنی دین صاحب تنویر مدبر الفضل کی ادارت میں نکلتا تھا اور نہ اسے جماعت کے

مذہبی ترجمان ہی کی حیثیت حاصل تھی۔

اپنی جانیں راہِ حق میں بچھا کر کہیں کہ وہ اس باطل نظریہ کو ایک لمحہ کے لئے بھی برداشت نہیں کر سکتے تھے۔ غلارہ ازیں اسلام کے دورِ ثانی میں حضرت مولانا نور الدین خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ نے اپنے عمل سے اس نظریہ کا باطل ہونا ثابت کر دکھایا پس یہ مسئلہ کسی نئے احمدی نورسلی احمدی کے لئے بھی کوئی نیا مسئلہ نہیں اور اس پر اسلام کے دورِ اول اور ثانی میں ایک فیصلہ کن مسلک اُمت کے لئے متعین ہو چکا ہے۔ اس سلسلہ میں حضور نے نہایت درجہ قوت و شوکت بھرے الفاظ میں تحریر فرمایا۔

”اگر خلیفہ اسلام میں معزول ہو سکتا تھا تو یقیناً حضرت علیؓ مجرم ہیں کیونکہ ان کی اپنی جماعت کے ایک بڑے حصہ نے کہہ دیا تھا کہ ہم آپ کو خلافت سے معزول سمجھتے ہیں لیکن بجائے اس کے کہ ”قدوسی“ کی رُوح کو خوش کرنے کے لئے حضرت علیؓ خلافت چھوڑ دیتے انہوں نے تلوارِ میان سے نکال لی اور ہزاروں ہزار خارجی کو قتل کر کے رکھ دیا۔ اگر خلیفہ معزول ہو سکتا ہے تو ان لوگوں کا قصور کیا تھا۔ وہ تو وہی بات کرتے تھے جس کا قرآن نے ان کو حتم دیا تھا۔ جب ایک مسلمان کا قتل بھی دوزخی بنا دیتا ہے تو کیا کہیں گے قدوسی صاحب حضرت علیؓ کے منطلق جنہوں نے ہزاروں ہزار مسلمان کو اس مسئلہ پر قتل کر کے رکھ دیا۔ دوسری مثال حضرت عثمانؓ کی ہے حضرت عثمانؓ سے بھی باخیوں کا یہی مطالبہ تھا کہ آپ خلافت چھوڑ دیں ہم آپ کو معزول کرتے ہیں۔ حضرت عثمانؓ نے اپنے نرم مزاج ہونے کی وجہ سے تلوار تو نہیں نکالی لیکن خود اپنی جان قربانی کے لئے پیش کر دی اور عدل کا عقیدہ رکھنے والوں کا منہ کالا کر دیا۔ حضرت ابو بکرؓ نے خلافت کی ضرورت کا مسئلہ ثابت کیا اور حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ نے خلیفہ کے معزول نہ ہونے کا مسئلہ ثابت کیا۔ گویا ابتدائی خلافت راشدہ نے اپنے عمل اور اپنے فیصلہ سے ان مسائل کو حل کر دیا تھا اور پھر ہمارے زمانہ میں آئے حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ کے عہد میں یہ سوال اُٹھا اور آپ نے فرمایا تم کون ہوتے ہو مجھے معزول کرنے والے گویا ابتدائے اسلام اور ابتدائے احمدیت میں یہ مسئلے زیر بحث آئے۔“ لے

خدا نے ذوالجلال کے خلیفہ موعود کے قلم مبارک سے نکلے ہوئے ان کلمات نے صور اسرافیل کا کام دیا جس کے نتیجے میں دنیا بھر کے مخلصین احمدیت خصوصاً الرحمن کے مدبر اور اس اخبار کے نگران ناظرِ دعوت و تبلیغ کی خفتہ رُحوں کو یکایک بیدار کر دیا اور خلافت سے محبت کا پاک چشمہ جو

اُن کے سینوں میں پہلے سے موجزن تھا اُن کی زبانوں اور قلموں سے بھی جاری ہو گیا اور وہ نظامِ خلافت کے حقیقی اور جاننا بخار خادموں اور سپا کردوں کی طرح اپنے پیارے امام کے حضور ندامت بھرے الفاظ میں اپنی کوتاہی اور غفلت کا اظہار کر کے معافی کے خواستگار اور دعاؤں کے طلب گار ہوئے۔ چنانچہ ناظر صاحب دعوت و تبلیغ کا معذرت نامہ الفضل میں چھپا اور ایڈیٹر صاحب "الرحمت" نے نہ صرف "تدوین صاحب" کے مضمون کی الرحمت میں پُر زور تردید کی بلکہ حضور کی خدمت میں نہایت اذیت کے ساتھ عرض کیا کہ :-

"گو الرحمت کا کوئی مستقل دفتر تھا ڈاک کا کوئی معقول انتظام نہ تھا۔ مجھے دونوں طرف کام کرنا پڑتا تھا اور اکثر ادھر ادھر بیٹھ کر ہی پرچہ ترتیب پاتا تھا اور ڈاک اکثر دفتری دستبرد کی نذر ہو جاتی تھی لیکن اس کے باوجود میں دفتری افراتفری کی اثر نہیں لیتا۔ غلطی بہر حال غلطی ہے اور اسے تسلیم کرنے ہی میں نجات مضمر ہے اور میں اس پر سخت نادم ہوں۔"

خلافت ایک رحمت ہے ایک برکت جس کے عنقا ہو جانے کی وجہ سے نہ صرف قوم کی بحیثیت کا شیرازہ بکھر جاتا ہے بلکہ میرے نزدیک تو اس قوم پر اللہ تعالیٰ کے فضلوں کی بارشیں بھی رک جاتی ہیں۔ خلافت کے عزل کا ناپاک خیال بھی دل میں لانا اپنی عاقبت اور اپنے انجام پر اپنے ہاتھوں کھارٹا چھلانے کے مترادف ہے۔ میں نے حضور کے ارشادات اور محکم جناب ناظر صاحب کا اعلان پڑھنے کے بعد جتنی دفعہ بھی اپنے دل کو ٹٹولا ہے مجھے اُس میں مخالفت سے محبت، ارادت اور الوانہ عقیدت کے سوا اور کچھ نہیں ملا اور یہی میرا سرمایہ حیات ہے۔" لہ

الغرض "الرحمت" کے کالموں میں مسئلہ عزل سے متعلق بظاہر چند ضمنی فقروں کی اشاعت جماعت احمدیہ میں خلافت کے بابرکت اور دائمی نظام کے ساتھ پہلے سے بڑھ کر عقیدت و اُلفت پیدا کرنے کا موجب ہی گئی اس طرح رحمتِ خداوندی نے فتر کے اندر سے ہی بالآخر خیر و برکت کا نیا سامان پیدا کر دیا۔

ملتان اور لاہور کے جلسہ ہائے سیرت النبیؐ میں ہنگامہ رائے | ۱۸ ماہ نبوت ۱۳۳۰ ہش / نومبر ۱۹۵۱ء کو جماعت احمدیہ کی طرف

سے لائل پور اور ملتان میں حضرت خاتم الانبیاء امام الاصفیاء حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی

سیرت، فضائل و برکات اور ارفع اور فقید المثال شان پر روشنی ڈالنے کے لئے جلسہ مقرر تھے جو ایک باقاعدہ سوچی سمجھی سکیم کے ساتھ ہنگامہ آرائی، قانون شکنی، تشدد انگیزی اور غنڈہ گردی کی نذر کر دیئے گئے۔

جلسہ سیرت النبیؐ ملتان | جماعت احمدیہ ملتان نے سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا جلسہ کرنے کا انتظام پبلک جگہ باغ لنگے میں کیا تھا۔ ضلع کے ذمہ دار افسران جناب ڈی سی صاحب اور ایس پی صاحب ملتان کو جماعت کی طرف سے ایک وفد نے قبل از وقت اطلاع کر کے اجازت حاصل کر لی تھی نیز جلسہ کے جائے مقررہ پر انعقاد کا اعلان بذریعہ پوسٹر شہر بھر میں کر دیا گیا تھا۔ پولیس کی کافی جمعیت قبل از وقت پہنچ گئی تھی۔ بعد ازاں سٹی انسپکٹر صاحب، پراسیکیوٹرنگ ڈی۔ ایس پی صاحب اور ڈوسب انسپکٹر اور ڈیوٹی مجسٹریٹ صاحب بھی جلسہ شروع ہونے سے قبل پہنچ چکے تھے چنانچہ حسب اعلان ٹھیک دو بجے زیر صدارت مکرم مولوی احمد رضا صاحب سیم سابق مبلغ برٹا جلسہ کی کارروائی شروع کر دی گئی۔ تلاوت و نظم کے بعد صدر صاحب نے اعلان کیا کہ دورانِ تقاریر میں جس وقت ہمارے آقا و مولا سیدنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام آئے ہر شخص بلند آواز سے درود شریف پڑھتا رہے اور پہلی تقریر رحمتہ للعالمین کے موضوع پر مولوی عبدالرحمن صاحب بمشور مولوی فاضل شروع کریں۔ اس کے بعد مولوی صاحب موصوف نے اس پاکیزہ موضوع پر نہایت ادب و احترام کے جذبات سے نعت بھرے الفاظ میں ابھی چند تہمدی کلمات ہی کہے تھے کہ احرار یوں نے جو ایک خاص منصوبہ کے تحت پہلے ہی بھاری تعداد میں جمع ہو چکے تھے مقرر کی طرف ایک رقعہ بھیجا جو ابھی صدر جلسہ تک پہنچا بھی نہیں ہو گا کہ یہ لوگ، بلکہ کر کے جلسہ گاہ میں شور مچانے لگے "ہم جلسہ نہیں ہونے دیں گے" "پہلے ہماری باتوں کا جواب دو" "سر ظفر اللہ مردہ باد" "مرزا محمود مردہ باد" "مرزا غلام احمد مردہ باد"۔ اس نعرہ بازی کے ساتھ ہی شامیانہ کے بانس اور کیلے اکھیرنے شروع کر دیئے۔ دریاں کھینچنی شروع کر دیں اور احمیوں سے دست و گریبان ہونے لگے اسی دوران میں پولیس کے جو آدمی پہلے دوڑ بیٹھے ہوئے تھے شور و غوغا نہ کر پہنچ گئے اور بیچ بچاؤ

م شروع کر دیا مگر مشتعل ہجوم اپنی امن شکن حرکات میں تیز تر ہوتا گیا۔ احمدیوں کو سختی سے روک دیا گیا تھا کہ وہ کسی گالی یا کمینہ حرکات کا جواب تک نہ دیں بلکہ صبر سے کام لیں چنانچہ احمدیوں نے اس ہدایت پر پوری طرح عمل کیا۔ جب صورتِ حال قابو سے باہر ہونے لگی تو پولیس نے چند سرخنوں کو ہتھکڑیاں لگا دیں مگر جلسہ گاہ سے باہر نہیں لے جائی۔ ڈیوٹی مجسٹریٹ صاحب نے یہ محسوس کر کے کہ صورتِ حال ان کے قابو سے باہر ہے جلسہ بند کرنے کا حکم دے دیا اور ساتھ ہی اعلان کر دیا کہ اب جلسہ نہیں ہو گا لوگ چلے جائیں۔ اب جماعتِ احمدیہ نے تو ڈیوٹی مجسٹریٹ صاحب کے اعلان پر جلسہ بند کر دیا مگر یہ شوریدہ سراسر مقام پر جماعتِ احمدیہ اور جماعت کے بزرگان کے خلاف انتہائی اشتعال انگیزی اور دریدہ دہنی کا مظاہرہ کرتے رہے اور پھر سارے شہر کا چکر لگا کر احمدیوں کی دکانوں اور مکانوں کے سامنے کھڑے ہو کر خاص طور پر اشتعال انگیز اور دلا زار نعرے لگائے۔ چونکہ یہ جلسہ خالص مذہبی و دینی اور صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ طیبہ کے لئے مخصوص کیا گیا تھا جس میں اشتعال کی کوئی وجہ نہیں ہو سکتی تھی اس لئے شرفاء و ملتان کی طرف سے ختمِ نبوت کے نام نہاد مخالفوں کے اس فعل پر اظہارِ نفرت کیا گیا۔

جماعتِ احمدیہ لائل پور کا جلسہ سیرت النبیؐ کمپنی باغ لائلپور میں منعقد ہو رہا تھا جس کی اطلاع ایک روز پیشتر پولیس کو دے دی گئی تھی۔

دو بجے جلسہ کا وقت تھا لیکن ڈیڑھ بجے کے قریب احراریوں نے شہر کے لوگوں کو اکٹھا کیا اور احمدیہ پنڈال کے قریب آ کر اپنا اڈہ لگا دیا۔ اس امر کی اطلاع فوراً پولیس کو کر دی گئی۔ ابھی پولیس نہیں پہنچی تھی کہ یہ لوگ احمدیوں کے پنڈال میں گھس آئے اور کھڑے ہو کر اعلان کیا کہ احمدیوں کا جلسہ ہرگز نہیں ہونے دیں گے۔ یہ کہہ کر انہوں نے اپنے ساتھیوں سمیت احمدیوں پر حملہ کر دیا۔ گزسیاں اٹھا کر احمدیوں پر پھینکنی شروع کر دیں اور سامان توڑنا شروع کر دیا۔ احمدیوں نے بمشکل تمام اس حملے کو روکا۔ اتنے میں پولیس انسپکٹر صاحب مع دو تین سپاہیوں کے پہنچ گئے مگر حملہ آوروں نے ان سے بھی صاف کہہ دیا کہ وہ احمدیوں کا جلسہ ہرگز نہیں ہونے دیں گے اور پھر دوبارہ انسپکٹر کی موجودگی میں پنڈال پر حملہ کر دیا جسے احمدی رضا کاروں نے بمشکل تمام

روکا۔ احراریوں کو بے قابو دیکھ کر اس اثنا میں انسپکٹر پولیس صاحب نے مزید جمیٹ پولیس منگوائی احراریوں کا کثیر مجمع ہو چکا تھا جو مزید پولیس کے آنے پر کچھ تو منتشر ہو گیا اور باقی وہیں رہا۔ زان بعد ایڈیشنل ڈپٹی کمشنر صاحب اور سپرنٹنڈنٹ صاحب پولیس اور مجسٹریٹ صاحب موقح پر پہنچے اور انہوں نے یہ سارا منظر اپنی آنکھوں سے دیکھا۔

اس شور و شر کے دوران جلسہ کی کارروائی بند رہی اور پھر لاؤڈ سپیکر کے بغیر تقریر کی اجازت ہو گئی اور سلسلہ احمدیہ کے ممتاز عالم مولانا ابو العطاء صاحب نے سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم پر تقریر فرمائی۔ پولیس نے موقع پر دغ کے قریب فتنہ پردازوں کو گرفتار کیا اور ۲۵ احمدی جلسے کے اندر سے گرفتار کر لئے جو ۱۲ بجے شب عمارت پر ریا کر دیئے گئے۔ یہ جلسہ ایک معزز غیر احمدی دوست اور لائل پور کے سابق سرکاری وکیل چوہدری شریف احمد صاحب ایڈووکیٹ لائل پور کی صدارت میں ہوا جنہوں نے اخلاقی جرأت سے کام لے کر معزز سپرنٹنڈنٹ صاحب پولیس اور ایڈیشنل ڈپٹی کمشنر صاحب کو توجہ دلائی کہ احرار نے احمدیوں پر ظلم و تعدی کا مظاہرہ کرتے ہوئے بے باکانہ حملہ کیا ہے یہ دراصل ضلع لائل پور میں احمدیوں کے خلاف منظم حملہ اور اعلانہ قانون شکنی کا یہ پہلا واقعہ نہیں تھا بلکہ اس سے پیشتر مندرجہ ذیل واقعات حکومت اید پولیس کے نوٹس میں لائے جا چکے تھے:-

۱۔ شوریدہ سروں نے اپنے اخبار میں اعلان کرنے کے بعد مولوی فضل دین صاحب ہنگوی احمدی پر کارخانہ بازار لائل پور میں قاتلانہ حملہ کیا۔

۲۔ ان کے صدر نے دھوبی گھاٹ کی گراؤ ٹڈ میں نہایت اشتعال انگیز تقریر کی جس میں حضرت امام جماعت احمدیہ پر ناپاک حملے اور احمدیوں کے خلاف قانون کو اپنے ہاتھ میں لینے کی تلقین کی۔

۳۔ مولوی محمد اسماعیل صاحب مبلغ جماعت احمدیہ لائل پور پر بازار میں حملہ کیا گیا۔

۴۔ مسجد احمدیہ مندری روز روشن میں نذر آتش کر دی گئی۔

۵۔ ٹوبہ ٹیک سنگھ میں احمدیوں کے خلاف اشتعال انگیز تقریریں کی گئیں جن میں ایک مخلص احمدی پیر محمد یوسف صاحب بی۔ اے کے خلاف قتل اور حملہ کرنے کی تلقین کی گئی۔

۶۔ اسی طرح آٹے دن لائل پور کے اخبارات میں روز بروز من گھڑت جھوٹے قصے چھاپ کر لوگوں

لے فریقین کا چالان ہوا اور دو سال تک مقدمہ چتا رہا اور پھر یہ دونوں مقدمے حکومت نے واپس لے لئے۔

۲۰ نومبر ۱۹۵۱ء صفحہ ۲ ۳ رپورٹ تحقیقاتی عدالت فسادات پنجاب صفحہ ۲۹-۱۹۵۳ء

کو احمدیوں کے خلاف اُکسایا گیا۔

الغرض لائل پور اور اس کے مضافات میں فتنہ انگیزی کا باقاعدہ سلسلہ جاری تھا اور اس کی ایک کڑی سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس جلسہ پر حملہ کی صورت میں ظاہر ہوئی جس نے "تحفظ ختم نبوت" سے متعلق احرار کے سب بلند بانگ اور بے بنیاد دعاوی کی قلعی کھول کر رکھ دی۔

ہفتہ وار اخبار "بدر" جو اخبار "الحکم" کی
طرح سلسلہ احمدیہ کے ابتدائی دور کی
تاریخ کا اپن و پاسبان اور حضرت
مصلح موعود کا
پرمعارف افتتاحی مضمون

مسیح موعود و مہدی مہمود کا دست و بازو تھا اور ۱۹۱۳ء میں بند ہو چکا تھا۔ ۲۰ مارچ ۱۳۳۰ ہجری /
دسمبر ۱۹۵۱ء کو دوبارہ قادیان سے جاری کر دیا گیا۔ بدر کے دورِ جدید کا پہلا پرچہ نمونے کا تھا جس کے
بعد ۴ مارچ ۱۳۳۱ ہجری / مارچ ۱۹۵۲ء میں یہ باقاعدگی سے شائع ہونے لگا۔ شروع میں مولوی برکات احمد
صاحب راجیکی اس کے ایڈیٹر اور مولوی محمد حفیظ صاحب بٹالپوری اس کے نائب ایڈیٹر مقرر ہوئے۔
۶ ستمبر ۱۳۳۳ ہجری / فروری ۱۹۵۴ء سے لیکر ۲۸ جنوری ۱۳۳۵ / اگست ۱۹۵۶ء تک ملک صلاح الدین
صاحب ایلم۔ اے نے اس کی ادارت کے فرائض انجام دئے جس کے بعد ۸ ستمبر ۱۳۳۵ ہجری / ستمبر ۱۹۵۶ء
سے اس وقت تک مولوی محمد حفیظ صاحب بٹالپوری اس کے ایڈیٹر ہیں اور نہایت جانفشانی اور
کامیابی سے یہ اپنا فرض منصبی بجالا رہے ہیں۔

حضرت مصلح موعودؑ نے "بدر" کے باقاعدہ اجرا پر حسبِ اہمیت افتتاحی مضمون سپردِ قلم فرمایا جو اسکی
۴ مارچ ۱۳۳۱ ہجری کی اشاعت میں صفحہ اول پر شائع کیا گیا۔

اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم

بسم اللہ الرحمن الرحیم ✦ نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

و علی عبدلا المسیح الموعود

۱۰ الفضل ۲۰ نبوت ۱۳۳۰ ہجری / نومبر ۱۹۵۱ء ص ۲۰ ✦ ۱۰

۱۱ یہ سطور ۱۵ مارچ ۱۳۵۲ ہجری (مطابق ۱۵ دسمبر ۱۹۷۳ء) کو لکھی جا رہی ہیں ✦

خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ

هوالتہ اصغر

برادرانِ جماعتِ احمدیہ ہندوستان! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ
 اللہ تعالیٰ کی مشیت اور اس کے خاص تصرف کے ماتحت ہندوستان کی جماعتیں اب پاکستان
 اور ہندوستان کے نام سے دو حصوں میں تقسیم ہو چکی ہیں۔ اور نہ صرف یہ کہ سیاسی طور پر تقسیم
 ہو چکی ہیں بلکہ بین المملکتی اختلافات کی وجہ سے آپس میں میل جول بھی بہت ہی محدود رہ گیا ہے جسکی
 وجہ سے ہندوستان کی جماعتیں پاکستان میں شائع شدہ لٹریچر سے خواہ وہ موقت اشیوع ہو یا
 مستقل ہو بہت حد تک محروم رہ گئی ہیں۔ ان حالات میں یہ ضروری تھا کہ قادیان سے ایسے لٹریچر
 شائع کرنے کی تدبیر کی جاتی جو کہ آسانی کے ساتھ ہندوستانی جماعتوں تک پہنچ سکتا۔ چنانچہ اس بات
 کے مد نظر میں نے صدر انجمن احمدیہ قادیان کو بار بار ہدایت کی کہ وہ کم سے کم ایک ہفتہ واری اخبار
 قادیان سے جاری کرنا شروع کریں تاکہ قادیان اور ہندوستان کی دوسری جماعتوں میں اتصال
 و اتحاد پیدا ہو۔ مجھے اطلاع دی گئی ہے کہ بدر کے نام سے ایسے اخبار کے جاری کرنے کا فیصلہ کیا گیا
 ہے اور وہ عنقریب شائع ہونیوالا ہے۔ یہ مضمون میں اسی اخبار کے لئے بھجوا رہا ہوں۔

سب سے پہلے تو میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ اس اخبار کو بہتر سے بہتر کام کرنے کی توفیق
 بخشے۔ اور اس اخبار کو چلانے والوں کو ظاہری اور باطنی علوم عطا کرے جن سے وہ قوم اور ملک
 کا صحیح رہنمائی کر سکیں اور جماعتِ احمدیہ کو اس بات کی توفیق عطا فرمائے کہ وہ زیادہ سے زیادہ اس
 اخبار کو خرید کر اخبار کی اشاعت کو وسیع سے وسیع کرتے چلے جائیں اور ملک کے ہر گوشہ میں اسے
 پھیلا دیں یہاں تک کہ یہ اخبار روزانہ ہو جائے اور وسیع الاشاعت ہو جائے۔ اس اخبار کا
 نام بدر رکھا گیا ہے اور یہ نام حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا پسندیدہ تھا اور حضرت
 مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے رویا اور کشوف شائع کرنے میں ایک زمانہ میں اس اخبار کو
 خاص اہمیت حاصل ہو گئی تھی کیونکہ مفتی محمد صادق صاحب ہی اس کے ایڈیٹر تھے اور مفتی محمد صادق صاحب
 ہی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پرائیویٹ سیکرٹری کا کام کرتے تھے اس لئے انہیں اللہ
 کے جملہ سے جلد حاصل کرنے کا موقع دوسروں سے زیادہ مل جاتا تھا۔ میں اُمید کرتا ہوں کہ اب اس

ایمانات کی تشریح اور تفسیر اور ان کا مقصد اور مدعا بتانے اور شائع کرنے میں یہ اخبار پیش پیش رہے گا۔

برادران۔ ہم سب جانتے ہیں کہ یہ وقت ہندوستان اور پاکستان کے لوگوں کے لئے بڑا نازک ہے اور نجات کیلئے خصوصاً نازک ہے۔ مگر ہم ایک ایسے خدا کے بندے ہیں اور اس پر ایمان اور یقین رکھتے ہیں جس کے ایک اشارہ سے دنیا میں پیدا ہوتی اور مٹتی ہیں اور قومیں ابھرتی اور گرتی ہیں اور حکومتیں قائم ہوتی اور تباہ ہوتی ہیں۔ پس ہمارے حوصلے دوسرے لوگوں کے حوصلوں کی طرح نہیں ہونے چاہئیں۔ جن کا کام خدا نے کرنا ہے انہیں ایسے حالات کی طرف نگاہ کرنا جائز ہی نہیں ہو سکتا آپ لوگ خدا کا ہتھیار ہیں۔ آپ لوگ خدا کی تدبیر ہیں۔ آپ لوگ وہ نیا بیج ہیں جو خدا تعالیٰ نے دنیا میں بکھیرا ہے۔ نہ خدا کا ہتھیار گنہ ہو سکتا ہے۔ نہ خدا کی تدبیر ضائع ہو سکتی ہے۔ نہ خدا کے پھینکے ہوئے بیجوں کو کبیرا کھا سکتا ہے۔ پس اپنی نظریں آسمان کی طرف رکھو اور زمین کی طرف مت دیکھو۔ یہ نہ دیکھو کہ تمہارے دائیں بائیں کون ہے بلکہ یہ دیکھو کہ تمہارے سر پر کس کا سایہ ہے۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جھنڈا تمہارے ہاتھوں میں ہے اور فرشتوں کی فوجیں تمہارے پیچھے ہیں۔ سچائی اور حق اور انصاف کو تم نے قائم کرنا ہے۔ نیکی اور تقویٰ کو تم نے دنیا میں پھیلانا ہے۔ آئندہ دنیا کی زندگی اور اس کی ترقی تمہارے ساتھ وابستہ ہے۔ اور کائنات کی حرکت تمہارے اشاروں پر تیز یا سست ہونے والی ہے۔ پس اپنی ذمہ داریوں کو سمجھو۔ تبلیغ کو وسیع کرو۔ زیادہ سے زیادہ کجی تھی، بیکوئی اور اتحاد پیدا کرو۔ اپنے مرکز کے ساتھ تعلق کو مضبوط کرو اور ایسا کبھی نہ ہونے دو کہ تمہیں قادیان آنے کی فرحت حاصل ہو اور تم اس سے فائدہ نہ اٹھاؤ۔

دنیا تم پر ہنس رہی ہے۔ اس لئے کہ تم پارہ پارہ ہو چکے ہو۔ لیکن خدا کے فرشتے آسمان پر تمہارے لئے ہنس رہے ہیں۔ اس لئے کہ تم فاتح، کامیاب اور کامران ہو۔ اندھا جو کچھ بیان کرتا ہے وہ قابل اعتبار نہیں نابینا جو کچھ دیکھتا ہے وہ صحیح ہے۔ پس خدا کی باتوں پر یقین رکھو اور لوگوں کی باتوں پر کان نہ دھرو۔ ہو گا وہی جو خدا چاہتا ہے خواہ اس امر کے رستے میں مشکلات کے پہاڑ ہی کیوں نہ ہوں۔ اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ ہو اور تم کو ایسے طریق پر کام کرنے کی توفیق دے کہ خدا کے فضلوں کی بارشیں تم پر ہواور ہمیشہ ہوتی رہے۔ آمین

اخبارِ بدشکلی اہمیت | اللہ تعالیٰ کے فضل سے اخبارِ بدر کے ذریعہ ہندوستان بھر میں اسلام و احریت کا نور نہایت تیزی سے پھیل رہا ہے اور قدیم الٰہی نوشتوں کے مطابق وہ دن جلد یا بدیر ہر حال آنے والا ہے جبکہ دوسری تمام دنیا کی طرح ہندوستان میں بھی اسلامی حکومت کا پرچم پوری شان و شوکت سے لہانا شروع ہو جائے گا۔ چنانچہ حکیم الملک حضرت سید ولی اللہ شاہ صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کشفی قوت اور آسمانی بصیرت کی روشنی میں یہ صیرت انگریزوں کی :-

”إِن تَفَقَّ غَلْبَةُ الْهِنْدِ مِثْلًا عَلَى إِقْلِيمِ هِنْدٍ وَسْتَانَ غَلْبَةُ مُسْتَقَرَّةٍ
عَامَّةٍ وَجَبَ فِي حِكْمَةِ اللَّهِ أَنْ يُلْهِمَ رُؤُسَاءَهُمُ التَّدْيِينَ بِدِينِ الْإِسْلَامِ
كَمَا أَلْهِمَ التَّرِكَ“ لہ

یعنی اگر ہندوؤں نے کسی زمانہ میں برصغیر ہند پر اپنا قبضہ و تسلط قائم کر کے غلبہ پالیا تو حکمتِ خداوندی کی رو سے بھی واجب ہو جائے گا کہ اللہ تعالیٰ ہندوؤں کے لیڈروں کو دین اسلام کے قبول کرنے کا الہام کرے جیسا کہ اُس نے ترکوں کو الہام فرمایا تھا (اور وہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی میں شامل ہو گئے)۔

علاوہ ازیں زمانہ حاضر کے امام موعود مہدی مسعود علیہ السلام نے خدا سے علم پاکر یہ عظیم الشان خبر دی کہ :-

”مجھے یہ بھی صاف لفظوں میں فرمایا گیا ہے کہ پھر ایک دفعہ ہند و مذہب کا اسلام کی طرف زور کے ساتھ رجوع ہو گا“ لہ

یہ فرماتے ہیں سے

خوب کھل جائے گا لوگوں پر کہ دیں کس کا ہے میں ۴ پاک کر دینے کا تیرتھ کعبہ ہے یا ہر دو اور
ان خدائی بشارتوں کی روشنی میں درویشانِ قادیان، جماعت احمدیہ ہندوستان اور ان کے
واحد مرکزی ترجمان ”بدر“ کی ملک گیر تبلیغی جدوجہد کا حقیقی مقام باسانی متعین کیا جاسکتا ہے۔

لہ ”التعمینات الالہیہ“ جلد اول ص ۲۰ (از حجۃ الاسلام شیخ قطب الدین شاہ ولی اللہ المتوفی ۱۱۷۶ھ)

طبع مدینہ برقی پریس بجنور۔ یو پی ۶ لہ اشتهار ۱۲ مارچ ۱۸۹۷ء

فصل پنجم

حضرت امیر المؤمنین المصلح الموعودؑ کی علم و معرفت سے لبریز تقاریہ

سالانہ جلسہ ربوہ ۱۳۳۰ھ کی مقدس تقریب پر

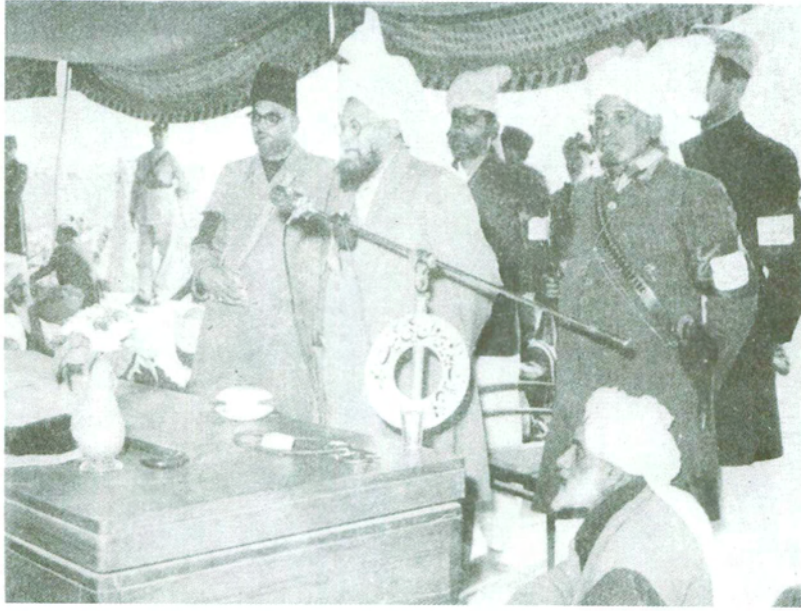
جماعت احمدیہ کا سالانہ جلسہ ربوہ حسب معمول اس سال سالانہ جلسہ ربوہ ۱۳۳۰ھ کا انعقاد بھی ۲۶ تا ۲۸ مارچ / دسمبر کو اپنی مخصوص دینی روایات اور خالص اسلامی اور روحانی ماحول میں منعقد ہوا۔ ہزاروں پاکستانی احمدیوں کے علاوہ امریکہ، انگلستان، ترکی، جرمنی، فرانس، سوڈان، حبشہ، چین، چلیزی، ترکستان اور انڈونیشیا وغیرہ ممالک کے بعض احمدی بھی اس بابرکت اجتماع میں تشریف لائے۔

علاوہ ازیں پاکستان کے بعض ممتاز صحافیوں نے بھی شرکت کی اور حضرت امام جماعت احمدیہ کی پر جذب و کشش شخصیت، جماعت احمدیہ کی وحدت و تنظیم اور جذبہ ایثار و عمل سے غایت درجہ متاثر ہوئے جیسا کہ عنیمہ سے منسلک ایک پُرانی یادداشت سے بھی پتہ چلتا ہے جو الفضل کے موجودہ ایڈیٹر مسعود احمد خاں صاحب دہلوی کے قلم سے لکھی ہوئی ہے۔ آپ اُن دنوں اخبار الفضل کے نمائندہ خصوصی کی حیثیت سے دوسرے صحافیوں کے ساتھ شامل جلسہ ہوئے تھے۔

سیدنا حضرت مصلح موعودؑ نے اس تقریب پر اپنے مستقل دستور کے مطابق مردانہ جلسہ گاہ سے تین بار خطاب فرمایا اور آپ کی علم و عرفان سے لبریز تقریروں نے مومنوں کے دل و دماغ کو قرآنی انوار

سے افضل یکم صبح ۳۳۱ ش / جنوری ۱۹۵۲ء ص ۶۔ ۷ قبل ازیں حضور جلسہ سالانہ کے موقع پر احمدی تحائف میں الگ بھی تقریر فرمایا کرتے تھے لیکن اس دفعہ خود عورتوں نے اپنے اس حق کو چھوڑنے پر آمادگی کا اظہار کیا البتہ یہ خواہش کی کہ حضور مردانہ جلسہ گاہ میں ہی عورتوں سے بھی کچھ خطاب فرمادیں چنانچہ حضور نے اس درخواست کو شرف قبولیت بخشا اور لہجہ کو تبلیغ، چندہ دفتر لجنہ اور چندہ مسجد بالینڈ کی طرف توجہ دلائی۔ (الفضل ۲، ص ۳۳۱، اہش ص ۶)

جلسہ سالانہ ربوہ ۱۳۳۰ھ ش / ۱۹۵۱ء کے روح پرور نظارے



سے منور کیا اور جماعت احمدیہ کے افراد میں خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ علیہ السلام سے محبت و شفقت کی نئی شمعیں روشنی کر دیں۔

مخافت کو انعام سمجھنے اور سالانہ جلسہ کے ایام کو شکر گزاروں کی طرح لسبر کرنے کی تلقین

حضرت امیر المومنین نے اپنی اقتسامی تقریر میں ارشاد فرمایا:-
"در حقیقت سب سے محفوظ مقام

سب سے عزت والا مقام، سب سے مزے والا مقام اس وقت اگر دنیا میں کسی کو حاصل ہے تو وہ آپ لوگوں کو ہی حاصل ہے۔ دنیا کے بڑے سے بڑے بادشاہ، دنیا کے بڑے سے بڑے حاکم، دنیا کے بڑے سے بڑے حکمران، دنیا کے بڑے سے بڑے لیڈر انسانی امداد پر بھروسہ کرتے ہیں۔ ان کی تکلیفوں کے وقت کچھ انسان آگے آتے ہیں مگر تمہاری تکلیفوں کے وقت خدائے واسد خود آسمان سے اتر آتا ہے۔ پس یہ ایام بہترین ایام ہیں جو کسی قوم اور کسی فرد کو کبھی حاصل ہوئے ہوں۔ یہی وہ انعام ہے جو کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جماعت کو حاصل ہوا۔ یہی وہ انعام ہے جو حضرت عیسیٰ کی جماعت کو حاصل ہوا۔ یہی وہ انعام ہے جو حضرت موسیٰ کی جماعت کو حاصل ہوا۔ اور یہی وہ انعام ہے جس کے لئے خدائے ہمیں یہ دعا سکھائی ہے کہ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ۔ پس یہ چیز جو کہ بہترین انعاموں میں سے ہے اور وہ خلعت جو ہمیشہ ہی اللہ تعالیٰ کے خاص لوگوں کو پہنایا جاتا ہے وہ آج آپ لوگوں کو پہنایا گیا ہے اور درحقیقت ہم اس لئے بھی یہاں جمع ہوئے ہیں تاکہ اپنے رب کے حضور میں اپنا اظہارِ شکر یہ کریں اور اس کی خدمت میں عرض کریں کہ ہم اس انعام کی قدر کرتے ہیں جو آپ کی طرف سے ہم پر نازل کیا گیا ہے۔ پس اپنے ان ایام کو شکر گزاروں اور قدر دانوں کے ایام کی طرح گزارو۔ لغو باتوں، فضول باتوں اور بیکار باتوں میں اپنے اوقات صرف مت کرو۔

سیدنا حضرت مصلح موعودؑ نے اپنے دوسرے روز کی پرمعارف تغیراتِ عالم اور جماعت احمدیہ | تقریر میں جو کم و بیش پونے چار گھنٹے تک جاری رہی جماعت احمدیہ کی عالمگیر تبلیغی تربیتی اور مالی سرگرمیوں پر مفصل تبصرہ کرنے اور اس کی ذمہ داریوں کی طرف توجہ دلاتے ہوئے بتایا کہ:-

”اس سال اللہ تعالیٰ کے فضل سے جماعت کے تبلیغی مشنوں میں احصافہ ہوا ہے جس کے نتیجے میں ہماری تبلیغ میں وسعت پیدا ہوئی ہے اور جماعت نے ترقی کی ہے جس مقام پر ہم آج ہیں یقیناً گذشتہ سال وہ مقام ہمیں حاصل نہ تھا اور جس قسم کے تغیرات اس وقت رونما ہو رہے ہیں ان سے پتہ چلتا ہے کہ جس مقام پر ہم آج ہیں آئندہ سال انشاء اللہ ہم اس سے یقیناً آگے ہوں گے۔ یہ تغیرات نہ ہمارے اختیارات میں ہیں نہ میرے یہ خدا تعالیٰ ہی کے اختیار میں ہیں۔ پس انسانی تدابیر کو نہ دیکھو بلکہ خدائی تغیر کی انگلی کو دیکھو جو یہ بتا رہی ہے کہ حالات خواہ اچھے ہوں یا بُرے احمدیت کی گاڑی بہر حال چلتی چلی جائے گی۔ انشاء اللہ! لہ

حضور نے عالم اسلام کے مختلف اہم مسائل پر تبصرہ کرتے ہوئے فرمایا :-

عالم اسلام کے مسائل پر تبصرہ
اور وعائے خاص کی تحریک

”اس سال ہمارے علاوہ عام مسلمانوں کے لئے کافی مشکلات رہی ہیں۔ مثلاً کشمیر کا مسئلہ ہے جو حل ہونے میں ہی نہیں آتا۔ میرے نزدیک اس مسئلہ کو یوں غیر معین ہوصہ کے لئے ملتوی کرنا قرین مصلحت نہیں ہے۔ ایک لمبے عرصہ تک بائبلنگ کشمیر کو ایک غیر ملکی حکومت کے ماتحت رہنے دینا اور پھر یہ امید کرنا کہ وہ ہمیں ووٹ دیں گے کوئی ایسی نشئی کی بات نہیں ہے۔ پھر ہمارے ملک میں اسی سال نواب زادہ لیاقت علی صاحب کا قتل بھی ایک افسوسناک واقعہ ہے جو نتیجہ سے مولویوں کے اس پراپیگنڈا کا کہ جس سے اختلاف رائے ہو بے شک اسے قتل کر دیا کرو مسئلہ فلسطین بھی کشمیر کے مسئلہ سے کم اہم نہیں ہے۔ یہ ایک چھوٹا سا ملک ہے اور وہاں لاکھوں مہاجرین کو آباد کرنے کا سوال درپیش ہے۔ پاکستان کو یہ سہولت تھی کہ یہ ایک وسیع ملک ہے جہاں مہاجرین کافی تعداد میں بسائے جاسکتے تھے لیکن وہاں یہ حالت نہیں ہے۔ مہاجرین کی آباد کاری کے سوال کے علاوہ اس مسئلہ کا ایک نازک اور اہم پہلو یہ ہے کہ ہمارے آقا محمد مصطفیٰ علیہ اللہ علیہ وسلم کے جوار میں دشمن اسلام کو بسا دیا گیا ہے۔ میں نے تو ابتدا میں ہی اس خدشہ کا اظہار کیا تھا لیکن اب تو یہودی علمانیہ اپنی کتابوں میں مدینہ منورہ اور مکہ معظمہ پر قابض ہونے کے ناپاک عوائم کا اظہار کرتے ہوئے ہیں۔ علاوہ ازیں ایران میں تیل کا مسئلہ، مصر کا برطانیہ سے تنازعہ، سوڈان کی بے چینی اور شام کے فسادات یہ سب ایسے امور ہیں

جو مسلمانوں کے لئے تکلیف دہ ہیں۔ ہم تعداد میں بہت فقورے ہیں اس لئے ان مشکلات کے ازالہ کے لئے عملاً زیادہ حصہ نہیں لے سکتے لیکن کم از کم دعا کا اہتمام تو ہمارے پاس ہے پس آؤ ہم دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کی ان مشکلات کو اپنے خاص فضل سے دور کرے اور نقصان کی بجائے ان مشکلات کو اسلام کی ترقی کا ذریعہ بنائے۔" لہ

اس جلسہ سے کچھ عرصہ پیشتر مخالف احمدیت اخبار نے حکومت پاکستان عقیدہ احمدیت کی فاتحانہ شان کو امام جماعت احمدیہ کے خلاف کارروائی کرنے کا مشورہ دیا تھا۔ حضرت امیر المؤمنین مصلح الموعودؑ نے ایسے اخبار نویسوں کو مخاطب کرتے ہوئے جلال انگیز الفاظ میں کہا۔۔۔

"تمہارے کہنے پر حکومت بے شک مجھے پکڑ سکتی ہے قید کر سکتی ہے مار سکتی ہے لیکن میرے عقیدہ کو وہ دبا نہیں سکتی اس لئے کہ میرا عقیدہ جیتنے والا عقیدہ ہے اور وہ یقیناً ایک دن جیتے گا تب ایسا تکبر کرنے والے لوگ پشیمان ہونے کی حالت میں آئیں گے؛

لیکن ساتھ ہی فرمایا۔۔۔

"خواہ اُس وقت میں ہوں یا میرے قائم مقام تم سے بھی ہر حال یوسف والا سلوک ہی کیا جائے گا۔۔۔"

حضرت مصلح موعودؑ نے عقیدہ احمدیت کی اس فاتحانہ شان کی ایک دوسرے موقع پر مزید تشریح بھی کی اور فرمایا کہ احمدیت صداقت اور سچائی پھیلانے آئی ہے اس لئے ایک وقت آنے والا ہے کہ ۹۹ فیصدی لوگ اس میں داخل ہو جائیں گے اور اس وقت باقی لوگ یہ خیال کریں گے کہ شاید اب احمدی ان کے خلاف فتویٰ دیں گے لیکن۔۔۔ جب خدا تعالیٰ ہمیں اکثریت عطا کرے گا تو ہم باقی لوگوں سے کہیں گے کہ جو باتیں تم نے پہلے کہی ہیں ہم وہ بھی صاف کرتے ہیں اور آئندہ بھی تم اپنا اختلاف ہم سے ظاہر کر سکتے ہو۔"

"کبھی تم نے کوئی ایسی صداقت بھی دیکھی ہے یا دنیا میں کوئی ایسی سچائی بھی آئی ہے جس نے یہ اعلان کیا ہو کہ وہ گھٹے کی بڑھے کی نہیں۔ کیا حضرت موسیٰ علیہ السلام یہ نہیں کہا کرتے تھے کہ وہ بڑھیں گے گھٹیں گے نہیں۔ اور جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کہا کرتے تھے کہ وہ بڑھیں گے گھٹیں گے نہیں تو کیا وہ اس وقت فساد کرتے تھے اور سرزنش کے قابل تھے۔ کیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام یہ نہیں کہا کرتے تھے کہ وہ بڑھیں گے گھٹیں گے نہیں۔ اور جب وہ کہا کرتے تھے ہم بڑھیں گے گھٹیں گے نہیں تو کیا وہ فساد کرتے تھے یا شرارت کرتے تھے

اور کیا وہ قابلِ مواخذہ تھے۔ پھر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی یہی بات کہی کہ ہم بڑھیں گے گھٹیں گے نہیں۔ اور جب آپ نے یہ بات کہی کہ ہم بڑھیں گے گھٹیں گے نہیں تو کیا آپ فتنہ پھیلا رہے تھے۔ یہ بات تو عقل کے ہی خلاف ہے۔ جو صداقت بھی دنیا میں آئے گی وہ یہی کہے گی کہ ہم نے بڑھنا ہے۔ سچائی کی علامت ہی یہی ہوتی ہے کہ وہ بڑھے۔ کیا کسی کا کسی عقیدہ کو صحیح سمجھ کر مان لینا فتنہ ہوتا ہے۔ ہرگز نہیں۔ اگر ہم انگلیٹ میں جا کر کہیں کہ ہم یہاں اتنی تبلیغ کریں گے کہ بادشاہ بھی احمدی ہو جائے گا تو یہ فتنہ نہیں ہوگا۔ یہ فساد نہیں ہوگا۔ وہ اتنا ہی کر سکتا ہے کہ کہہ دے کہ میں احمدی نہیں ہوتا، ہم کہیں گے اچھا تم احمدی نہ ہوئے تو تمہاری اولاد احمدی ہو جائے گی۔ یہ صداقت ہے جس کا انکار نہیں کیا جاسکتا۔ کجا یہ کہ اسے فتنہ کہا جائے۔ جب ہم سمجھتے ہیں کہ احمدیت سچی ہے تو ہم یہ یقین بھی رکھتے ہیں کہ نوے فیصدی تو کیا اس سے بھی زیادہ لوگ اس میں داخل ہوں گے۔ لے

عقیدہ احمدیت کیوں جیتنے والا ہے؟ اس کی تشریح و توضیح میں حضرت مصلح موعودؑ نے اپنی اس تقریر کے دوران نہایت لطیف پیرایہ میں بتایا کہ عقیدہ وہی درست ہو سکتا

تخریک احمدیت کے دس بنیادی اصول
اور ان کی برتری

ہے جس کی تائید عقل و نقل اور جذبات و عین سے ہوتی ہے اور احمدیت کا ہر عقیدہ اس معیار پر پورا اترتا ہے۔ اس سلسلہ میں حضور نے بطور نمونہ احمدیت کے مندرجہ ذیل دس اصول کا ذکر فرمایا۔

۱۔ تمام انسان جو اب تک پیدا ہوئے اپنا کام ختم کر کے فوت ہو چکے ہیں۔ خواہ وہ بڑے ہوں خواہ چھوٹے، خواہ روحانی بزرگ ہوں یا مادی۔

۲۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم انی معنوں میں خاتم النبیین تھے کہ تمام سابقہ نبیوں کی نبوت آپ کی تصدیق کے بغیر ثابت نہیں ہو سکتی اور آئندہ آنے والے مامورین بھی آپ کی مہر سے ہی کسی درجہ کو پہنچ سکتے ہیں محض آخری ہونا کوئی فخر کی بات نہیں۔

۳۔ اسلام کا روحانی غلبہ تمام دنیا پر ہوگا۔

۴۔ الہام الہی کا دروازہ قیامت تک کھلا ہے۔

۵۔ قرآن کریم ایک زندہ ناقابلِ معسوخ اور ایک غیر محدود مطالب والی کتاب ہے۔

تھے وہ بھی ختم ہو گیا۔ اب دنیا میں صرف ہماری ہی جماعت ہے جو اس مسئلہ کو پیش کرتی ہے کہ اسلام روحانی طور پر ساری دنیا پر غالب آئے گا۔ مسلمان اس بات کو رد کرتا ہے اور وہ کہتا ہے ہمیں اس روحانی غلبہ کی ضرورت نہیں ہم چاہتے ہیں کہ سیاسی طور پر ایران آزاد ہو جائے۔ شام آزاد ہو جائے۔ فلسطین آزاد ہو جائے۔ لبنان آزاد ہو جائے۔ سعودی عرب آزاد ہو جائے۔ مصر سے انگریزی فوجیں نکل جائیں۔ پاکستان کی حکومت مضبوط ہو جائے۔ سوڈان کو آزادی حاصل ہو جائے۔ اگر یہ ممالک سیاسی رنگ میں مکمل آزادی حاصل کریں تو مسلمان سمجھتے ہیں کہ وہ کامیاب ہو گئے مگر میں پوچھتا ہوں اگر یہ ساری باتیں ہم کو حاصل ہو جائیں۔ اگر پاکستان ایک مضبوط اسلامی ملک بن جائے اور تھوڑی بہت اس کی طاقت میں جو کمی ہے وہ دور ہو جائے، اگر ایران کے تیل کے چشموں کا سوال حل ہو جائے اور پھر اس کی مالی حیثیت بھی اتنی مضبوط ہو جائے کہ اس کا خزانہ ہر قسم کا مالی بوجھ اٹھانے کے لئے تیار ہو جائے۔ اگر سعودی عرب بھی آزاد ہو جائے اور اس کے تیل کے چشمے اسی کے قبضہ میں آجائیں اور وہ موجودہ آمد سے دس بیس گنا آمد سے دینے لگیں۔ اگر مصر میں سے بھی انگریزی فوجیں نکل جائیں۔ اگر شام کے جھگڑے بھی ختم ہو جائیں اور آئے دن جو وہاں قتل کی وارداتیں ہوتی رہتی ہیں اور کبھی کوئی کمانڈر اپجیت مارا جاتا ہے اور کبھی کوئی وزیر یہ سب باتیں ختم ہو جائیں۔ اگر پاکستان میں اندرونی طور پر جو جھگڑے پائے جاتے ہیں وہ بھی ختم ہو جائیں اور دشمنوں کی سازشیں اور ریشہ دوانیاں جاتی رہیں تب بھی تم غور کیے دیکھ لو کہ اس موجودہ دنیا کے نقشہ پر روس اور امریکہ اور انگلینڈ اور فرانس کو نظر رکھتے ہوئے کیا ان ممالک کی آزادی اور ان کی طاقت ہمارے لئے کوئی بھی فخر کی چیز ہوگی۔ یہ ہماری حکومتیں آزاد بھی ہو جائیں تو دنیا کی پالیٹکس میں ان کی کیا حیثیت ہو سکتی ہے۔ روس اور امریکہ اور انگلینڈ اور فرانس کے مقابلہ میں ان کا کیا درجہ تسلیم کیا جاسکتا ہے۔ اگر ایک بادشاہ کے گھر کے پاس کسی غریب آدمی کا مکان ہو اور فرض کرو کہ اس کے پاس کسی وقت لاکھ دو لاکھ روپیہ بھی آجائے تب بھی بادشاہ کے مقابلہ میں اس کی کیا حیثیت تسلیم کی جاسکتی ہے۔ جس دن اس کا روپیہ ختم ہو جائے گا اسی دن اس کی ساری حیثیت جاتی رہے گی اور وہ پھر دنیا میں ایک بے حقیقت چیز بن کر رہ جائے گا۔ پس سوال یہ ہے کہ اگر وہ سب کچھ ہو جائے جو مسلمان چاہتے ہیں تب بھی دنیا میں مسلمان کی کیا حیثیت ہوگی کیا اس کا پھیلاؤ کیا اس کا روپیہ۔ کیا اس کی فوج۔ کیا اس کی تعداد اور کیا اس کی طاقت اس قابل سمجھی جاسکتی ہے کہ دنیا کی پالیٹکس پر کوئی غیر معمولی اثر پیدا کرے اگر نہیں کو بتاؤ اس طرح نظر سے اسلام کو کیا فائدہ اور

مسلمان نوجوانوں کے اندر اس مطمح نظر سے وہ کونسا انقلاب پیدا ہو سکتا ہے کہ ہر مسلمان کا دل اُچھلنے لگے کہ میں بھی اس مطمح نظر کے حصول کے لئے کچھ کوشش کروں شاید کہ میرا نام بھی تاریخ میں محفوظ ہو جائے زیادہ سے زیادہ مسلمانوں کو پولیٹیکل دنیا میں ایک تیسرے درجہ کی حیثیت حاصل ہو جاتی ہے اور تیسرے درجہ کی حیثیت کوئی ایسی چیز نہیں جو انتہائی مقصود قرار دیا جاسکے۔ اس میں کوئی مشبہ نہیں کہ مسلمان ممالک کی آزادی مزوری چیز ہے۔ کون چاہتا ہے کہ وہ ہمیشہ غلام بنا رہے لیکن سوال یہ ہے کہ کیا یہ مطمح نظر ایسا ہو سکتا ہے جس سے مسلمان نوجوانوں کی رگوں میں نیا خون دوڑنے لگے اور کیا اس کے ذریعہ سے اسلام کو کوئی اہم پوزیشن دنیا میں حاصل ہو جاتی ہے۔

پس سوال یہ نہیں کہ اسلامی ممالک کی آزادی اچھی چیز ہے یا نہیں سوال یہ ہے کہ اگر وہ آزادی اٹھو حاصل ہو جائے تو پھر ہم کیا بن جاتے ہیں۔ ایک غریب آدمی جس کے گھر میں اٹھابھی نہیں ہم یہ نہیں کہتے کہ اسے اٹھانہ ملے مگر اٹھانہ ملنے سے کیا اس کی دنیا میں کوئی پوزیشن قائم ہو سکتی ہے۔ اگر سیر بھر آئے گا اس کے لئے انتظام بھی ہو جائے تب بھی وہ جی کے پاس کئی کئی کروڑ روپیہ ہے ان کے مقابلہ میں اس کی کوئی حیثیت نہیں ہو سکتی پس ہم یہ نہیں کہتے کہ مسلمان حکومتوں کو آزادی حاصل نہ ہو۔۔۔ ہم چاہتے ہیں مسلمان ممالک آزاد ہوں، ہم چاہتے ہیں کہ مسلمان حکومتیں طاقتور ہوں لیکن جو سوال ہمارے سامنے ہے وہ یہ ہے کہ اس آزادی کے بعد دنیا میں ہماری پوزیشن کیا بنتی ہے مسلمان اس بات کا مدعی ہے کہ وہ ساٹھ کروڑ ہے عیسائیوں نے جو تازہ جغرافیہ لکھا ہے اس میں انہوں نے مسلمانوں کی تعداد اڑتالیس کروڑ میں لاکھ مان لی ہے لیکن دنیا کی آبادی دو ارب چالیس کروڑ ہے۔ دو ارب چالیس کروڑ ہی میں اڑتالیس کروڑ تیس لاکھ تمام آبادی کا چوتھا حصہ بنتے ہیں۔ گویا اگر سارے مسلمان آزاد ہو جائیں۔ اگر ہر اسلامی ملک میں اتنی ہی دولت ہو جتنی امریکہ میں پائی جاتی ہے، اتنا ہی اسلحہ ہو جتنا امریکہ میں پایا جاتا ہے، اتنی ہی تجارت ہو جتنی امریکہ میں پائی جاتی ہے۔ پھر بھی روپیہ میں سے چوٹی انہیں حاصل ہوگی۔

اب تم خود ہی بتاؤ کہ بارہ آنے بڑے ہوتے ہیں یا چوٹی بڑی ہوتی ہے۔ چوٹی بہر حال چوٹی ہوتی ہے اور بارہ آنے بڑے ہوتے ہیں۔ وہ ہندو جس کو ہمارے آدمی تفرقے طور پر کسار کراڑ کہا کرتے تھے وہ بھی آزادی کے بعد تیس کروڑ آبادی کا مالک بن چکا ہے۔ پھر چین کو دیکھ لو۔ اس کی آبادی اور رقم کو لے لو اس کی آبادی پچاس کروڑ ہے۔ اگر مسلمان اڑتالیس کروڑ ہی ہوں تو خالی چین کے لوگوں کی تعداد مسلمانوں

سے زیادہ ہے پس سوال یہ ہے کہ اگر ایسا بھی ہو جائے تو یہ کونسا مقصد ہے جو ہر مسلمان کے سامنے رہنا چاہیے۔ میں نے بتایا ہے کہ اگر کوئی آدمی مر رہا ہو تو ہماری خواہش ہوگی کہ خدا کرے وہ بچ جائے لیکن کیا جو شخص مرنے سے بچ جائے وہ بادشاہ ہو جایا کرتا ہے یا کوئی بڑا عالم ہو جایا کرتا ہے مسلمانوں کی آزادی کا کئے جہد و جد کے معنی صرف اتنے ہیں کہ مسلم باڈی پالیٹکس میں مرض پیدا ہو چکا ہے اور وہ اس مرض کو دور کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ ہماری خواہش ہوگی کہ وہ مرض دور ہو جائے بلکہ ہماری دعا ہوگی کہ وہ مرض دور ہو جائے۔ لیکن اگر یہ مرض دور ہو جائے تب بھی دنیا کی قوموں میں ٹیٹھے وقت ایک مسلمان کی کیا پوزیشن ہوگی؟ اگر ایران بھی آزاد ہو جائے۔ اگر مصر کے مسائل بھی حل ہو جائیں۔ اگر فلسطین اور شام اور لبنان بھی آزاد ہو جائیں۔ اگر سوڈان بھی آزاد ہو جائے۔ اگر تمام اسلامی ممالک کے جھگڑے ختم ہو جائیں۔ ان کی طاقت بڑھ جائے۔ ان کا روپیہ زیادہ ہو جائے۔ ان کی عظمت ترقی کر جائے۔ تمام دولت ان کے ہاتھ میں آجائے۔ تمام تجارت جو اس وقت امریکہ کے پاس ہے اس پر ان کا قبضہ ہو جائے پھر بھی بارہ آنے کے مقابلہ میں وہ چار آنے کے مالک رہتے ہیں۔ اور جب ان کی حالت یہ ہوگی کہ چوٹی ان کے پاس ہوگی اور بارہ آنے کے بغیر کے پاس ہوں گے تو اسلام کس طرح غالب آیا اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کس طرح قائم ہوئی۔ غرض جو شخص بھی اس مسئلہ پر اس رنگ میں غور کرے گا اور عقل سے کام لے گا وہ بعثت محمدیہ کی یہ غرض قرار دینا کہ سیاسی لحاظ سے ایران آزاد ہو جائے، مصر آزاد ہو جائے۔ شام اور فلسطین آزاد ہو جائیں۔ لبنان آزاد ہو جائے۔ سوڈان آزاد ہو جائے۔ پاکستان مضبوط ہو جائے اپنی انتہائی پست خیالی تعویذ کرے گا۔ وہ شرمائے گا کہ میں یہ کیا کہہ رہا ہوں اور کونسا مقصد ہے جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کی طرف منسوب کر رہا ہوں۔ کیا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس لئے آئے تھے کہ یہ چھوٹے چھوٹے علاقے آزاد ہو جائیں۔ کیا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس لئے آئے تھے کہ مسلمان دنیا میں ایک چوٹی کی حیثیت حاصل کر لیں۔

میں تو سمجھتا ہوں اگر میرے واہمہ اور خیال میں بھی ایسا نظریہ آئے تو میرا ہارٹ فیل ہو جائے کہ میں کتنا پست نظریہ اس عظیم الشان اور مقدس انسان کی بعثت کے متعلق رکھ رہا ہوں جسے خدا نے اولین و آخرین کا سردار بنا دیا۔ میں تو سمجھوں گا میرے جیسا جھوٹا انسان دنیا میں اور کوئی نہیں جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جیسے عظیم الشان رسول کی طرف اتنا چھوٹا، اتنا معمولی اور اتنا ادنیٰ درجہ کا خیال منسوب

کر رہا ہوں کہ اتنا بڑا رسول اس لئے آیا تھا کہ ایران کے تیل کے چشمے آزاد ہو جائیں۔ اس لئے آیا تھا کہ مصر
 آزاد ہو جائے۔ اس لئے آیا تھا کہ فلسطین اور شام اور لبنان کے جھگڑے دور ہو جائیں۔ میں جانتا ہوں کہ
 مخالف یہ کہیں گے کہ دیکھا ہم نہیں کہتے تھے یہ لوگ مسلمانوں کے دشمن ہیں انہیں اسلامی ممالک کی آزادی سے
 کوئی تعلق نہیں لیکن میں ان کے اعتراضات کی پرواہ نہیں کرتا میں جانتا ہوں کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ
 وسلم کی عظمت اور آپ کی شان کیا ہے۔ میں جانتا ہوں کہ اس عظمت اور شان کے مقابلہ میں اس ادنیٰ ترین مقصد
 پر اگر کھڑا قطعاً طوطی کی زبان پر اپنی نابینائی کا اظہار کرنا ہے۔ اگر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت ایرانی
 کے تیل کے چشموں کے آزاد ہونے سے قائم ہوتی ہے۔ اگر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت مصر سے
 انگریزی فوجوں کے نکل جانے سے قائم ہوتی ہے تو پھر جب انگریزوں نے ایک ایک ملک سے مسلمانوں کو
 کان پکڑ کر نکال دیا تھا تو تمہیں کتنا چاہیے تھا کہ عیسیٰ کی عظمت ظاہر ہو گئی بلکہ عیسائیت کی موجودہ طاقت کو
 بڑے نظر رکھتے ہوئے تمہیں اب بھی تسلیم کرنا چاہیے کہ عیسائیت اسلام پر بازی لے گئی لیکن ہر با شعور انسان جو
 حقیقت کو جانتا ہے اور سمجھ سکتا ہے کہ ملکوں کی آزادی بالکل اور چیز ہے اور مذہب کا غلبہ ایک دوسری چیز
 ہے۔ حضرت مسیح موجود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دنیا میں آکر یہ اصول پیش فرمایا کہ تمہارا یہ بیچ نظر نہایت ادنیٰ
 ہے تمہیں اپنے اقدار کو بلند کرنا چاہیے تمہیں سمجھنا چاہیے کہ تمہارا کیا منصب ہے اور کونسا کام ہے جو خدا تعالیٰ
 نے تمہارے سپرد کیا ہے۔ بے شک سیاست کے لحاظ سے بھی مسلمانوں کی اصلاح ضروری ہے۔ بے شک دولت
 کے لحاظ سے بھی مسلمانوں کو ترقی کی ضرورت ہے۔ بے شک تمدن کے لحاظ سے بھی مسلمانوں کو اپنے اندر ترقی پیدا
 کرنے کی ضرورت ہے۔ مگر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کی غرض یہ تھی کہ اسلام کو روحانی طور پر
 دنیا میں غالب کیا جائے۔ اب اس کی تشریح کرو تو اس عظیم الشان مقصد کے یہ معنی بن جاتے ہیں کہ اسلام اور محمد
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کے دلائل اتنی طاقت پکڑ جائیں کہ مسلمانوں کے ساتھ باتیں کرتے وقت وہ
 کئی کترانے لگیں۔ آج یورپ میں جو بھی لٹریچر شائع ہوتا ہے اس میں یہ لکھا ہوتا ہے کہ اسلام میں فلاں نقص
 ہے اور اسلام میں فلاں خرابی ہے، لیکن کل اسلام کو ایسا غلبہ حاصل ہو کہ یورپ کے رہنے والے اپنی کتابوں
 میں یہ لکھیں کہ اسلام میں فلاں بات بہت اعلیٰ ہے مگر عیسائیت بھی اس سے بالکل خالی نہیں مسیح کی فلاں فلاں
 بات سے ثابت ہوتا ہے کہ انہوں نے بھی دنیا کے سامنے یہی بات پیش کی تھی۔ آج کا یورپ زور مسلمان یورپ
 کی ڈیپا کرسی کو دیکھ کر کہتا ہے کہ قرآن سے بھی کچھ ایسے ہی اصول ثابت ہوتے ہیں اور یہ خوبی ہمارے اندر

بھی پائی جاتی ہے یہ اپالوجی (APOLOGY) ہے جو آج کا مسلمان پیش کر رہا ہے اور یہ اسلام کے لئے فخر کا دن نہیں۔ اسلام کے لئے فخر کا دن وہ ہوگا جب یورپ اور امریکہ میں یہ کہا جائے گا کہ یہ اسلامی پردہ جو مسلمان پیش کرتے ہیں اس کی کچھ کچھ انجیل سے بھی تائید ہوتی ہے اور ہمارے مسیح نے بھی جو فلاں بات کہی ہے اس سے یہی ثابت ہوتی ہے کہ اس قسم کا پردہ ہونا چاہیے۔ اسلام کے لئے فخر کا دن وہ ہوگا جب یورپ اور امریکہ کا مسلمان اپنی تقریروں میں یہ کہے گا کہ کثرتِ ازدواج کا مسئلہ جو مسلمان پیش کرتے ہیں بے شک یہ بڑا اچھا مسئلہ ہے اور عیسائیوں نے کسی زمانہ میں اس کے خلاف بھی کہا لیکن حقیقت یہ ہے کہ انہوں نے پوری طرح غور نہیں کیا تھا۔ اصل بات یہ ہے کہ عیسائیت کے وہ بزرگ جو پہلی صدی میں گذرے ہیں انہوں نے بھی دو دو تین تین شاگردوں کی ہیں، پس کثرتِ ازدواج کی خوبی صرتِ اسلام میں ہی نہیں بلکہ عیسائیت میں بھی پائی جاتی ہے۔ جس دن یورپ اور امریکہ کے گرجوں میں کھڑے ہو کر ایک پادری اپنے مذہب کی اس رنگ میں خوبیاں بیان کریگا وہ دن ہوگا جب ہم کہیں گے کہ آج اسلام دنیا پر غالب آگیا اب ہمیں اپالوجی (APOLOGY) کی ضرورت نہیں۔ اب دوسرے لوگ کہتے ہیں کہ یہ خوبیاں ان کے اندر بھی پائی جاتی ہیں۔ یہ ہوگا اسلام کا غلبہ اور یہ ہوگا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کا دن۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کا وہ دن ہوگا جب دو ارب چالیس کروڑ کی دنیا میں چالیس کروڑ مسلمان نہیں ہوگا بلکہ دو ارب مسلمان ہوگا اور چالیس کروڑ غیر مذاہب کا پیرو ہوگا۔ مگر یہ نظریہ کس نے پیش کیا یہ صرتِ حضرت مرزا صاحب نے پیش کیا اور یہی وہ چیز ہے جس پر آپ پر کفر کا فتویٰ لگایا گیا اور کہا گیا کہ اسلام کے غلبہ کا یہ کونسا طریق ہے۔ اسلام تو اس طرح غالب آسکتا ہے کہ تلوار ہاتھ میں لی جائے اور کفار کو تہ تیغ کر دیا جائے۔ مگر غور کر کے دیکھ لو کہ کونسا نظریہ ہے جو اسلام کی عظمت کو قائم کرنے والا ہے اور کونسا مطمح نظر ہے جس پر ایک سچا مسلمان تسلی پا سکتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ مطمح نظر پیش کیا ہے کہ اسلام کو روحانی غلبہ سب دنیا پر حاصل ہوگا اور روحانی غلبہ کے معنی یہ ہیں کہ دنیا کے سیاسی اور اخلاقی اور مذہبی معیاروں کو بدل دیا جائے گا۔ آج یہ کہا جاتا ہے کہ اسلام قابلِ احترام نہیں کیونکہ یورپ میں تہذیب کی فلاں فلاں بات کی وہ تائید کرتا ہے یا وہ ڈیما کرسی جو آج یورپ پیش کرتا ہے بڑی اچھی چیز ہے مگر اسلام نے بھی اس ڈیما کرسی کی تائید کی ہے یہ طریق جو آج مسلمانوں نے اختیار کر رکھا ہے یہ ہرگز اسلام کے لئے کسی عزت کی بات نہیں۔ ہم تو اس دن کے منتظر ہیں جب امریکہ کے مندروں پر

کھڑے ہو کر عیسائی پادری یہ کہا کریں گے کہ وہ اسلامی حریت اور آزادی جس کو قرآن پیش کرتا ہے ہماری قوم بھی اس سے بالکل خانی نہیں اور ہم اس کی تائید میں اپنی کتابوں کے حوالے پیش کرتے ہیں یا وہ اخلاقی، مذہبی اور سیاسی معیار جو اسلام پیش کرتا ہے اسی سے ملتے جلتے معیار ہماری کتابوں میں بھی پائے جاتے ہیں۔

غرض آج کل کا مسلمان آزادی کا تو دعویٰ کرتا ہے مگر ذہنی غلامی اختیار کرتے ہوئے وہ چاہتا ہے کہ وہ بھی مغربی تہذیب کے اچھے نکتوں میں سے بن جائے اور انہی کے نام پر ان کی نقل کرنے میں عزت محسوس کرتا ہے اور اگر وہ آزادی ظاہر کرتا ہے تو مردن اتنی کہ کسی میں مغربی تہذیب کا انتقال بنا چاہتا ہے اور کسی میں کیونسلٹ نظریہ کا انتقال بنا چاہتا ہے۔ اور نقل خواہ دشمن متفرق آدمیوں کی کی جائے بہر حال نقل ہے یہی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دنیا کے سامنے یہ صلح نظر رکھا کہ کسی دن یورپ بھی میرا انتقال ہو گا اور امریکہ بھی میرا انتقال ہو گا۔ اب دیکھو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو بات کہی کہ دنیا کا سیاسی اور اخلاقی اور مذہبی نقطہ نظر بدل کر ان کو مسلمان بنا لینا اور پھر اسلام کے مطابق ان کے اعمال کو ڈھال دینا یہ صلح نظر ہے جو تمہیں اپنے سامنے رکھنا چاہیے اس کا قرآن کریم سے بھی ثبوت ملتا ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے هُوَ الَّذِي آتٰ سُلٰمًا مِّنَ السَّمَٰوٰتِ بِالْحَقِّ وَهُوَ الْبَاقِي الَّذِي لَيْسَ لَهُ كُفٌ وَّجْهٌ (پہلا سورہ صفحہ) خدا ہی ہے جس نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیا میں بھیجا ہے ہدایت دے کر اور دین حق دے کر۔ تلواریں دے کر اور ڈنڈے کر نہیں۔ لَيْسَ لَهُ كُفٌ وَّجْهٌ تاکہ وہ سارے دینوں پر اسے غالب کرے سارے ملکوں پر نہیں کیونکہ ملکوں پر قبضہ کر لینا کوئی بڑی بات نہیں بڑی بات یہی ہے کہ دلوں پر قبضہ ہو۔ اب دیکھو اس آیت میں وہی چیز بیان کی گئی ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پیش فرمائی کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا یہ مقصد نہیں کہ ایران کے تیل کے چشمے آزاد ہو جائیں مصر سے انگریزی فوجیں نکل جائیں۔ شام اور فلسطین آزاد ہو جائیں۔ یہ باتیں ہوں گی اور ضرور ہوں گی مگر بہر حال یہ ابتدائی چیزیں ہیں مسلمان اس کے لئے جہاد و جدوجہد کر رہا ہے اور وہ ایک دن اپنی غلامی کا جامہ چاک چاک کر کے پھینک دے گا لیکن یہ آزادی اس کا مقصد نہیں۔ جب کسی کے ہاں کوئی بچہ پیدا ہوتا ہے تو وہ اس کا ناک بھی پونچھتا ہے مگر اس کا مقصد یہ نہیں ہوتا کہ بچہ پیدا ہو تو میں اس کا

ٹاک پونچھا کروں گا۔ مقصد اس کا یہی ہوتا ہے کہ وہ بڑا عالم فاضل ہے عقل بھی یہی کتنی ہے کہ چند ریاستوں پر کسی کا قبضہ کر لینا کوئی بڑی بات نہیں۔ دلوں کو بدل دینا اور ان کو فتح کر لینا یہ بڑی بات ہے۔

فرعاً کر پاکستان کسی وقت اتنی طاقت پکڑ جائے کہ وہ حملہ کرے اور سارے امریکہ کو فتح کر لے اور امریکہ کے لوگ ہمیں ٹیکس دینے لگ جائیں لیکن امریکہ کا آدمی اسلام اور قرآن کو گالیاں دیتا ہو تو یہ بڑی نتج ہوگی یا امریکہ آزاد رہے لیکن امریکہ کے ہر گھر میں رات کو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیج کر سونے والے لوگ پیدا ہو جائیں تو یہ بڑی بات ہوگی؟ پس عقل بھی یہی کتنی ہے کہ یہی مقصد سب سے بالا ہے۔ یا مثلاً پاکستان کی ہندوستان سے کسی وقت لڑائی ہو جائے اور پاکستان ہندوستان کو فتح کر لے تو بھی یہ کونسی نتج ہے۔ پہلے بھی یہی کہا گیا تھا ہندوستان کو فتح کر لیا گیا لیکن پھر وہ نتج کس طرح بے حقیقت بن کر رہ گئی اور کس طرح مسلمان سخت ذلت کے ساتھ وہاں سے نکلے کہ ہر شخص بزبانِ حال یہ کہہ رہا تھا کہ سہ

بہت بے آبرو ہو کر تیرے کوپہ سے ہم نکلے

لیکن اگر پھر۔۔۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بتائے ہوئے مقصد کو اپنے سامنے رکھتے ہوئے مسلمان کھڑا ہو اور وہ پھر ہندوستان میں داخل ہو تلواریں کے زور سے نہیں بلکہ قرآن کے زور سے۔ بندوق کے زور سے نہیں بلکہ سچائی کے زور سے۔ شام لال ہندو عبداللہ بن جائے۔ سندرو اس ہندو عبدالرحمن بن جائے۔ ویدوں کی جگہ قرآن پڑھا جانے لگے تو آج تو تم اس طرح نکلے ہو کہ وہ تمہیں نکال کر خوش ہوئے ہیں لیکن اگر تم یہ فتح حاصل کر لو اور تم کسی دن ان سے یہ کہو کہ اب ہمارا کام ہندوستان میں ختم ہو چکا ہے اب ہم چین کو جاتے ہیں تو تم دیکھو گے کہ اس دن سارے ہندوستان میں گہرام بچ جائے گا اور ہر شخص رونے لگ جائے گا اور کہے گا خدا کے لئے ہمیں چھوڑ کر نہ جاؤ تم ہمارے لئے خیر اور برکت کا موجب ہو۔ یہ چیز ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پیش فرمائی اور اسی کی قرآن بھی تائید کرتا ہے اور عقل بھی تائید کرتی ہے اور ہندوستان صحیحہ بھی تائید کرنے میں کیونکہ

غرض یہ کیسا عظیم الشان دربار ہے کہ اس میں بادشاہ کی طرف سے اپنے درباری کو جو انعام دیا گیا وہ دنیا کی مشہور مخالفت کے باوجود قائم رہا، قائم ہے اور قائم رہے گا حکومتیں اُس روحانی گورنر جنرل کے مقابلہ میں کھڑی ہوئیں تو وہ مٹا دی گئیں، سلطنتوں نے اس کو توڑ بھی ننگاہ سے دیکھا تو وہ تہ وبالا کر دی گئیں۔ بڑے بڑے جاہل بادشاہوں نے اُس کا مقابلہ کیا تو وہ پتھر کی طرح مسل دیئے گئے، کیونکہ اس دربارِ خاص کا بادشاہ یہ برداشت نہیں کر سکتا کہ اُس کے مقرر کردہ گورنر جنرل کی کوئی ہتھک کرے یا اس کے پھانٹے ہوئے مجتہد کو کوئی اتارنے کی کوشش کرے۔ وہ اپنے درباریوں کے لئے بڑا غیور ہے اور سب سے بڑھ کر وہ اس درباری کے لئے غیرت مند ہے جس کا مبارک نام محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے خدا تعالیٰ کی اُس پر لاکھوں برکتیں اور کروڑوں سلام ہوں۔ آمین یا رب العالمین ۛ

تہ سے بالخیر

ضمیمہ تالیخ احمدیت جلد چہارم

سالانہ جلسہ قادیان ۱۳۲۸ھ میں شریک ہونے والے ہندوستانی
 احمدی - ۲۔ حضرت امیر المؤمنین مصلح موعودؑ کا تعزیت الحاج صالح عودی
 کے انتقال پر - ۳۔ حضرت مصلح موعودؑ کا ایک غیر مطبوعہ ارشاد مبارک
 ۴۔ حضرت مصلح موعودؑ اور حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؒ کا
 گروپ فوٹو - ۵۔ حضرت مصلح موعودؑ کے دست مبارک سے لکھے ہوئے
 ایک مکتوب کا چرچہ - ۶۔ فوٹو الیڈ عبدالوہاب عسکری مع بزرگانِ مسلمہ
 داسانڈہ و طلبہ جامعۃ المدینہ ربوہ - ۷۔ لاہور ریڈیو کانسٹیبل - ۸
 نوابزادہ ولایت علی خان کامراسلم حضرت مصلح موعودؑ کی خدمت میں - ۹
 "بندر" (قادیان) کے اجراء پر حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؒ کا برقی
 پیغام - ۱۰۔ حضرت مصلح موعودؑ کے رستم فرمودہ بعض سوالات کے جوابات
 ۱۱۔ سالانہ جلسہ ۱۳۲۳ھ کے بارے میں بعض ممتاز صحافیوں کے تاثرات
 و انگریزی حتم سالانہ جلسہ قادیان ہفت روزہ کی مدد، سول اینڈ ملٹری
 گزٹ میں۔ حضرت مصلح موعودؑ کا پیغام جماعت احمدیہ امریکہ کی دوسری
 سالانہ کانفرنس کے موقع پر ۶

۱۔ سالانہ جلسہ قادیان ۱۳۲۸ھ میں شریک ہونے والے ہندوستانی احمدی

- ۱۔ مولانا بشیر احمد صاحب اچاریہ احمدیہ مسلم مشن دہلی و امیر جماعت احمدیہ دہلی (امیر خد)
- ۲۔ کریم محمد حسین صاحب کمپوزر دہلی ۳۔ کریم نجی حسن صاحب احمدیہ فرنیچر سٹور

- ۴- لکھنؤ محمد نواز احمد صاحب لبرہ باؤنڈیر احمد صاحب دہلی
- ۲۵- کرم حاجی بشیر احمد صاحب بھولپورہ ضلع مہارنپور۔ پٹی
- ۲۶- شکیکدرا بشیر احمد صاحب بھولپورہ ضلع مظفرنگر۔
- ۲۷- مودئی عبداللطیف صاحب بلخ ریلوے
- ۲۸- امیر احمد صاحب
- ۲۹- انوار احمد صاحب
- ۳۰- حبیب اللہ احمد صاحب
- ۳۱- سلیمان احمد سلیمان
- ۳۲- سجاد احمد صاحب
- ۳۳- فرمان احمد صاحب
- ۳۴- گیلانی بشیر احمد صاحب بلخ بھولپورہ ضلع مہارنپور۔ پٹی
- ۳۵- مولوی محمد صادق صاحب بلخ شاہجہان پور۔
- ۳۶- مولوی عطاء اللہ صاحب بلخ۔ سائمن ضلع گڑھ
- ۳۷- بہادر خان صاحب
- ۳۸- سردار خان صاحب
- ۳۹- بشیر احمد خان صاحب
- ۴۰- سعید احمد خان صاحب
- ۴۱- عنایت اللہ خان صاحب
- ۴۲- فتوح احمد خان صاحب صالح نگر آگ
- ۴۳- جعفر خان صاحب
- ۴۴- محمود احمد خان صاحب
- ۴۵- عزیز احمد خان صاحب
- ۴۶- ناصر احسان الحق صاحب میرٹھ۔
- ۵- کرم خورشید صاحب
- ۶- عبدالغنی صاحب
- ۷- کرم علیہ صاحب مولانا بشیر احمد صاحب بلخ
- ۸- اہلیہ ثانی باؤنڈیر احمد صاحب بلخ امیر جماعت گڑھ
- ۹- زبیرہ بیگم صاحبہ اہلیہ خیر احمد صاحب ابن بابو
- ۱۰- نذیر احمد صاحب رضوان امیر جماعت احمدیہ
- ۱۱- کرم حافظ سخاوت علی صاحب شاہجہان پور۔ پٹی
- ۱۲- حاجی محمد نذیر صاحب
- ۱۳- الطاف خان صاحب اوس پور کٹیا بلخ
- ۱۴- امام علی صاحب
- ۱۵- قریبی محمد عقیل صاحب شاہجہان پور۔ پٹی
- ۱۶- سعید قائم مین صاحب
- ۱۷- انوار محمد صاحب راجھ ضلع بھولپور۔
- ۱۸- اسرار محمد صاحب
- ۱۹- محمد تقی صاحب مودبا
- ۲۰- محمد کریم صاحب کٹھ
- ۲۱- مدیہ محمد صاحب راجھ
- ۲۲- محمد حنیف صاحب کٹھ
- ۲۳- سعید ارشد علی صاحب مروجم لکھنؤ
- ۲۴- قریبی مختار احمد صاحب مروجم لکھنؤ
- ۲۵- اختر حسین صاحب لکھنؤ

۴۷	کرم ماسٹر بشیر احمد صاحب	میرٹھ - یوپی	۴۰	کرم محمد احمد صاحب - حیدرآباد - دکن
۴۸	مولوی نور شید احمد صاحب	بنارس	۴۱	عابد محمد الدین صاحب
۴۹	قریشی محمد رئیس صاحب	بریلی	۴۲	سیح الدین صاحب
۵۰	قریشی حبیب احمد صاحب	"	۴۳	عبدالرؤف صاحب
۵۱	قریشی مسعود احمد صاحب	"	۴۴	نور احمد صاحب غزنی
۵۲	حاجی بقاد اللہ صاحب	مجبور پال	۴۵	یاد محمد اعظم صاحب
۵۳	افتخار احمد صاحب	"	۴۶	مختار اہلہ صاحبہ مدرسہ اعظم صاحب
۵۴	ملک علی بخش صاحب	"	۴۷	انیس بیگم صاحبہ
۵۵	ارتداد احمد صاحب	امروہہ - یوپی	۴۸	ایس بیگم صاحبہ
۵۶	ضمیر احمد صاحب	"	۴۹	محمد انور صاحب ابن
۵۷	محمد صدیق صاحب	"	۵۰	سیح معین الدین صاحب
۵۸	غلام الدین صاحب	"	۵۱	نور اسماعیل صاحب (بادکھی)
۵۹	نور اسماعیل صاحب	"	۵۲	محمد یعقوب صاحب
۶۰	محمد میاں صاحب	"	۵۳	عبدالحی صاحب
۶۱	مانڈی عبدالرحیم صاحب	"	۵۴	پروہدی بشیر احمد صاحب
۶۲	ماسٹر عبدالحمید صاحب	"	۵۵	مولوی محمد دین صاحب ملتان سندھ اچیر
۶۳	رحیم اللہ صاحب	"	۵۶	عبدالحق صاحب
۶۴	عبدالحی صاحب	"	۵۷	شیر نور صاحب
۶۵	بشیر احمد صاحب	مراد آباد - یوپی	۵۸	حضرت مولوی عبدالصاحب باغی صاحبہ سندھ امروہہ مالابار
۶۶	شہامت علی صاحب	کانپور - یوپی	۵۹	عبدالرشید صاحب
۶۷	ممنوع احمد صاحب شیخ یعقوب صاحب	گوانی نعمیہ	۶۰	مولوی زین الدین صاحب
۶۸	حضرت مولوی فضل الدین صاحب مبلغ	"	۶۱	عبدالحق امیر علی صاحب
۶۹	علی محمد الدین صاحب	"	۶۲	علی عبداللہ صاحب

۶۳	مکرم محمد صاحب	مالا بار	۱۱۷	مکرم سید محمد صدیق صاحب آبی	کلیکتہ میگزین بنگال
۶۴	علی نجی الدین صاحب	مدارس	۱۱۷	میاں مددست محمد صاحب	" " " "
۶۵	شیخ محمد رفیق صاحب	"	۱۱۸	ڈاکٹر صفحہ حسین صاحب	" " " "
۶۶	حضرت سید ذرارہ حسین صاحب	راورین بہار	۱۱۹	بابو محمد صدیق صاحب	" " " "
۶۷	ڈاکٹر سید منصور احمد صاحب	مظفر پور بہار	۱۲۰	سید عبدالشکور صاحب	" " " "
۶۸	سید غلام مصطفیٰ صاحب	"	۱۲۱	مقصود احمد صاحب	" " " "
۶۹	محمد عتیق صاحب کمل	"	۱۲۲	سید بشیر احمد صاحب	" " " "
۱۰۰	دوست محمد صاحب	بہار	۱۲۳	سید بشیر الرحمن صاحب	" " " "
۱۰۱	محسن احمد صاحب	"	۱۲۴	میاں شریف احمد صاحب	" " " "
۱۰۲	داؤد احمد صاحب	"	۱۲۵	میاں محمد انور صاحب	" " " "
۱۰۳	تسلیم احمد صاحب	"	۱۲۶	میاں شفیق احمد صاحب	" " " "
۱۰۴	ماد احمد صاحب	"	۱۲۷	مولوی فضل کریم صاحب	" " " "
۱۰۵	محمد عاشق حسین صاحب	خانپور علی	۱۲۸	سہیل احمد صاحب	" " " "
۱۰۶	محمد فوز شہید عالم صاحب	"	۱۲۹	سیف الدین صاحب	" " " "
۱۰۷	محمد نظام الدین صاحب	"	۱۳۰	مخلص الرحمن صاحب	" " " "
۱۰۸	مولوی سمیع اللہ صاحب	"	۱۳۱	حافظ عبدالمنان صاحب	" " " "
۱۰۹	محمد ظریف صاحب	"	۱۳۲	سراج الدین صاحب	" " " "
۱۱۰	حافظ ابی بخش صاحب	"	۱۳۳	مولوی عبدالرحیم صاحب	مجموع
۱۱۱	حسن محمد صاحب	"		انسپیکٹر بیت المال	
۱۱۲	حضرت حکیم ظلیل احمد صاحب	نونا گیری	۱۳۴	کالے فنان صاحب	اڑیسہ
۱۱۳	سید عبدالغفار صاحب	"	۱۳۵	رحیم بخش صاحب	"
۱۱۴	مولوی سلیم صاحب	ناصل مبلغ کلیکتہ میگزین بنگال			
۱۱۵	پو پڑی انور احمد صاحب	مولوی امیر جہاں آباد کلیکتہ			

۲- حضرت امیر المؤمنین المصلح الموعودؑ کا تعزیت نامہ (کبیر کے سید) حضرت شیخ الحدیث العودی کے انتقال پر

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

"ربیع"

۲۷ شباط سنہ ۱۹۵۰ م

عزیزی اسید محمد الحاج صالح سلمکم اللہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ

وبعد فقد تلینا بمتاخی الاسف لخبیر الفاجع بوفاة والدکم الحاج صالح

العودی رحمہ اللہ فاننا لله وانا الیہ راجعون

کل ابن انثی و ابن طالت سلامتہ

یومًا علی آلة حدباء محمول

ان والدکم المرخوم کما علمت کانت اول شخص دخل فی الجماعة

الاحمدیة من الصبا یر وکان مثلاً للجد والنشاط والاخلاص فی سبیل

نشر الدعوة الحقہ بین ابناء وطنہ فجزاه اللہ متأخیر الجزاء علی ما

أبدی من الاخلاص والمحبة وادعو اللہ ان یتخذہ برحمته الواسعة

واسکنہ فسیم جنانه وینزل لہ الاجر والثواب فی دار النعیم ویلہمکم

والخنانکم ویتقیة أقربا شکم علی فتدہ الصبر الجمیل، روفقکم

ان تکنونوا خیر خلفت لخبیر سلف وادعو اللہ تعالیٰ ان یشفی المولوی

محمد شریف شفاة لا یغادر سقما ویلغوا سلامی الی جمیع الاخوان فی الکبایر

ورصیتی بأن یعونوا قدوة حسنة ومثلاً أسمی للذین یاتون بعدہم

والسلام علیکم میرزا محمود احمد الخلیفة الثانی للمسیح الموعود علیہ السلام،

(رسالة الجری، ستمبر، ۱۹۵۰ م، ص ۱۴۹)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

(ترجمہ)

ربوبہ

۲۷۔ ماہ شباط ۱۹۵۰ء

عزیزم تیرے محمد صاحب بن الحاج صالح صاحب سلمکم اللہ تعالیٰ !

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کے بعد واضح ہو کہ آپ کے والد الحاج صالح العزیز صاحب (اللہ کی رحمتیں ہوں ان پر) کی وفات کی نامگانی خبر سن کر اڑھان سوں ہوا۔ انا اللہ وانا الیہ راجعون۔

كُلُّ ابْنِ اُدْحٰی وَاِنْ طَالَتْ سَلَامَتُهُ
يَوْمًا عَلٰی آلِهِ حَسْبًا مَّحْمُوْلًا

(ہر شخص خواہ وہ کتنی ہی مہی عمر پائے ایک روز موت کا شکار ہونے والا ہے)

آپ کے والد مرحوم، جیسا کہ مجھے علم ہے، کبابیر کے پہلے شخص ہیں جو جامعیت احمدیہ میں داخل ہوئے۔ وہ ابناء وطن میں دعوتِ حق کی اشاعت و تبلیغ کا فریضہ سنبھال کر شہس، بشارت اور اخلاص سے بھالا نے میں ایک نمونہ تھے۔ اللہ تعالیٰ انہیں ہماری طرف سے ان کے اخلاص و محبت کی بہترین جزا دے۔

میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ انہیں اپنی بے پایاں رحمت سے ڈھانپ لے۔ انہیں اپنی کسبِ جنتوں میں جگہ دے اور دارالنعیم میں ان کا اجر و ثواب فراوان کرے اور آپ کے اور آپ کے بھائیوں اور دیگر رشتہ داروں کے دل پر اپنی طرف سے مہربان نازل فرمائے اور آپ کو اپنے نیک پیش رو کے نیک جانشین بننے کی توفیق عطا فرمائے۔

نیز میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ مولوی محمد شریف صاحب کو ایسی کامل شفا عطا فرمائے جو مرض کا کوئی حصہ باقی نہ رہنے دے۔

کبابیر کے تمام بھائیوں کو میرا سلام پہنچا دیں اور میری یہ وصیت بھی کر دہ اپنے سے بعد میں آنے والوں کے لئے نیک نمونہ اور اعلیٰ مثال بنیں۔ والسلام علیکم

میرزا محمود احمد

خلیفہ ثانی حضرت سید محمد علیہ السلام

۲۔ حضرت مصلح موعودؑ کا ایک اہم اور غیر مطبوعہ ارشاد مبارک

پوہدلی انور حسین صاحب ایڈووکیٹ امیر جماعت احمدیہ شیخوپورہ کے نام

(مورخہ ۲۹ دسمبر ۱۹۵۱ء جولائی ۱۹۵۱ء)

”میرے نزدیک حکومت سے مل کر اور اس کے تعاون سے کام کریں۔ اس کے اداروں میں آگے آکر ان کی اصلاح کریں۔ زیادہ سے زیادہ احمدیوں کو داخل کروائیں۔ شیخوپورہ بہترین محفوظ جگہوں میں سے ہے۔ ہمارے رشتے دار لاہور سے صرف اس لئے آئے ہیں کہ حکام نے اشارہ کیا تھا کہ جنگی ضرورتوں کے لئے رتن باغ، جو دھال بلڈنگ لے لئے جائیں گے ورنہ وہ بھی نہ آتے۔ جماعت کو میری طرف سے تسلی دیں۔ مشکلات ہر کام میں آتی ہیں مگر انشاء اللہ فتح پاکستان کی ہے۔ یہ موقع بہت فائدہ اور ثواب اٹھانے کا ہے۔“

مرزا محمود احمد

سیدنا حضرت مصلح موعودؑ اور حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب کا گروپ فوٹو

(طلبہ انجینئرنگ کالج لاہور کے ساتھ)

دائیں سے بائیں کریموں پر: سید محمد خیر البشر صاحب۔ فضل الرحمن صاحب (زعیم مجلس خدام الاحمدیہ) ڈاکٹر امین ڈی مظفری۔ ایچ ڈی ورنسپل انجینئرنگ کالج۔ حضرت اقدس سیدنا مصلح الموعود رضی اللہ عنہ قرالانیا، حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب۔ پروفیسر لی لے ملک ایم ایس سی (انجینئرنگ) محمد عثمان صاحب (نائب زعیم) عبدالسمیع صاحب۔

(کھڑے ہونے والے) خوشی محمد صاحب (ماڈی گارڈ) ظفر اقبال صاحب۔ عبدالحمید صاحب۔ جمیل احمد صاحب (جول) سیکرٹری (رشید احمد صاحب) ملک۔ راجہ محمد اللہ صاحب۔ خالد رفیع اللہ صاحب۔ محمد بشیر احمد صاحب (مخرد) احمد صاحب پیمبر۔ محمد عالم صاحب (ماڈی گارڈ)۔

۵۔ حضرت مصلح موعودؑ کے دست مبارک سے لکھے ہوئے ایک مکتوب کا چرچہ

دعوتِ نبویؐ کی مکتوب حضرت امیر المؤمنین مصلح الموعودؑ نے ماہِ ہجرت / مئی ۱۳۲۵ء (۱۹۰۰ء) میں مولوی رشید احمد صاحب چغتائی مبلغ بلاد عربیہ مقیم لبنان کے نام تحریر فرمایا تھا۔

گزشتہ رسد لکھ

رسد ہائیکہ نام در حقہ رسد پرمانہ - فوراً اس کا حکم دینے سے مراد لگا
 اہل الف لیلہ جیسے لوگوں کا قصہ حضورؐ (سوانہ سیر) (آج کل بعض
 حصے صرف نثر لگا سوچا سو رہا ہے) بڑے عمدہ ڈانگہ دسری
 نثر لکھی ہے جو اس لکھ کے لکھ سے - جو ارسال کر دیا جائے -
 دیکھ کر جس قدر اچھے مطالعہ سے لگتا ہے سس - جس قدر اچھے مطالعہ سے
 سس دینے - تاریخی - لاجی ہر قسم کا کتب لکھ سے جان لکھ سے

لکھ سے لکھ کر ناس = در لکھ کا لکھ سے لکھ سے لکھ سے

- ۶۔ السید عبدالوہاب عسکری بزرگان سلسلہ اور اساتذہ و طلبہ جامعۃ البعثین کے ساتھ (صفحہ ۲۹۴)
- پہلی تصویر۔ حضرت مولانا جلال الدین صاحب تئس، حضرت سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب، السید عبدالوہاب عسکری۔ ۲۔ مولانا عبدالرحمن صاحب انور، حضرت ڈاکٹر سید غلام غوث صاحب،؟
- (دوسری تصویر) دائیں سے بائیں (پہلی قطار)۔ ۱۔ مولوی عبدالکریم صاحب کاٹھ گڑھی
- ۳۔ مولانا ابوالمنیر نور الحق صاحب ۲۔ شیخ نور احمد صاحب نمبر مبلغ پادوسر میر۔ ۵۔ السید عبدالوہاب عسکری
- ۶۔ حضرت سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب ۷۔ حضرت مولانا جلال الدین صاحب شمس
- ۸۔ عبدالقادر رضوان صاحب (مرحوم) ۹۔ مولوی محمد احمد صاحب ثاقب
- پچھنی قطار۔ ۱۔ مولوی حکیم محمد اسماعیل صاحب ۲۔
- ۳۔ چوہدری محمود احمد صاحب چیمہ ۴۔ مولوی محمد امین صاحب ۵۔ مولوی محمد شرف صاحب ناصر
- ۶۔ کبیر الدین صاحب ۷۔ مولوی غوث رشید صاحب نمبر چار کوٹی۔
- ۸۔ مولوی غلام ہاری صاحب سیف۔ ۹۔ سید سعید احمد صاحب، ۱۰۔
- ۱۱۔ ملک سیف الرحمن صاحب مفتی سلسلہ عالیہ احمدیہ۔

۷۔ لاہور ریڈیو کا نشریہ

ربوہ میں منعقدہ تعزیتی جلسہ کی خبر ۱۸ اکتوبر ۱۹۵۱ء کو ریڈیو پاکستان لاہور سے ۶ بجے شام حبیبی
الفاظ میں نشر ہوئی۔

» کل ربوہ میں جماعت احمدیہ کا اجتماع ہوا۔ ربوہ پاکستان میں احمدیوں کا سب سے بڑا اجتماع ہے۔
اس اجتماع میں قائد ملت کی وفات پر انتہائی رنج و الم کی قرار دیا گیا۔

اس سے قبل ۷ اکتوبر کو شیخ بشیر احمد صاحب امیر جماعت احمدیہ لاہور کے پیغام کا ایک حصہ نشر ہوا۔ الفاظ یہ تھے

» قائد ملت کی وفات پر شیخ بشیر احمد امیر جماعت احمدیہ لاہور نے ایک بیان میں جو کم کو پہلے
سے بھی زیادہ متحد اور منظم ہونے کی تلقین کی ہے۔

۸۔ نواب زادہ محمد ولایت علی خان کا مراسلہ حضرت مصلح موعود کی خدمت میں

نواب زادہ لیاقت علی خان صاحب وزیر اعظم پاکستان کے سفارت قتل پر حضرت مصلح موعود نے ان کے فرزند نواب زادہ محمد ولایت علی خان صاحب کے نام تعزیت کا خط لکھا جس کے جواب میں ان کا مندرجہ ذیل مکتوب حضرت مصلح موعود کی خدمت میں پہنچا۔ لغادہ پراگیزی میں یہ پتہ درج تھا

حضرت مرزا بشیر الدین محمود صاحب رتن باغ لاہور

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

۸ نومبر ۱۹۵۱ء

۳۲ لائسنس رڈ لاہور

محترم السلام علیکم

پیغام تعزیت موصول ہوا اس جاگہل مدد میں آپ کی بھاری کا دل شکر یہ ہیں آپ سے اتفاق ہے کہ قائد ملت کی شہادت ایک قومی سانحہ اور قومی نقصان ہے۔ اس ناقابل تلافی نقصان میں ہم آپ کو برابر کا شریک تصور کرتے ہیں۔

ہم بھی آپ کے ساتھ بارگاہ ایزدی میں دیرت بدعا ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں مہربان عطا فرمائے قوم کو اتحاد، نظم و ضبط اور تنظیم کی دولت سے مالا مال کرے اور قائد اعظم اور قائد ملت کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

سید کوثر

دستخط محمد ولایت علی خان

(غیر مطبوعہ)

۹۔ قادیان سے بلدر کے اجراء پر قبیلہ الانبیاء حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب کا برقی پیغام

(ملت صلاح الدین صاحب ایم اے کے سن ۲)

” میں بلدر کے اجراء پر خوش آمدید کہتا ہوں کیونکہ یہ درحقیقت اس بدکالی کا نیا ظہور ہے کہ جس نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عہد مبارک میں افق قادیان پر طلوع کیا۔ میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ

تعالے اسے اس طور پر بکت دے کہ یہ اخبار اس جرم مادی کا سازگ اختیار کرے کہ جس کے نام کا یہ حال ہے۔ اور اللہ تعالیٰ اسے چار دانگ عالم میں آسانی اور سہولت سے کام چھینے بنا دے۔ آمین“ (ترجمہ)

(بدد ۲۰ دیکبر ۱۳۱۸ھ ص ۷)

۱۰۔ حضرت نایب المصلح المومنین کے رسم فرمودہ بعض سوالات کے غیر مطبوعہ جوابات

(۱۳۳۰ ہجری میں مطابق ۱۹۵۱ء)

۱۔ مرزا عبد الوہاب صاحب شوکت نے ۲۴ دفرہ جولائی ۱۳۲۶ھ (۱۹۵۱ء) کو حضرت نایب المصلح موعود کی خدمت میں بذریعہ خط تین سوالات عرض کئے۔

الف۔ اگر امام اور مقتدی ایک ہی صف میں کھڑے کوئی نماز ادا کر رہے ہوں تو کیا صاف بالکل سیدھی ہوئی چاہیے یا امام تھوڑا سا آگے ہو۔

ب۔ جمعہ کے وقت دو خطبے ہوتے ہیں ایک تو مبارک اور دوسرا بونہی زبان میں چاہیں پڑھیں اور دوسرا بونہی میں ہوتا ہے کیا دوسرا خطبہ پڑھنے کا بجائے ہم وہاں یا صحت و درود شریف پڑھ سکتے ہیں کیا یہ جائز ہے،

ج۔ جب الہام انہی نازل ہوتا ہے تو اس وقت ہم کی کیا حالت ہوتی ہے۔

حضرت امیر المؤمنین نے اس کے بالترتیب مندرجہ ذیل جوابات لکھوائے :-

”اگر امام اور مقتدی ایک ہی صف میں ہیں تو کوئی ضرورت نہیں کہ مقتدی پیچھے ہو۔ حیثیت سے ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابن عباسؓ کو اپنے ساتھ کھڑا کیا اور اگر امام یہ جانے کے لئے کہ اصل مقام اس کا آگے ہے، آگے کھڑا ہو جائے تب بھی کوئی حرج نہیں“

”دوسرا خطبہ وہی ہے جو سنوں سنی کا ہے پڑھنا ضروری ہے وہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کا بتایا ہوا ہے۔“

دیکھتے نزول الہام سے متعلق سوال پر ارشاد فرمایا:-

”کچھ حالتیں ہوتی ہیں کبھی جاگ رہا ہوتا ہے اور یہ کیفیت ہوتی ہے کہ جیسے کسی اور نے جسم پر قبضہ

کر لیا ہے اور الفاظ زبان سے جاری ہو جاتے ہیں اور عاقلی ذہنی سے علیحدہ ہو جاتا ہے۔ کبھی سوتے

یہ الفاظ زبان پر جاری کر دیئے جاتے ہیں۔ جو دوسرے بھی سُن لیتے ہیں۔ بسا اوقات جاگتے ہیں بھی وہ سمجھتا ہے کہ دوسرے سُن رہے ہیں مگر دوسرے نہیں سُن رہے ہوتے۔ کبھی خواب دکھائی جاتی ہے اور آخر میں الہام سے بدل جاتا ہے کبھی ہاگتے ہیں الہام تو نہ ہے وہ سمجھتا ہے کہ میرا سَم دوسرے کے قبضہ میں چلا گیا۔ لیکن دوسرے لوگ نہیں سُن رہے ہوتے۔

سوالات میں شرم نہیں کرتے ورنہ علم نہیں بڑھتا۔

۳۔ ایک غیر احمدی فاضلہ رشیدہ وحید صاحبہ (معرفت چوہدری عبدالوحید صاحب محلہ مسجد کشمیری) نے سیالکوٹ سے اپنے خط میں تحریر کیا کہ،

”آج کل پاکستانی سرحدوں پر ہندوستانی فوجوں کے اجتماع کی وجہ سے جو صورتِ حالات پیدا ہو گئی ہے اس کے مد نظر جہاں حفاظت خرد اختیار کی کے پیش نظر بہت سے اقدام اٹھائے جا رہے ہیں۔ وہاں عورتوں کو بھی جگہ جگہ ۶۔۶۔۶۔ اور نرسنگ وغیرہ کی ٹریننگ دی جا رہی ہے۔۔۔۔۔ لے آ رہی، فرسٹ ایڈ اور نرسنگ کی ٹریننگ دینے کا انتظام تو ٹرینڈ نرسوں ہی کے سپرد ہے اور سب لوگ ان ان چیزوں کے سیکھنے میں غیر معمولی جوش و خروش کا اظہار بھی کر رہا ہیں۔۔۔۔۔ اگرچہ دورانِ ٹریننگ میں تو ہم

کو پردہ اتارنے کی ضرورت نہیں لیکن جنگ کے دنوں میں ہسپتال میں کام کرنے کے دوران میں پردہ مکمل طور پر اتارنا پڑے گا کیونکہ وہاں پر بوقعدہ اور مددگار زخمی سپاہیوں کی مرہم بچی کی اجازت تو نہیں ہوگی ... ہم آپ سے پوچھنا چاہتی ہیں کہ ہمارا اس طرح پردہ اتارنا اسلام کے خلاف تو نہیں ہے؟ اس پر حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے اپنے متعلم مبارک سے حسب ذیل جواب رقم فرمایا:

"آپ کا خط ملا۔ قرآن کریم میں جو پردہ کی آیت ہے اس سے صاف ظاہر ہے کہ پردہ حالات

کے مطابق بدل سکتا ہے۔ پس جہاں تک مرہم بچی اور خدمت کا سوال (جسے نقلی) یہ جائز ہے اور اس سے دریغ کرنا درست نہیں۔ مگر جہاں تک پردہ کا لحاظ رکھا جا سکتا ہے وہ کیوں نہ کیا جائے؟ کیا ہمارا فرض یہی ہونا چاہیے کہ ہر حکم شریعت کا توڑیں؟ سچی نونوں نے اٹھارہ سو سال سے اسلامی ضروری پردہ پر عمل کیا ہے۔ برادر گروک ڈھانکتی ہیں۔ لاقول کا لباس مناسب رکھتی ہیں۔ چھاتی پوری طرح ڈھانکتی ہے (نقل مطابق اہل) کیوں پاکستان میں یہ احتیاط نہ ہو اور خدمت قوم کے بہانہ سے لڑکیاں ڈاکٹروں سے کھینچی ہنستی پھریں۔ اگر وہ اس سے بچیں اور حکومت اس میں ان کی مدد کرے جواب نہیں کر رہی تو ہر مسلمان عورت کو خدمت قوم کے لئے نکل کھڑا ہونا چاہیے۔"

۴۔ لائل پور کے کسی صاحب نے لکھا :-

"میں نے اپنی خالہ کی لڑکی کے ساتھ دودھ پیا تھا کیونکہ میری والدہ فوت ہو گئی تھی۔ میری خالہ کی تین لڑکیاں ہیں کیا ان میں سے کسی کی شادی میرے ساتھ ہو سکتی ہے (یونیورسٹی مولوی سے دریافت کیا گیا تھا اس نے کتاب کنز الرقائق کی رو سے جائز قرار دیا ہے)

سیدنا حضرت مصلح موعود نے اس سوال کا مندرجہ ذیل جواب لکھوایا :-

"آپ کی خالہ زاد بہنیں تمام کی تمام آپ کی حقیقی بہنیں ہی ہوں گی۔ آپ کا ان میں سے کسی کے ساتھ نکاح جائز نہیں۔ یہ ان مولوی صاحب نے غلط کہا ہے۔ ذرا ان سے کہیے کہ وہ ہمیں اس کتاب کا نام اور حوالہ لکھیں۔ ہاں ان لڑکیوں کا رشتہ آپ کے بھائیوں سے ہو سکتا ہے۔ مگر آپ سے نہیں کیونکہ لڑکیوں نے اس صورت میں آپ کی والدہ کا دودھ بھی پیا ہوگا۔ اس لئے یہ بالکل غلط ہے"

۵۔ چوہدری سردار خان صاحب نے مری روڈ راولپنڈی سے ۱۸ اگست ۱۹۵۱ء کو بذریعہ مکتوب دو سوال عرض کئے :-

۱۔ کیا موجودہ صورت میں اگر جنگ ہو خواہ ہندوستان پر پاکستان یا پاکستان ہندوستان پر حملہ کرے تو کیا جماعت اس پر کیلئے یہ جہاد ہوگا؟ اگر جہاد ہوگا اور اس جنگ میں مرنے والے احمدی شہید کہلائیں گے تو دوسرے مسلمان (غیر احمدی) شہید کہلائیں گے یا نہیں! اگر نہیں تو کیوں!

حضرت اقدس نے اپنے دست مبارک سے اس کے جواب میں لغافہ پر یہ رقم فرمایا:۔

”رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے مَنْ قَاتَلَ دُونَ عِزِّهِ وَمَالِهِ

فَدُوًّا لِّسَيِّدٍ۔ دوسرے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شریک جہاد کے بارہ میں فرمایا کہ

وہ روزِ فتح ہے۔ سو جہاد کے بھی مدارج ہیں اور جہاد کا ثواب معتقدات کے مطابق ملتا ہے۔“

۶۔ مولانا علی محمد صاحب مسلم منگھری (سامبیال) کے ایک سوالیہ جواب میں اپنے قلم سے رقم فرمایا:۔

”ظہر کے بعد چار درستے لیکن مغرب کے بعد سات دو ہی ہیں۔ اس کے بعد نکل جینے چاہئے پڑھے

(۶۔ جو کہ ۱۳۳۰ھ میں مطابق ۶ ستمبر ۱۹۵۱ء)

۷۔ شیر محمد صاحب قرظی نے نیروبی سے مورخہ ۱۵ ستمبر ۱۹۵۱ء کو نمبر ۲۳۳ کو بذریعہ خط استفسار کیا کہ نعت کے موقع پر چائے پیش کرنا شریعت اسلامی یا احکام اسلامیہ کے خلاف ہے یا مطابقت؟

حضور نے اپنے قلم مبارک سے یہ جواب تحریر فرمایا کہ:۔

”یہ درست ہے کہ تم نے اس چائے کی عافیت کر دی ہے سنت سے ثابت نہیں اور غریبوں پر بڑا اثر پڑتا ہے۔“

۱۱۔ سالانہ جلسہ ۱۳۳۰ھ کے بارے میں لاہور کے بعض بااثر اور ممتاز صحافیوں کے تاثرات

(ایک غیر مطبوعہ یادداشت لفظی کے خصوصی رپورٹر کے قلم سے)

لاہور میں شائع نے کہا

”حضرت صاحب جیاباہر نفسیات میں نے اپنی زندگی میں کوئی نہیں دیکھا میں سمجھتا ہوں ان جیسا

نیرک میا سندان اور ماہر نفسیات شادری اس مدی میں کوئی ہوا ہو۔
اس پر پاکستان ٹائمز کے مسٹر خورشید نے کہا کہ حضرت صاحب نے مسلمانوں کے معاشب کا علاج
خوب بتایا کہ سب اُن کے ہاتھ پر اکٹھے ہو جائیں یہ کیسے ممکن ہو سکتا ہے۔ یہ سننے ہی میاں شفیق
جھٹے بول اُٹھے۔

” میں بھی کہتا ہوں کہ سارے مسلمان ان ہی کے ہاتھ پر اکٹھے ہو جائیں۔“

اس پر سردار فضلی نے کہا

” میاں صاحب ایمان سلامت لے کر جاؤ گے یا نہیں۔“

وہ بولے ” مذاق نہیں کر رہا ہوں بلکہ سچ کہہ رہا ہوں کہ اگر سارے مسلمان ان کے ہاتھ پر جمع ہو جائیں
تو یہ ساری قوم کو کہہ دیں گے۔ جاؤ آرام کرو اور سارا بوجھ خود اٹھائیں گے اور پھر ان کی صلاحیتوں سے
فاثرہ اٹھانے کا موقع بھی نکل آئے گا۔“

ایک اور موقع پر میاں شفیق نے کہا:

” تم نے یہ نہیں دیکھا کہ حضرت صاحب کیسے کیسے ذہنی مسائل عام فہم طریق پر پیش کرتے ہیں

اور پھر اس قدر مدلل کہ انکار کی گنجائش نہیں۔“

پھر میاں شفیق نے یہ بھی کہا:

” مجھے تو طبع میں جس چیز نے سب سے زیادہ تاثر

کیا ہے وہ حفاظت کا انتظام تھا۔ کاش راولپنڈی

کے جلسہ میں ایسا ہی انتظام ہوتا تو میرا میسٹر

خان یاقت علی کہیں قتل نہ ہوتا۔ لوگ تو شاہِ حفاظت

کے ایسے گڑھے انتظامات پر اعتراض کریں لیکن میرے

نزدیک یہ چیز قابلِ ستائش ہے میں اس تاثر کا ذکر

ڈائری میں ضرور کروں گا۔“

ربوہ میں گھومتے وقت ایک اور تاثر جس کا اظہار کیا یہ تھا کہ دیکھو ان لوگوں
نے وہ کام کر دکھایا ہے جو دوسرے مہاجر تو کیا خود ہماری حکومت نہیں کر سکی۔ ربوہ

کے پیمانے کا کوئی ایک شہر تباہ و جواہر تک حکومت نے آباد کیا ہے۔ اگر ہم لوگ بھی ایسے صاحب عزم ہوتے تو آج نہ معلوم کتنے ہی نئے شہر آباد ہو چکے ہوتے۔
 جب جلسہ ختم ہوا اور جلسہ گاہ سے ہزاروں کی تعداد میں اجاب باہر نکلنے شروع ہوئے تو ہم ایک طرف کھڑے دیکھ رہے تھے۔ میاں شفیع نے سب کو مخاطب کرتے ہوئے کہا :-

ان لوگوں کے انتشار میں بھی تنظیم کی جھلک موجود ہے۔ سب نے پوچھا 'مطلب' کہا، روہ کے علاوہ اگر کوئی اور موقع ہوتا تو ہزاروں لوگوں اور کاروں کی آمد و رفت کی وجہ سے ایسی شور و زمین سے گرد و غبار کے بادل اٹھ رہے ہوتے اور وہاں ہمارا تمہارا چلنا مشکل ہو جاتا لیکن یہ لوگ کیسے اہمہ آہمہ قدم اٹھا رہے ہیں۔ یہ سب ذہنی تربیت کے تحت غیر شعوری طور پر ان کے ظہور میں آرہے ہیں۔"

(5) Most of their educational institutions, hostels, etc. should also be restored to them as the education of Indian Ahmediyas was being seriously impaired.

(6) Adequate facilities should be allowed Indian Ahmediyas who wanted to perform frequent pilgrimage or receive religious education.

(7) Several of their mosques, graveyards, etc., were damaged or destroyed during the disturbances of 1947. These should be restored and suitable arrangements made for repair.

(8) Qadian is the religious centre of the Ahmediyas and although the Government has settled refugees under the stress of circumstances, the action of local Municipal Committee in changing Islamic names of streets and mohallas injures the religious susceptibilities of Ahmediyas. The Ahmediya Community requests the Government to restore the Islamic names and protect the religious rights of the community.

Although Pakistan Ahmediyas were anxious to visit Qadian, which had acquired an international importance and had peculiar sanctity for their faith, because of circumstances beyond their control they could not do so. He, however, hoped that God's will would prevail in the long run and the reign of Satan, temporarily eclipsing the world, would soon disappear.

SIMILARITY OF TEACHINGS

The Jalsa consisted of discourses on religious subjects relating to the existence of God, deeds and prophecies of the founder, some of his miracles, and the teachings of the Ahmediya faith. The speakers laid great emphasis on the similarity of teachings of all religions including Hinduism, Sikhism, Islam and Christianity and they stressed the need for proper understanding of each other's point of view, discarding feelings of hatred and animosity.

The Jalsa adopted a lengthy resolution, which was sponsored by the Indian Ahmediyas and also unanimously voted by the Indian Ahmediyas. It expressed gratitude to the Governments of India and East Punjab for the facilities provided for the participation of Ahmediyas from India and Pakistan and sought permission to convey the following requests :

(1) That Qadian is the spiritual and religious headquarters of the Ahmediya Community spread all over the world. Several Ahmediyas had to leave this place owing to the disturbances of 1947 and were now anxious to return and settle here.

(2) So long as the return of all Ahmediyas cannot be arranged, the families of those still living in Qadian should be allowed to visit them.

(3) There are 50 to 60 Ahmediya pilgrims who arrived here during the disturbances of 1947 and they are anxious to go back to their homes in Pakistan. Likewise some elderly inhabitants of Qadian are eager to return here.

(4) Property worth two crores belonging to the Sad ar Anjuman, Qadian, a body registered in 1906, seized by Government as evacuee property should be restored because its headquarters continued to be at Qadian and its members had never migrated.

59th JALSA AT QADIAN

Thousand Ahmadiyas

Present

(From Our Own Correspondent)

QADIAN, Dec. 28. — After nearly 2½ years, 56 Ahmediya Muslims including two women, headed by Sheikh Bashir Ahmad, arrived here on Sunday from Pakistan for the 59th Annual Jalsa of the Ahmediya community of Qadian. Simultaneously, 138 Indian Ahmadiya Muslims including four women and five children drawn from all parts of the country arrived here on Sunday.

They were escorted to the Ahmediya colony in the town and were lodged in different houses. Touching scenes were witnessed when the Indian Ahmadiyas met the Pakistani Ahmediyas. All of them offered prayers both in the mosque and at the Bahishti graveyard.

Closely guarded by armed police and their own volunteers, the Jalsa was held in the previous year's compound and was attended by about 1,000 persons in all. Among the visitors was Major-General Abdur Rehman, Pakistan's Deputy High Commissioner in Jullundur.

Maulvi Abdur Rehman Jatt, head of the local Ahmadiyas, inaugurated the Jalsa, describing it as the third after partition, and read out messages from distinguished Ahmadiyas and heads of branches from all parts of the world.

Sheikh Bashir Ahmad, who headed the delegation from Pakistan, then occupied the Chair. He mentioned how Hazrat Mirza Bashir-ud-Din Mahmood Ahmad owing to pre-occupations could not send them a special message this year but he had come to see them off and had in his blessings asked them to carry on with faith in God. He had also said that there could be peace in the world through faith in God.

(4)

God and your country, through your untiring efforts and the grace of God, becomes one of the first strongholds of God and His true and living religion—Islam, which is truly represented in our time by Ahmadiyyat. AMEN.

Yours very sincerely,
KHALIFATUL MASSIAH II

The Moslem Sunrise, Page 11—13, Fourth Quarter, 1949, Chicago 4,
Illionois, U. S. A.

and set a grand example of true obedience to God and His religion for your contemporaries and for the coming generations, so much so that you become in the eyes of God; the deliverers of your country and your people; and become like the first disciples of the prophets of old. Those disciples had no special claims on God; their only claim was that they were the first to believe, first to make sacrifices and first to live a life which was not in conformity with the lives of their countrymen. They bore and bore well all rebuke; they took with a light heart all ridicule and stuck to the way which God chose for them and thus they became the chosen people of God. Old orders and governments die out giving place to new ones but these disciples' good name has been kept alive all along. Mighty nations have perished; strong governments have succumbed but these people never died and are still living in the memories of millions of people who love them more than their own kith and kin.

Dear Friends and my spiritual children ! Fortunately you have got the same opportunity, being the first bearers of truth in the United States of America, being disciples of the disciples of the Promised Messiah (peace be on him)—beloved of God, His only begotten son, in the same sense as the Christ was. God has no son but those who gain His presence and win His pleasure through steadfast love and never wavering faith, become like sons to Him. Nay even more than that. A father may forsake his son in certain circumstances but God never forsakes His beloved ones. You have a further blessing that you found the time of the Promised Son and so you are not mere disciples of the disciples of the Promised Messiah (peace be on him) but are also like the first disciples themselves. So rise to the grand occasion and act according to your exalted position. Do not forget that everybody is directly responsible to his God. Therefore, do not copy anybody's weaknesses but follow the word of God and His Prophet and try to live a life even more pious and cleaner than the lives of those who have come to teach you. I also hope that my representatives there, will set a good example for you and will not act in a way detrimental to the cause of Islam and misleading the seekers after truth. Woe to him who gets the opportunity of bringing people to the fold of God but delivers them to His eternal enemy—Stan. May God help you, your preachers and your country, so that all of you gain the blessings of

inspired interpretation of Islam. Probably they thought that this grey bearded man was mad just as the peoples of old thought every prophet and his disciples were mad. But those who thought so were made themselves. The sheep that does not recognize the shepherd is mad and destined for destruction, for it becomes the prey of that old wolf—Satan; and loses all hope of salvation.

My dear friends and children ! No country and no people are absolutely without any seekers after truth. The voice which was taken as the babble of a mad man by many, began to attract some of those who were destined to be the pioneers and torch-bearers of truth in the United States of America. May be some of them are still alive, may be none are. Even if all of them have left this world, their spirits might be hovering over your heads just now seeing in you the seed which is being broadcast by God in the wilderness, as well as in some well prepared soil, to grow in time and become a heavy crop to give a new life to missions and millions of people of your country.

My friends and children ! Ahmadiyyat is the message of God Almighty and not a scheme conceived by any mortal being. So you should look upon it as such and try to follow it literally and with great care. No good citizen breaks the law of his country and so is the case of a true believer. He knows that the law of God is based upon infallible philosophy and is for his good and betterment. So always try and strive to know more and more about Islam and Ahmadiyyat, so that your actions may be in complete accord with the law chosen for you by your Creator. God Almighty says in the Holy Quran. "To-day I have brought to perfection the spiritual code according to which you have to live and thus I have filled for you the cup of my blessings to its very brim." This verse shows that every order and injunction given by the Holy Quran is for the spiritual uplift of man and not as an arbitrary order to make the human beings feel their serfdom to God. God has nothing to gain if we follow "The Law". It is we who benefit from it and so the person who is lukeworm in his obedience to the law in letter and in spirit, is himself the loser. Woe to him who finds the door of heaven opened for him but turns his face and goes astray. So I advise you with all the love I bear for you, to avail yourselves of this great opportunity of being pioneers of the truth in your country

**A MESSAGE
TO
AHMADIYYA MUSLIMS
ON THE
SECOND ANNUAL CONVENTION
OF THE
AMERICAN MISSIONS
SEPTEMBER 17-18 1949**

**Hazrat Amirul Muminin, Khalifatul Masih II,
Head of the Ahmadiyya Movement in Islam,**

**York House, Lytton Road,
Quetta, Pakistan,
2nd September, 1949.**

My dear friends and spiritual children
of the United States of America,
Assalamu Alaikum-wa-Rahmatullahi-wa-Barakatuhu.

I have been asked by our Missionary-in-Charge in the United States of America, Mr. Khalil Ahmad Nasir, to write a message for you to be read in your Second Convention. It is a great pleasure for me to do so. Twenty-nine years ago, I sent Mufti Mohammad Sadiq, an old companion of the Promised Messiah (peace be on him), to introduce the Ahmadiyya Movement in your country. He after reaching the United States of America, chose Chicago as the centre of his mission. His was a lonely voice raised in support of the truth about a quarter of a century back; and probably the people laughed when they heard him preach Islam and call them to Ahmadiyyat—the true and divinely